جملہ حقوق محفوظ

سلسلۂ دار المصنفین

(نمبر ۴۳)

تاریخ صقلیہ

جلد اوّل

اس میں صقلیہ کے جغرافی حالات جزیرہ صقلیہ، اٹلی، و جزائر صقلیہ پر اسلامی حملوں کی ابتدا اور پھر یہاں اسلامی حکومت کا قیام، اس کے عہد بعہد کا عروج اور پھر اس کے خاتمہ اور اس کے نتیجہ میں صقلیہ و جزیرہ صقلیہ میں مسلمانوں کے مصائب اور جلاوطنی کی تفصیل بیان کی گئی ہے،

از

سید ریاست علی ندوی

مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڑھ میں چھپی

سنہ ۱۹۳۶ء / ۱۳۵۴ھ

سید اقبال احمد

سنہ ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

132684

Marfat.com

فہرست مضامین تاریخ صقلیہ جلد اول

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
تعارف	۱-۲	طول البلد و عرض البلد	۱۱	سیکل یالاطینی،	۲۰
صقلیہ		صقلیہ کی قدیم و جدید پیمائش	۱۲	الیمیس،	″
۳ — ۱۰		**زمین کے طبعی حالات**	۱۲-۱۴	فینیقیون کا پہلا گروہ،	۲۲
		سرزمین صقلیہ کی ہیئت اور	۱۲	فینیقیون کا دوسرا گروہ،	″
جزیرہ کا نام و وجود،	۳	سطح سمندر سے اسکی بلندی،		فینیقیون کے ساتھ بربریون کی آمد	″
جزیرہ کا نام،	″	وسیع میدان اور کوہستانی سلسلے	″	یونانی،	″
عربون کا صقلیہ	۴	دریا،	۱۴	قرطاجنہ،	۲۴
عربون کے نزدیک صقلیہ کی اصل	″	دشت، معادن، حیوانات، نباتات، پیداوار	″	رومی،	۲۵
اور اوس کے لغوی معنی،		**صقلیہ کا اردگرد**	۱۵-۱۸	رومانی عہد مین ایک جدید قوم،	۲۶
صقلیہ کا تلفظ و املا،	۵	جزائر،	۱۵	غلامون کی تشکیل،	″
صقلیہ کا مفہوم وسعت ملک کے لحاظ سے	″	جنوبی اٹلی،	۱۶	یونانیون کا رومی بنانا،	۲۷
جغرافیہ طبعی		**جغرافیہ تاریخی**		صقلیہ مین چند جدید اقوام کا داخلہ	۲۸
۱۱ — ۱۸		۱۹ — ۵۲		وحدت قومیت،	″
مساحت،	۱۱-۱۲	**باشندگان صقلیہ**	۱۹-۲۰	اسرائیلی،	۲۹
جزیرہ صقلیہ کی شکل قدیم و جدید نقشہ مین	۱۱	سیکان	۱۹	مسلمانون کے داخلہ کے وقت	″

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
قدیم باشندگانِ صقلیہ کی باہمی تقسیم،		قدیم زبانیں،	۴۶	ریاست سیراکیوز کا نظامِ حکومت،	۵۴
مسلمان،	۳۰	ہبرو،	۴۷	امرا و عوام کی آویزش،	״
صقلیہ کی آبادیاں	۳۱-۴۶	لاطینی و یونانی،	״	صقلیہ میں مختلف یونانی جابر حکومتیں،	۵۵
سیکان اور ایلیمیس کی یادگاریں	۳۲	عربی،	״	ریاست سیراکیوز کا تفوق،	״
سیکل کی قدیم آبادیاں،	۳۳	**صقلیہ کے مذاہب**	۴۷-۵۴	قرطاجنیوں کا صقلیہ پر پہلا حملہ،	״
فینقی نوآبادیاں،	״	قدیم مذاہب،	۴۷	حکومتہائے صقلیہ کی باہمی آویزش،	״
یونانی نوآبادیاں،	۳۵	مذہب فینیقی،	۴۸	قرطاجنہ کی مداخلت اور پسپائی،	״
رومی نوآبادیاں،	۴۱	یونانی مذاہب،	۴۹	گلن کے جانشین ہارن کا عہد حکومت،	۵۶
بزنطی نوآبادیاں،	۴۲	عیسائیت،	״	گلن اور ہارن کے عہد حکومت	״
عربوں کے داخلہ کے وقت	״	یہودی،	۵۲	میں ترقیاں،	״
صقلیہ کی آبادیاں،		مذہب اسلام کے داخلہ کے وقت	״	ٹراسیوس جانشین ہارن اور	״
قصبے،	۴۳	یہاں کے مذاہب،		جابرانہ عہد حکومت کا خاتمہ،	
عہد اسلامی میں آبادیوں کی	۴۴	**صقلیہ کی قدیم تاریخ**	۵۳-۷۹	جمہوری نظامِ حکومت کا قیام،	״
صحیح تعداد،				صقلیہ کی یونانی حکومتوں	۵۷
شہروں کا لبِ ساحل ہونا،	۴۵	سیکان، سیکل اور ایلیمیس عہد،	۵۳	میں خانہ جنگی،	
ساحلی شہر،	״	فینیقی اپنی پہلی آمد میں،	״	ایتھنز و سسلی کے محاربات،	״
اندرون ملک کے شہر،	״	یونانی عہد سے زمینہ تاریخ کی ابتدا،	״	ہرموکراٹس اور ڈائیوکلیس،	۵۸
صقلیہ کی زبان،	۴۶-۴۷	ریاست سیراکیوز دسرقوسہ،	۵۴	قرطاجنیوں کی صقلیہ میں	״

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دوسری آمد اور فتحمندیان،		زوال قرطاجنہ مین صقلیہ کی شرکت،	۶۲	حملہ آور قومین،	
ہنی بال کے کا[illegible]،	〃	صقلیہ مین اتحاد اور بغاوتون کا آغاز،	۶۳	مملکت شرقیہ روما (حکومت بیزنطی) کی کروٹ اور صقلیہ کی طرف بیزنطی بیڑا،	۶۷
عہد قرطاجنہ مین صقلیہ کی ترقیان،	〃	غلامون کی پہلی بغاوت،	〃	صقلیہ حکومت بیزنطی کا ایک صوبہ،	〃
ڈایونی سیس،	۵۹	غلامون کی دوسری بغاوت،	〃	صقلیہ کا مذہبی حیثیت سے قسطنطنیہ کے ماتحت رہنا،	۶۸
ڈایونی سیس دوم و وزیر اعظم ڈیون،	〃	بغاوتون کا نتیجہ،	〃	جنوبی اٹلی کی مختلف حکومتین،	〃
قرطاجنیون اور یونانیون کی آویزش اور جمہوریت روما کی مداخلت،	〃	روما کی خانہ جنگیون مین صقلیہ کی حیثیت اور صقلیہ کے گورنرون کے دردناک مظالم،	۶۴	عرب و روم کی جنگ کا آغاز اور شہنشاہ قسطین دوم کی صقلیہ مین آمد اور صقلیہ کی بغاوت،	〃
رومی بیڑے سے ساحل صقلیہ پر یونانی و قرطاجنی حکومتون مین اتحاد،	۶۰	جمہوریت روما سے علیحدگی،	〃	صقلیہ پر عربون کے حملے،	۶۹
قرطاجنہ و روما کی معرکہ آرائیان،	〃	صقلیہ رومن امپائر کا ایک صوبہ،	۶۵	صقلیہ کی قدیم تاریخ مین فرمان کے اختتامی جملے،	〃
قرطاجنہ کی شکست اور مقبوضات صقلیہ سے دست برداری،	۶۱	غلامون کی تیسری بغاوت،	〃		
صقلیہ بطور جمہوریت روما کے ایک صوبہ کے،	〃	صقلیہ مین ایک نئے دور کی ابتدائی علامتین،	〃		
ریاست سیراکیوز کا خاتمہ اور پورے جزیرہ پر رومی تسلط،	۶۲	رومن امپائر کا انقسام اور صقلیہ کا تعلق مملکت غربیہ روما سے،	〃		
صقلیہ کا نظم و نسق،	〃	ازمنہ مظلمہ کی ابتدا اور مملکت غربیہ روما کا خاتمہ،	۶۶		
صقلیہ کا غلہ،	〃	ازمنہ مظلمہ مین صقلیہ مین مختلف	〃		

صقلیہ پر عربون کے ابتدائی حملے

سنہ ۲۳ھ - سنہ ۱۸۴ھ

۶۵۲ء - ۸۰۰ء

۷۰ - ۱۱۱

مضمون	صفحہ
ساتوین صدی عیسوی مین	۷۰

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دنیا کی دو متحارب جماعتیں روم و		تیسرا اور چوتھا حملہ بعہد موسیٰ بن نصیر،	۹۸	افریقہ میں دور اختلال اور اس کا	۱۰۵
عرب یا عیسائی اور مسلمان،		پانچواں حملہ بعہد یزید بن ابی مسلم،	״	اثر صقلیہ کی مہموں پر ۱۲۲ھ سے ۱۳۵ھ تک	
روم و عرب کی آویزش،	۷۱	چھٹا حملہ بعہد بشر بن صفوان،	۹۹	سیراکیوز کا ادائے جزیہ سے انکار کرنا اور	۱۰۶
صقلیہ پر اسلامی حملے کے اسباب،	۷۳	ساتواں حملہ بعہد عبیدہ بن		صقلیہ پر چودھواں حملہ	
سب سے پہلا حملہ،	۷۵	عبد الرحمٰن،		حکومت صقلیہ کا جزیہ قبول کرنا،	״
رومیوں کا جوابی حملہ،	۸۵	آٹھواں حملہ،	״	جزیرہ سردانیہ کا جزیہ قبول کرنا،	۱۰۷
عرب و روم کی عارضی صلح اور	״	نواں حملہ،	۱۰۰	افریقہ میں بغاوتیں اور حکومت	״
صقلیہ پر اسلامی حملہ کا التوا،		دسواں حملہ،	۱۰۱	کے مختلف انقلابات،	
اثنائے صلح میں رومیوں کی جنگی تیاریاں	۸۶	گیارہواں حملہ بعہد عقبہ بن قدامہ،	״	افریقہ کی بغاوتوں کے زمانہ	۱۰۹
اور صقلیہ کا فوجی استحکام،		بارہواں حملہ بعہد عبید اللہ بن الحبحاب،	״	میں صقلیہ کی جنگی تیاریاں،	
دوسرا حملہ،	۸۸	تیرہواں حملہ اور فتح سیراکیوز،	۱۰۲	**دولت اغالبہ افریقہ**	
اس حملہ کا اثر صقلیہ کی سیاسیات پر،	۹۰	سیراکیوز کا باجگذار بننا،	״	۱۸۴ھ تا ۲۹۶ھ	
قرطاجنہ پر حملہ،	۹۲	سیراکیوز کے قبول جزیہ کے باوجود	۱۰۳	۲۹۱ – ۱۱۲	
بربریوں کا اسلامی لشکر میں داخلہ	۹۴	صقلیہ کے دوسرے شہروں کا سرکش رہنا،		**ابراہیم بن اغلب**	۱۱۲
زوال قرطاجنہ،	۹۵	صقلیہ کے دوسرے شہروں کو مطیع	۱۰۴	۱۸۴ھ – ۱۹۶ھ / ۸۰۰ء – ۸۱۱ء	تا ۱۱۵
قرطاجنہ کی ویرانی سے صقلیہ کی	״	کرنے کے منصوبے،		افریقہ میں حکومت اغلبیہ کا	۱۱۲
آبادی،		افریقہ میں بغاوت کا پھیلنا	״	قیام،	
دار الصناعہ کی تکمیل،	۹۷	اور صقلیہ سے اسلامی لشکر کی واپسی		اغالبہ کا عروج	۱۱۳

Marfat.com

مضمون	صفحہ
عبداللہ بن ابراہیم والی افریقیہ ۱۹۶ھ - ۲۰۱ھ / ۸۱۱ء - ۸۱۶ء	۱۱۵ تا ۱۱۶
زیادۃ اللہ بن ابراہیم والی افریقیہ ۲۰۱ھ - ۲۲۳ھ / ۸۱۶ء - ۸۳۷ء	۱۱۶ تا ۱۷۹
افریقیہ مین بغاوت،	۱۱۷
صقلیہ کی طرف سے معاہدہ شکنی	۱۱۸
اور سواحل افریقیہ پر حملہ،	
صقلیہ مین حکومت بزنطی سے بغاوت	۱۲۰
اور باغیون کی خودمختار حکومت،	
فیمی کے خلاف بغاوت،	۔۔
فیمی کا حکومت افریقیہ سے استمداد،	۱۲۱
زیادۃ اللہ کی توجہ صقلیہ کی طرف،	۱۲۲
حملۂ صقلیہ کے لیے مجلس مشاورت	۱۲۳
مجلس مشاورت کے مباحث،	۔۔
معاہدۂ صلح کی تنسیخ کا ثبوت حکومت	۱۲۴
صقلیہ کے طرز عمل سے،	
مجلس مشاورت مین صقلیہ کے	۱۲۶
باجگذار یا دارالسلام بنانیکا مسئلہ	

مضمون	صفحہ
اور ارکان مجلس کا باہمی اختلاف	
صقلیہ کو دارالاسلام بنانیکا فیصلہ	۱۲۷
رومی قاصدون کی واپسی	۔۔
صقلیہ پر حملہ آوری،	۔۔
سالار فوج کا انتخاب،	۔۔
دولت اغالبہ صقلیہ ۲۱۲ھ - ۲۹۶ھ / ۸۲۷ء - ۹۰۰ء	۱۲۸ - ۲۹۱
صقلیہ کی اسلامی حکومت کا بانی اسد بن فرات ۲۱۲ھ - ۲۱۳ھ / ۸۲۷ء - ۸۲۸ء	۱۲۸ تا ۱۴۷
معززین اہل علم کی فوج مین شمولیت	۱۲۹
لشکر کی روانگی اور معززین شہر و	۱۳۰
اعیان حکومت کی مشایعت،	
لشکر کی روانگی،	۔۔
ساحل صقلیہ پر فوج کی آمد اور مازر	۱۳۱
پر بلا مزاحمت قبضہ،	
پیشقدمی،	۱۳۲

مضمون	صفحہ
حکومت صقلیہ کی مدافعانہ تیاریان،	۱۳۲
فیمی کی اسلامی لشکر سے علحدگی،	۱۳۳
صقلیہ کا پہلا میدان،	۱۳۵
رومیون کی فوجی طاقت مین ابتری	۱۳۶
اسلامی لشکر کی پیشقدمی،	۔
جزیرہ کی ادائی پر صلح،	۱۳۷
فیمی کی سازش اہل سرقوسہ سے	۔۔
شکست صلح،	۔
سرقوسہ کا محاصرہ،	۱۳۸
حالت محاصرہ مین اسد کی وفات	۱۴۱
اسد کا زمانہ ولایت،	۱۴۲
اسد کی جانشینی،	۱۴۶
محمد بن ابی الجواری جانشین اسد ۲۱۳ھ - ۲۱۴ھ / ۸۲۸ء - ۸۲۹ء	۱۴۶ تا ۱۵۲
اسلامی لشکر مین ابتری	[illegible]
اسلامی لشکر مین وبا،	[illegible]
حکومت بزنطی کی امدادی فوج	۔
مجاہدین کی مایوسی اور افریقیہ کو واپسی کا قصد	۔

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مجاہدین کا اپنے جہازوں کو	۱۴۷	اندلسی بیڑا صقلیہ میں،	۱۵۶	صقلیہ میں اسلامی نظام حکومت	۱۶۴
جلا دینا اور مرنے مارنے پر تیار ہو جانا،		افریقیہ کی کمک،	״	کی تشکیل،	״
مینا و جرجنت پر قبضہ	۱۴۸	اندلسی امیر البحر بطور اسلامی	۱۵۷	دار الحکومت کی تمدنی ترقی،	״
قصریانہ کا محاصرہ،	۱۴۹	سپہ سالار صقلیہ،	״	فوجی پیشقدمیوں کا آغاز اور میدان	۱۶۵
فیمی کا قتل اور اسکی تفصیلات،	״	محصورین مینا وکی امداد کیلئے فوج	״	قصریانہ کی معرکہ آرائیاں،	״
میدان قصریانہ میں ایک خونریز	۱۵۰	کی روانگی اور ملک میں غارتگری،		اس عہد میں رومی صقلیہ کی حالت	۱۶۶
معرکہ آرائی،		فتح غلوبیہ	״	اور مسلمانوں کے نقشہ جنگ میں تبدیلی،	״
رومیوں کی شکست فاش،	۱۵۱	اسلامی لشکر میں وبا،	۱۵۸	نواح طبرمین پر فوجکشی،	۱۶۷
قصریانہ کا محاصرہ اور مضافات	״	ایک جماعت کی واپسی،	״	اسلامی سپہ سالار کا قتل،	״
شہر میں اسلامی حکومت کا قیام،		محاصرۂ بلرم،	״	افریقیہ سے سپہ سالار کی آمد،	۱۶۸
امیر لشکر ابن ابی الجواری کی وفات	״	فتح بلرم،	۱۵۹	نواح سرقوسہ پر متعدد	״
زہیر بن غوث جانشین	۱۵۲	بلرم کی بے رونقی،	״	فوجکشیاں،	״
ابن ابی الجواری	تا	تشکیل حکومت کا خیال،	۱۶۰	باشندگان سرقوسہ کا	״
۲۱۴ھ - ۲۱۷ھ / ۸۲۹ء - ۸۳۲ء	۱۶۱	افریقیوں اور اندلسیوں میں	۱۶۱	جوابی حملہ،	
مسلمانوں کا دور ابتلاء،	۱۵۲	نزاع باہمی،		مسلمانوں کی ایک کامیاب جنگی	۱۶۹
[illegible]	״	**محمد بن عبداللہ بن الاغلب**	۱۶۲	حکمت عملی،	
[illegible]	۱۵۳	**والی صقلیہ اول**	تا	امیر محمد بن عبداللہ کی معزولی،	۱۷۰
[illegible]	۱۵۴	۲۱۷ھ - ۲۲۱ھ / ۸۳۲ء - ۸۳۵ء	۱۷۰	اور اسکی جانشینی،	

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ابوالاغلب ابراہیم بن عبداللہ	۱۷۱	زیادۃ اللہ کا زمانہ اور جانشینی،	۱۷۹	جنوبی اٹلی کی مہمیں،	۱۸۸
بن الاغلب والی صقلیہ (۲)	تا	ابوعقال اغلب بن ابراہیم	۱۷۹	جنوبی اٹلی کی فتوحات،	۱۸۹
۲۲۱ھ - ۲۳۶ھ / ۸۳۵ء - ۸۵۰ء	۱۹۹	بن اغلب والی افریقیہ	تا	طارنت میں اسلامی نوآبادی،	〃
افریقہ سے ابوالاغلب کی روانگی	۱۷۱	۲۲۳ھ ۲۲۶ھ / ۸۳۷ء ۸۴۰ء	۱۸۴	اٹلی میں ایک اسلامی حکومت کی تشکیل	〃
اور ایک رومی بیڑے کا اچانک حملہ		صقلیہ میں عام بغاوت،	۱۷۹	اٹلی کی اسلامی حکومت کی ایک قدیم	۱۹۲
ابوالاغلب کی خود مختاری،	۱۷۲	افریقیہ کی کمک اور صقلیہ میں امن و امان	〃	مسیحی تصدیق،	
بحری حملہ کا آغاز اور اسکے وجوہ	۱۷۳	جنوبی اٹلی،	۱۸۰	سینا کے مضافات میں پیشقدمی	۱۹۳
سب سے پہلی بحری جنگ،	۱۷۴	حکومت نیپلز اور اسلامی حکومت صقلیہ	۱۸۱	اور فتح میسنی،	
جزائر پر حملہ،	۱۷۵	میں رشتہ اتحاد،		صقلیہ میں ایک رومی بیڑے کی	۱۹۵
جزائر پر قبضہ،	〃	حکومت نیپلس کی مدد،	〃	آمد اور بربادی،	
بحر روم پر اقتدار،	〃	جنوبی اٹلی کے مقبوضات	〃	فتح رغوس۔	〃
جزیرہ میں پیشقدمیاں،	۱۷۶	اندرون جزیرہ میں فتوحات،	۱۸۳	رومی پایہ تخت قصریانہ میں،	۱۹۷
محاصرہ قصریانہ،	۱۷۷	والی افریقیہ کی وفات	۱۸۴	قصریانہ پر تاخت	〃
حوالی شہر پر قبضہ اور مصالحت،	〃	جانشین		والی صقلیہ کی وفات،	〃
جلوذی کا محاصرہ اور بیزنطی	۱۷۸	ابوالعباس محمد بن اغلب والی افریقیہ	۱۸۵ تا	ابوالاغلب کا عہد حکومت	۱۹۸
بیڑے سے مقابلہ،		۲۲۶ھ - ۲۴۲ھ / ۸۴۰ء - ۸۵۶ء	۲۰۳	جانشین	۱۹۹
والی افریقہ زیادۃ اللہ کا انتقال	〃	ابوالاغلب ابراہیم کی ولایت صقلیہ پر برقراری، فتح مسینا،	۱۸۵ 〃	عباس بن فضل والی صقلیہ (۴)	۲۰۰
والی افریقیہ کے انتقال و تعزیت میں سرگرمی		جزیرہ کے جنوبی حصہ میں فتوحات	۱۸۶	۲۳۶ھ - ۲۴۷ھ / ۸۵۱ء - ۸۶۱ء	

مضمون	صفحہ
فرمان ولایت،	۲۰۱
فوج کشی اور فتوحات قلعہ بلوط وغیرہ،	″
والی افریقیہ ابوالعباس کی وفات،	۲۰۲
ابوابراہیم احمد بن محمد والی افریقیہ [illegible] – ۲۴۹ھ / ۸۶۳ء	۲۰۲ تا ۲۰۶
عباس بن فضل کی دوبارہ ولایت پر تقرری،	۲۰۳
فوج کشی اور قلعہ جدید قصر تبغفوردی	″
وغیرہ کی فتوحات،	
فتح قصریانہ،	۲۰۵
مقتولین و اسیران جنگ،	۲۰۷
مال غنیمت،	۲۰۸
تعمیر جامع مسجد،	۲۰۹
قسطنطنیہ بزنطی کا انتقامی حملہ اور ناکامی	۲۱۰
حکومت اسلامی کی مدافعانہ تیاریاں	۲۱۱
فوج کشی	″
ایک بار بزنطی بیڑا	″
قصریانہ کا دوبارہ استحکام	۲۱۲
عباس کا آخری سفر	″
عباس کا دور حکومت،	۲۱۲
عباس کی لاش سے رومیوں کا بزدلانہ انتقام،	۲۱۳
جانشین،	″
احمد بن یعقوب والی صقلیہ (۴) ۲۴۷ھ / ۸۶۱ء	۲۱۳ تا ۲۱۵
عبداللہ بن عباس قائم مقام والی،	۲۱۴
فوج کشی اور فتوحات	″
عبداللہ بن عباس کی قائم مقامی	″
خاتمہ اور اس کے اسباب،	
خفاجہ بن سفیان والی صقلیہ (۵) ۲۴۸ھ / ۸۶۲ء – ۲۵۵ھ / ۸۶۸ء	۲۱۵ تا ۲۲۶
والی افریقیہ کی وفات،	۲۱۶
ابو محمد زیادۃ اللہ ثانی بن محمد بن اغلب والی افریقیہ ۲۴۹ھ / ۸۶۳ء – ۲۵۰ھ / ۸۶۴ء	۲۱۷ تا ۲۱۸
ولایت صقلیہ پر خفاجہ کی برقراری کا فرمان اور خلعت،	۲۱۷
رومی مقبوضات صقلیہ کی عام حالت اور اسلامی حکومت کی طرف میلان	۲۱۷
فوج کشی اور فتوحات،	۲۱۸
والی افریقیہ کی وفات اور اس کا جانشین	″
ابوعبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن اغلب والی افریقیہ ۲۵۰ھ / ۸۶۴ء – ۲۶۱ھ / ۸۷۴ء	۲۱۸ تا ۲۳۲
سرقوسہ فارس،	۲۱۹
فتح طبرمین،	″
باسل مقدونی کی سیاست صقلیہ و کجین	۲۲۰
باسل مقدونی اور اسلامی حکومتیں	″
بغاوتیں اور ان کا استیصال،	۲۲۱
خفاجہ کی علالت،	۲۲۲
فوج کشی،	″
بزنطی بیڑے کی آمد اور بربادی،	″
اٹلی میں معرکہ آرائیاں	۲۲۳
مفرج بن سالم کا قتل اور اٹلی کے اسلامی مقبوضات کا صقلیہ کے ماتحت ہونا	″

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
فوج کشی،	۲۲۳	حسین بن رباح والی صقلیہ(۸)	۲۳۰	جعفر کا تقرر اور حسین بن محمد کی علاحدگی	[illegible]
خفاجہ کا قتل،	۲۲۵	۲۵۵ھ/۸۶۹ء - ۲۵۹ھ/۸۷۲ء	تا ۲۳۱	محاصرہ سرقوسہ	[illegible]
خفاجہ کا عہد حکومت،	ر	قصر سہ پر ایک فوج کشی اور شکست کا صلح،	۲۳۱	ربض شہر پر قبضہ	۲۳۷
جانشین،	ر	حسین بن رباح کا عزل،	ر	حکومت بزنطی قسطنطنیہ کی امداد	ر
محمد بن خفاجہ والی صقلیہ(۷)	۲۲۶	عبداللہ بن محمد والی صقلیہ(۹)	۲۳۱	بیڑا اور اس کی بربادی،	
۲۵۵ھ/۸۶۹ء - ۲۵۷ھ/۸۷۰ء	تا ۲۲۸	۲۵۹ھ/۸۷۲ء	تا ۲۳۲	بحری کامیابی کی خوش امید نتیجہ	۲۳۸
فوج کشی	۲۲۶	ابو مالک احمد بن عمر بن عبداللہ		جعفر کی دار الحکومت پلرم کو مراجعت	
مالٹا پر کامل اسلامی اقتدار،	ر	والی صقلیہ(۱۰)	۲۳۲	جعفر پر قاتلانہ حملہ اور انتقال حکومت	
محمد بن خفاجہ کا قتل	۲۲۸	۲۵۹ھ/۸۷۲ء - ۲۶۴ھ/۸۷۵ء		اغلب بن محمد مستولی صقلیہ	۲۳۸
جانشین،	ر	والی افریقیہ کی وفات	۲۳۲	۲۶۴ھ/۸۷۷ء - ۲۶۵ھ/۸۷۸ء	۲۳۸
رباح بن یعقوب والی صقلیہ(۷)	۲۲۸	جانشین،	ر	نصر صقلی کی بربادی،	[illegible]
۲۵۷ھ/۸۷۰ء - ۲۵۸ھ/۸۷۱ء	تا ۲۳۰	ابراہیم (ثانی) بن احمد بن	۲۳۳	محاصرہ سرقوسہ کا بدستور قائم رہنا	
ولایت جنوبی اطالیہ،	۲۲۹	محمد بن اغلب والی افریقیہ،	تا	حصار شیدر گاہ کی بربادی،	۲۳۵
جنوبی اٹلی پر فوج کشی،	ر	۲۶۱ھ/۸۷۴ء - ۲۸۹ھ/۹۰۱ء	۲۳۳	محصورین کے آلام و مصائب،	۲۴۰
رباح اور عبداللہ بن یعقوب کی	ر	فوج کشی	۲۳۳	برج کا انہدام	۲۴۱
وفات اور ان کی جانشینی،		عزل و جانشینی،	ر	محصورین کا جوش جنون،	ر
ولایت جنوبی اٹلی،	۲۳۰	جعفر بن محمد والی صقلیہ(۱۱)	۲۳۴	فتح سرقوسہ،	۲۴۲
شہر باری اور سلرنو کا سقوط،	ر	۲۶۴ھ/۸۷۷ء	تا ۲۳۶	مقتولین کی تعداد،	۲۴۳

Marfat.com

مضمون	صفحہ
مال غنیمت،	۲۴۲
انہدام سرقوسہ،	"
برنطی بیڑے کی آخری کوشش،	۲۴۴
اسلامی لشکر کی مراجعت،	"
فتح سرقوسہ اور حکومت برنطی قسطنطنیہ	"
اسلامی مستقر کا عارضی التوا،	۲۴۵
سرقوسہ کی نئی آبادی،	۲۴۶
باغیانہ حکومت کا خاتمہ،	"
صقلیہ کے نظام حکومت میں ابتری	"
۲۶۱ھ سے ۲۶۴ھ تک دور اختلال اور اس کے اسباب و نتائج،	
ابوالغلیب بن ابراہیم والی صقلیہ (۱۲) ۲۶۵ھ	۲۴۷ تا ۲۴۹
حسین بن رباح والی صقلیہ (۱۳) ۲۶۶ھ - ۲۶۷ھ / ۸۸۰ء	۲۴۹ تا ۲۵۰
فوجکشیاں اور بری و بحری معرکہ آرائیاں،	۲۴۹
عزل و جانشینی	۲۵۰
حسن بن عباس والی صقلیہ (۱۴) ۲۶۷ھ - ۲۶۸ھ / ۸۸۱ء	۲۵۰ تا ۲۵۱
رومی مقبوضات پر اسلامی حملے	۲۵۰
اور اسلامی مقبوضات پر رومی حملے،	"
ابوالحسین محمد بن فضل والی صقلیہ (۱۵) ۲۶۸ھ / ۸۸۱ء	۲۵۱ تا ۲۵۲
فوجکشی،	۲۵۱
جدید رومی پایۂ تخت پر قبضہ،	۲۵۲
عزل و جانشینی،	"
علی بن محمد والی صقلیہ (۱۶) ۲۷۰ھ / ۸۸۳ء	۲۵۳
حسین بن احمد والی صقلیہ (۱۷) ۲۷۱ھ - ۲۷۲ھ	۲۵۳
فوجکشی	۲۵۳
والی صقلیہ کی وفات،	"
سوادہ بن محمد والی صقلیہ (۱۸) ۲۷۲ھ - ۲۷۵ھ / ۸۸۸ء	۲۵۴ تا ۲۵۵
فوجکشی اور رومیوں سے صلح،	۲۵۶
جنوبی اٹلی کے اسلامی شہروں پر برنطی قبضہ	۲۵۴
والی صقلیہ کی گرفتاری	۲۵۵
ابومالک احمد بن عمر المعروف بہ حبشی والی صقلیہ (۱۹) ۲۷۵ھ - ۲۷۶ھ / ۸۸۹ء	۲۵۵ تا ۲۵۶
فوجکشی اور فتوحات،	۲۵۷
حاجب صقلیہ کا قتل اور والیان صقلیہ میں عزل و نصب،	"
ابوالحسین محمد بن فضل والی صقلیہ (۲۰) ۲۷۷ھ - ۲۷۸ھ	۲۵۷
باشندگان صقلیہ کی سرکشی اور والی کا عزل و نصب،	۲۵۷
حسین بن احمد والی صقلیہ (۲۱) ۲۷۸ھ - ۲۸۰ھ	۲۵۸ تا ۲۵۹
بغاوت اور خانہ جنگی کا آغاز،	۲۵۸
قیام امن،	"
عزل و جانشینی،	۲۵۹

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ابومالک احمد بن عمر والی صقلیہ (۲۲)	۲۵۹	جنوبی اٹلی پر تاخت،	۲۶۴	ابراہیم کا ورود صقلیہ	۲۷۱
۲۸۶ھ - ۲۸۷ھ	تا ۲۶۰	فتح ریو،	۲۶۵	فوجکشی اور پورے جزیرہ پر قبضہ،	״
بغاوت اور حکومت کی شکست	۲۵۹	پوپ کا جزیہ کی ادائی قبول کرنا	۲۶۶	فتح برطنیق،	۲۷۲
ابوالعباس بن ابراہیم والی صقلیہ (۲۳)	۲۶۰	ایک بزنطی بیڑے کی بربادی،	״	فتح طبرمین،	״
۲۸۷ھ - ۲۸۹ھ / ۹۰۰ء - ۹۰۱ء	تا ۲۷۰	ابوالعباس کی مراجعت افریقیہ،	״	سقوط طبرمین کا اثر قیصر روم پر،	۲۷۴
صقلیہ کی روانگی کی تیاریاں،	۲۶۰	قائم مقامی،	۲۶۷	باقی ماندہ شہروں اور قلعوں کی تسخیر،	״
ورود طرابنش،	״	ابوالعباس کا عہد حکومت،	״	پورے جزیرہ پر کامل تسلط،	۲۷۵
باغیوں کا وفد ابوالعباس کی خدمت میں	۲۶۱	ابراہیم کا حکومت سے کنارہ کشی	״	جنوبی اٹلی پر فوجکشی،	۲۷۶
باغیوں کی سرکشی۔	۲۶۲	اور ابوالعباس کی سریر آرائی،		ابراہیم کا مرض موت،	״
ابوالعباس کے خلاف فوجکشی،	״	ابراہیم کی عہد حکومت اور کنارہ کشی	״	محاصرہ کسنتہ،	״
معرکہ آرائی اور باغیوں کی پسپائی،	۲۶۳	کے اسباب و اس کے اثرات صقلیہ پر		ابراہیم کی وفات اور نعش،	۲۷۷
برم کا محاصرہ	״	دعوت اسماعیلی کی ابتداء،	۲۶۸	ابومضر زیادۃ اللہ بن ابی العباس	۲۷۷
باغیوں کی ناکامی اور سرغناؤں کا	״	ابوالعباس عبداللہ بن ابراہیم فرمانروائے افریقیہ	۲۶۹ تا	والی صقلیہ (۲۵)	تا
فرار ہونا،		۲۸۹ھ / ۹۰۱ء	۲۶۹	۲۸۹ھ / ۹۰۱ء ۔ ۲۹۰ھ / ۹۰۲ء	۲۷۹
بلرم میں داخلہ،	״	ولایت صقلیہ	۲۷۰	کسنتہ کا قبول جزیہ،	۲۷۷
باغیوں کے سرغناؤں کی گرفتاری	۲۶۴	سابق فرمانروائے افریقیہ ابراہیم	۲۷۱	جنوبی اٹلی سے واپسی،	״
مفرورین کا تعاقب،	״	بن احمد ولایت صقلیہ پر (۲۴)	تا	تجہیز وتکفین،	۲۷۸
جزیرہ میں کامل امن وامان،	״	۲۸۹ھ / ۹۰۱ء	۲۷۷	ابومضر کی نائبی،	״

Marfat.com

مضمون	صفحہ
ابومضر کی معزولی،	۲۷۵
جانشین،	″
محمد بن سرقوسی والی صقلیہ (۲۶) سنہ ۲۹۰ھ / ۹۰۲ء	۲۷۵
ابوالعباس والی افریقیہ کا قتل،	۲۷۵
ابومضر زیادۃ اللہ فرمانروائے افریقہ سنہ ۲۹۰ھ – سنہ ۲۹۶ھ (۹۰۲ء – ۹۰۸ء)	۲۷۹ تا ۲۸۳
والی صقلیہ کی معزولی،	۲۷۹
علی بن محمد بن ابی الفوارس والی صقلیہ (۲۷) سنہ ۲۹۰ھ / ۹۰۲ء	۲۸۰
احمد بن ابی الحسین بن رباح والی صقلیہ (۲۸) سنہ ۲۹۰ھ – سنہ ۲۹۶ھ (۹۰۲ء – ۹۰۸ء)	۲۸۰ تا ۲۸۲
آخری اغلبی تاجدار کا آخری وقت	۲۸۰
دولت اغالبہ کا زوال،	″
دعوت اسماعیلی کا عروج،	۲۸۱
ابومضر کا فرار اور دولت اغالبہ کا خاتمہ	
[illegible] سے دولت اغالبہ کا خاتمہ	۲۸۲

مضمون	صفحہ
دولت اغالبہ پر ایک نظر	۲۸۳ تا ۲۹۱
دولت اغالبہ صقلیہ کے مختلف ادوار، صقلیہ کی مکمل تسخیر میں تاخیر کا باعث	۲۸۵
اہم شہروں کی تسخیر،	۲۸۸
نومسلموں اور صقلیون کی کثرت	۲۸۹
دولت اغالبہ کے زوال کا سبب	۲۹۰
دولت فاطمیہ سنہ ۲۹۶ھ / ۹۰۸ء – سنہ ۳۲۶ھ / ۹۳۷ء	۲۹۲ – ۳۰۴
عبیداللہ المہدی اسماعیلی فرمانروائے افریقہ سنہ ۲۹۷ھ – سنہ ۳۲۲ھ (۹۰۹ء – ۹۳۴ء)	۲۹۲ تا ۲۹۴
انقلاب حکومت کا اثر صقلیہ پر،	۲۹۸
علی بن محمد بن ابی الفوارس فاطمی والی صقلیہ (۱) سنہ ۲۹۶ھ – سنہ ۲۹۷ھ (۹۰۸ء – ۹۰۹ء)	۲۹۹ تا ۳۰۰
حسن بن احمد بن ابی خنزیر فاطمی والی صقلیہ (۲) سنہ ۲۹۷ھ – سنہ ۲۹۹ھ	۳۰۰ تا ۳۰۲

مضمون	صفحہ
جدید نظم ونسق اور حکومت کا مذہب شیعی قرار پایا،	۳۰۰
مشرقی صقلیہ کے رومیون کی سرکشی اور صقلیہ میں اسلام و عیسائیت کی جنگ کا دوبارہ آغاز،	۳۰۱
[illegible] کی سرکشی اور استبداد،	″
صقلیہ میں ایک جدید انقلاب کے آثار،	۳۰۲
علی بن عمر البلوی فاطمی والی صقلیہ (۳) سنہ ۲۹۹ھ / ۹۱۱ء	۳۰۳
انقلاب حکومت،	۳۰۴
طوائف الملوکی سنہ ۳۰۰ھ / ۹۱۲ء – سنہ ۳۰۳ھ / ۹۱۵ء	۳۰۵ – ۳۱۲
تشکیل حکومت کی کوششیں	۳۰۵
احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب عباسی والی صقلیہ سنہ ۲۹۸ھ / ۹۱۰ء – سنہ ۳۰۰ھ / ۹۱۲ء	۳۰۶ تا ۳۱۵
حکومت کا جدید نظم ونسق اور خلافت عباسیہ سے تجدید تعلقات،	۳۰۶

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
جنوبی اٹلی پر فوج کشی،	۳۰۶	**دولت فاطمیہ صقلیہ**		ابو سعید کی عہدہ ولایت سے سبکدوشی	۳۱۷
طرمین پر فوج کشی،	"	۳۰۴ھ - ۳۳۶ھ / ۹۱۷ء - ۹۴۷ء		اور سالم بن ابی راشد کا تقرر	
خلافت عباسیہ سے ابن قرہب کو	۳۰۷	۳۱۳ - ۳۳۹		**سالم بن ابی راشد فاطمی والی صقلیہ**	۳۱۷ تا ۳۲۲
سند ولایت،		**عبید اللہ المہدی اسماعیلی**	۳۱۳	۳۰۴ھ - ۳۲۵ھ / ۹۱۷ء - ۹۳۶ء	
دولت فاطمی سے انقطاع،	۳۰۸	**فرمانروائے افریقیہ**	تا	اٹلی پر تاخت،	۳۱۷
افریقیہ اور صقلیہ کی جنگ،	"	۲۹۷ھ - ۳۲۲ھ / ۹۱۰ء - ۹۳۴ء	۳۲۲	فتح بر بصانہ وغیرہ	۳۱۸
صقلی بیڑے کی افریقیہ کو دفعتاً روانگی	"	ولایت صقلیہ کا عارضی انتظام	۳۱۳	فتح واری	"
دولت فاطمیہ کی شکست،	۳۰۹	باشندگان صقلیہ کی ایک درخواست	"	مال غنیمت،	۳۱۹
جنوبی اٹلی پر تاخت،	"	درخواست کی منظوری اور جدید	"	جنوبی اٹلی پر صاحب صقلیہ کے بحری	"
صقلیہ کی افریقیہ پر چڑھائی اور ناکامی	۳۱۰	والی اور ایک نئے لشکر کی روانگی		حملے اور فتح طارنت و ترمولہ وغیرہ	
صقلیہ میں ابن قرہب کے خلاف بغاوت	"	**ابو سعید موسیٰ بن احمد فاطمی والی صقلیہ**	۳۱۴ تا	حکومت قلوریہ کا قبول جزیہ	۳۲۱
ابن قرہب سے دست برداری کا مطالبہ	۳۱۱	۳۰۴ھ / ۹۱۶ء	۳۱۷	حملہ جنوا	۳۲۲
ابن قرہب کا فرار اور گرفتاری،	"	ابو سعید کی آمد اور باشندگان صقلیہ کا طرز عمل	۳۱۴	عبید اللہ کی وفات،	"
ابن قرہب کی افریقیہ کو روانگی	۳۱۲	ابو الغفار کی گرفتاری	"	**ابو القاسم بن عبید اللہ القائم**	۳۲۲
اور عبید اللہ سے دو بدو		بغاوت	۳۱۵	**بامر اللہ فاطمی فرمانروائے افریقیہ**	تا
گفتگو،		طلب امان	۳۱۶	۳۲۲ھ - ۳۳۴ھ / ۹۳۴ء - ۹۴۵ء	۳۲۴
ابن قرہب کا قتل،		سزائیں	"	حملہ سردانیہ و کورسیکا	۳۲۳
مدت حکومت	"	شاہی معافی نامہ	"	فتح جنوا	"

Marfat.com

مضمون	صفحہ
صقلیہ میں بغاوت اور اس کے اسباب،	۳۲۳
بعض جدید محصولات کی وصولی،	۳۲۴
آفات ارضی وسماوی،	〃
سالم کے مظالم،	〃
آتش بغاوت،	۳۲۵
سالم کا افریقیہ سے امداد طلب کرنا،	〃
اہل صقلیہ کی ایک کامیاب جنگ،	۳۲۶
سالم کا عزل اور خلیل بن اسحاق کا تقرر،	〃
ابوالعباس خلیل بن اسحاق فاطمی والی صقلیہ (۵)	۳۲۷
۳۲۶ھ – ۳۲۹ھ / ۹۳۷ء – ۹۴۰ء	تا ۳۳۶
اہل صقلیہ کی وفاداری،	۳۲۸
خلیل کا جدید نظم ونسق،	۳۲۹
سالم کی بغاوت انگیزی،	〃
ایک جدید شہر خالصہ کی تعمیر	〃
بغاوت،	۳۳۱
قحط سالی،	۳۳۲
باغیوں کی حکومت بزنطی سے استمداد	۳۳۳
افریقیہ سے کمک اور سالم کی وفات	۳۳۳
بغاوت کا استیصال،	〃
باغیوں کا ترک وطن وترک مذہب	۳۳۴
افریقیہ میں آتش بغاوت،	۳۳۵
خلیل کی افریقیہ روانگی،	〃
خلیل کا عہد حکومت،	۳۳۶
ابوعطاف محمد بن اشعث الازدی فاطمی والی صقلیہ (۶)	۳۳۷
۳۲۹ھ – ۳۳۶ھ / ۹۴۰ء – ۹۴۷ء	تا ۳۳۹
بغاوت کے بعد بدامنی،	۳۳۷
القائم کی وفات اور المنصور کی جانشینی،	〃
ابوطاہر اسمٰعیل بن ابی القاسم المنصور من اللہ فاطمی فرمانروائے افریقیہ	۳۳۸
۳۳۴ھ – ۳۴۱ھ / ۹۴۵ء – ۹۵۲ء	تا ۳۵۰
افریقیہ کی بغاوت کا اثر صقلیہ پر	۳۴۰
صقلیہ کے عیسائیوں کی سرکشی،	〃
ابوعطاف پر حملہ،	۳۴۱
افریقیہ میں امن وامان کا قیام اور اس کا اثر صقلیہ پر،	۳۳۹
حسن بن علی کلبی کا ولایت صقلیہ پر تقرر،	〃
دولت کلبیہ صقلیہ	
۳۴۰ – ۴۱۸	
۳۳۶ھ – ۴۳۱ھ / ۹۴۷ء – ۱۰۳۹ء	
ابوالغنائم حسن بن علی بن ابی الحسن بانی دولت کلبیہ	۳۴۱
۳۳۶ھ – ۳۴۲ھ / ۹۴۷ء – ۹۵۴ء	تا ۳۵۱
حسن کا ورود صقلیہ اور بنوطبری کی مخالفانہ روش،	۳۴۱
مخالفین حکومت کا استیصال،	۳۴۲
حکومت کی کامل اطاعت،	۳۴۳
بزنطی بیڑے کی صقلیہ پر حملہ آوری اور حسن کی فوجکشی اٹلی پر اور فتوحات،	〃
عارضی صلح اور اس کے شرائط،	۳۴۵
مسجد ریو،	〃
فرمانروائے افریقیہ کی وفات،	〃

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
المعزلدین اللہ بن المنصور	۳۵۰	طبرمین میں اسلامی نوآبادی	۳۵۷	احمد کی نیابت	۳۷۳
فاطمی فرمانروائے افریقیہ	تا	ایک جنگ عظیم اور فتح رمطہ	"	احمد کی وفات اور ابوالقاسم کا تقرر	۳۷۴
۳۴۱ھ - ۳۶۵ھ / ۹۵۲ء - ۹۷۵ء	۳۷۶	ایک فیصلہ کن بحری جنگ	۳۶۵	ابوالقاسم علی بن حسن کلبی فرمانروائے صقلیہ (۵)	۳۷۴ تا
حسن کی روانگی افریقیہ	۳۵۰	سرزمین یورپ پر ایک کامل عربی جزیرہ	۳۶۶	[illegible]	۳۷۵
احمد بن حسن بطور قائم مقام والی	۳۵۱	حسن کلبی کی وفات	۳۶۷	دولت کلبیہ صقلیہ کا استقلال	۳۷۷
احمد کا ولایت صقلیہ پر مستقل تقرر	"	جنوبی اٹلی پر تاخت	۳۶۸	المعز کی وفات اور اس کی جانشینی	۳۷۷
حسن کا صقلیہ میں زمانہ حکومت	"	حکومت بیزنطینی اور افریقیہ میں مصالحت	"	العزیز باللہ ابو منصور نزار بن معد خلیفہ فاطمی	۳۷۷ تا
ابوالحسن احمد بن حسن کلبی	۳۵۲	طبرمین اور رمطہ کی بربادی	۳۶۹	۳۶۵ھ - ۳۸۶ھ / [illegible]	[illegible]
فرمانروائے صقلیہ	تا	خاندان کلبیہ کا صقلیہ پر اقتدار	۳۷۰	اٹلی اور صقلیہ کا ایک دوسرے پر حملہ	۳۷۶
۳۴۳ھ - ۳۵۹ھ / ۹۵۴ء - ۹۶۹ء	۳۶۲	کلبیوں کی صقلیہ سے متعلق پالیسی	"	رمطہ کی دوبارہ تعمیر	۳۷۸
صقلیہ کی وجہ آبادی اور ترقی	۳۵۳	یعیش اٹلی کا تقرر	"	[illegible]	"
اٹلی پر فوج کشی	۳۵۴	[illegible] زمانہ حکومت	۳۶۲	[illegible] کی بربادی	۳۷۹
اٹلی سے ایک اسلامی دستہ کی [illegible]	"	یعیش ابوالحسن علی کلبی فرمانروائے صقلیہ (۷)	۳۷۲	فتوحات	"
والی صقلیہ کا بیعت کیلئے افریقیہ آنا	"	۳۵۹ھ - ۳۵۹ھ / ۹۶۹ء - ۹۶۹ء	تا ۳۷۳	اوتھو دوم کا حملہ اسلامی نوآبادی پر	۳۸۰
ایک شاہی جشن مسرت	"	دار الصناعہ میں کشت و خون اور ہنگامہ	۳۷۲	سقوط [illegible]	"
صقلیہ کے علاوہ بھی جنگ کا اعلان	۳۵۵	احمد کا دوبارہ تقرر	"	[illegible] کا جوابی حملہ اٹلی پر	۳۸۱
صقلیہ کے عیسائیوں کی بغاوت	۳۵۶	احمد بن حسن کلبی والی صقلیہ	۳۷۳	امیر ابوالقاسم کی شہادت	"
فتح طبرمین اور عیسائیوں کا [illegible]	"	۳۵۹ھ / ۹۶۹ء	تا ۳۷۴	مسلمانوں کی فتح اور اوتھو دوم کا فرار	۳۸۲

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
اوتھو دوم کا فرار،	۳۸۲	وفات وجانشینی،	۳۹۰	لقب اور لوائے فاطمی،	۳۹۴
اوتھو دوم کی موت،	۳۸۲	علم و فن کی ترقی،	"	صقلیہ کی مرفہ الحالی۔	"
انسائیکلوپیڈیا میں اوتھو کی شکست	"	عبد اللہ بن محمد کلبی فرمانروائے صقلیہ (۸)	۳۹۰	دیباچہ زوال	۳۹۵
کی غلط توجیہ،		۳۶۵ھ/۹۷۵ء – ۳۶۹ھ/۹۷۹ء		شاہی خاندان میں باہمی رقابت	۳۹۶
فرمانروایان یورپ کی کانفرنس خلاف نوٹس	۳۸۴	جانشینی	۳۹۰	علی کا قتل،	"
مجاہدین کی مراجعت اور ابوالقاسم کی جانشینی	"	ثقۃ الدولہ ابو الفتوح یوسف	۳۹۰	تاج الدولہ کی ایک اہم سیاسی غلطی	"
ابوالقاسم کا عہد حکومت عادات و خصائل	"	عبد اللہ کلبی فرمانروائے صقلیہ (۹)	تا	قبائل بربر اور موالی کا استیصال،	۳۹۷
جابر بن ابوالقاسم کلبی فرمانروائے صقلیہ (۹)	۳۸۵	۳۷۹ھ/۹۸۹ء – ۳۸۸ھ/۹۹۸ء	۳۹۱	ایک نئی فوج کی ترتیب اور اس کے نتائج	"
۳۷۲ھ/۹۸۲ء – ۳۷۳ھ/۹۸۳ء	تا ۳۸۶	اٹلی کی ریاستوں کی اطاعت	۳۹۱	حسن بن محمد باغائی	۳۹۸
جابر کی نااہلی اور فرمان تقرر	۳۸۶	صقلیہ کا عمرانی شباب،	"	قانون کی ترمیم	"
عزل وجانشینی،	۳۸۶	خلیفہ فاطمی العزیز کی وفات	۳۹۲	تاج الدولہ پر یورش،	"
زمانۂ حکومت	"	الحاکم بامر اللہ خلیفہ فاطمی مصر	۳۹۲	ثقۃ الدولہ یوسف کی دست اندازی	۳۹۹
جعفر بن محمد کلبی فرمانروائے صقلیہ (۱۰)	۳۸۷	۳۸۶ھ/۹۹۶ء – ۴۱۱ھ/۱۰۲۰ء	تا ۴۰۱	تاج الدولہ کی معزولی کا مطالبہ	"
۳۷۳ھ/۹۸۳ء – ۳۷۵ھ/۹۸۵ء	تا ۳۹۰	ثقۃ الدولہ کی علالت اور حکومت سے کنارہ کشی	۳۹۴	تاج الدولہ کی معزولی اور اس کی جانشینی	۴۰۰
جعفر کا دور صقلیہ،	۳۸۸	ثقۃ الدولہ کا عہد حکومت	"	مجمع کی مرضی پر،	
ربطہ اور طبرمین کو عیسائیوں کے	۳۸۸	تاج الدولہ سیف الملۃ جعفر	۳۹۶	باغائی کا حشر،	"
حوالہ کرنے کا دوبارہ فرمان،		بن ثقۃ الدولہ کلبی فرمانروائے صقلیہ (۱۱)	"	تاج الدولہ جعفر کا مقابلہ	"
جعفر کا [illegible]	"	۳۸۸ھ/۹۹۸ء – ۴۱۰ھ/۱۰۱۹ء	۴۰۰	ترکی سپاہ [illegible]	"

Marfat.com

صفحہ	مضمون
۴۰۰ تا ۴۱۲	تائید الدولہ احمد الاکحل بن ثقۃ الدولہ کلبی فرمانروائے صقلیہ (۱۱) ۴۱۰ھ - ۴۲۷ھ / ۱۰۱۵ - ۱۰۳۵
۴۰۰	امن وامان کا قیام،
۴۰۱	فرمان تقرر اور خطاب،
”	ثقۃ الدولہ کی مصر کو روانگی،
”	الحاکم خلیفہ فاطمی کی گمشدگی اور جانشینی
۴۰۲ تا ۴۱۲	الظاہر لاعزاز دین اللہ ابو الحسن بن الحاکم خلیفہ فاطمی مصر ۴۱۱ھ - ۴۲۷ھ / ۱۰۲۰ - ۱۰۳۵
۴۰۲	صقلیہ کی فوجی طاقت کا استحکام
”	اٹلی میں نارمنوں کی آمد،
۴۰۳	اٹلی پر تاخت
”	تائید الدولہ کے لڑکے جعفر کی ناعاقبت اندیشی
۴۰۴	صوبہ قلوریہ سے اسلامی اقتدار کا زوال
۴۰۶	صقلیہ پر بزنطی حملہ
”	تائید الدولہ کی نفاق انگیزی،
۴۰۸	صقلی جماعت کی المعز صنہاجی سے استمداد
۴۱۰	افریقیہ کا حملہ صقلیہ پر
۴۱۱	اہل صقلیہ میں اختلاف اور تائید الدولہ کا قتل
”	اہل صقلیہ اور افریقیہ میں جنگ،
۴۱۱	خلیفہ فاطمی مصر کی دوبارہ دولت کلبیہ کی نوازش
۴۱۲ تا ۴۲۵	المستنصر باللہ ابو تمیم معد بن الظاہر خلیفہ فاطمی ۴۲۷ھ - ۴۸۷ھ / ۱۰۳۵ - ۱۰۹۴
۴۱۲ - ۴۱۴	دولت کلبیہ کا زوال
۴۱۲	کلبی فرمانروا کا انتخاب
۴۱۳ تا ۴۱۴	صمصام الدولہ حسین بن ثقۃ الدولہ کلبی فرمانروائے صقلیہ (۱۲) ۴۲۷ھ - [illegible] / ۱۰۳۵ - [illegible]
۴۱۶	سیسلیا پر بزنطی حملہ
۴۱۷	دولت کلبیہ کا زوال
۴۱۸	[illegible]
۴۱۵ - ۴۳۳	طوائف الملوکی ۴۳۱ھ - ۴۴۴ھ / ۱۰۳۹ - ۱۰۵۲
۴۱۹	جزیرہ میں بزنطی فتوحات اور ان کا خاتمہ
”	دار الحکومت میں ایک ہنگامی حکومت
۴۲۰	ملک میں عام طوائف الملوکی،
۴۲۱	خانہ جنگی،
”	ابن ثمنہ کا اقتدار اور مرکزی حکومت کی تشکیل،
”	صمصام الدولہ کا قتل،
۴۲۲	جزیرہ میں امن وامان،
”	صقلیہ کا خلافت فاطمی سے انتساب
۴۲۳	ایک خانگی اختلاف اور خانہ جنگی
	ابن ثمنہ کی نارمنوں سے استمداد
۴۳۴ - ۴۴۹	نارمنی فتنہ اور صقلیہ میں اسلامی سلطنت کا خاتمہ ۴۴۳ھ - ۴۸۴ھ / ۱۰۵۱ - ۱۰۹۱
۴۳۴	نارمن اٹلی میں،
”	رابرٹ گوسکارڈ،
۴۳۸	خاندان باتول،
”	راجر اول،

Marfat.com

مضمون	صفحہ
نارمنوں کو صقلیہ پر حملہ آوری کی دعوت	۴۲۷
راجر کا پس و پیش	۴۲۸
نارمن لشکر	۴۲۹
نارمنوں کے لئے آسانیاں	"
سقوط مسینا	۴۳۰
نارمنوں کو کمک	"
جزیرہ کے عیسائیوں کی دعوت نارمنوں کو	"
صقلیہ کے شمالی علاقہ پر نارمنوں کا قبضہ	"
محاصرۂ قصریانہ	۴۳۱
علماء و صالحین کی جزیرہ سے ہجرت	"
دوبارہ افریقیہ سے استمداد	۴۳۲
افریقی طائفہ کی غداری	"
اہلی ... سے دولت اسلامی کا زوال	۴۳۳
فرمانروائے افریقیہ کی اعانت	۴۳۵
[illegible]	"
ابن ثمنہ کا قتل	۴۳۴
افریقی لشکر کی واپسی	"
صقلیہ کے علماء و معززین کی ہجرت	"

مضمون	صفحہ
ابن الیسع آخری کلما تاجدار صقلیہ	۴۳۴ تا
۴۶۱ھ - ۴۸۴ھ / ۱۰۶۹ء - ۱۰۹۱ء	۴۳۵
حکومت فاطمیہ کا صقلیہ سے قطع تعلق	۴۳۶
فاطمین کی دعوت نارمنوں کو	"
برم کا محاصرہ	۴۳۸
برم کے محاصرہ پر اقوام یورپ کی شرکت	"
محصورین کی پریشان حالی	۴۳۹
محصورین کا ثبات قدم محاصرین کی مایوسی	۴۴۰
برم کے عیسائیوں کی غداری	"
معاہدہ صلح اور اس کے شرائط	"
شہر کی حوالگی	۴۴۱
سقوط مازرہ وطرامش	۴۴۲
عبداللہ بن منکوت کی ہجرت	"
صقلیہ سے اسلامی حکومت کا خاتمہ	"
جزیرہ میں مسلمانوں کا انفرادی تسلط	"
تشکیل حکومت اور فوجکشی کا التوا	۴۴۳
پیش قدمی کا آغاز	"
سقوط طبرمین و سرقوسہ	"

مضمون	صفحہ
سقوط جرجنت	۴۴۴
سقوط قصریانہ	"
سقوط بوتیرہ و نوطس (جزیرہ صقلیہ)	"
اسلامی اقتدار کا خاتمہ	
زوال دولت اسلامی پر ایک نظر	۴۴۵-۴۴۹
صقلیہ کی اسلامی سلطنت کے زوال کے اثرات دوسری اسلامی سلطنتوں پر	
۴۶۴ھ - ۶۲۶ھ / ۱۰۷۱ء - ۱۲۲۸ء	
۴۵۰ - ۴۶۵	
اسلامی ممالک کی بربادی کے منصوبے	۴۵۰
مہدیہ پر نارمن قبضہ اور صلح	"
بیت المقدس پر حملہ آوری کا محرک اول	۴۵۱
شمالی افریقیہ پر قبضہ کی تیاریاں	۴۵۲
شمالی افریقیہ پر قابض ہونے کی ایک شاطرانہ روش	"
افریقی حکومتوں کا صقلیہ کی امداد کا ارادہ	۴۵۴
صقلیہ کی افریقیہ پر حملہ آوری	۴۵۵
جزیرہ جربہ کی اسلامی آبادی پر قبضہ	"

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
قلعہ دیماس پر نارمن قبضہ اور شکست،	۴۵۵	کاؤنٹ راجر اول محافظ مذہب	۴۶۷	بدنفس ولیم اول نارمن فرمانروائے صقلیہ (۴)	۴۷۷
قدیم حکمت عملی کا اعادہ،	۴۵۶	عیسائیت نارمن فرمانروائے صقلیہ (۱)	تا	۵۴۹ھ - ۵۶۱ھ / ۱۱۵۴ء - ۱۱۶۶ء	تا ۴۷۸
افریقیہ کے مختلف شہروں کا سقوط	"	۴۸۴ھ - ۴۹۴ھ / ۱۰۹۱ء - ۱۱۰۱ء	۴۷۰	صقلیہ کی ریشہ دوانیاں،	۴۷۸
مختلف جزائر کا سقوط،	"	صقلیہ میں عیسائیوں کی جدید آبادی	۴۶۷	اسلام دشمنی کا آغاز	"
مفتوح مسلمانوں پر مصائب،	۴۵۷	جزیرہ میں تبلیغ اسلام کی قانونا	"	مسلمانوں کی حکومت سے بیزاری،	۴۷۹
دولت صنہاجیہ کا خاتمہ،	"	ممانعت،		ولیم کی وفات،	"
مہدیہ میں ایک عارضی التوا	۴۵۸	مسلمانوں کے وسائل معاش پر قبضہ	۴۶۸	نیک نفس ولیم دوم نارمن	۴۷۹
جنگہائے صلیبی اور فتح بیت المقدس	۴۶۰	راجر اول کی وفات،	۴۷۰	فرمانروائے صقلیہ (۵)	تا
جنگہائے صلیبی میں صقلیہ کی شرکت	۴۶۱	راجر نارمن فرمانروائے صقلیہ (۲)	۴۷۰	۵۶۱ھ - ۵۸۵ھ / ۱۱۶۶ء - ۱۱۸۹ء	۴۷۹
سلطان صلاح الدین ایوبی سے شاہ	۴۶۲	۴۹۴ھ - ۴۹۹ھ / ۱۱۰۱ء - ۱۱۰۵ء		ولیم دوم اور اسلامی تہذیب و	۴۸۰
صقلیہ کی دشمنی،		راجر دوم شاہ صقلیہ (۳)	۴۷۰	تمدن،	
سقوط بیت المقدس،	۴۶۴	۴۹۹ھ - ۵۴۹ھ / ۱۱۰۵ء - ۱۱۵۴ء	تا ۴۷۶	ولیم کی اسلام دشمنی،	۴۸۱
زوال دولت اسلامی صقلیہ کے اصل نتائج	۴۶۵	نارمن حکومت کی دول یورپ	۴۷۰	مسلمانوں کی مذہبی آزادی،	۴۸۲
مسلمانان صقلیہ عیسائی حکومت کے تحت		سے معرکہ آرائی،		مذہب میں رخنہ اندازیاں	
اور		مسلمانوں سے اشتراک عمل،	۴۷۱	مسلمانوں کا کتمان ایمان	[illegible]
صقلیہ و جزائر صقلیہ سے اسلام کا خاتمہ		مسلمان نارمن نظام حکومت میں	۴۷۳	جبریہ عیسائی بنانا	
[illegible] - [illegible]		چہرہ ملکیت تبدیلی،	۴۷۵	اسلام کی سخت جانی	
۴۶۶ - ۵۱۶		راجر دوم کی وفات،	۴۷۶	مسلمانان صقلیہ کا گروہ [illegible]	

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
...ین جیمر کی شہادت،	۴۹۵	نوسیرا	۵۰۴	کانرڈ چہارم کانریڈین منفریڈ	۵۰۹
...یم ثانی کی وفات اور اس کے	۴۹۶	مجاہدین فریڈریک کی فوج میں	۵۰۵	جرمن فرمانروایان صقلیہ و ایطالیہ (۱۲۱۱۱۰)	تا
اثرات مسلمانوں پر،		سلطان ابوزکریا اور فریڈریک میں عہدنامہ	،،	۱۲۵۰ء ۶۴۸ھ - ۱۲۶۶ء ۶۶۵ھ	۵۱۲
املاکرڈ اور دولت شاہان نارمن	۴۹۷	سلطان ابوزکریا کی وفات اور	۵۰۶	مسلمانان نوسیرا کے تعلقات	۵۱۰
فرمانروائے صقلیہ (۱۰۹ء)	تا	صقلیہ کے مسلمانوں کا دور ابتلا		جرمن فرمانرواؤن سے،	
۱۰۹۰ء ۵۰۷ھ - ۱۱۹۴ء ۵۹۱ھ	۴۹۹	مجاہدین کی پناہ گزینی پہاڑی قلعوں میں	،،	جرمن فرمانرواؤن کی مسلم نوازیاں	۵۱۲
نارمن حکومت کا خاتمہ،	۴۹۷	مجاہدین کی شکست،	۵۰۷	[illegible]	
[illegible]		[illegible] جلاوطنی [illegible]		[illegible]	
[illegible]	،،	ایک جدید اسلامی آبادی،		مسلم نوازی کے باعث جرمن حکومت	۵۱۲
ہنری ششم و فریڈریک دوم	۴۹۹	مالٹا سے مسلمانوں کی جلاوطنی،	۵۰۷	چارلس انجو اول و چارلس دوم	۵۱۳
جرمن فرمانروایان صقلیہ (۱۰۹۸)	تا	صقلیہ و جزائر صقلیہ سے کلمہ اسلام	،،	فرانسیسی فرمانروایان صقلیہ و ایطالیہ (۱۲۱۳)	تا
۱۱۹۴ء ۵۹۱ھ - ۱۲۵۰ء ۶۴۸ھ		کا خاتمہ،	۵۰۹	۱۲۶۶ء ۶۶۵ھ - ۱۳۰۰ء ۷۰۰ھ	۵۱۱
عیسائیوں اور مسلمانوں میں خونریز جنگ	۴۹۹	مسلمانان نوسیرا کی تعداد،	۵۰۸	مسلمانان ایطالیہ کے سیاسی	۵۱۴
مسلمانوں کا ایک نیا اقدام،	۵۰۰	نوسیرا		وجود کا خاتمہ،	،،
ہنری کی وفات،	۵۰۲	بیگانگی،		مذہبی آزادیوں پر پابندی،	،،
فریڈریک کی ناجیوتی،	،،	نوسیرا میں اسلامی آبادی کے		عیسائیت کا بپتسمہ،	،،
فریڈریک اور اسلام،	۵۰۳	قیام کا مقصد،		سسلی کا تخلیہ مسلمانوں کے وجود سے	۵۱۵
فریڈریک اور مجاہدین میں مصالحت	،،	فریڈریک دوم کی وفات،	۵۰۵	چند قطرات اشک،	،،

Marfat.com

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمانون نے یورپ کے دو خطون پر حکومت کی، اور اسلامی تمدن ابتداءً انھی دونون راستون سے یورپ مین داخل ہوا، یہ دونون ممالک اسپین اور سسلی یعنی اندلس اور صقلیہ ہین جنھین عرب مورخین اپنی اصطلاح مین "دو سگی بہنون" سے تعبیر کرتے ہین،

لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ ان مین سے بڑی بہن کا چرچا تو دور دور ملکون مین بچہ بچہ کی زبان تک پہنچا، اور دنیا کی مشکل سے کوئی ایسی زندہ علمی زبان ہو جس مین اندلس پر کتابین موجود نہ ہون، مگر صقلیہ کا تذکرہ نہ صرف دورِ حاضر مین بلکہ خود عرب مورخین کے درمیان بھی مستقل حیثیت سے جگہ نہ پا سکا، جس کی ایک وجہ غالباً یہ ہو کہ صقلیہ کی تاریخ خود اس ملک کی کوئی مستقل تاریخ نہین، بلکہ اوس کے سیاسی حالات اوس کی ان مرکزی حکومتون سے وابستہ رہے، جو افریقیہ اور مصر مین قائم تھین، اور علاوہ ازین مسلمانون نے یہان اندلس کے مقابلہ مین کم دنون حکومت کی، اور دوسری بڑی وجہ شاید یہ ہو کہ اندلس پر خود اندلسی علما و اہل علم نے کثرت سے کتابین لکھین جنھین اکثر زمانہ کے دستبرد سے محفوظ رہین، مگر صقلیہ کے اہل قلم نے صقلیہ پر کم کتابین لکھین اور جو لکھین بھی وہ حوادثِ روزگار کے نذر ہو گئین،

صقلیہ پر اب تک جو کچھ لکھا گیا، وہ انگلیون پر شمار کرنے کے لائق [illegible] عرب مورخین کے دور [illegible] صرف ایک صقلی مصنفون نے اپنے وطن کا حق ادا کیا، اور یہان کی سیاسی تاریخ "تاریخ صقلیہ" کے نام سے لکھی،

Marfat.com

ان مین ایک ابوعلی حسن بن یحییٰ کی اور دوسری ابن القطاع الصقلی کی تصنیف ہے،

ابوعلی حسن بن یحییٰ کی تاریخ صقلیہ کے وجود کا پتہ یاقوت حموی متوفی ۶۲۶ھ اور قزوینی متوفی ۶۸۲ھ کے عہد تک چلتا ہے، یاقوت نے اپنی معجم البلدان مین اکثر جگہ اس کے حوالہ سے مختلف شہرون کے حالات لکھے ہین، اور قزوینی نے اپنی جغرافیہ کی دونون کتابون آثار البلاد و اخبار العباد، اور کتاب عجائب المخلوقات و غرائب الموجودات مین اس کے حوالہ سے بعض معلومات درج کئے ہین، اور خیال ہے کہ ابوالفدا نے اپنی تاریخ مین سسلی پر جو کچھ لکھا وہ زیادہ تر اسی سے ماخوذ ہے، اس کا کوئی نسخہ کسی کتب خانہ مین موجود نہین لیکن اب اس کے ایک نسخہ کا پتہ تونس کے ایک صاحب علم حسن حسنی عبدالوہاب، استاذ جامعہ تونس کے پاس چلتا ہے، اور ابن القطاع الصقلی کی تاریخ صقلیہ کا ذکر طبقات کی کتابون مین ابن القطاع کے حالات کے سلسلہ مین آیا ہے، یاقوت نے اپنی معجم الادبا مین بھی اس سے بعض معلومات اخذ کئے ہین، ابن القطاع کی یہ کتاب اب تک ناپید ہے،

البتہ ایک نامعلوم مصنف کی ایک کتاب تاریخ جزیرۂ صقلیہ من حین دخلها المسلمون واخبار ما جری فیها من الحروب وتبدیل الامراء وغیر ذلک کے چند اوراق روم کے کتبخانہ مین محفوظ ہین، اور جو ۱۷۹۰ء مین ایک لاطینی زبان کی کتاب کے ضمیمہ کے طور پر شائع ہو چکے ہین، اور پھر انیسوین صدی کے ایک صقلی مستشرق مائیکل اماری نے اس کو دوبارہ شایع کیا لیکن جو اوراق شائع ہوئے ہین، انھین تاریخ کہنے کے بجائے سنہ وار مختصر تعلیقات کہنا بہتر ہے، اور جہان تک بظاہر سمجھا جا سکتا ہے یہ ابوعلی حسن بن یحییٰ یا ابن القطاع کی تالیف نہین، کیونکہ جس سنہ کے اعتبار سے حوادث جمع کئے گئے ہین، وہ مسلمانون مین رائج نہ تھا،

اس کے بعد اسی ابن القطاع کی ایک دوسری کتاب الدرة الخطیرة فی المختار من شعراء الجزیرة ہے، یہ کتاب شعرا کا تذکرہ ہے، جس مین ایک سو ستر شاعرون کے حالات زندگی لکھے تھے اور تقریباً ان کے بیس ہزار منتخب اشعار اس مین جمع کئے تھے لیکن افسوس ہے کہ اس کا بھی کوئی نسخہ کسی کتب خانہ مین موجود نہین، عماد الدین اصفہانی (۵۹۷ھ) نے اپنی خریدة القصر و جریدة العصر مین اس کے اقتباسات درج کئے تھے، اور ابن سعید نے ابن القطاع کی کتاب اور بعض دوسرے ماخذون

سے اپنی تالیف کتاب المغرب فی حلی المغرب میں صقلیہ کے حالات میں ایک مستقل رسالہ کتاب الالحان المسلیة فی محاسن جزیرۃ صقلیہ کے نام سے لکھا، اور اس میں اس جزیرہ کی ذہنی ترقیوں کا مرقع کھینچا، اصفہانی اور ابن سعید کی کتابیں برٹش میوزیم اور پیرس کے کتبخانوں میں موجود ہیں اور اماری [illegible] قدردانوں نے اوس کے مجموعہ یادگار صد سالہ میں اُن کے اقتباسات شائع کیے ہیں، محققین کا خیال ہے کہ ابن سعید نے نقل کرنے میں احتیاط سے کام نہیں لیا، اور کتاب میں غلطیاں رہ گئیں، ان اقتباسات سے اس کتاب [illegible] فائدہ اوٹھایا گیا ہے، اگرچہ ابن سعید کی کتاب المغرب کا ایک حصہ شائع ہو چکا ہے، مگر اوس میں یہ حصہ موجود نہیں اور ابھی سے ابھی چند دن گذرے مصر کے ایک رسالہ سے الدرۃ الخطیرہ کے ایک اور اختصار کا پتہ چلا ہے کہ ابو اسحاق بن اغلب نے المنتخل من الدرۃ الخطیرۃ فی شعراء الجزیرۃ لابن القطاع کے نام سے کیا تھا، یہ رسالہ کتبخانہ تیموریہ مصر میں محفوظ ہے اور غالباً اصفہانی اور ابن سعید کے اقتباسات سے زیادہ مکمل ہوگا،

عرب مورخین کے عہد کی بس یہی تین کتابیں ہیں، جو تاریخ صقلیہ [illegible]

انکے علاوہ عرب مورخین کی تالیفات میں سسلی کا جو تذکرہ آیا ہے، وہ ذیلی حیثیت [illegible] حالات کے ضمن میں یا سنہ وار حوادث کے ذیل میں موجود ہے، ان میں صرف لسان الدین ابن الخطیب اور ابن خلدون نے اپنی کتابوں میں ایک ایک باب مستقل طور پر صقلیہ پر لکھا ہے، لسان الدین ابن الخطیب کی کتاب اعمال الاعلام فیمن بویع قبل الاحتلام ہے جس میں ابتدا سے اسلامی حکومت کے خاتمہ کے حالات محض اجمالاً چند صفحوں میں علیحدہ لکھے گئے ہیں اور ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں تقریباً پانچ صفحوں میں صقلیہ کی ایک نیم خود مختار حکومت کے حالات لکھا کر دیے ہیں لیکن عرب جغرافیہ نویس ہمارے لئے زیادہ لائق ذکر ہیں، ان میں سے تقریباً اکثر نے سسلی [illegible] جو ہمارے لئے زیادہ کارآمد ثابت ہوا، اور ہم ادریسی نے چونکہ اپنی کتاب سسلی ہی میں بیٹھ کر لکھی اسلئے وہ سب سے زیادہ معتمد ہے، پھر طبقات و تراجم اور رجال کی کتابوں میں بھی سسلی کے علماء کا ذکر آیا ہے، خصوصاً ان لغویوں [illegible] اور شعراء پر جو کتابیں لکھی گئیں، ان میں صقلیہ کے اہل علم کا زیادہ تذکرہ نظر آیا، اور عرب سیاحوں میں سے سیاح ابن حوقل

Marfat.com

اور ابن جبیر کے سفرناموں مین قیمتی معلومات ہین، ابن حوقل نے توسسلی پر ایک مستقل رسالہ بھی لکھا تھا جو یاقوت کے زمانہ تک موجود تھا

عرب مورخین کے بعد اس موضوع پر جن لوگون نے قلم اوٹھایا، اون مین شاید سب سے پہلا نام مائیکل اماری کا ہو، جو سسلی ہی کا رہنے والا انیسوین صدی کا ایک ممتاز مستشرق اور سسلی کی تاریخ کا ایک بڑا محسن ہے، اوس نے اولاً سسلی کی تاریخ پر جغرافیہ اور تاریخ کی مطبوعہ اور ایسی قلمی کتابون سے جو یورپ کے مختلف کتبخانون مین موجود تھین، عربی متن کے اقتباسات اخذ کرکے تین جلدون مین شائع کئے، پھر اوس نے ایطالوی زبان مین ایک مستقل تاریخ لکھی، جس کا نام یورپ کے کتب فروشون کی فہرست مین تو موجود تھا، مگر ان اوراق کی ترتیب کے وقت نایاب تھی، اب دو ڈھائی مہینے گذرے کہ اوس کی پہلی جلد کی دوبارہ اشاعت کی اطلاع ملی، اگرچہ ابھی تک اوس کے مباحث کا تفصیلی علم نہین ہے لیکن اماری پر جو مضامین نکلے ہین، اون سے معلوم ہوا کہ اوس نے خالص اسلامی دور پر لکھنے کے بجائے اسلامی اور نارمن دونون دورون کو ملا کر لکھا ہے، اور اوس کے پیش نظر صقلیہ کی اسلامی تاریخ مرتب کرنے کے بجائے اپنے وطن کی چند صد سالہ دور کا سیاسی و تمدنی مرقع کھینچنا تھا، اماری نے چند مضامین بھی لکھے ہین، جو حسب ذیل ہین، "تاریخ مسلمانان صقلیہ" (۲ صفحون مین) "عربی اقتباسات بابت ایطالیہ" اور "سرقوسہ کا ایک عرب شاعر ابن حمدیس" (۵ صفحون مین) یہ مضامین ایطالوی پرچون مین سنہ ۱۸۸۸ء اور سنہ ۱۸۹۸ء وغیرہ مین شائع ہوئے ہین،

پھر اماری کی وفات کے نو سال بعد اوس کی یادگار مین ایک مجموعہ مضامین دو جلدون مین شائع ہوا، جس مین یورپ اور افریقہ کے مشہور مستشرقین اور اہل علم کے مقالات اون مباحث پر جو اماری کی دلچسپی کے مرکز تھے، شائع ہوئے، جس مین بعضون نے صقلیہ کے متعلق بعض اہم کتابون کے اقتباسات نقل کئے ہین، بعضون نے اون کے مباحث کے خلاصے اور حوالے درج کئے ہین، اور بعض لوگون نے مستقل مضامین لکھے ہین، یہ جلدین "CENTENA-RIO DELLA NASCITA DI MICHELE AMARI" کے نام سے چھپی ہین،

مگر اماری کے قدردان یا یادگاری مضامین کے مقالہ نگار یورپ اور افریقہ کے مختلف گوشون کے رہنے والے

Marfat.com

یہ عجیب اتفاق ہے کہ ہرایک نے اپنی اپنی زبان مین مضمون لکھا ہے۔ اس لئے دونون جلدون کے مضامین و اقتباسات مختلف زبانون، انگریزی فرنچ جرمن، ایطالوی، اسپینی، لاطینی اور عربی وغیرہ مین ہین لیکن اس سے زیادہ دلچسپ اتفاق ہمین پیش آیا کہ ان اوراق کی تالیف کے دوران مین ہمارے محترم ڈاکٹر ذاکر حسین خان صاحب ایم اے پی ایچ ڈی (برلن) شیخ الجامعہ دہلی، دارالمصنفین مین وارد ہوئے اور ہمین ان دونون جلدون کو انکے سامنے پیش کرنے کا موقع مل گیا، گو موصوف کو اعتراف تو ان مختلف زبانون مین سے ایک ہی دو زبانون کے جاننے کا تھا مگر وہ ان مین سے اکثر زبانون سے ایسے حرف آشنا نکلے کہ وہ کسی خاص واقعہ کے متعلق عربی ماخذون کے پہلے کے جمع کردہ معلومات کو سرسری طور پر سن لیتے پھر ان مضامین کو دیکھتے اور اپنی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے مضمون کے ایک ایک پیرے کا خلاصہ سناتے جاتے، اور پھر یہ مرتب کا کام رہ جاتا کہ اپنے پچھلے معلومات کی روشنی مین اپنا کوئی مطلب نکال لے، نہین کہا جا سکتا کہ ان حالات مین ڈاکٹر صاحب موصوف اپنی ذمہ داری سے بچنے کیلیے مرتب کی جانب سے شکریہ بھی قبول فرمائین گے یا نہین،

اماری کے علاوہ ایک دوسرے ایطالوی مستشرق کم تبشا کرومو داپولسی نے بھی سسلی پر توجہ کی تھی، اور دو رسالے بیلو تھیکا ہسٹوریکا ریگنی سسلی اور ہسٹری سراسینکو سسلی دیر یا ونیزینا لکھے تھے،

دور حاضر مین شمالی افریقہ کے بعض اہل علم حسن حسنی عبدالوہاب تونسی استاذ جامعہ تونس اور محمد بن شنب استاذ مدرسۃ الجزائر نے بھی سسلی پر توجہ کی، اور اول الذکر نے ایک رسالہ شہزادگان صقلیہ سنہ ۱۹۱۰ء مین شائع کیا، اور ایک مقالہ "مسلمانون کا تسلط صقلیہ پر" مستشرقین کی چودھوین کانفرنس مین پیش کیا، اور آخر الذکر نے مجموعہ مضامین بیادگار صد سالہ اماری مین عربی متن کے بعض اقتباسات جمع کیے،

صقلیہ کی اسلامی تاریخ کا حق زیادہ تر انھی دونون زبانون عربی اور ایطالوی پر تھا، باقی یورپ کی دوسری زبانون انگریزی فرانسیسی اور جرمن وغیرہ مین جہانتک ہم دریافت کر سکے کسی مستقل تالیف کا پتہ نہین چلا، یہانتک کہ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا طبع یازدہم کے مقالہ "سسلی" مین صقلیہ کے اسلامی عہد کے لیے مستقل طور سے ایک پیرا

Marfat.com

تک نہین دیا گیا، صرف اس کے سابق اور پچھلے زمانون سے ذیل مین محض اشارہ کر دینا کافی سمجھا گیا،

اس کے بعد اردو زبان کا نام آتا ہے، اردو مین غالباً سب سے پہلے رسالہ معارف علی گڈہ مین مولوی محمد مرتضیٰ صاحب نے ۱۸۹۹ء مین ایک سلسلہ مضامین لکھا، جو اماری کے اوسی مجموعہ سے ماخوذ تھا، مولوی صاحب مرحوم کو اس لحاظ سے اولیت حاصل ہے کہ اونھی نے سب سے پہلی مرتبہ اردو مین سسلی کی تاریخ لکھنے کا قصد کیا، اگرچہ یہ سلسلہ مکمل نہ ہو سکا اور ابتدا کے چند نمبر چھپ کر رہ گئے جنمین زیادہ تر سسلی کی قدیم تاریخ کے حالات ہین،

اس کے بعد مولینا عبد الحلیم صاحب شرر مرحوم نے ۱۹۱۹ء مین ابن اثیر کے مختلف حوادث سنین سے اخذ کر کے صقلیہ مین اسلام کے نام سے ایک مختصر رسالہ لکھا، مگر مرحوم کا اس سے مقصود یہان کی تاریخ پیش کرنا نہ تھا وہ بھی صرف یہ بتانا تھا کہ صقلیہ مین بھی کبھی مسلمان تھے اور اتنی مسجدین آباد تھین،

اسکے بعد اردو مین سب سے آخری مرتبہ مسٹر اسکاٹ کی اخبار الاندلس کی دوسری جلد مین ایک مستقل باب صقلیہ کے حالات مین شائع ہوا ہے، جو قابل قدر ہے، اس سے فائدہ اوٹھایا گیا، اور جو امور محل نظر معلوم ہوے انکی تحقیق و تصحیح کی گئی

سسلی کی اسلامی تاریخ مین ان اوراق کی ترتیب کا خیال اماری کے اوسی مجموعہ "بلوتھیکا اربو سیکولا" کو دیکھ کر پیدا ہوا، جو ۱۹۲۵ء کے اواخر مین جبکہ تاریخ التاریخ یعنی مسلمانون کے علم تاریخ کی تاریخ کی ترتیب کیلئے مواد کی فراہمی جاری تھی، نظر سے گذرا، اوس وقت خیال ہوا کہ ایک مختصر رسالہ صقلیہ کی اسلامی حکومت و مسلمانان صقلیہ کی یاد مین لکھ دیا جائے، چنانچہ جنوری ۱۹۲۷ء سے اس کام کی ابتدا ہوئی، لیکن جیسے جیسے قدم آگے بڑھتا گیا منزل دور ہوتی گئی اور تلاش و تحقیق مین اماری کے مجموعہ سے نگاہ اوٹھا کر گرد و پیش کی کتابون پر نظر ڈالنی پڑی او اس وقت معلوم ہوا کہ سسلی کی تاریخ محض ایک جزیرہ کی تاریخ نہین، بلکہ ساتوین صدی کی دو متحارب قومون عیسائیون اور مسلمانون کی صد سالہ مسلسل جنگ کے ایک اہم محاذ کی تاریخ ہے، اور ایک ایسی تمدن آفرین قوم کی سرگذشت ہے جسکی تہذیبی ترقیان یورپ کی جدید ترقیون کی بنیادون مین سے ایک بنیاد ہے، اسلئے مجھے ان اوراق کی ترتیب مین سسلی کی تاریخ کے ماخذون کے ایک وسیع سلسلہ کی طرف رجوع ہو جانا پڑا، اور خصوصاً

Marfat.com

اس لئے کہ اماری کے مجموعہ میں جن قلمی کتابوں سے اقتباسات نقل کیے گئے تھے ، ان میں سے اب اکثر شائع ہو چکی ہیں ، اور اونھیں دیکھنے سے پتہ چلا کہ اون کتابوں میں کافی مواد نقل ہونے سے رہ گیا ہے اور نیز ایسی بکثرت کتابیں ہیں جن کا تذکرہ اوس مجموعہ میں موجود نہ تھا ، ان سے نئے معلومات لیے گئے ۔

نیز کوشش کی گئی کہ عرب مورخین کے بیانوں کے ساتھ یورپین مورخین کے بیانات بھی سامنے رہیں تاکہ ایک ہی واقعہ کے متعلق دو مختلف نقطہ ہائے نظر کو دیکھ کر صحیح رائے قائم کرنے کا موقع مل سکے ، پھر چونکہ ایک طویل زمانہ تک سسلی کی حکومت جزیرہ کی کوئی آزاد و خود مختار حکومت نہیں تھی ، ایک طرف افریقیہ کی اسلامی سلطنت یہاں کی مرکزی حکومت تھی ، دوسری طرف حکومت بزنطی قسطنطنیہ ایک زمانہ تک سسلی کے دعویٰ سے دستبردار نہیں ہوئی ، اس لئے ان دونوں سلطنتوں میں سسلی کے لئے مسلسل جنگ آزمائیاں رہیں ، پھر سسلی کے عیسائی باشندوں کے تعلقات سلطنت کلیسا روما اور اٹلی کی مختلف عیسوی خود مختار حکومتوں سے قائم تھے ، اس لئے سسلی کے میدان میں مسلمانوں کے یہ دوسرے حریف تھے ، اور ان سے بھی مسلسل معرکہ آرائیاں ہوتی رہیں ، اور پھر سسلی میں اسلامی حکومت کے خاتمہ اور دوبارہ عیسوی حکومت کے قیام کے بعد بھی جزیرہ میں مسلمانوں کے سیاسی وجود کی اہمیت قائم رہی ، اس لئے ان مختلف حکومتوں کے داخلی حالات بھی نگاہ میں رکھنے پڑے اور جہاں ضرورت ہوئی کتاب میں ان کی جانب اشارات کیے گئے ۔

اب یہ کتاب آپ کے سامنے ہے جو دو جلدوں میں ترتیب پائی ہے ، پہلی جلد گویا رزمگاہ ہے جس میں یہاں کے سیاسی حالات اور مسلسل معرکہ آرائیاں دکھائی گئی ہیں اور دوسری جلد بزمگاہ ہے جس میں صقلیہ کے اسلامی تمدن کے مناظر دکھائے گئے ہیں ، پہلی جلد ذیل کے چند ابواب میں تقسیم ہے :-

۱- صقلیہ - زبانوں کے صقلیہ کا تعارف اور اس کی تحقیق ،

۲- جغرافیہ طبعی - مساحت ، زمین کے طبعی حالات ، اور صقلیہ کے اردگرد کا بیان ،

۳- جغرافیہ تاریخی - باشندگان صقلیہ ، صقلیہ کی آبادیاں ، زبان ، اور مذاہب کا تذکرہ ،

Marfat.com

۴۔ صقلیہ کی قدیم تاریخ، کا مختصر خاکہ،

۵۔ صقلیہ پر عربون کے ابتدائی حملے، (۲۲ھ / ۶۴۲ء - ۱۸۴ھ / ۸۰۰ء)

۶۔ دولت اغالبہ:- (۱۸۴ھ / ۸۰۰ء - ۲۹۶ھ / ۹۰۸ء)

۷۔ دولت فاطمیہ:- (۲۹۶ھ / ۹۰۸ء - ۳۰۰ھ / ۹۱۲ء)

۸۔ طوائف الملوکی:- (۳۰۰ھ / ۹۱۲ء - ۳۰۳ھ / ۹۱۵ء)

۹۔ دولت فاطمیہ:- (۳۰۴ھ / ۹۱۶ء - ۳۳۶ھ / ۹۴۷ء)

۱۰۔ دولت کلبیہ صقلیہ:- (۳۳۶ھ / ۹۴۷ء - ۴۳۱ھ / ۱۰۳۹ء)

۱۱۔ طوائف الملوکی:- (۴۳۱ھ / ۱۰۳۹ء - ۴۴۴ھ / ۱۰۵۲ء)

۱۲۔ نارمنی فتنہ اور صقلیہ میں اسلامی سلطنت کا خاتمہ (۴۴۳ھ / ۱۰۵۱ء - ۴۸۴ھ / ۱۰۹۱ء)

۱۳۔ صقلیہ کی اسلامی سلطنت کے زوال کے اثرات دوسری اسلامی سلطنتوں پر (۴۶۴ھ / ۱۰۷۱ء - ۶۲۶ھ / ۱۲۲۸ء)

۱۴۔ مسلمانان صقلیہ عیسائی حکومت کے ماتحت اور صقلیہ و جزائر صقلیہ سے اسلام کا خاتمہ (۴۸۴ھ / ۱۰۹۱ء - ...)

دوسری جلد ذیل کے ابواب پر مشتمل ہے،

۱۔ صقلیہ کے عہد اسلامی کا تاریخی و تمدنی جغرافیہ جس میں صقلیہ کے مسلمان باشندوں، صقلیہ کی اسلامی آبادیوں، عہد اسلامی میں صقلیہ کی زبان، عہد اسلامی میں صقلیہ کے ادیان، مذاہب و فرق اور باشندگان صقلیہ کے اخلاق و عوائد کا ذکر ہے،

۲۔ نظام حکومت، جس میں ذیل کی فصلیں ہیں، صقلیہ پر اسلامی حملے، صقلیہ کا تعلق غیر ملکی مرکزی حکومت، حکومت صقلیہ، صوبوں کی تقسیم اور ان کی حکومت، حکومت صقلیہ کے ماتحت شعبے، دیوان الکتاب، صیغہ عدالت و قضا، دیوان المظالم، محکمہ شرطہ، دار الحسبہ، دیوان الجیوش، صقلیہ کے عیسائی ... حکومت کے ماتحت، انہی فصلوں کے ضمن میں ہر صیغہ کے افسران اور قابل ذکر اشخاص کے حالات اور سوانح عمریاں درج ہیں،

۳۔ معیشت، حسب ذیل فصلوں میں منقسم ہے قدرتی ذخائر و اشیا، پیدائش دولت، تقسیم دولت اور

ثروت و دولت، وغیرہ یہ باب اسلامی عہد کے معاشی، اقتصادی حالات اور مرفہ الحالی کے بیان کا جامع ہے، جسمین یہان کی زراعت، صنعت، حرفت، تجارت اور فن تعمیر، اور سنہ سین وغیرہ کا مفصل تذکرہ ہی،

۴۔ علوم وآداب جسمین عہد اسلامی مین علوم وآدب کی ترقی اور اوس کے اسباب اور پھر مختلف علوم قرآن حدیث، فقہ، تصوف، تاریخ، کلام ومناظرہ، ادب، شعر وشاعری، علوم عقلیات و ریاضیات وطبعیات، اور علم جغرافیہ وغیرہ کا ایک ایک فصل مین جداگانہ تذکرہ، اور مفسرین، محدثین، فقہا، صوفیہ، مورخین، متکلمین، ادبا، اور شعرا وغیرہ کے مفصل سوانح حیات، اون کی تصنیفات، اور کلام نثر ونظم کا تذکرہ ہر عنوان مین الگ الگ ہی،

۵۔ صقلیہ کے اسلامی تمدن سے یورپ کا استفادہ

ان جلدون مین جو کچھ مباحث ہین، ان کے خام مواد کی صحت کی ذمہ داری ان کے ماخذون پر ہے لیکن مواد کے مجموعی مطالعہ سے تاریخ کے استنباط، مختلف واقعات مین باہمی ربط، اور اسباب وعلل کی تعیین کا تعلق اسی خطاکار قلم سے ہے جس کی لغزشون کا زیادہ امکان ہی،

سنین کے درج کرنے مین التزام رہا ہے کہ اصل ماخذ مین جو سنین درج ہون وہ اوپر درج ہون اور اون کے نیچے، اون کے مطابق عیسوی یا ہجری سنین درج کر دئے جائین، ہو سکتا ہی کہ مہینہ کے اختلاف سے کوئی سنہ کسی جگہ ایک سال آگے پیچھے ہو گیا ہو، لیکن حتی الامکان اسکی تصحیح کا بھی لحاظ رکھا گیا ہی،

اشخاص ومقامات کے نامون مین یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ جو نام عربی ماخذون سے لئے گئے وہ بعینہ عربی لفظ مین درج کر دئے گئے، اور اون کا جو یورپین تلفظ دریافت ہو سکا اوسکو قوسین مین لاطینی حروف مین لکھ دیا گیا۔

کتاب کی پہلی جلد مین تین نقشے منسلک ہین، پہلا نقشہ قدیم صقلیہ کا ہے، جو فریمان کی قدیم تاریخ سسلی مین شائع ہوا ہے، یہ گویا عربون کے داخلہ کے وقت کا صقلیہ ہے، دوسرا نقشہ ادریسی کی نزہۃ المشتاق سے ماخوذ ہے، جو عربون کے بعد نارمنون کے ابتدائی عہد مین تیار ہوا تھا، اوس وقت تک جزیرہ کی جغرافی حیثیت اور مقامات کی جائے وقوع کے لحاظ سے سسلی مین کوئی فرق نہین آیا تھا، اس لئے یہی عہد اسلامی کا نقشہ ہی، یہ نقشہ نزہۃ المشتاق

سے ادس لکڑے کے ساتھ شائع ہوا ہے، جو صقلیہ اور ایطالیہ کے متعلق ہی، اور تیسرا نقشہ دور حاضر کے مطابق تیار کیا گیا ہے جس میں شمالی افریقیہ کے سواحل، سسلی، جزائر سسلی، اور اٹلی وغیرہ دکھائے گئے ہیں، اور اسی میں شمالی افریقیہ اور اٹلی کے قدیم شہروں کو بھی دکھایا گیا ہے، اور دوسری جلد میں جہاں شہروں کے تمدنی حالات ہوں گے، سسلی کے اسلامی عہد کا ایک مصور نقشہ پیش ہوگا جس سے شہروں کی تمدنی حیثیت نمایاں ہوتی ہے، اور پایہ تخت بلرم کے تذکرہ میں، بلرم کے عہد اسلامی کا ایک نقشہ علحدہ ہوگا جس میں شہر کے ہر محلہ شہرپناہ اور پھاٹکوں وغیرہ کی جائے وقوع اور ان کے حدود دکھائے گئے ہیں، یہ دونوں نقشے ہماری کے یادگاری مضامین میں شائع ہوئے ہیں،

کتاب کی دونوں جلدوں کے ماخذوں کی مفصل فہرست اشخاص و مقامات کا انڈکس اور صقلیہ کے اہل علم کی تصنیفات کی فہرست بہ ترتیب حروف تہجی، دوسری جلد کے آخر میں منسلک ہوگی، بفضل خدا دوسری جلد بھی اب مطبع میں جارہی ہے،

سید ریاست علی ندوی

دار المصنفین اعظم گڈھ

۲۲ شوال المکرم ۱۳۵۱ھ

۱۸ فروری ۱۹۳۳ء

Marfat.com

تعارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین

سسلی (صقلیہ) بحر روم کا ایک جزیرہ ہے جو براعظم یورپ کے وسطی جزیرہ نمائے اٹلی کے جنوبی گوشے سے صرف ایک چھوٹی سی دو میل عریض آبنائے میسنا کے ذریعہ جدا ہوتا ہے،

بحرِ روم کی متموج اور نیلگوں سطح زمانہ قدیم سے یورپ ایشیا اور افریقہ کی مختلف قوموں کا رابطہ اتصال رہی ہے، اور جس دور تہذیب میں متمدن دنیا "بحر روم کے ارد گرد کے مقامات" سے عبارت تھی، سسلی اس کا ایک اہم مرکز تھا، اس لئے جب مختلف قوموں کے درمیان باہمی رقابتوں کا آغاز ہوا (مشرق و مغرب، آریائی، سامی) اور ان کے اختیار کردہ مذاہب میں امتیاز پیدا ہوا، تو سسلی کی وہی مرکزیت دنیا کی ہر دو متصادم قوتوں کیلئے دلچسپی کا باعث بنگئی، کیونکہ یہ اپنے جغرافیانہ جائے وقوع کے لحاظ سے یورپ اور افریقہ دونوں براعظموں کا ایک حصہ بن سکتا تھا چنانچہ مسٹر فریمان لکھتے ہیں:-

"ہم اسکو یورپ کا ایک حصہ سمجھتے ہیں لیکن درحقیقت یہ افریقہ سے زیادہ قریب تر ہے، بلکہ یوں کہا جائے کہ یہ دونوں براعظموں کے درمیان کا ایک پل ہے، اسلئے یہ لازمی تھا کہ یہ سوال پیدا ہو کہ یہ مشرق کا ہوگا

Marfat.com

یا کہ مغرب کا یا افریقہ کا حصہ بنے گا یا کہ یورپ کا۔

اسلئے سسلی ان دونوں براعظموں کے درمیان کی ایک ایسی کڑی ہے جسکو ہر ایک نے اپنے سے پیوستہ سمجھا یہی وجہ ہے کہ دنیا کی تاریخ کے ہر ایسے دور مین جب کہ مشرق و مغرب مین تصادم برپا ہوا اوس مین سسلی کا حصہ کچھ نہ کچھ ضرور رہا،

اور اگر غور سے دیکھا جائے تو دور حاضر سے پہلے مشرق و مغرب مین جب کبھی تصادم ہوا، اوس کا باعث ہمیشہ ان ممالک کے اختیار کردہ مذاہب قرار پائین گے چنانچہ سرزمین سسلی پر بھی مشرق و مغرب کی آویزش کا آغاز شرک کی دو متضاد شکلون فنیقی و یونانی وثنیت سے ہوتا ہے، اور پھر مشرق و مغرب کا یہی تصادم توحید و تثلیث اور اسلام و عیسائیت کی معرکہ آرائیون پر ختم ہوتا ہے،

یہ بھی عجیب تاریخی اتفاق ہے کہ جس طرح فنیقی سیلاب مصر و شام سے امنڈ کر افریقہ پہونچا، اور اپنی رو مین سسلی کو بہالے گیا، اوسی طرح جب مسلمان مصر و شام پہونچے، اور افریقہ کو زیرنگین کرکے تثلیث پر توحید کو غالب کیا تو نوجوانان عرب یہین سے اپنا علم فتح بلند کرتے ہوے سسلی مین داخل ہوے،

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ سسلی کا ستارۂ اقبال تاریخ کے جن دو دورون مین چمکا ہے، وہ دو ہی دور ہین جنہین فنیقی عہد کو "دور قدیم" کہتے ہین، اور اس کے بعد دوسرا درخشان دور جو "دور جدید" کے نام سے موسوم ہے شروع ہوتا ہے، یہی وہ دور ہے جسمین اسلام کے علم اقتدار نے بیزنطی علم کو ہمیشہ کیلئے سرنگون کردیا،

ہمین ان اوراق مین اسی دور جدید کے تاریخی حالات کو نمایان کرنا ہے، کتاب کی پہلی جلد مین اس کی رزمیہ سرگذشت بیان کی جائیگی، اور دوسری جلد مین سسلی کی تمدنی معاشرتی اور ذہنی ترقیون کا مرقع پیش ہوگا جس سے یہ اندازہ ہوگا کہ سسلی کی اسلامی تہذیب و تمدن کے ذریعہ یورپ کی تہذیب جدید نے کیونکر نشوونما پائی،

۱؎ سیریز اسطوری آف دی نیشنس ج ۱، سسلی (انگریزی) ص ۶۔

Marfat.com

صقلیہ

جزیرہ کا عالم وجود سسلی کے ساحلی مشاہدات سے ماہرین طبقات الارض قیاس کرتے ہین کہ یہ جزیرہ بحر روم مین اُس وقت سے موجود ہے، جب کہ گہوارۂ عالم ہنوز نسل انسانی کے وجود سے خالی تھا[1]،

جزیرہ کا نام ابتداءً دنیا کی آبادیان اکثر اپنے آباد کرنے والون کے نام سے موسوم ہوئین، پھر ہر مقام مین جیسے جیسے نئی قومین آئین، اور زبان مین تغیر و تبدل ہوئے، ویسے ویسے اوس کے نام مین بھی تبدیلیان ہوتی گئین،

اس جزیرہ کا نام بھی ابتدا ہی سے، اس کی قدیم آباد کرنے والی قومون کے نام پر پڑا یہان کے قدیم باشندون مین خصوصیت سے دو قومین سیکان اور سیکل مشہور ہین سیکان کا یونانی تلفظ واحد (F I K A V O I) یعنی سیکانی (SICANI) اور دوسری قوم سیکل کو یونانی مین (E I K E A O I) یعنی سیکلی (SICULI) کہتے ہین،

چنانچہ یہ جزیرہ انھی دونون قومون کی مناسبت سے پہلے یونانی تلفظ مین (F L K A V I N) سیکانیہ (SIKANIA) کے نام سے موسوم ہوا اور جب سیکل آئے تو سیکانیہ سے سکیلیہ (SIKELIA) کہا جانے لگا، اس کے بعد زبان کے تغیر و تبدل سے سکیلیہ سے سسلیا (SICILIA) ہوا، اور دور حاضر مین اسی سسلیا کو سسلی (SICILY) کہا جاتا ہے[2]،

---

[1] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا (طبع یازدہم) ج ۲۵ ص ۰، [2] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱۳ (سسلی مؤلفہ فریمان) ص ۱۱

Marfat.com

عربون کا صقلیہ سسلی کی حقیقت سیکیلیہ ظاہر ہوتے ہی عربون کے صقلیہ کی معنوی حقیقت بھی خود بخود بے نقاب ہوجاتی ہے جب اس جزیرہ مین عربون کے قدم پہونچے، یہان کی عام و علمی دونون زبانین یونانی تھین اسلئے عربون کا صقلیہ کسی نام کا کوئی مسخ شدہ تلفظ نہین، بلکہ جب اصل تلفظ کے برقرار رکھنے کی کوشش کیگئی، تو وہی سیکلیہ عربی لب و لہجہ مین سقلیہ یا صقلیہ کے تلفظ سے ادا ہوا،

عربون کے نزدیک صقلیہ کی اصل اور اس کے لغوی معنی اور یہ دلچسپ حقیقت ہے کہ عرب اہل علم بھی نام کے اس تغیر و تبدل سے گوش آشنا تھے اور وہ نہ صرف اس کی اصل بتاتے ہین بلکہ اسکے لغوی معنی کے سمجھانے کی بھی کوشش کرتے ہین چنانچہ ابن دحیہ المطرب مین صقلیہ کے ایک عرب اہل علم سے یون نقل کرتے ہین:-

صقلیة بفتح الصاد والقاف	مشہور نحوی محمد بن علی بن حسن بن البر تمیمی صقلی
قال النحوی الکبیر محمد بن علی بن	(صقلیہ (بفتح صاد و قاف) کے متعلق کہتے ہین کہ
حسن بن البر التمیمی الصقلی)	عربون نے اسکے صاد اور قاف کو زبر کے تلفظ
فکان عربتها العرب واسمها باللسان	کے ساتھ معرب کیا ہے اس کا نام رومی زبان
الرومی سیکه بفتح السین وکسر	مین سیکہ اور کیلیہ تھا۔ سیکہ مین سین کو زبر کاف
الکاف وسکون الهاء کلیة بکسر الکاف	کو زیر اور ہاے ساکن ہے اور کیلیہ مین کاف اور
واللام وتشدید الیاء وسکون الهاء	لام کو زیر یا مشدد اور ہا ساکن ہے

لیکن سیکلیہ کا تجزیہ سیکہ کیلیہ کرنا دراصل عربون کے اوس ذوق کا نتیجہ ہے، جو انھین علم اشتقاق مین حاصل تھا، اور یہی وجہ ہے کہ اون کے نزدیک یہ دونون رومی اصل الفاظ مہمل اور بے معنی نہین ہین ان کا بیان ہے کہ کسی قدیم یورپین زبان مین سیکہ کے معنی انجیر (التین) اور کیلیہ کے معنی زیتون کے ہین اور اجنبی زبان کے یہ دونون معنی ان کے نزدیک اس قدر معروف تھے کہ بعض شعرائے اس طرف اشارے بھی کیے ہین

Marfat.com

چنانچہ ابن شباط اور سیوطی لکھتے ہیں :۔

وتفسیرھا بتین "التین والزیتون"	ان دونوں لفظ دیکر کہا ... کے معنی [illegible]
والی ذالمعنی اشار الادیب البارع	زیتون کے ہیں اور اسی معنی کی طرف [illegible]
ابو علی الحسن بن رشیق حین	ابو علی حسن بن رشیق صقلیہ کی مدح کرتے ہوئے
مدح صقلیہ بقولہ	ان اشعار میں اشارہ کرتا ہے
اخت المدینۃ فی اسم لا یشارکھا	فیہ سواھا من البلدان ولمس
وعظم اللہ معنی لفظھا قسما	قل اذا شئت اھل العلم [illegible]

لیکن یہ سب نکات بعد الوقوع ہیں ممکن ہے کہ یورپ کی کسی قدیم زبان میں ان دونوں لفظ کے یہی معنی آئے ہوں لیکن میرے خیال میں اس قسم کی دور از کار تاویل و تشریح میں پڑنے سے بہتر یہ ہے کہ اس موقع پر جزیرہ کے اسی قدیم نام کو پیش نظر رکھا جائے کہ سکیلیہ [illegible] دو واجزا [illegible] کو صقلیہ کے اصل نام سکیلیہ کے معلوم ہوئے اسلئے صقلیہ اصل میں خود عربوں کی تصریح کے مطابق سکیلیہ کا معرب ہے ، اور پھر یہ دوسری بات ہے کہ یورپین نام اپنے تجزیہ کے بعد لغوی حیثیت [illegible] ہے ، اور اس میں عربوں کی تحقیق تک [illegible] نہیں لیکن یہ معلوم ہے کہ سکیلیہ یہاں کی باشندہ قوم سکل کے انتساب سے اس جزیرہ کا قدیم نام ہے ۔

صقلیہ کا تلفظ اور املا پھر سکیلیہ سے صقلیہ کیوں اور کیونکر ہوا ، یہ بھی کچھ زیادہ [illegible] زبان اور لہجہ کے اختلاف سے "کاف" کا "قاف" ہو جانا محض ایک ادنی تغیر ہے جو ناموں کے الٹ پھیر میں ہوتا رہتا ہے ، اور ابتداءً اس میں سب سے پہلا تغیر اسی کاف سے قاف [illegible]

۱؎ بغیۃ الوعاۃ سیوطی مطبوعہ مصر ۱۳۲۶ھ ص ۷۲ ترجمہ محمد بن علی بن الحسن الصقلی ، دیوان [illegible] شعر میں "التین والزیتون" سے طور سینین کی طرف تلمیح ہے ، بغیۃ الوعاۃ میں "البریۃ" اور صلۃ السمط میں "المدینۃ" ہے ۔

اور بعض عرب مورخین کی تصنیفات میں اسکو سیقیلیہ یا صیقیلیہ لکھا گیا ہے، چنانچہ قدیم تصنیفات میں سے کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں اس کا یہی تلفظ و املا ملتا ہے[1] جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابتداً اس کا یہ تلفظ و املا بھی رائج تھا،

اس کے بعد [illegible] تغیرات کے ماقبل و مابعد یا کا حذف کرنا ہے، کیونکہ جو عرب اپنی مادری زبان عربی میں حروف علت کے ادغام و تخفیف میں سخت اصرار رکھتے ہوں، وہ غیر عربی تلفظ میں اس کثرت سے حرف علت کو کب برداشت کر سکتے تھے، اس لئے انھوں نے اپنے فطری ذوق کے مطابق قاف کے ماقبل و مابعد یا حذف کر دی، اور سیقیلیہ اور صیقیلیہ سے اس کا تلفظ و املا صقلیہ ہو گیا،

صقلیہ کا یہ تلفظ و املا صقلیہ مدت تک متقدمین کے درمیان رائج رہا، چنانچہ قدما میں سے اکثر جغرافیہ نویس اور مورخین مثلاً [illegible] متوفی [illegible] اصطخری [illegible] عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عبد الحکیم متوفی [illegible] اور بلاذری متوفی ۲۷۵ھ وغیرہ کی تصنیفات میں اسی تلفظ و املا کے ساتھ اس کا یہی نام صقلیہ مذکور ہے[2] اور صاد سے سین کا تلفظ آسان تھا، اسلئے یا کے حذف کیساتھ ساتھ پورے دور میں اس کا املا سین کے ساتھ عام طور پر قائم رہا،

---

[1] کتاب الامامۃ والسیاسۃ [illegible] ص ۲۲ ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ کی طرف منسوب ہے اگرچہ یہ انتساب صحیح نہیں مگر اس کے [illegible] ہونے میں کوئی شبہ نہیں [illegible] صحیح ہے، علاوہ ازیں اس کے متعلق ایک خیال یہ بھی ہے کہ ابن شباط کی تالیف ہے اگر یہ درست ہے تو یہ رائے اور زیادہ صحیح ہو جاتی ہے کہ عربوں نے اسکو سیکیلیہ ہی کی وجہ سے صقلیہ کیا کیونکہ [illegible] تجزیہ [illegible] روایت ابن شباط کے یہاں منقول ہے اور کتاب الامامہ کا صیقیلیہ اصل سیکیلیہ [illegible]

[2] کتاب فتوح مصر و شام [illegible] ص ۹۸ کتاب الاقالیم [illegible] ص [illegible] فتوح مصر [illegible] بلاذری ص ۲۶۲ [illegible] ص ۲۳۴ (لیدن) ۱۸۶۶ء

اس کے بعد متاخرین نے اس میں پھر ایک تبدیلی کی، اور اس کو سین کے بجائے صاد ہی سے لکھنے لگے اور یہی تغیر اس لفظ کے ساتھ عربوں کے یہاں سب سے آخری تغیر ہے چنانچہ اسکے بعد مستقل طور پر اسی املا کو رواج دینے کی کوشش کی گئی،

اس آخری تغیر کا اصل باعث یہ ہے کہ اس زمانہ میں اتفاق سے اسی نام کی ایک دوسری آبادی اسی تلفظ و املا کے ساتھ دمشق میں بھی قائم تھی، اور عربوں کی تحقیق میں وہ نام بھی رومی الاصل تھا، اسلئے متاخرین نے رفع التباس کے لیے ان دونوں کے درمیان امتیاز قائم کرنا چاہا اور جزیرہ کے نام کو صاد کے ساتھ موسوم کیا اور دمشق والی آبادی کے نام کو سین کے ساتھ باقی رکھا چنانچہ صاحب تثقیف اللسان جزیرہ کے متعلق لکھتے ہوئے تصریح کرتا ہے،

ویقولون سقلیہ والصواب	لوگ سقلیہ سین کے ساتھ کہتے ہیں حالانکہ
صقلیہ بالصاد واما سقلیہ	صحیح صقلیہ صاد کے ساتھ ہے، سین مکسورہ کے
بالسین مکسورۃ فضیعۃ فی	ساتھ جو سقلیہ ہے وہ غوطہ دمشق میں ایک علاقہ
غوطۃ دمشق والاصل فیہما	کا نام ہے اگرچہ ان دونوں ناموں کی اصل جیسا کہ
یظہر انہما واحد عربت	ظاہر معلوم ہوتا ہے ایک ہی ہے لیکن اس جزیرہ
ھذہ وقیلت بالصاد وبقیت	کے نام کو معرب کر کے صاد سے کہنے لگے اور دمشق
تلک علی حالہا،[1]	والی آبادی اپنے حال پر قائم رہی،

چنانچہ اسی وجہ سے رفتہ رفتہ جزیرہ کے لئے صاد کا املا عام طور پر قبول کر لیا گیا لیکن اس املا میں سین کے بجائے صاد متعین ہو جانے کے بعد اس کے تلفظ میں پھر بھی دو لہجے قائم رہ گئے، اہل علم کی ایک جماعت نے لفظ کے اول دونوں محذوف یا کی آواز برقرار رکھنے کے لئے صاد اور قاف کو زیر کے ساتھ صقلیہ تلفظ کیا ہے

[1] دیوان صلۃ السمط ابن شباط درامارٹی ص ۲۱۲،

ایک دوسری جماعت نے جن مین خود جزیرہ کے اہل علم کی جماعت ہی اس کثرت کسرہ مین بھی تخفیف کی اور صقلیہ کے بجائے صَقلیہ کیا چنانچہ یاقوت حموی متوفی ۶۲۶ھ لکھتا ہے:۔

صِقِلِّیہ بثلاث کسرات وتشدید	صقلیہ تین کسرون اور لام کی تشدید کے
اللام والیاء ایضاً مشددۃ	ساتھ اور بعض اس کو سین کے ساتھ بیان
وبعض یقول بالسین واکثر اھل	کرتے ہین اور صقلیہ کے اکثر لوگ لام اور صاد
صقلیہ یفتحون الصاد واللام[۱]	کو فتحہ دیتے ہین،

لیکن بالآخر سقلیہ ہی کے اہل علم کا تلفظ رواج پایا چنانچہ ابن خلکان وغیرہ تمام مورخین ان حروف پر کسرہ دینے کے بجائے فتحہ دیتے ہین چنانچہ صَقَلّیہ کی نسبت صَقَلّی کے حرکات یون ضبط کرتا ہے:۔

والصقلی بفتح الصاد المہملۃ	صقلی صاد مہملہ اور قاف کے ساتھ ہے اور
والقاف وبعدھا لام مشددۃ	اس کے بعد لام مشدد ہے، یہ جزیرہ صقلیہ کی
ھذہ النسبۃ الی جزیرۃ صقلیۃ[۲]	طرف نسبت ہے،

چنانچہ اسلامی لٹریچر مین اسی تلفظ و املا کے ساتھ اس کا یہی نام اب تک رائج ہے اور اگر منصفانہ نظر سے دیکھا جائے تو اس کے قدیم نام سِکیلیہ کی مناسبت سے اس کو سِسلی کے بجائے صِقلیہ کہنا زیادہ موزون ہے،

صقلیہ کا مفہوم وسعت تک کے لحاظ سے:

صقلیہ اگرچہ اپنی جائے وقوع کے لحاظ سے مستقل ایک جزیرہ ہے، اس لئے صقلیہ کا اطلاق قدرۃً اسی جزیرہ پر ہونا چاہیے لیکن یہان عربون کے قدم رکھنے کے بعد اس کے مفہوم مین وسعت پیدا ہوگئی چنانچہ عرب مورخین

[۱] معجم البلدان مطبوعہ مصر ۱۹۰۶ء ج ۵ ص ۳۷۴ [۲] ابن خلکان ج ۱ ص ۵۴۲ (ترجمہ ابن حمدیس)

Marfat.com

کے نزدیک اس کا اطلاق اس جزیرہ کے ماسوا اس کے ارد گرد کے جزائر اور کبھی کبھی جنوبی اٹلی کے مختلف صوبوں قلوریہ و انکبرہ پر بھی ہونے لگا، کیونکہ عرب مجاہدین نے صقلیہ کی فتوحات کے ساتھ ان ممالک پر بھی تاختیں کیں، اور ان میں سے اکثر حکومت صقلیہ کے زیر اثر آ گئے، اس لئے عربی فتوحات کا سیلاب جیسے جیسے آگے بڑھتے گیا صقلیہ کے مفہوم میں بھی وسعت پیدا ہوتی گئی، چنانچہ جنوبی اٹلی وغیرہ کے مختلف مقامات ریو، باری، ٹارنٹم، اور جنووا وغیرہ میں باوجودیکہ خود مختار ریاستیں قائم اور الگ الگ ناموں سے موسوم تھیں لیکن جب ان مقامات پر اسلامی لشکر کی فوج کشی ہوئی، اور وہ اسلامی حکومت کے زیر اقتدار آ گئے، تو ان کو بھی صقلیہ ہی کی مہم سے تعبیر کیا گیا، اگرچہ یہ بھی صحیح ہے کہ اسلامی علم جغرافیہ اور نیز عرف عام میں یہ مقامات اپنے ناموں سے بھی موسوم کئے گئے لیکن پھر بھی کبھی کبھی ایسے مواقع بھی آ گئے ہیں، جب ان سب کو اسی قدر مشترک کی بنا پر صقلیہ کے مفہوم میں داخل کر لیا گیا،

چنانچہ ابن اثیر اور ابن عذاری وغیرہ عام مؤرخین نے کبھی کبھی عربوں کے ان حملوں کو جو جنوبی اٹلی کے مختلف شہروں پر ہوتے رہے یا ان بغاوتوں کو جو ان کے اسلامی اقتدار میں آ جانے کے بعد وہاں کسی وقت برپا ہوتیں "صقلیہ کے حملہ" اور "صقلیہ کی بغاوت" سے تعبیر کیا ہے، حالانکہ وہ سب ممالک اٹلی میں واقع تھے چنانچہ ابن اثیر حوادث سنہ ۳۱۳ھ میں لکھا ہے:

ولم يزل اهل صقلية يغيرون	اور اہل صقلیہ ان جزیروں پر جو رومیوں کے
على ما بأيدى الروم من جزيرة صقليه	قبضہ میں تھے یعنی جزیرہ صقلیہ اور قلوریہ
وقلوريه وينهبون ويخربون،	کو لوٹتے اور ویران کرتے رہے،

حالانکہ جیسا آیندہ چلکر معلوم ہوگا سنہ ۳۱۳ھ میں جزیرہ صقلیہ کا ایک چپہ بھی ایسا نہیں تھا جو اسلامی اقتدار میں داخل نہ ہو، اور وہاں حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کا سکہ رواں ہو، اسی طرح ابن عذاری بھی حوادث سنہ ۳۱۳ھ میں لکھتا ہے:

Marfat.com

غزا ابو احمد جعفر بن عبید الحاجب بلاد الروم من صقلیہ فافتتح اماکن کثیرۃ منہا مدینۃ واری،	ابو احمد جعفر بن عبید نے صقلیہ کے رومی شہرون پر حملہ کیا، اور بہت سے مقامات فتح کئے، ان ہی مین سے ایک شہر واری ہے،

حالانکہ یہ اچھی طرح معلوم ہے، کہ شہر واری (Oria) جزیرہ صقلیہ مین نہین جنوبی اٹلی مین واقع ہے، اسی طرح جب سنہ ۱۰۶۰ء مین نارمنون نے جنوبی اٹلی کے اسلامی مقبوضات پر قبضہ کیا تو مورخین نے اسکو نارمنون کے حملۂ صقلیہ و سقوطِ صقلیہ سے تعبیر کیا، اسی طرح جزیرہ برکان جہان کوہ آتش فشان واقع ہے، صقلیہ سے بالکل الگ مستقل ایک جزیرہ ہے، لیکن مشکل سے کسی عرب جغرافیہ نویس یا مورخ نے اسکو صقلیہ مین نہ بتایا ہو،

حقیقت یہ ہے کہ ان مقامات کو عہد قدیم سے صقلیہ سے ایسا گہرا تعلق رہا ہے، کہ جزیرہ کی تاریخ مین ان کا تذکرہ ناگزیر ہو جاتا ہے، چنانچہ صقلیہ کی قدیم تاریخ مین سے سیکان، سکل، الیمینس، فنیقی، یونانی، قرطاجنی اور رومیون کے زمانہ مین ان مقامات کی تاریخ کا لگاؤ ہمیشہ کچھ نہ کچھ قائم رہا، اور اسلامی حکومت سے پہلے یعنی حکومت بیزنطی کے دور مین صوبون کے نظم و نسق کے سلسلہ مین ان مقامات مین سے خصوصاً کلبریہ صقلیہ کا ایک صوبہ قرار دیا گیا تھا، چنانچہ جسٹنین پنجم (سنہ ۷۴۱ء تا سنہ ۷۷۵ء) کے عہد حکومت مین صقلیہ کا گورنر اس صوبہ کی بھی حفاظت کرتا تھا[۱]، اس لئے اگر عربون نے بھی مجازاً ان مقامات پر جزیرہ صقلیہ کا اطلاق کیا تو کوئی بیجا نہین ہے،

اور یہ کہا جا سکتا ہے، کہ درحقیقت عرب مورخین کے نزدیک صقلیہ نام صرف جزیرہ صقلیہ کا نہین، بلکہ اسکی وسعت مین وہ تمام جزائر اور جنوبی اٹلی کے وہ سب علاقے شامل ہین، جو صقلیہ کے عربون کے زیر نگین اور زیر اثر رہے اور اسی لحاظ سے یہ زیر نظر کتاب بھی تاریخ صقلیہ کہی جا سکتی ہے،

---

[۱] ہسٹوری آف دی نیشنس ج ۱۳ (سسلی مولفہ فریمان) ص ۳۵۲،

Marfat.com

جغرافیہ طبعی

مساحت

جزیرہ صقلیہ کی شکل قدیم و جدید نقشہ میں

عرب جغرافیہ نویسون نے بطلیموسی نقشہ کی بنیاد پر صقلیہ کی شکل کو مثلث قرار دیکر دو متساوی الساقین اور تین زاویون مین تقسیم کیا ہے، پہلا زاویہ شمالیہ ہے جو آبنائے مسینا کے پاس قرار پاتا ہے، دوسرا زاویہ جنوبیہ ہے، جو سرزمین افریقیہ کے سامنے پڑتا ہے، اور اس کے بالمقابل طرابلس الغرب ہے، تیسرا زاویہ غربیہ ہے جہان کوہ آتش فشان واقع ہے، اور جسکو عرب "جبل البرکان" سے موسوم کرتے ہین، عربون کے نزدیک جبل برکان صقلیہ کے زاویہ شمالی سے جدا ہوکر مغرب مین پڑتا ہے، وہ اگرچہ مستقل ایک جزیرہ ہے لیکن سیاسی ملک کے لحاظ سے صقلیہ کے مفہوم مین داخل ہے[1]،

طول البلد و عرض البلد،

بطلیموس نے کتاب المجسطی مین اس کا طول البلد ۳۹ درجہ ۱۰ دقیقہ اور عرض البلد ... قرار دیا ہے، لیکن عرب جغرافیہ دان اسکا طول البلد ۳۵ درجہ اور عرض البلد ... درجہ ۱۰ دقیقہ اور بعض ۳۰ دقیقہ بتاتے ہین[2]،

---

[1] تقویم البلدان ابو الفداء ص ۱۹۰، [2] معجم البلدان ج ۵ ص ۴۷، ۳ و تقویم البلدان ابو الفداء ص ۱۹۳ وغیرہ،

زمانۂ حال کے نقشہ مین بھی اس کو مثلث نما دکھایا گیا ہے، اور ۱۴ مشرقی طول البلد سے تقریباً برابر حصّون مین تقسیم ہو جاتا ہے، اور زیادہ حصہ ۳۸ شمالی عرض بلد کے جنوب مین ہے، اور جنوبی سرا ۳۶ درجہ اور شمالی ۴۰ درجہ عرض بلد پر پڑتا ہے[۱]،

عربون نے صقلیہ کو ان مختلف زاویون مین تقسیم کر کے ہر ایک کی جدا جدا پیمایش کی تھی، اور اس مین ان کے مختلف بیانات ہیں، بعض لوگ ایک زاویہ سے دوسرے زاویہ تک کی مسافت سات شبانہ یوم قرار دیتے ہین اور پورے جزیرے کی پیمایش نکالتے ہین، اور کسی نے مرحلون (عربی پیمایش مساوی ... میل) کی تعداد سے جزیرہ کا طول وعرض بتایا ہے، لیکن بعض جغرافیہ نویس ... سے مختلف ... اختیار کرتے ہین، مثلاً ابوالفدا پہلے زاویہ کی پیمایش ۶۰۰ سو میل قرار دیتا ہے،

... مختلف بیانات کی تطبیق اس وقت تک دشوار ہے جب تک عربی پیمانون کے ... نظر رکھتے ہوئے، ان سب کو سامنے رکھکر باہم تطبیق نہ دیا جائے، ... جغرافیہ نویسون کی مختلف پیمایشون مین سب سے آسان پیمایش وہی ہے جو عربی میل کے ... مین دی گئی ہے، چنانچہ بکری کے نزدیک جزیرہ کا طول ۲۰۰ میل اور عرض ۱۷۵ میل ... جزیرہ کا دور ۵... میل قرار پایا ہے[۲]،

بکری کا بیان قدیم عربی میل کے مطابق ہے، دور حاضر کے اہل فن نے پورے جزیرے کا رقبہ ۹۸۶۰ مربع میل قرار دیا ہے، لیکن یہ اس صورت مین جب کہ وہ چند چھوٹے چھوٹے جزیرے خارج کر دے جائین جو اگرچہ صقلیہ ہی سے متعلق ہین، لیکن سطح آب پر اس سے جداگانہ وجود رکھتے ہین، یہی وجہ ہے کہ جزیرہ کو موجودہ صوبون مین جس طرح تقسیم کیا گیا ہے، اوسکے رو سے اسمین بعض حصۂ اراضی کا اضافہ ہو جاتا ہے،

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ ص ۲۰ [۲] دیوان صلۃ السمط ابن شباط در اماری ص ۲۱۰

اور تمام صوبون کے رقبے ملاکر جزیرہ کا کل رقبہ ۹۹۲۶ مربع میل قرار پایا ہے[1]

زمین کے طبعی حالات

سرزمین صقلیہ کی ہیئت در سطح سمندر سے اس کی بلندی

ساحل صقلیہ مغرب جنوب اور مشرقی سمت کے جنوب مین زیادہ تر ہموار واقع ہوا ہے، مشرق کی طرف کسی قدر ڈھالون پتھریلا ساحل ہے، البتہ قطانیہ کی حالت اس سے مختلف ہے،

صقلیہ کا ساحل سطح سمندر سے بالعموم ہر مقام پر کم بیش [illegible] لیکن جزیرہ کے وسط کی سرزمین تقریبا ۱۹۰۰ فیٹ بلند ہوگی، اور وسط سے ساحل کی طرف آدمی جیسے جیسے [illegible] نشیب مین اترتا جائیگا،[2]

وسیع میدان اور کوہستانی سلسلے

جزیرہ مین ہر جگہ پہاڑی سلسلون کا ایک وسیع جال پھیلا ہوا ہے، اس [illegible] خصوصیت ہے، عرب جغرافیہ نویس یہان کے پہاڑون کی کثرت کا خصوصیت سے تذکرہ کرتے ہین، لیکن تمام سرزمین کے کوہستانی ہونے کے باوجود یہان کوئی زیادہ بلند پہاڑ نہین ہے، صرف پہاڑیون کے چھوٹے چھوٹے سلسلے پھیلے ہوے ہین، جسکی وجہ سے صقلیہ بڑے بڑے وسیع میدانون سے محروم ہوگیا ہے، صرف لنتینی ([illegible]) اور قطانیہ (Catania) کے عقب مین جانب مشرق ایک وسیع میدان ہے اور یہی جزیرہ کی اصل جان ہے، اس کے شمال کی طرف بھی مشرقی حصہ مین پہاڑون کا سلسلہ قائم ہے، جو سمندر سے بہت قریب آگیا ہے، اور کسی جگہ اس قدر قریب ہے، کہ سمندر کا کوہستانی ساحل ایک دلفریب منظر پیش کرتا ہے۔[3]

---

[1] انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ ص ۱۲، ۱۴، [2] ... ۲، ۱۲، [3] ہسٹوری آف دی نیشنس ج ۱۲ ص ۱۷،

دریا یہان کے پہاڑون کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان سے پانی کے بیشمار سوتے پھوٹتے ہین جو اپنے سرچشمہ سے نکل کر سرزمین کو دور تک سیراب کرتے چلے گئے ہین چنانچہ ابن جبیر نے صرف کوہ حامد (ایرکس) کے چشمون کی تعداد ۴سو بتائی ہے، اور یہی چشمے یہان کی کاشت کاری کی روح روان ہین، ان چشمون نے ایک دوسرے سے ملکر وادی کی شکل اختیار کر لی ہے، یہ مختلف وادیان ایک دوسرے مین گر کر دریا بن گئی ہین، اور یہ دریا لق ودق میدانون کو سیراب کرتے بحر روم سے جا ملتے ہین،

صقلیہ کے معادن، حیوانات و نباتات اسی طرح صقلیہ کے دشت وجنگل، معادن، حیوانات اور نباتات وغیرہ بھی قابل ذکر ہین، لیکن صقلیہ کے پہاڑ دریا، اور ان تمام مذکورہ بالا اشیاء کا تذکرہ کتاب کی دوسری جلد مین ایک ضمن مین آئے گا، اگر ان سب کی تفصیلات درکار ہون تو جلد ثانی کی طرف رجوع کیا جائے،

پیداوار ایک مختصر سے جزیرہ مین اس کثرت سے دریا، نہرون اور چشمون کی روانی اس کی زرخیزی کی بہت بڑی دلیل ہے، اور یہی وجہ ہے، کہ صقلیہ اپنے غلون اور پھلون کے لیے ہمیشہ مشہور رہا، اس کے وسیع میدان سمندر اور پہاڑون کے درمیان کی نشیبی زمین اور اکثر وادیان اپنی شادابیون اور زرخیزیون مین مشہور ہین،

صقلیہ اپنی اسی زرخیزی کی وجہ سے اکثر جارحانہ حملون سے روندا گیا، خصوصًا رومیون کے عہد مین اس پر قبضہ رکھنے کی سب سے بڑی وجہ اس کے غلہ کے کھیت تھے، چنانچہ رومیون کے عہد مین صقلیہ کا عرف عام روم کا کھیت تھا، اور لوگون کا عقیدہ تھا کہ گیہون اس جزیرہ کی دیبیون کے عطیہ کے طور پر دنیا مین سب سے پہلے یہین پیدا ہوا[1]،

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنز ج ۱۴ ص۱۲،

Marfat.com

صقلیہ کا اردگرد

صقلیہ کی اسلامی تاریخ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کے اردگرد پر بھی نظر ڈالنا بسا ضروری ہے صقلیہ کے اردگرد اولاً وہ چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں، جو نقشہ میں اسکے قریب قریب اور اسکے اور افریقہ کے درمیان نقطوں کی شکل میں نظر آتے ہیں، پھر اس کے شمال میں جنوبی اٹلی کا وہ علاقہ ہے جسکو عرب بلاد قلوریہ اور انجردہ وغیرہ سے موسوم کرتے تھے، اور جہاں اس عہد میں مختلف خود مختار ریاستیں قائم تھیں۔

عربون کا حملہ بحر روم کے ان جزائر پر جو صقلیہ کے اردگرد اور شمالی افریقہ کے قریب واقع ہیں، اوسی وقت شروع ہو گیا تھا جب افریقہ پر بھی فوج کشی شروع نہیں ہوئی تھی (فتح قبرس وغیرہ) پھر جب فتح افریقہ کے بعد عربون کے جنگی بیڑے کا مستقر افریقہ قرار پایا، تو صقلیہ کے حملہ کے ساتھ ان مختلف جزیروں پر بھی یورشین کی جانے لگین، یہان تک کہ جب صقلیہ مین عربون کے قدم جم گئے، تو ان میں سے اکثر جزائر انکے قبضہ مین آگئے،

پھر اسی کے ساتھ ساتھ عربی بیڑون نے جنوبی اٹلی کا رخ کیا، اولاً ریو اور طارنت وغیرہ کو زیر نگین کیا، پھر ایک طرف دریائے ایڈریاٹک کو طے کر کے باری پہونچے، اور دوسری طرف نیپلس وغیرہ سے گذر کر جنووا مین داخل ہو گئے، اور یہان تک کہ پایۂ روم کے مقدس شہر کی شہر پناہ کے نیچے اپنے گھوڑے باندھ دئے، اس طرح رفتہ رفتہ جنوبی اٹلی کا تقریباً یہ پورا علاقہ عربی گھوڑون کی ٹاپ سے روند ڈالا گیا،

جزائر | بحر روم کے ان جزیرون مین جو تاریخ صقلیہ سے خاص تعلق رکھتے ہین، سب سے زیادہ شہرت و اہمیت مالٹا اور سردانیہ کو حاصل ہے،

مالٹا (MALTA) مالٹا نہایت زرخیز جزیرہ ہے، اس سے صقلیہ کی سب سے قریب جو سرزمین

Marfat.com

واقع ہے، وہ اکرینتہ کہی جاتی تھی، دونوں کے درمیان ۸۰ میل کا فاصلہ ہے، موجودہ نقشہ مین طول بلد ۱۴ درجہ ۴۰ دقیقہ مشرقی اور عرض بلد ۳۶ درجہ شمالی ہے۔

سردانیہ (SARDINIA) یہ جزیرہ بحر روم مین، اندلس، صقلیہ اور کریٹ کے بعد سب سے بڑا ہے، ۱۸۰ میل جنوب سے شمال مین طویل اور عرض ۸۰ میل ہے۔

ادریسی نے یہان کے تین ممتاز شہرون القیضہ، قالمرہ، اور قستالہ کے نام گنائے ہین، جزیرہ مین بہ کثرت پہاڑ ہین، چاندی کی کانین بھی ہین، اور ان کی مستقل تجارت جاری تھی، اس کا موجودہ طول بلد ۹ درجہ مشرقی اور عرض بلد ۴۰ درجہ شمالی ہے،

ان کے علاوہ جو جزیرے صقلیہ سے قریب ہونے کے باعث اس کے زیر اثر رہے ان مین سے حسب ذیل جزیرے قابل ذکر ہوسکتے ہین،

البہ (Alba) یانوسہ (Pianao) قبریرہ (Capraja)

لیبرہ (Lipari) قرسقہ (Corsica) الفیطرہ (C. Sparkionto)

طیطرا اور راھب وغیرہ جو نقشہ مین صقلیہ کے ارد گرد چھوٹے چھوٹے نقطون کی شکل مین دکھائی دیتے ہین،

اور اسی طرح چند جزیرے افریقیہ اور صقلیہ کے راستے مین ساحل افریقیہ کے قریب واقع ہین وہ قوصرہ، الجربہ، لنبذوسہ اور الکتاب وغیرہ ہین[1]،

جنوبی اٹلی صقلیہ کے شمال کی طرف جنوبی اٹلی کا علاقہ ہے، اس کے اور صقلیہ کے درمیان ۲ میل کی عریض آبنائے سینا حائل ہے،

---

[1] ان جزائر کا تذکرہ نزہۃ المشتاق ادریسی اور معجم البلدان یاقوت حموی اور تقویم البلدان ابو الفداء وغیرہ مین تفصیل سے ہے، جن کو نام بنام گنایا ہے، اور ان کے جغرافی حالات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

Marfat.com

آبنائے مسینا صقلیہ کے جنوبی مغربی آبنائے سے زیادہ گہری ہے، اس کی گہرائی کسی جگہ ۵ فیٹ سے کم نہیں ہے[۱]

اس عہد میں اٹلی میں مختلف خود مختار ریاستیں قائم تھیں، عربوں نے اسی مناسبت سے اٹلی کو مختلف حصص میں تقسیم کر دیا تھا، ہمیں اس عہد کی تاریخ و جغرافیہ میں ایطالیہ یا اٹلی کے نام سے کوئی حصہ ملک نظر نہیں آتا، اسکے بجائے موجودہ اٹلی اور اس کے بعض مضافات عربی جغرافی تقسیم کے لحاظ سے چند حصص حسب ذیل ممالک قرار پاتے ہیں،

۱	قلوریہ	Calabria	(کلبریہ)
۲	انکبردہ	Longobardi	(لنگوبرڈی)
۳	رومہ	ROME	(روم)
۴	بندقیہ	Veneziani	(وینس)
۵	انبردہ	Lombardia	(لومباردہ)

ان ممالک میں سے دونوں اول الذکر ممالک پر اکثر و بیشتر اسلامی حملے ہوئے، اور وہ اسلامی حکومت کے زیر اثر آئے، اور باقی موخر الذکر ممالک پر ایک دو مرتبہ تاختیں کی گئیں،

قلوریہ (کلبریہ) جنوبی اٹلی کا وہ سب سے آخری حصہ ہے، جو آبنائے مسینا کے ذریعہ صقلیہ سے جدا ہوتا ہے، اس کا موجودہ رقبہ ۷ ہزار مربع میل ہے، اس کے طول میں اپینائنس نام پہاڑ کا ایک طویل سلسلہ قائم ہے، جس کی زیادہ سے زیادہ بلندی ۳، ۴ ہزار فیٹ تک ہے، نیز شرقاً و غرباً پہاڑ کا ایک دوسرا سلسلہ ہے، جو اس حصہ ملک کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے، دونوں حصے نہایت زرخیز ہیں، نہایت اچھی پیداوار ہوتی ہے[۲]

---

[۱] انسائکلوپیڈیا، ج ۵ ۲ ص، [۲] ہسٹوریکل جغرافیہ ج ۱ ص ۴۰،

عرب جغرافیہ نویس بلادِ قلوریہ کو دو مشرقی و مغربی حصوں میں تقسیم کرتے ہیں اور ان دونوں حصوں میں یہاں چند شہر امتیاز رکھتے ہیں جن میں سے اسلامی تاریخ کے لحاظ سے ریو اور برصانہ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں،

ریو Reggio (ریگیو) صقلیہ کے شہر مسینا کے بالکل مقابل دوسری طرف سرزمین کلوریہ میں لب ساحل آباد ہے ادریسی کی روایت کے بموجب ریو اور مسینی میں صرف ۶ میل کا فاصلہ ہے پتھر کی شہر پناہ قائم تھی، شہر نہایت سرسبز زرخیز اور رونق کے لحاظ سے نہایت ترقی یافتہ تھا اور برصانہ Bruzzano (بروزانو) قلوریہ کا دوسرا ساحلی شہر تھا، جو آبنائے مسینی کے مغرب کی طرف آگے بڑھ کر بحر روم کے اس حصہ میں واقع ہے، جو آج کل ایونین سی (Ionian Sea) کہا جاتا ہے،

انکبردہ بلادِ قلوریہ سے مزید جنوب میں جانب جنوب مغرب واقع ہے، اس کے ساحلی شہروں میں ایک **طارنت** Taranto (ٹرنٹو) ہے جس کے نام سے ایک خلیج بھی ایونین سی کے شمال میں آج کل کے نقشہ میں موسوم ملتی ہے، یہ شہر عہد اسلامی میں زینت وحضارت کے جملہ لوازم سے آراستہ تھا، شہر کے مغربی حصہ میں ایک اہم بندرگاہ تھی، جسکی وجہ سے اس عہد میں یہ تجارت کی بہت بڑی منڈی بنا ہوا تھا، اور اس کا دوسرا قابل ذکر شہر باری ہے، جو آجکل بھی اسی نام (Bari) سے موسوم ہے، جو جنوب مغرب میں ایڈریاٹک سی (ADRIATIC SEA) کا ساحلی شہر ہے، اور عام نقشوں میں نظر آتا ہے، یہ عہد اسلامی میں حکومت انکبردہ کا صدر مقام تھا، اور اسی مناسبت سے تہذیب و تمدن سے آراستہ تھا، جہاز کے کارخانے وغیرہ قائم تھے،

رومیہ اٹلی کے موجودہ پایہ تخت کے علاقہ کو کہتے تھے۔ بندقیہ ایڈریاٹک سی کا مشرقی ساحلی علاقہ تھا، اور انبردہ میں اٹلی اور فرانس کی موجودہ سرحد پر مشہور شہر جنوا واقع تھا،[۱]

---

[۱] ان مقامات کے مفصل حالات کیلئے نزہۃ المشتاق ادریسی کے ایطالوی ترجمہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے،

Marfat.com

جغرافیۂ تاریخی

باشندگانِ صقلیہ

زمانہ قدیم مین سیکان (Sikano) سیکل (Sikelo) اور الیمیس (Elymians) قومون نے سرزمین صقلیہ کو وقتاً فوقتاً آباد کیا، پھر فینقیون (Phoenicians) اور یونانیون (Greeks) کا دور آیا، اس کے بعد رومیون نے اس پر جاہ و جلال کے ساتھ قدم رکھے، پھر سرزمین افریقہ سے عرب و بربر قبائل نے اپنے شمع تمدن سے اس سرزمین کو روشن کیا،

سیکان سیکانیون کا دعوی ہے، کہ وہ اس مان بھوم کے حقیقی سپوت ہین، جو اسی سرزمین کے اندر سے نکلے ہین،، اس مین شک نہین کہ سب سے قدیم ترین باشندے یہی ہین لیکن یونانیون کا خیال ہے، کہ اسپین سے آئے ہین اور ممکن ہے، کہ یہ یورپ کی اس غیر آرین قوم کی ایک کڑی ہون جسکی صرف ایک یادگار باسک (Basques) ابتک موجود ہے،

سیکانی سسلی مین کب اور کیونکر آئے تاریخ اس حقیقت کی نقاب کشائی نہ کر سکی لیکن اس [illegible] کہا جاتا ہے کہ [illegible] سب سے قدیم قوم [illegible] سب سے پہلے یہان آئی ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ [illegible] ان کی تمدن کی طور پر سسلی مین آئی ہے۔

Marfat.com

سیکل یا لاطینی سیکانیون کے بعد انہی کے مشابہ نام کی ایک دوسری قوم سیکل آتی ہے، اس
آمد کا زمانہ یونانیون سے تین سو برس قبل یعنی تقریبا گیارہوین صدی، ق،م مین تسلیم کی
جاتا ہے،
سیکل اٹلی سے سسلی آئے، اور ان کی زبان کے اشارات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اٹلی کی مشہور
لاطینی (LATINS) کا ایک جزو ہین، اٹلی کی لاطینی قوم تاریخ مین ایک درخشان عہد کی مالک
لیکن سسلی کی اس لاطینی قوم سیکل کو یہان چند ہی دن آئے ہوئے تھے کہ ان پر یونانی مظالم شروع
ہوگئے، اسی لئے انھین سر اوٹھانے کا موقع نہ مل سکا، البتہ یونانیون کی آمد سے پہلے اونھون
سیکانیون سے یہان کی زمین خالی کرالی تھی، اس لئے سسلی اسوقت دو حصون مین تقسیم تھا، حصہ
[illegible] سیکانیہ تھا، اور حصہ مشرقی سیکل کے قبضہ و تصرف مین تھا، اور اسی مناسبت سے
اس عہد مین سیکانیہ بھی تھا، اور سیکالیہ بھی، مغربی حصہ سیکانیہ اور مشرقی حصہ سیکالیہ کہلا

الیمینس ان دونون قومون کے علاوہ ایک تیسری قوم بھی اس جزیرہ مین آباد تھی جو الیمینس
کہی جاتی ہے، یہ لوگ شمال مغرب کے دو شہرون مین آباد تھے، اور رومیون کی طرح ان کا
دعوی تھا کہ یہ ٹراو جن کی باقی ماندہ یادگار ہین، گویا وہ اپنے کو کسی خاص ملک اور کسی خا
شہر سے منسوب نہین کرتے،
تاریخ مین ان کا ایسے وقت سے پتہ چلتا ہے جب یہ فنیقیون اور یونانیون مین ضم ہو
اسلئے سسلی مین انکے ابتدائی عہد کا انکشاف ایک عقدۂ لاینحل رہ گیا ہے،
یہی تینون قومین سسلی کے قدیم باشندون کے لحاظ سے تاریخ مین نمایان ہین پھر فنیقی ا
بعد یونانی یہان قدم رکھتے ہین،
فنیقیون کو سسلی کی تاریخ مین اس حیثیت سے نمایان جگہ مل سکتی ہے کہ سرزمین مشر

Marfat.com

نے سرزمین سسلی کی طرف سب سے پہلی مرتبہ اپنی سوریا بھادر، ون کو فینوں گذشتہ مغربی قوموں کے مقابلہ میں اپنا نمایندہ بنا کر بھیجا تھا، اور مشرق کے رہنے والوں میں انکی کا سب سے پہلا قدم تھا، جو فنا سے ہزاروں برس پہلے کے ساتھ سسلی کے ساحل پر رکھا گیا، یا دوسرے الفاظ میں صحرائے عرب کا پہلا شہسوار فاتحہ تھا، جو گیارہویں صدی، ق، م میں سسلی کے ساحل پر اوتر کر اہل مغرب کو تمدن کا درس بھی دینے آیا تھا،

امم سامیہ جنھیں الہامی زبان میں قوم عاد کہا گیا ہے مقدس سرزمین عرب سے اوٹھے اور مختلف ناموں اور قبائل سے موسوم ہو کر بابل، شام، مصر اور کنعان (فنیقیا) میں پھیل گئے، قوم عاد کی ابتدا ۳۰۰۰ ق م سے شروع ہوتی ہے، جزیرہ نمائے عرب جنوب، مغرب اور کسی قدر مشرق میں پانی سے گھرا ہوا ہے، اسلئے مہاجر قوموں نے بعض مشرقی اور عموماً شمالی ممالک کی طرف سے اپنے راستے اختیار کئے یعنی وہ وہاں سے اوٹھیں، اور بابل شام اور سینا سے ایران اور شام سے بحر ابیض اور بحر روم ہو کر افریقہ و یورپ کا رخ کیا، چنانچہ وہ جس طرح بابل اور مصر پہونچیں، اسی طرح شام اور فینقیا (کنعان) ہوتے ہوئے قرطاجنہ، کریٹ اور یونان میں داخل ہوئیں، اور قریب بارہویں گیارہویں صدی ق م تک ان تمام ممالک میں پہنچ چکی تھیں[1]،

پھر فینقیوں کا اصل وطن لبنان اور سمندر کے درمیان کی وہ تنگ زمین قرار پایا جہاں کے شہر زیڈان ٹائیر اور اراوادا اپنی قدامت و شہرت میں ممتاز ہو چکے ہیں، یہاں سے وہ گیارہویں صدی ق م میں ابر و باد کی طرح اٹھے ہیں اور اپنے تجارتی سلسلہ سے بحر روم کے تمام سواحل پر چھا گئے ہیں چنانچہ ایک گروہ شمالی افریقہ ہوتا ہوا اندلس پہنچتا ہے اور اسی سلسلہ میں سسلی میں بھی وارد ہوتا ہے،

[1] اسٹوری آف دی نیشنز ج ۳ ص ۱۲ و تاریخ یونان بیوری (مترجمہ اردو جامعہ عثمانیہ ص ۲۰ وغیرہ) فینقیوں کی تفصیل کیلئے دیکھو ارض القرآن ج ا ص ۱۰۷ سے ۱۴۶ تک،

فنیقیون کا پہلا گروہ

لیکن ہمین اس سے بہت پہلے کرنیتی افریقہ کے راستہ سے سسلی مین آئین فنیقیون کی ایک ایسی جماعت کا پتہ چلتا ہے، جو براہ راست زیڈان اور ٹاسر سے یہان وارد ہوئی، یہ جماعت سسلی کے مشرقی حصہ مین آباد ہوئی تھی، اس لئے سسلی مین فنیقیون کی آمد کا زمانہ ٹسیکل کے بعد گیارہوین صدی ق، م ... قرار پاتا ہے،

فنیقیون کا دوسرا گروہ

فنیقیون کا دوسرا گروہ اس زمانہ مین آیا جب کہ شمالی افریقہ مین ان کی مشہور آبادی قرطاجنہ کی بنا پڑی تھی جس سے آگے چل کر حکومت قرطاجنہ کی تشکیل ہوئی، اور دنیا کی فاتحانہ تگ و دو مین یونانیون کے مقابل مین صف آرا ہوئی چنانچہ اسی سلسلہ مین فنیقیون کا دوسرا گروہ ۸۰۰ ق م مین سسلی آتا ہے، اور اپنے قدیم ہم نسل وہم وطن فنیقیون سے تعارض کئے بغیر بالکل ان کے مخالف ساحل پر مغرب مین آباد ہوجاتا ہے،

فنیقیون کے ساتھ بربریون کی آمد

اور اسی کے ساتھ ہمین اسکو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہئے، کہ ان افریقی فنیقیون کے ساتھ ایک کثیر تعداد ان کی ہمسایہ و محکوم قوم بربر کی بھی آئی، جو حکومت قرطاجنہ سے اشتراک عمل رکھتی تھی،

یونانی

یونانی قوم کے ابتدا سے دو حصے مانے گئے ہین، ایک ڈورین جس کے سرگروہ اہل اسپارٹا ہوئے اور دوسرا آئی اونین جسکی نمایندگی اہل ایتھنز نے کی اور پھر یہی سب قومین مجموعی طور پر قوم یونانی سے موسوم ہوئین

یون تو یونان اور سسلی کے تعلقات گیارہوین صدی ق م سے بہت پہلے قائم ہوچکے تھے، چنانچہ اس عہد کے یونانی لٹریچر مین سسلی کی سکلی قوم کا جا بجا تذکرہ نظر آتا ہے، اور یہ بھی پتہ چلتا ہے، کہ ان دونون قومون مین غلامون کی تجارت کا سلسلہ قائم تھا، لیکن یہ تعلقات ایسی حیثیت نہین رکھتے تھے کہ وہ یونانیون

سلہ اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱۳ و انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۲۵ ص ۲۰ و تاریخ یونان قدیم سید ہاشمی ص ۳۰ و تاریخ یونان ہیوزی ص ۲۲ وغیرہ۔

132684

Marfat.com

کو سسلی مین وطن پذیر ہونے کی طرف متوجہ کرسکتے اور علاوہ ازین اگرچہ اٹلی کے صوبہ کمپانیا مین ایک یونانی نوآبادی ایک اتفاقی واقعہ سے گیارہوین صدی مین قائم ہو چکی تھی لیکن اس کے باوجود یونانی جہازون نے آٹھوین صدی ق م سے پیشتر صقلیہ کا رخ نہین کیا،

آٹھوین صدی ق م مین یونانی صقلیہ مین سب سے پہلی مرتبہ قدم رکھتے ہیں اور [illegible] ق م مین ان کی پہلی نوآبادی قائم ہوتی ہے، اسکے بعد جب صقلیہ کی زرخیزی کا فسانہ یونان مین پھیلتا ہے، تو یونانیون کے مختلف خطون سے مختلف مہاجرین کے دو گروہ اور انہو [illegible] صقلیہ کا [illegible] مین [illegible] ایک ہی سرزمین مین مختلف خیالات و اغراض کے یونانیون کا اجتماع ہو جاتا ہے اور [illegible] مختلف ماحول اور گردو پیش قائم ہو جاتے ہین،

اور پھر حالات کچھ ایسے پیش آتے ہین کہ صقلیہ مین یونانی باشندون کی باہمی تقسیم مین نسلی و قبائلی حیثیت کے بجائے وطنی امتیاز پیدا ہوتا ہے اور پھر وطنی امتیازات کے لحاظ سے ایک گروہ دوسرے گروہ سے باہمی اشتراک تعاون یا معاندت و مخالفت اختیار کرتا ہے،

اسلیے ہمین تاریخ مین صقلیہ کے یونانیون کی باہمی تقسیم ان کے وطن کے انتساب سے نظر آتی ہے

مثلاً صقلیہ کے یونانی نوآبادیات مین ہمین دو قسم کے یونانیون کا نمایان فروغ نظر آتا ہے، ان مین سے ایک صوبہ یوبیا (Eubœa) کے شہر چالکز (Chalcis) کے باشندے ہین، جو چالکیڈین (Chalcidian) کہے جاتے ہین، اور دوسرے کارنتھ (Corinth) کے مشہور شہر ڈوریا کے باشندے ہین جو ڈورین (Dorian) کہلاتے ہین، چنانچہ صقلیہ کی قدیم تاریخ مین یونانی اقوام مین سے انہی دونون قومون کا نمایان حصہ رہا ہے، [illegible] مختلف زمانون مین صقلیہ مین آکر آباد ہوئین اور مختلف زمانون مین مختلف شہر اپنے یونانی شہرون کے نام پر یہان آباد کیے،

چنانکیز صقلیہ کے شمال مشرقی علاقہ مین آباد ہوئے اور ڈورین نے جنوب مشرقی علاقہ مین اپنی
کی حکومت قائم کی ان دونون مین ڈورین زیادہ کامیاب رہے کیونکہ ان کی توجہ تمام تر صقلیہ پر مرکوز رہی
اور چانکیز کی نوآبادی ایطالیہ مین بھی قائم تھی،

اگرچہ یونانی تو نوت مین انھی دونون جماعتون کو صقلیہ کے آباد کرنے والون کی حیثیت حاصل ہے
چنانچہ عام مورخین یورپ صقلیہ کی صرف انھی دونون یونانی جماعتون کا تذکرہ کرتے ہین لیکن ان کے
علاوہ بعض دوسرے یونانی شہرون کے مہاجرین بھی صقلیہ آئے. نیز بحر روم کے بعض دوسرے جزیرون
کریٹ، روڈس وغیرہ کے باشندون نے بھی یہان اقامت اختیار کی لیکن یہ سب کے سب اپنے
چھوٹے چھوٹے گروہ سے یا تو چانکیز کی صف مین داخل ہوگئے اور یا ڈورین کہلائے ان کا کوئی مستقل وجود
قائم نہین ہوا، البتہ تین دوسری مختصر جماعتون کا کسی حد تک پتہ چلتا ہے ان مین سے ایک جماعت
مگارین ہے جس نے ایسی مستقل حیثیت اختیار کی جس سے ہم صقلیہ مین اس کو یونان کی تیسری جماعت
کا لقب دے سکتے ہین، یہ یونانی شہر مگارا (Magara) سے آئے تھے اور اسی نام سے صقلیہ مین اپنا
شہر آباد کیا تھا، اسی طرح گیلا کے پایہ تخت روڈس کے مہاجرین کا مستقل وجود بھی نظرانداز کرنے کے قابل
نہین ہے انھون نے بھی اپنے شہر کے نام پر گیلا آباد کیا تھا.

اس طرح صقلیہ مین یونانیون کی چار جماعتین قرار پائین چالکیڈین، ڈورین، مگارین، اور
روڈس والے گیلانی،

صقلیہ کی تمام یونانی تاریخ انھی چار جماعتون کے حالات پر مشتمل ہے،

قرطاجنہ | یونانیون کے بعد قرطاجنین کا دور آتا ہے، یہ قدیم فنیقی قوم کی وہ شاخ ہے جس نے شمالی
افریقہ مین آباد ہو کر عالیشان حکومت قرطاجنہ کی بنیاد ڈالی تھی، قرطاجنہ کے مفہوم مین وہ بربری بھی
شامل ہین جو فنیقیون کی معیت مین یہان پہنچے صقلیہ مین یونانی و قرطاجنی ایک ہی زمانہ مین مختلف

Marfat.com

حصون میں آباد رہ کر معرکہ آرائیوں میں مصروف رہے،

صقلیہ میں ان دونوں قوتوں کے تصادم کا اثر یہاں کی قومیت پر جو کچھ پڑا وہ یہ تھا کہ ان دونوں قوموں کی جداگانہ شخصیت کے اعلان کے بعد صقلیہ کی قدیم قومیں سیکان سیکل، اور الیمینس مجبور ہوگئیں، کہ وہ بھی اپنے کو ان دونوں میں سے کسی ایک میں ضم کردیں، اور اپنی قومیت کو فنا کرکے اپنی انفرادی ہستی کی حفاظت کریں،

چنانچہ جو سیکل اور الیمینس مشرقی حصہ میں آباد تھے، انھوں نے تمام و کمال یونانی قومیت اختیار کرلی، صرف چند نشان قومی آپ سے آپ باقی رہ گئے، سیکانیوں نے فنیقیوں کے دامن میں پناہ لی اور اکثر مقام پر ان میں اور فنیقیوں میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہا، لیکن چند مقام ایسے بھی رہ گئے، جنھوں نے اپنے اجتماعی وجود کو قائم رکھا، یہاں تک کہ رومیوں کی آمد سے صقلیہ کی قومیت میں ایک نئے دور کا آغاز ہوگیا،

رومی رومی اپنے نسلی اعتبار سے کیا تھے، یہ روایت اور قصص کے پردہ میں مستور ہے، مورخین نے جہاں تک نقاب کشائی کی اس لحاظ سے رومیوں کے نسلی اجزا میں یورپ کی چند قوموں، سیکل، یونان، اہل ٹروریا، لیگیوری، وینیٹی، اور گال کا سراغ لگتا ہے، اور اگر یونان کے تاریخی قصص کو نظر انداز کردیا جائے، تو رومی روایات کے رو سے رومیوں کی اصل صرف صقلیہ کی نسل سیکل قرار پاتی ہے اور یونانی روایات کی رو سے بھی ایطالیہ و صقلیہ کی آبادیاں تقریباً متحد الاصل قرار پاتی ہیں، چنانچہ ڈبلوائے ہیٹ لینڈ مولف تاریخ جمہوریت[۱] لکھتا ہے :

اس خیال کی تائید یونانی مبصرین کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ جزیرہ نما کی اطالی قوم اور جزیرہ سسلی کی سیکلی قوموں میں مماثلت تھی، اس کے علاوہ یونانی روایات میں

[۱] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱ ص ۳ تا ۴، و تاریخ یونان بیوری ص ۸۹، و انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ ص ۲۱

بیان کیا گیا ہے کہ قوم سیکلی پہلے جزیرہ نما مین آباد تھی اور وہان سے ترک وطن کرکے سسلی چلی گئی[1]۔ بہرحال وہی سیکل جنھون نے بھی صقلیہ مین آکر اسکو آباد کیا تھا، اب جدید قوم بن کر صقلیہ کی طرف دوبارہ رخ کرتے ہین، اور جسطرح اسوقت صقلیہ کی سیکل جماعت مختلف اجزاے نسل کو قبول کرچکی ہے، اسی طرح ایطالیہ کے سیکل مختلف اجزا سے ترکیب پاکر رومی کہلاتے ہین،

رومی اگرچہ مختلف جماعتون اور قبیلون (امنیز، لی ٹی ایز، اور لگریز) مین تقسیم تھے،[2] لیکن صقلیہ مین وہ قیام حکومت کے بعد محض بہ رومی، قوم کی حیثیت سے روشناس ہوتے ہین، جس کا امتیاز نسلی و جماعتی تفریق کے بجائے وطنی تفریق پر قائم تھا، اور انھون نے ہمیشہ اسی امتیاز کو [illegible]

چنانچہ صقلیہ کے عہد رومانی مین جزیرہ مین ایک طرف رومی تھے، اور دوسری طرف جزیرہ کے تمام باشندے اور ان دونون گروہون کے جداگانہ حقوق و امتیاز سے مستقل دو جداگانہ قوم کی بنا پڑگئی، رومیون کے تمام قبیلے بغیر کسی تفریق کے رومی کہے جاتے تھے، اور قدیم باشندون مین چونکہ یونانیون کو اکثریت حاصل تھی اس لئے اب رومیون کے علاوہ تمام اقوام کو یونانی کا خطاب دیدیا گیا، چنانچہ مسٹر فریمان لکھتے ہین،

"یونانی اور سیکل مین جو فرق رہ گیا تھا، وہ رفتہ رفتہ زائل ہوگیا تھا، نتیجہ یہ کہ سب یونانی ہوگئے یہانتک کہ سرو کے عہد مین سسلی کی تمام آبادی یونانی کہی جاتی تھی[3]"

رومانی عہد مین ایک جدید قوم غلامون کی تشکیل،

لیکن پھر اسی عہد مین صقلیہ کے سیاسیات کے ماتحت ایک جدید قوم کو بھی فروغ ہوتا ہے جسکو تاریخ مین غلام کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، غلام زیادہ تر

---

[1] [illegible] ج ۱ ص [illegible] [2] تاریخ روما ج ۱ ص ۲۰ [3] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱ ص ۳۲۴۔

جنگون کے وہ قیدی تھے، جو مختلف ممالک سے گرفتار کرکے لائے جاتے، یا جہازون کے وہ مسافر تھے جنھین گرفتار کرکے ان کی گردن مین طوقِ غلامی ڈالدیا جاتا تھا، اور رومی مالکون کے ساتھ یا اون کے ہاتھون سے صقلیہ کے یونانی زمیندارون کے ہاتھ فروخت ہوکر صقلیہ پہنچے تھے،

صقلیہ کے ان غلامون مین ایشیا، افریقہ، اور یورپ کی مختلف نسل وقوم کے افراد تھے، جنھون نے صقلیہ کے ماحول مین اپنی قومیت و وطنیت کے انتساب کو ترک کرکے اپنی مخصوص جماعت کی بنیاد ڈالی اور رفتہ رفتہ اس قدر شوکت وعظمت حاصل کی، کہ جزیرہ مین حکومتِ روما کے خلاف بغاوت کرکے اپنی حکومت کا اعلان کردیا، اور ایک سے زیادہ مرتبہ ان کی حکومت کی تشکیل ہوئی،

ہمین صقلیہ کے ان غلامون کی جماعت مین شامی عرب کو فراموش نہ کرنا چاہئے، غلامون کی بغاوت عربی خون کے گرم قطرون کی سرگرمی کا ایک مظہر تھی، یونس (یونس؟) جس نے غلامون کی بغاوت مین حکومت کی، شام ہی کا رہنے والا تھا، اور جو باندی اس کی ملکہ کہلائی، وہ بھی ایک شامی شہزادی تھی[1]

یونانیون کا رومی بنانا اس کے بعد صقلیہ مین ایک جدید طرزِ حکومت رائج کرنے سے یہان کی قومیت مین بھی ایک انقلاب رونما ہوا، اب تک رومی اور یونانی دو جداگانہ قوم تھین، لیکن اب یونانیون کا ایک [illegible] ملتا ہے، حکومت روما نے صقلیہ کے چند شہر مارینی، کٹانیا، تھرما اور تندر مین خالص [illegible] لوآباد کیا، [illegible] صقلیہ کے حکمران باشندون کے مسکن تھے، اور انھین اسی حیثیت کے حقوق وامتیاز حاصل تھے [illegible] یہان شہرون [illegible] امتیاز تسلیم کرلیا گیا، [illegible] شہر مسینا [illegible] جہان [illegible] شہرون کے [illegible] تسلیم کیا گیا [illegible] حق عطا کیا گیا کہ وہ بھی اپنے کو رومی لقب سے سرفراز کرین،

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱ ص ۲۹۳ [illegible]

اس حالت عملی سے رفتہ رفتہ یہان کے بہت سے شہر رومی قرار پا گئے، ان کا علاقہ رومی تھا، ان کے حقوق رومی تھے، ان کے امتیازات رومی تھے۔ اسلئے یونانی بھی بصد فخر اپنے کو رومی تصور کرنے لگے، اور حکومت روما اور عام باشندگان صقلیہ ان کو خالص رومی سمجھنے لگے[1]،

صقلیہ مین چند جدید اقوام کا داخلہ

رومیون مین عیسائیت کے فروغ کے بعد جب کہ تمام رومی عیسائی ہو چکے تھے ۴۲۷ء مین یورپ کی ایک نئی قوم صقلیہ آتی ہے، جو فرینکس ( ) کہی جاتی ہے، اور اس کے بعد مختلف زمانون مین ٹیوٹانک ( ) گال یا گاتھک ( ) اور ونڈل ( ) وغیرہ مختلف قومین صقلیہ آئین اور انکی نسل کو بھی یہان فروغ حاصل ہوا، ان قومون کا فرق یہ تھا کہ رومیون کے نزدیک باربیرین یعنی بربری و وحشی قومون مین شمار کیجاتی تھین[2]،

ان قومون نے صقلیہ مین سیاسی لحاظ سے ایک جداگانہ حیثیت اختیار کر لی، اور اب صقلیہ کے یونانیون کے رومی ہوجانے کے باوجود مختلف قومون کے امتیازات کا پیدا ہوجانا ممکن تھا لیکن حکومت روما نے اس سے پہلے رومی حکومت کے قیام و بقا کیلئے رومی قومیت کے فروغ کیلئے ایک دلچسپ طرز عمل اختیار کر لیا تھا، یعنی شہنشاہ اینٹونینس (۲۱۱ء سے ۲۱۷ء) کے عہد حکومت مین صقلیہ مین رومی ... کا فرق اٹھا کر سب کو رومی تسلیم کر لیا گیا، اور صقلیہ براہ راست رومی حکومت کا ایک جزو مشترک ... دولت روما مین برابر کا شریک ہو گیا،

اس لئے اگرچہ صقلیہ کے سیاسیات مین بہت سے مدوجزر آئے، لیکن قومی حیثیت سے ... ہر ... کا، وہ کسی نسل، قوم، اور وطن سے تعلق رکھتا ہو، رومی تھا، اس واحد لقب نے قومون کے ... امتیاز ... مٹ گئے، اسلئے سب کیلئے اصطلاحی امتیاز صرف ایک لقب رومی قرار پا گیا،

---

[1] ہسٹری آف رومن ہسٹنس ج ۱ ص ۴۰۰، [2] اسٹوری آف ڈی ہسٹنس ج ۱ ص ۲۴۳، ۲۴۵، ۲۴۷،

Marfat.com

لیکن وحدت قومیت کا یہ شیرازہ زیادہ دنوں تک قائم نہ رہ سکا اور جب صقلیہ میں عیسائیت کو فروغ ہوا تو قومی عصبیت کے بجائے مذہبی عصبیت اور مذہبی تفوق و امتیاز کا دور شروع ہو گیا، اب اگرچہ صقلیہ میں نہ سیکان تھے، نہ سیکل نہ ایلیمیس تھے، نہ فنیقی، نہ یونانی تھے، اور نہ قرطاجنی، لیکن اب عیسائی و غیر عیسائی کی تقسیم شروع ہو گئی، رومی وہی تھے جو عیسائیت کے پیرو تھے، اس لئے صقلیہ میں پھر ایک غیر رومی جماعت قائم ہو گئی، جو غیر عیسائیوں پر مشتمل تھی، چنانچہ فریمان لکھتا ہے۔

"لوگ زیادہ تر کیتھولک مذہب کے پیرو عیسائی تھے چند لا مذہب تھے، کچھ یہودیت پر قائم، اور چند ایسے بھی تھے جنہوں نے اب تک عیسائیت قبول نہیں کی یعنی بت پرست یونانی تھے[۱]"

اسرائیلی

یہی وجہ ہے کہ ہمیں اس عہد میں صقلیہ میں ایک الگ قوم اسرائیلی (یہودیوں) کے وجود کا پتہ چلتا ہے، اگرچہ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کے مقالہ نگار نے یہودیوں کو اسلامی کے ابتدا رمنوں کے دور میں صقلیہ میں داخل کیا ہے[۲]، اور صرف ایک امکانی شکل یہ بتائی ہے کہ یہ پہلے سے موجود ہوں، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، اولاً نارمنوں سے پہلے عہد اسلامی میں صقلیہ میں ان کے موجود ہونے کی بکثرت شہادتیں موجود ہیں، اسکے علاوہ مسٹر فریمان نے پوپ گریگوری اعظم (۵۹۰ء سے ۶۰۴ء تک) کے چند ایسے خطوط کا تذکرہ کیا ہے جن سے پتہ چلتا ہے، کہ رومیوں کے عہد میں صقلیہ میں یہودی آباد تھے، اور کلیساؤں پر جو جائدادیں وقف تھیں انکے بیشتر زمیندار یہودی تھے[۳]۔

مسلمانوں کے داخلہ کے وقت قدیم باشندگان صقلیہ کی باہمی تقسیم

ان حالات سے اندازہ ہوا ہوگا کہ جب صقلیہ میں عربوں کا آفتاب اقبال طلوع ہوا، اس وقت باشندگان صقلیہ کی قومیت کے نسلی و وطنی امتیازات

---

[۱] اسٹوری آف دی نیشنز، ج ۱ ص ۳۴۲ [۲] انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ ص ۳۳۲ [۳] ہسٹری آف سسلی

فنا ہوچکے تھے، اور ایک ایسے دور سے گذر رہے تھے جب کہ ان میں امتیازات کا سارا دارومدار عیسائی و غیر عیسائی پر تھا، وہ عیسائی بننے سے پیشتر رومی بن چکے تھے اور جب حکومت روما نے عیسائیت قبول کی، تو گویا تمام رومیون نے عیسائیت قبول کرلی اس لئے اسوقت صقلیہ کا ہر باشندہ "رومی عیسائی یا صرف غیر عیسائی" تھا، یہی وجہ ہے کہ عام عرب مورخین صقلیہ کے تمام قدیم باشندون کو بغیر کسی تفریق و امتیاز کے "قدیم باشندگان صقلیہ" سے موسوم کرتے ہین اور حکومت روما کی اصطلاح کی پیروی کرتے ہوئے تمام باشندگان صقلیہ کو "روم" اور "رومی" کا لقب دیتے ہین، اور اگر کبھی تفریق و امتیاز کی نوبت آتی ہے، تو تمام عیسائیون کو "رومی" بت پرستون کو "یونانی" (کہ انھون نے مذہب عیسائیت قبول نہین کیا، اور اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے، اس لئے وہ رومیون کی جماعت سے بھی خارج ہوگئے، کیونکہ رومی کا عیسائی ہونا اب شرط اولین ہے) اور یہودیون کو یہودی کہتے ہین، کہ اس وقت تمام قدیم باشندگان صقلیہ انھی رومی یونانی اور یہودیون پر مشتمل تھے،

مسلمان | صقلیہ مین قومیت کی یہی تقسیم تھی کہ ۳۲ھ مین مسلمانون کا سب سے پہلا قافلہ معاویہ بن حدیج کی سرکردگی مین صقلیہ پہنچا جو حجاز و عرب کے شریف قبیلون کے ممتاز افراد پر مشتمل تھا، اس جماعت مین بعض صحابہ و تابعین و تبع تابعین کی ایک کثیر جماعت شامل تھی لیکن ان مین سے کوئی یہان اقامت گزین نہین ہوا،

اس کے بعد ڈیڑھ سو برس تک عربون کے مختلف قافلے آئے، جن مین عرب کے مختلف ممتاز شریف قبائل افریقہ کے بربر اور موالی کے افراد تھے اور صقلیہ مین قیام کرکے صقلی کہلائے، ان کی نسلی و نسبی تقسیم کی تفصیل جلد دوم مین آے گی،

Marfat.com

صقلیہ کی آبادیان

صقلیہ کی آبادیون کی تخطیط و بنا مین اس کے جغرافی و تاریخی حالات کو خاص دخل ہے، تاریخ صقلیہ کی سرگذشت کا پتہ جستہ جستہ مل سکا ہے اس کے لحاظ سے وہ ہمیشہ دو متضاد و مخالف ملکون، قومون اور مذہبون کی آماجگاہ نظر آیا، اس کی سرزمین پر ایک ہی وقت کبھی دو کبھی تین تین قوتین اپنی عظمت و شوکت کا سکہ جمائے رہین، خصوصاً وہ مشرق و مغرب کی معرکہ آرایون کا ایک ایسی رزمگاہ رہا ہے جہان ان دونون کی کشمکش ہمیشہ کسی نہ کسی شکل و صورت اور نام سے جاری رہی،

اور چونکہ وہ سب طاقتین اپنے عہد مین دنیا کی عظیم ترین با اقتدار طاقتین تھین، اس لئے انھون نے اس مختصر جزیرہ کی مملوکہ سرزمین کی حفاظت کے لئے ہمیشہ ایسی جنگی تیاریان رکھین، جو دنیا کے بڑے بڑے ممالک کی حفاظت و بقا کے لئے کیجاتی ہین، کیونکہ اس جزیرہ کا زوال اپنے جغرافی جائے وقوع کے لحاظ سے ہر دو حکومتون کی سلطنت کے عروج و زوال کا مقدمہ سمجھا جاتا تھا کہ اگر فینیقیون نے اس پر کامل اقتدار حاصل کر لیا، تو گویا سلطنت یونان کے تباہ و برباد کرنے کا راستہ صاف ہو گیا، اگر رومہ نے اس جزیرہ مین قرطاجنہ کو مغلوب کر لیا، تو گویا سلطنت قرطاجنہ کے زوال کا دروازہ کھل گیا، اس لئے یہ جزیرہ گویا مشرقی و مغربی حکومتون کا سرحدی مورچہ تھا، جہان ہر طاقت اپنے اپنے مورچہ کی کامل حفاظت نہایت ہوشیاری اور مستعدی سے کر رہی تھی،

ان وجوہ سے جزیرہ کے چپہ چپہ پر جا بجا بیشمار قلعے، فوجی چھاونیان اور بارکین تعمیر ہو گئین جنمین سے بعض کی آبادی مین رفتہ رفتہ اتنی ترقی ہوئی، کہ وہ قلعے اچھے خاصے شہر بن گئے، اسلئے

Marfat.com

ہمین صقلیہ مین قدم قدم پر فوجی استحکام نظر آتے ہین، اور وہان مشکل سے کوئی ایسی آبادی ملیگی، جو کسی نہ کسی مستحکم قلعہ کے زیر سایہ آباد نہ ہو، اور یہی وجہ ہے کہ یہان کی اکثر آبادیون کو عربون نے "حصن" "معقل" اور "قلعہ" وغیرہ کے انتسابون سے موسوم کیا ہے،

چنانچہ صقلیہ کی عام آبادیون مین دیہی طرز زندگی نظر نہین آتا، لوگ عہد قدیم سے شہرون مین رہنے کے عادی ہین، اور یہی دستور آج تک چلا آتا ہے، کیونکہ آغاز عہد سے یہان کی آبادیان جنگی نقطۂ نظر سے قائم کی گئین، لوگ مستحکم قلعون کی پناہ مین یکجا زندگی بسر کرتے، اور ایک ہی جگہ ان کی ضرورت کا تمام سامان مہیا ہوتا، قرب وجوار کی اراضی مین دن کے وقت زراعت کرتے، اور شب میں قلعون کے دروازے بند کرکے آرام کرتے اور جب فوج آجاتا تو ساری آبادی کی آبادی جمع ہوتی، اور فوج کا ایک دستہ مرتب ہو کر میدان جنگ مین آجاتا،

یہان اس طرز زندگی کی ابتدا یہان کی قدیم قوم سیکان وسیکل کے عہد سے ہوتی ہے ان کے عہد کی تمام آبادیان مستقل شہر کی حیثیت رکھتی تھین، اور ان کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی تھی، کہ ان کے تمام شہر پہاڑون کی چوٹیون پر آباد تھے، جس کی وجہ سے وہ بری وبحری حملون سے محفوظ رہتے تھے، ان قدیم قومون کے یادگار شہر اوس وقت سے عہد اسلامی تک آباد رہے، اور جن مین سے بعض آج بھی آباد ہین خصوصاً سیکل کے متعدد مقامات کا صقلیہ کی اسلامی تاریخ مین ایک خاص حصہ رہا ہے،

سیکان اور الیمیس کی یادگارین

ہمین سیکان اور سیکل کی یادگارون مین سے سیکانی یادگارون کا پہلے پتہ دینا چاہیے لیکن افسوس ہے کہ وہ کچھ زیادہ اہم نہین ہین، سیکانی عہد کے صرف دو شہرون کا پتہ چلتا ہے اور یہی دونون ایلیمس کی عظمت رفتہ کی بھی یاد دلاتی ہین، یہ دونون مقام ایرکس ( ) اور سجستا ( ) ہین، اگرچہ پہاڑون کے نام باقی رہ گئے لیکن

ان کی آبادیاں اسلامی عہد حکومت تک ویران ہو چکی تھیں،

سِسِلی کی قدیم آبادیاں | سِسِلی کی قدیم آبادیوں میں ایک مشہور آبادی اگیریم (agyrium) ہے جو بعد میں سین فیلیپو (Sanfilippo) کہلائی، اور عربوں نے اسکو اپنے لب ولہجہ میں شنت فلیب کہا، اور اب سنت فلیپو اور ارگیرو (argiro) دونوں کہی جاتی ہے، اسی طرح ایک دوسری آبادی سنتوریپا (Centuripa) ہے، اسی کو عہد اسلامی میں شنتورب کہتے تھے، یہ پہاڑی پر آباد ہے اور آج کل اس کو سنتوربی (Centorbi) کہا جاتا ہے،

صقلیہ کی ان دونوں قدیم آبادیوں کے ساتھ یہاں کی قدیم دیبی کی قیام گاہ ہینا (HENNA) کا تذکرہ کرنا بھی ضروری ہے، یہ مقام زمانۂ دراز تک صقلیہ کی روحانی تسکین کا ذریعہ رہا ہے، یہ پہاڑی پر ایک مستحکم قلعہ کی شکل میں آباد تھا، عربوں نے "قصر" کے اضافہ کے ساتھ اس کو "قصریانہ" سے موسوم کیا، اور اب یہی عربی نام بدل کر کسٹرم یوہنی (Castrum johanni) سے نامزد ہے، عہد اسلامی میں اسکو نمایاں حیثیت حاصل رہی،

ساحلی مقامات میں سے سِسلی کی اہم یادگار (Cephaloedium) تذکرہ کے قابل سمجھی جاتی ہے، عربوں نے اس کو شنفلودی کے نام سے موسوم کیا، اور بعض جغرافیہ نویس جفلودی بھی لکھتے ہیں، اور یہی موخر الذکر نام ابھی تک شفلو (Cefalu) کے تلفظ میں باقی رہ گیا ہے، یہ ساحل پر آباد ہے، اور جہاز کا بہترین بندر ہے، اس کی فصیل کی دیواریں سمندر سے ملی ہوئی ہیں،

فنیقی نو آبادیاں | فنیقیوں کا جو گروہ ٹائر اور زیدان سے آیا تھا، وہ مشرقی صقلیہ میں آباد تھا، لیکن مشرقی حصہ کی ان نو آبادیوں کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا، کہ انکی حیثیت محض تجارتی کوٹھیوں کی تھی، یا انھوں نے متوطن ہوکر بود و باش اختیار کر لی تھی،

بہرحال جسطور پر بھی آباد تھے یونانیون نے اس حصہ کو نسبتاً جلد خالی کرالیا، اور ان کو قرطاجنی فینقیون کی سرزمین مین چلا آنا پڑا، جو صقلیہ کے مغربی حصہ مین آباد تھے،

مغربی حصہ کی فینقی نوآبادیون مین تین مقام موتیا (Motya) سولس (Soloes) اور پنرمس (Panormus) اہم حیثیت رکھتے ہین،

موتیا صقلیہ مین فینقیون کی سب سے پہلی نوآبادی ہے صقلیہ کے فینقیون کو یہان کی اسلامی حکومت کے مانند شمالی افریقہ سے گہرا تعلق رہا ہے، صقلیہ کی ایسی سرزمین پر قائم کی گئی تھی، جو افریقہ سے سب سے قریب تر ہو سکتی تھی، اور ساحل کے مشہور مرسی علی کے شمال مین ایک مختصر جزیرہ کی صورت مین نام تھی، اور یہ مقام فینقیون کے تعلقات کا مرکزی مقام تھی، لیکن یہ عربون کے پرچم اقبال کے بلند ہونے سے بیشتر کاربیج کے عہد حکومت چوتھی صدی ق م مین ویران ہو گئی، اور اسی کے قریب جنوب مین ایک نیا شہر لیلبیان (Lilybaeum) کے نام سے آباد ہوا، جو صقلیہ کا سب سے آخری مغربی مقام ہے، لیلبیان اس وقت سے عربون کے عہد حکومت تک آباد رہا، عربون نے اس کو مرسی علی کے نام سے موسوم کیا، جو اب مرسلا کہا جاتا ہے، موتیا کی فینقی دیوارون کے کھنڈر آج بھی اپنی عظمت کو یاد دلاتے ہین۔

سولس صقلیہ کے شمالی حصہ مین ایک ایسے موقع پر لب ساحل واقع ہے جہان ساحل کا بہاؤ ایک حرکت کر گھوم جاتا ہے، اور اس سے مشرق مین ایک خلیج بن جاتی ہے، اسی خلیج کے پچھلے ساحل پر ایک پہاڑی کے اندرونی حصہ مین ایک شہر آباد ہے، جو اپنی جائے وقوع کی مناسبت سے سیلا Sela یعنی چٹان، کہا جاتا تھا، اور اس کا یہی نام مقدس صحیفہ زبور مین بھی آیا ہے،

پھر اس کے نام مین تغیر ہوتا گیا، اور مختلف زمانون مین سولس (SOLOUS

سولنٹم (Soluntum) اور سولنٹو (Soluunto) سے موسوم ہوا،
یہ شہر فنیقی عہد حکومت کا نہایت مستحکم اور کارآمد قلعہ رہا ہے، کل کی مدافعانہ لڑائیوں اور
یونانیوں کے جارحانہ حملوں کا اسی میں بیٹھ کر مقابلہ کیا گیا،

پنرمس فنیقی نوآبادیات میں سب سے اہم نوآبادی ہے، جو صقلیہ کی دونوں مشرقی قوموں فنیقیوں
اور عربوں کے عہد میں سب سے بڑا مرکزی مقام اور صقلیہ کا دارالحکومت رہا ہے، لیکن فنیقی ہونے کے باوجود
اس کا فنیقی نام معلوم نہ ہوسکا، یونانیوں کے زمانہ میں پنرمس کہا جاتا تھا، اور غالباً اسی وجہ سے ہولم نے
اسے یونانی نوآبادی قرار دیا ہے، لیکن محققین نے اس کے نظریہ کو تسلیم نہیں کیا،

صقلیہ کے شمالی ساحل پر اپنے جائے وقوع کے لحاظ سے نہایت دلفریب نظر آتا ہے، کوہ سولوس
اور پیلگرینو کے درمیان ایک زرخیز میدان ہے جو کونکاڈی اورو (سنہری کوڑی) کہا جاتا ہے، یہاں سمندر
ایک خلیج کی شکل میں دو شاخہ ہوکر اندر کی طرف چلا آیا ہے، اور پنرمس اسی جگہ دائیں بائیں سمندر کے
تھپیڑے کھاتا ہوا زمانۂ قدیم سے صدہا طوفانی حوادث کے زد کے باوجود دکھڑا ہوا ہے،

عربوں کے عہد حکومت تک اس کی جغرافی حیثیت بھی قائم رہی، لیکن بعد کو حالات بدل گئے
سمندر نے اپنی دونوں شاخوں کو سمیٹ لیا، شہر کی آبادی بھی کچھ ہٹ گئی ہے، اسی لیے اس کا بندرگاہ
بہ نسبت پہلے کے شہر سے کافی دور پڑ گیا ہے، عربوں نے اسی کو بلرم کہا اور یہی ان کا دارالحکومت تھا
جس کے مفصل حالات جلد دوم میں آئیں گے،

یونانی نوآبادیاں | یونانی نوآبادیوں کی ابتدا ایک اتفاقی واقعہ سے شروع ہوتی ہے، آٹھویں
صدی ق م میں سمندر کی موجوں کا ستایا ہوا ایک جہاز صقلیہ کے ساحل سے آلگتا ہے، یونانی صوبہ
ایوبیا کے شہر چالکی کا ایک باشندہ تھیوکلیز اس جہاز سے اترتا ہے، وطن واپس جاکر اس زرخیز زمین کے
حالات بیان کرکے نوآبادی قائم کرنے کا مشورہ دیتا ہے، چالکی کی شہری حکومت اسی کو سرگروہ بناکر

ایک جہاز بھیجی ہے، اور یہ یونانی جماعت سنہ ۷۳۵ ق م میں صقلیہ میں توطن پذیر ہونے کے لیے سب سے پہلی مرتبہ اوس میں قدم رکھتی ہے،

تھیوکلیز کے ہمراہیوں میں کچھ شہر چالکی اور کچھ نیکسوز کے باشندے تھے، دونوں کو پاس وطن تھا، صقلیہ کی پہلی نوآبادی نیکسوز کے نام سے موسوم قرار پائی، اور اس کا دارالسلطنت چالکی مقرر ہوا،

نیکسوز مشرقی ساحل پر ایک ایسی سرزمین پر قائم کیا گیا جس نے کوہ اٹنا کے لاوے سے جزیرہ نما کی شکل اختیار کرلی تھی، آبادی کے سامنے ٹاروز کی سبز پوش پہاڑی کھڑی تھی، جہاں بعد میں اسی کے دامن میں ٹاردینا آباد ہوا، پھر اس سے کچھ الگ مشہور یونانی دیوتا آرکیگٹز (یعنی شروع کرنے والا اور رہ نمائی کرنے والا) کی قربان گاہ کی بنا پڑی اور یہ آبادی اسی نام سے موسوم ہوئی، یہ سب سے بڑا یونانی معبد تھا، جس کو بہت جلد تمام یونان کی مرکزی عبادت گاہ کی حیثیت حاصل ہو گئی لیکن تین برس سے زیادہ گذرنے نہیں پائے تھے کہ سمندر کی دیوی نے اس دیوتا کو اپنی آغوش میں لے لیا،

سیراکیوز صقلیہ کو یونانی سیاحوں کے قدم سے اب تک فنیقیوں نے بچا یا تھا، جنھوں نے حملہ آوروں کی تخویف کے لیے اس کے متعلق طرح طرح کی افواہیں مشہور کر رکھی تھیں لیکن جب یونانیوں کی ایک نوآبادی قائم ہوگئی، تو سرزمین یونان میں اس کی سرسبزی، زرخیزی اور بآسانی مغلوب ہوجانے کی داستانیں اس کثرت سے پھیل گئیں کہ یونانی نوآبادکاروں کی آمد کا ایک تانتا بندھ گیا چنانچہ پہلی نوآبادی قائم ہونے کے دوسرے ہی سال سنہ ۷۳۴ میں یہاں ایک ایسی یونانی آبادی کی بنا پڑی جس کو اپنے آغاز تاسیس سے لے کر اسلامی عہد تک صقلیہ کی تاریخ میں بہت ممتاز جگہ حاصل رہی،

سیراکیوز سرزمین صقلیہ سے الگ ایک مستقل جزیرہ کے نشیب میں جزیرۂ ارٹیلیا کے قریب آباد کی گئی، ان دونوں جزیروں کو ایک غیر مستقل پل ([illegible]) کے ذریعہ ملادیا گیا، جزیرہ کی آبادی شمال سے جنوب تک مغربی جانب جزیرہ نما پھیلتی آئی ہے اور ہوگیا اور سیراکیوز کا ایک تنگ دہانہ بہترین

Marfat.com

بندرگاہ کے کام میں لایا گیا، یہ دہانہ بحیثیت بندر کے بہت بڑا اور بحیثیت خلیج کے بہت چھوٹا ہے، پھر جزیرہ کے شمال میں ایک مختصر سا بندرگاہ ہے، اس کی وجہ سے سیراکیوز دو شاخوں میں تقسیم ہو جاتا ہے، اور بندر کے کچھ قدر شمال میں ایک لمبی پہاڑی مشرقی سرے پر کھڑی ہے، جس کا مشرقی سرا سمندر تک چلا گیا ہے، دوسرا خلیج شمال میں ہے، جہاں جزیرہ نما کیفونیا نظر آتا ہے، اسی طرف ایک دوسرا جزیرہ نما تھونسس آباد تھا، جنوب میں جزیرہ اور پہاڑی کے درمیان ایک نشیبی قطعہ ہے، اور سطح زمین نشیبی اور دلدلی ہے،

سیراکیوز کی حکومت جہاں تک ترقی کرتی گئی، اس کے قرب و جوار کا علاقہ اس میں داخل ہوتا گیا، جزیرہ صقلیہ کا ایک وسیع علاقہ اس میں شامل ہو گیا، اس کے بعد شہر کی حفاظت کے لیے کافی فاصلہ پر مختلف قلعے تعمیر ہوئے، اور ان کو مذہبی عظمت دے کر ایک مذہبی شعار قرار دیدیا گیا، یہ قلعے مختلف دیوتاؤں کے نام سے موسوم کیے گئے، جنھوں نے قصبہ سے گذر کر مندر کی حیثیت اختیار کر لی، جن کی حفاظت کرنا ہر اوہام پرست یونانی کا مذہبی فریضہ تھا،

یہ تمام قلعے ان سڑکوں کی حفاظت کے لیے تعمیر کیے گئے تھے جو مختلف اطراف ملک سے سیراکیوز کو آتی تھیں، لیکن سیراکیوز کی آبادی جیسے جیسے بڑھتی گئی، یہ قلعے اس کے وسط میں داخل ہوتے گئے، یہاں تک کہ بالآخر صرف ایک قلعہ بلچیا باقی رہ گیا، اور اسی کو شہرت دوام حاصل ہوئی، سیراکیوز کو عربوں نے سرقوسہ کہا،

لیونٹینیا اہل کالنیھ کی اس نو آبادی کے قائم ہوتے ہی چالکی یونانیوں نے بھی نئے شہروں کی تعمیر کی ضرورت محسوس کی، اور نکسوز اور سیراکیوز کے درمیان خود نکسوز کی آبادی تھی، انھوں نے ۴۲۹ ق م میں ایک نئے شہر لیونٹینیا کی بنیاد ڈالی، یہ پہلا یونانی شہر تھا جو [illegible] کسی قدر [illegible] کے اندرونی حصہ میں تعمیر ہوا، اور اس کے ساتھ صقلیہ کے سب [illegible]

میدان کا راستہ پیدا ہو گیا جو اسی کی چند پہاڑیوں کی پشت پر واقع ہے لیونٹینا بعد میں لیمٹینی (Lemtini) ہوا اور عربوں نے بھی اس کا یہی تلفظ لینتنی قائم رکھا،

کتانیا (Catania) چالکیوں کی دوسری نوآبادی ہے، یہ اگرچہ لینتنی کی طرح سمندر سے کافی فاصلہ پر نہیں لیکن نیکسوز اور سیراکیوز کی طرح بالکل سمندر پر بھی واقع نہیں ہے، عربوں نے اسکو قطانیہ کہا،

مگارا (magara) اسی وقت جب کہ چالکی اندرون ملک میں بڑھ بڑھ کے آبادیاں قائم کر رہے تھے ۷۲۸ ق م میں یونانی علاقہ مگارا (magara) سے لامیز (Lamis) کی سرکردگی میں ایک جماعت آئی، اور جنگ و جدال کے بعد شمالی ساحل پر ایک نوآبادی قائم کی اور اپنے آبائی وطن کے نام پر مگارا سے موسوم کیا، اس کو یونانی تاریخ میں نمایاں شہرت حاصل رہی مگر بعد کو ویران ہو گیا، اور صرف کھنڈر باقی رہ گئے،

مسینا (messina) مگارا کی بنا کے بعد ہی ایک ایسے شہر کی بنا پڑی جس کو اگرچہ یونانیوں کے عہد حکومت میں بجز اس کے کہ دوسروں کے جزیرہ میں آنے کا ایک وسیلہ بنا، کوئی ایسی اہمیت حاصل نہیں ہوئی، مگر اسلامی دور میں یہ شمالی صقلیہ کا سب سے بڑا مرکزی مقام بن گیا،

یونان کے خطہ کیمی (Kume) کے چند بحری ڈاکو جو غارت گری کرتے پھر رہے تھے گھومتے گھامتے صقلیہ کے ساحل پر اترے اور بے قاعدہ طور پر ایک بستی زنکلی (Zankle) آباد کرکے مقیم ہو گئے، پھر کچھ دنوں کے بعد ہی مقام کیمی اور چالکی دونوں کی مشترکہ کوششوں سے ایک باقاعدہ شہر بن گیا، پھر تقریباً ایک صدی کے بعد کچھ لوگ اسی شہر مسینا سے آئے اور اس پر رونق اور آباد شہر پر قابض ہو کر مسینا کے نام سے موسوم کیا، اور اس کا یہی نام عربوں کے عہد حکومت تک مسینا اور مسینی کے دونوں طریق املا کے ساتھ قائم رہا،

مسینا کی آبادی آبنائے کے اوپر نہایت عمدہ موقع پر قائم ہے، اس کا بندرگاہ صقلیہ کے مشہور بندرگاہوں میں شمار کیا جاتا ہے، اسکی آبادی سے صقلیہ کے مشرقی ساحل کی یونانی نوآبادی پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتی ہے،

Marfat.com

گیلا (Gela) اس کے بعد یونانی صقلیہ کے شمالی وجنوبی ساحل کی طرف متوجہ ہوئے، جہاں اب تک بحر شمالی قلعہ میلائی (Mylae) کے کوئی اور آبادی قائم نہیں ہوئی تھی، ان لوگوں نے اسی سمت ۶۹۰ ق م میں رخ کیا، اور ادھر آتے ہی سیکان اور سیکل کی نوآبادیاں ان سے بہت قریب ہوگئیں،

گیلا جنوبی ساحل کی پہاڑی لنڈانی دانی پر آباد کیا گیا، دریائے گیلاس اس کے بہت قریب سے گذرتا ہے اس کو تاریخی حیثیت سے بڑی شہرت حاصل ہوئی کیونکہ اس کی تعمیر کے بعد ہی صقلیہ کے مشرقی وجنوبی حصوں پر اقتدار قائم ہونا شروع ہوا، اور ۴۹۹ ق م تک حکومت سیراکیوز تمام مشرقی وجنوبی صقلیہ پر قابض ہوگئی،

ہیمرا کی آبادی ۶۴۸ ق م میں قائم ہوئی، یہ میناد سیلوڈیم کے وسط میں آباد تھا، اس کی خونین داستانیں تاریخ کے صفحات میں ثبت ہیں، لیکن یہ صرف ۲۴۰ برس تک آباد رہ سکا،

ثارمینی (Thermini) ہیمرا کا ایک محفوظ قلعہ تھا، جو شہر کی ویرانی کے بعد آباد ہوگیا، ہیمرا کی تمام آبادی یہیں اٹھ کر چلی آئی، ثارمینی کو عرب طرمین کہتے ہیں، اور صقلیہ کے اسلامی دور میں اس کو نمایاں جگہ حاصل رہی،

سیلینوس (Selinus) ادھر شمال وجنوب میں یہ آبادیاں قائم ہو رہی تھیں، ادھر باشندگان میگارا مغرب کی طرف پیشقدمی کر رہے تھے، اور فنیقی آبادیوں کے وسط میں سیلینوس کی بنیاد ڈال رہے تھے جو دریائے نگارس پر یونانی نوآبادیوں کو سیکل ایمینس اور فنیقی حملوں سے بچانے میں نہایت کارآمد ثابت ہوا، اگرچہ اب یہ غیر آباد ہے لیکن اس کے آثار اس دور میں بھی قائم ہیں،

اکراگس کی بنا ۵۹۹ ق م میں سیلینوس اور گیلا کے درمیان دو دریاؤں کے بیچ میں، ایک پہاڑی کی وادی میں قائم ہوئی رفتہ رفتہ اس کی آبادی بڑھتی گئی، لیکن ساحل سے دور ہونے کے باعث

اپنی ترقی کے باوجود سمندر تک نہیں پہنچ سکا، اکراگس کی حکومت صقلیہ کی قدیم تاریخ میں سیراکیوز کے بعد دوسرے درجہ پر تھی لیکن سمندر کے دور ہونے کی وجہ سے سیراکیوز جیسی بحری طاقت حاصل نہ کر سکا، امتداد زمانہ سے اکراگس کا اصل شہر ویران ہو گیا اور اس کی جگہ جرجنتی آباد ہوا جس کو عرب جرجنٹ کہتے ہیں،

اب تقریباً تمام ساحلی مقامات پر یونانی نو آبادیاں نظر آنے لگیں لیکن سیکل اور فینیقی نے اپنے اپنے گوشہ کو غیر آباد نہیں کیا ہے، انہی کے پہلو بہ پہلو وہ بھی بڑے دم خم سے جمے ہوئے ہیں، خصوصاً ملک کا اندرونی حصہ خود مختار سیکل کے پاس ہے، اور میلاؤ اور ہمیرا کا درمیانی شمالی ساحل بھی انہی کے قبضہ میں اب تک باقی ہے،

اگرچہ اس کے بعد بھی یونانیوں کے مختلف جہاز صقلیہ کی طرف آئے لیکن اکراگس کے بعد کسی قابل ذکر یونانی شہر کی تعمیر نہیں ہوئی، ۵۸۰ ق م میں کچھ لوگ کنانی دوز اور روڈس کی سرکردگی میں یہاں پہونچے اور فینیقی آبادی کے وسط میں لیلیبان کے قریب ایک نئے شہر کی بنا ڈالنی چاہی لیکن قدیم باشندوں نے قدم جمنے نہیں دیا، پھر اسی زمانہ میں سلینوس کے یونانیوں اور مجستا کے ایلمیس میں جنگ چھڑ گئی، فینیقی ایلمیس کے ساتھ تھے، اور نو وارد ین نے اپنے ہم وطن یونانیوں کا ساتھ دیا، لیکن وہ خود اپنے سرگروہ اینٹا تھولوس کو کھو بیٹھے اور صقلیہ سے ان کو فرار ہونا پڑا،

اب یونانیوں کی نظر ارد گرد کے جزائر پر پڑی، افریقہ کے قریب کے جزیرے پہلے سے معمور تھے، البتہ جنوبی اٹلی اور صقلیہ کے جزیرے اپنے آباد کاروں کے منتظر تھے، چنانچہ بہت ہی قریب زمانہ میں شمال مغرب کے جزائر لیپارا اور گیبار وغیرہ یونانیوں سے آباد ہو گئے،

غرض یہ کہ اب صقلیہ کا مشرقی ساحل اور اس کے ساتھ شمال و جنوب کی تمام حصہ سرزمین یونانی نو آبادیوں سے معمور ہو گئی، اور جنوبی اٹلی اور صقلیہ کے قریب کے جزیرے بھی یونانیوں کے زیر قبضہ آ گئے

پھر ادھر صقلیہ کے بعض حصص کے ساتھ افریقیہ میں کارتھیج کا ستارۂ اقبال بلند ہے اور افریقیہ اور صقلیہ کے قریب کے تمام جزیروں پر انہی کو کامل اقتدار حاصل ہے اور پھر ان نوآبادیوں کے قیام کے بعد جزیرہ صقلیہ میں انہی دونوں قوموں کی خونچکان داستان شروع ہوتی ہے،

لیکن یونانی نوآبادیات کا بیان ختم کرنے سے پہلے میں یونانی عہد کی ایک سیکل یونانی نوآبادی کا تذکرہ کرنا ہے جب دیشس شاہ سیکل جلاوطن کر کے یونان بھیجا گیا تو اس نے اپنے حسن تدبیر سے بعض یونانی قوموں کو ایک نئی آبادی قائم کرنے پر آمادہ کر لیا اور اپنی سرکردگی میں یونانی جماعت کو ساتھ لے کر صقلیہ پہنچا، اور ایک نئے شہر کالی اکٹی کی بنیاد ڈالی اور اسی کے بعد سیراکیوزا اور اکراگس کی باہمی عداوت کی تخم ریزی ہوئی اور ۴۴۳ ق م میں نہایت اہم تدبیر و اس کا خاتمہ ہوا،

رومی نوآبادیاں

صقلیہ کی تاریخ میں یونانیوں کے بعد رومیوں کا دور آتا ہے اس عہد حکومت میں یہاں کے سیاسی حالات جو کچھ بھی رہے ہوں لیکن نوآبادیوں کے لحاظ سے صقلیہ کے لیے نہایت ناکام عہد ثابت ہوا، یہ صحیح ہے کہ اکثر نوآبادیاں اپنے ابتدائی عہد میں قائم ہوتی ہیں لیکن بعد کی آنے والی قوموں کا فرض ہے کہ ان میں اگر مزید اضافہ نہ کر سکیں تو کم از کم آبادیوں کی قدیم رونق کو بدستور قائم رکھیں، لیکن صقلیہ میں رومی عہد حکومت اس لحاظ سے بھی نہایت مایوس کن ہے،

رومی عہد حکومت میں آبادیوں کے لحاظ سے آگسٹس کا زمانہ بہتر [illegible] اس نے رومن طرز حکومت میں انقلاب پیدا کیا اور تمام صقلیہ کو رومی نوآبادی قرار دینا چاہا، سیراکیوز جو اب تک کئی مرتبہ برباد ہو چکا تھا نئے سرے سے تعمیر و آباد ہوا [illegible] کے تمام لوازم مہیا کر دیے گئے یہاں تک کہ [illegible] شہر کی شان [illegible]

باوجود سیراکیوز کی قدیم رونق عود نہ کرسکی، Yauromenium
صقلیہ کی رومی نو آبادیوں میں سیراکیوز کے علاوہ تاورنیم (Yaurmenim)
کتانا (Katana) تھرما (Yherma) اور نندیرس (Mmdarm)
وغیرہ کو امتیازی خصوصیت حاصل ہوئی، اور ان کے علاوہ میسینا، بجشانیوٹم (Natum) پنرمس
اور چند دیگر مشہور شہر اگرچہ آباد تھے مگر سیاسی مظالم سے ایسے برباد ہو رہے تھے کہ خود اگستس کے عہد کا
یونانی مورخ اسٹرابو (Strabo) صقلیہ کے اس عہد پر تبصرہ کرتے ہوئے صاف صاف کہدیتا ہے؛

:اب قدیم شہر بالکل ویران ہوگئے ہیں، اور ملک نہایت ردی حالت میں پڑا ہوا ہے،

صقلیہ میں حکومت رومہ کے بعد عہد مظلمہ کا آغاز ہوتا ہے، اور تاریخ صقلیہ کے صفحات میں صقلیہ بہت
کچھ زیر و زبر ہوتا ہے مگر شہری ترقیوں کا صفحہ خالی ہے یہاں تک کہ رومیوں کی دوسری مشرقی شاخ
بیزنطی دور حکومت کا آغاز ہوتا ہے۔

بیزنطی نوآبادیاں چند سیاسی انقلابات کے بعد ۵۵۵ء سے حکومت روما کی دوسری مشرقی شاخ
بیزنطی آئی اور اس کے ساتھ صقلیہ میں برسر اقتدار آگئی، اور اس وقت یہی حکومت بیزنطی بحر روم کی تنہا
مالک تھی کہ عربی بیڑے سمندر کی تلاطم خیز موجوں سے کھیلتے ہوئے افریقیہ میں لنگر انداز ہوئے اور اب
اس مشرقی رومی حکومت کو جزائر بحر روم میں صقلیہ سے بہتر کوئی دوسرا محافظ قلعہ نظر نہیں آیا، چنانچہ
افریقیہ کے تمام رومی صقلیہ میں منتقل ہوگئے، اور صقلیہ کے جنگی استحکامات شروع ہوگئے،

عربوں کے داخلہ کے وقت صقلیہ کی آبادیاں اس لئے صقلیہ میں اسلامی دور شروع ہونے سے پیشتر ویران صقلیہ پھر آباد ہونے
لگا، جزیرہ کے تمام ساحلی شہر نئے سرے سے آباد ہونے لگے،

۱ آبادیوں کے یہ حالات اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۱۰ : انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ تاریخ
یونان بیوری، تاریخ روما ہیلیم اور نزہۃ المشتاق وغیرہ سے ماخوذ ہیں،

Marfat.com

شہروں کی رونق بڑھی، لیکن شہروں کی شہری ترقی سے زیادہ ان قلعوں کے استحکام پر زور صرف ہوا جو شہروں کی چوکیوں پر قائم تھے،

یونانی عہد کی نوآبادیوں کے سلسلہ میں اشارہ کیا جا چکا ہے، کہ اس عہد میں سسلی میں متعدد یونانی ریاستیں موجود تھیں، اور یہ ریاستیں باہم تقسیم ہوگیا تھا، ہر شہر کی حکومت جداگانہ و خودمختار تھی، اسلئے شہر کی حفاظت کیلئے ہر گوشہ پر قلعہ تعمیر ہوتے تھے، اور اس طرح ایک مختصر سے جزیرہ میں جابجا صدہا قلعے تعمیر ہوگئے تھے، اور پھر جو کچھ کمی تھی، وہ رومی عہد میں پوری ہوگئی تھی،

قلعے اس لئے جب حکومت بیزنطینی نے صقلیہ میں اپنی [illegible] کو [illegible] کرنا شروع کیا [illegible] ایک مرکزی فوجی چھاونی کی حیثیت دینا چاہی تو انہی قلعوں کی تعمیر سرگرمی سے شروع ہوئی، اور یہاں عربوں کے قدم رکھنے سے پیشتر غیر آباد قلعے آباد ہوچکے تھے[1] گو ان میں رہنے والوں کی تعداد بہت ہی تھوڑی تھی، اس لئے صقلیہ میں عربوں کے داخلہ کے وقت کافی آبادیاں قائم ہوگئی تھیں، کچھ تو قدیم شہر تھے اور کچھ وہ قلعے تھے، جو سیاسی حالات کے ماتحت اسی وقت آباد ہوئے تھے،

لیکن امتداد زمانہ اور مختلف سیاسی انقلابات کے باعث صقلیہ کی آبادیوں میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہا، کہ عہد اسلامی میں بعض اپنی قدیم حالت پر [illegible] کہیں [illegible] کسی کی آبادی میں اضافہ ہوا کسی کی آبادی میں کمی ہوگئی، بعض معمولی آبادیاں پر رونق شہر بن گئیں اور بعض بسے بسائے شہر اجڑ کر ویران ہوگئے، بعض قلعے شہر بن گئے، اور بعض شہر محض فوجی چھاؤنیاں بنکے رہ گئے،

خصوصاً اسلامی حکومت نے اپنے سیاسی مصالح کی بنا پر یہاں کی آبادیوں کے متعلق

---

[1] نزہۃ المشتاق و معجم البلدان و تاریخ [illegible] ص ۲۰۳،

ایک خاص روش یہ اختیار کی، کہ ان تمام منفرد قلعون کو جا بجا اندرون ملک مین قائم تھے، غیر مسلم کرکے معمولی شہری آبادی بنا دیا، جس کی وجہ سے وہ اگرچہ قلعہ کے نام سے موسوم رہے، مگر درحقیقت وہ ایک معمولی آبادی کی حیثیت مین تھے جن مین سے بعض ترقی کرتے کرتے اچھے خاصے شہر بن گئے،

عہد اسلامی مین آبادیون کی صحیح تعداد،

یہی وجہ ہے کہ جب عرب جغرافیہ نویس اسلامی عہد مین صقلیہ کی تمام آبادیون کی تعداد شمار کرنے لگے، توان کو تین حصون مین تقسیم کرنا پڑا، آباد شہر، فوجی قلعے، اور قلعہ اور شہر کی درمیانی آبادی، پھر مختلف اہل جغرافیہ نے اپنے فہم و ذوق کے مطابق ان آبادیون کو شہر، قلعہ، حصن اور معقل وغیرہ مین تقسیم کرکے ہر ایک کی تعداد مختلف قرار دی،

چنانچہ ادریسی نے شہر کی تعداد ۱۰۰ بتائی ہے جنمین سے ۳۵ ب ساحل آبادین اور قلعہ اور شہر کی درمیانی آبادیون کی تعداد ۳۰ بتائی ہے[1]،

مولف تاریخ صقلیہ فقیہہ ابوعلی حسن بن یحیی نے قاضی ابوالفضل کے بیان کے مطابق شہر ۱۸ اور قلعے ۳۲۰ سے زیادہ قرار دیے ہین، لیکن صقلیہ کے ممتاز اہل قلم ابن القطاع الصقلی نے اس موقع پر مولف کے اس بیان سے اختلاف کرتے ہوے اسی کتاب کے حاشیہ پر اپنے قلم سے چند سطرین لکھی تھین جنمین شہر کی مجموعی تعداد ۲۳ تھی اور وہ قلعے جو شہر سے الگ قلعہ کے نام مین تھے کل ۱۳ تھے، یاقوت حموی کی نظر سے یہ حاشیہ گذرا ہے[2]،

اس اختلاف سے کم سے کم یہ اندازہ ہو جاتا ہے، کہ عہد اسلامی مین صقلیہ کی آبادیون کی مجموعی تعداد ۲۵۰ کے قریب ہوگی، اور ابن القطاع کی تصریح کے موجب ان مین کم سے کم ۲۳ آبادیان ایسی ضرور تھین، جو بڑے شہر کی حیثیت رکھتی تھین، اگرچہ ابن قطاع کی یہ تحدید بھی صحیح نہین ہے،

---

[1] نزہۃ المشتاق ص ۲۱، [2] معجم البلدان ج ۵ ص ۳۷۲

شہرون کا لب ساحل ہونا گذشتہ بیان سے یہ اندازہ ہوا ہوگا کہ صقلیہ کے جغرافی حالات کی بناپر اس کی آبادیون کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ اکثر ممتاز اور اہم شہر بالعموم ساحل پر آباد تھے، اور تاریخ کے ہر دور مین یہی حالت قائم رہی چنانچہ اسلامی عہد کے اکثر ممتاز شہر بھی ساحل ہی پر آباد رہے، اور پورے دور حکومت مین انہی ساحلی شہرون کو مرکزیت حاصل رہی یہی تجارت کی بڑی منڈیان تھے یہین ہر قسم کی تمدنی چہل پہل، پر رونق بازار، عالیشان عمارتین، اور امرا کے سامان عیش و نشاط کی عام فراوانی نظر آتی تھی۔

ساحلی شہر ساحل کے اہم و ممتاز شہر حسب ذیل ہین

(۱) بلرم (پلرمو)	PALERMO	(۱۲) لنتینی (")	LENTINI
(۲) ثرمہ (ترمنی)	TERMINI	(۱۳) سرقوسہ (سیرکیوز)	SYRACUSE
(۳) قارونیہ (کارونیہ)	CARONIA	(۱۴) شکلہ (سکلی)	SCICLI
(۴) شنت مارکو (")	S. MARKO	(۱۵) رغوص (رگوسا)	RAGUSA
(۵) ناصو (")	NASO	(۱۶) بثیرہ (بٹیرہ)	BUTERA
(۶) بعطس (پٹی)	PATTI	(۱۷) لیناذا (لیکاٹا)	LICATA
(۷) میلاص (میلازو)	MILAZZO	(۱۸) الشاقہ (ساکا)	SEIACCA
(۸) مسینا (")	MESSINA	(۱۹) مازر (مزارا)	MAZARA
(۹) طبرمین (ٹارمینا)	TARMINA	(۲۰) طرابنس (ٹراپرو)	TRAPARU
(۱۰) لیاج (اکی)	ACI	(۲۱) قلعۃ ادبجی (کلالوبو)	CALALUBO
(۱۱) قطانیہ (کٹانیا)	CATANIA	(۲۲) بزطنیق (پارٹینکو)	PARTINICO

اندرون ملک کے شہر انکے علاوہ اندرون ملک کے شہرون مین سے صرف تین شہر اپنی قدیم تاریخی عظمت کے ساتھ عربون کے عہد مین زندہ رہے، وہ یہ ہین:-

Marfat.com

(۲۳) قصریانہ (کسترو گیوینا) CASTROGIOVANNIA

(۲۴) جرجنت (گرگنٹی) GERGENT

(۲۵) نوطس (نوٹو) NOTO

ان شہرون کی عہد اسلامی مین کیا حیثیت تھی، اس کا تفصیلی مرقع کتاب کی دوسری جلد مین نظر آئے گا یہان صرف یہ دکھانا مدنظر ہے کہ صقلیہ کی آبادیون کے یہ تدریجی حالات تھے، کہ عربون نے یہان قدم رکھے،

صقلیہ کی زبان

قدیم زبانین صقلیہ جسطرح مختلف قومون کا آماجگاہ رہا، ویسے ہی ان قومون کی مختلف زبانین بھی یہان مدتون ملکی زبان کی حیثیت سے قائم اور زندہ رہین، صقلیہ کی قدیم قومون سِکُل

صقلیہ کے ان شہرون کے عربی نامون کو ان کے قدیم نامون سے جو اوپر گذر چکے ملا کر دیکھین تو پتہ چلے گا کہ جسطرح جزیرہ کا اصلی نام برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی، اسی طرح شہرون کے نام بھی برقرار رکھے گئے، جو کچھ فرق ہوا، وہ صرف زبان ... کے اختلاف سے پیدا ہوگیا،

صقلیہ کے ان شہرون کے یہی نام اسلامی حکومت کے زوال کے بعد بھی قائم رہے، نارمنون نے قدیم نامون کو اختیار کرنے کے بجائے عربی نامون کو اختیار کیا چنانچہ قوسین مین ان کے جو جدید نام پیش کئے گئے ہین، اون سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب یہ عربی نام دوبارہ لاطینی لہجہ اور رسم الخط مین منتقل ہوئے، تو وہ بھی اثر پذیر ہوئے بغیر نہین رہ سکے، اور رفتہ رفتہ لب و لہجہ کے اختلاف سے اکثر کے نامون مین ایسا تغیر ہوا کہ مشکل سے پہچانے جا سکتے ہین،

یہ نام نزہۃ المشتاق کے ایطالوی ترجمہ سے نقل کئے گئے ہین، یہ وہی نام ہین، جو آج کل ملک مین رائج ہین، ان سے یہ بھی اندازہ ہوگا، کہ ان کے قدیم اور موجودہ نامون مین اب کسقدر فرق ہوگیا ہے،

Marfat.com

سیکان اور ایلمینس کی زبان کیا تھی، یہ علم الالسنہ کا ایک دقیق مسئلہ ہے، لیکن جسطرح وہ رفتہ رفتہ یونانی قوم بن گئے، ویسے ہی ان کی زبان بھی یونانی زبان ہو گئی، اور جب تاریخ نے اپنی تحقیق و تفتیش کے دفتر کھولے، تو صقلیہ میں یونانی ہی یونانی رائج تھی، البتہ سیکن زبان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ لاطینی سے قریب قریب ہے،

عبرو — پھر جب فنیقیوں کے قدم پہنچے، تو ان کے ساتھ ان کی زبان بھی آئی جو عبرو تھی، عبرو کی یادگار صقلیہ کے بعض شہروں کے ناموں کی اصل حقیقت کی تحقیق میں آج بھی ملتی ہے، لیکن یونانی اقتدار کے ساتھ یونانی زبان ملک میں اس طرح چھاگئی کہ عبرو کی یادگار صقلیہ کے بعض شہروں کے ناموں کے علاوہ آج کچھ بھی موجود نہیں، البتہ اس سلسلہ میں ان چند فنیقی سکوں کو پیش کیا جاسکتا ہے جو صقلیہ سے دستیاب ہوئے ہیں، اور ان پر فنیقی قصے کندہ ہیں،

لاطینی و یونانی — پھر صقلیہ میں یونانیوں کے تسلط کے بعد یونانی زبان عام طور پر رائج ہو گئی، جسکا رومیوں کی لاطینی زبان سے ڈٹ کر مقابلہ کیا، اور رفتہ رفتہ لاطینی قومی ترقی ہو گئی، اور یونانیوں نے بھی عیسائیت کے نام پر بدلتی ہوئی اس کو قبول کر لیا، اور اسلامی عہد حکومت سے پہلے ہی یہاں کی دفتری زبان قرار پائی، لیکن کتابی اور بول چال کی عام زبان یونانی ہی برقرار رہی[1]

عربی — جب مسلمانوں کا عہد حکومت شروع ہوا تو اسلام کی محبوب و عالمگیر زبان عربی کو بھی رسوخ حاصل ہوا، اور صقلیہ کی دفتری زبان عربی قرار پائی، جسکے علوم و آداب کا مفصل تذکرہ جلد دوم میں آئے گا،

مذاہب

قدیم مذاہب — سیکان، سیکل اور ایلمینس وثنیت کے تمام طریقوں سے پیاری ہے صقلیہ میں سیکل کے

[1] جورنل آف دی ہیلنک [illegible] ج ۳ ص ۱۲ و ۱۳ لغایت ۳۸ [illegible] انسائیکلوپیڈیا [illegible]

مشہور دیبی ہینا (HENNA) کو شہرت دوام حاصل ہوئی، اور اس کے نام کا شہر آج تک اس سرزمین کی زینت ہے، ایمیس کا وہ مشہور مندر جو کوہ ایرکس پر واقع ہے، اینیس کے عہد سے رومیون کے زمانہ تک مختلف قومون کا مرجع بنا رہا،

اس طرح ایک ہی دیبی جو ایک خاص قوم کی مورتی تھی، مختلف قومون کے درمیان مختلف نامون اور نسبتون سے قابل احترام سمجھی جاتی رہی، اور جب ایک ہی مندر مین دو قومون کے پجاری یکجا ہونے لگے، تو رفتہ رفتہ قومیت کا فرق بھی جانے لگا، اور پھر سیاسی اغراض کے ماتحت جب ایک سیکل فرمانروا طلوع صبح صادق کے وقت یونانی دیبی کے آگے خاموشی سے سرنیاز جھکائے عقیدتمندانہ ہاتھ باندھے کھڑا دکھائی دیا، تو گویا اسی دن سیکل دیبیون کی پرستش سے منہ موڑ کر یونانی دیبیون کی پرستش کا اعلان کر دیا گیا، یہانتک کہ جب قدیم قومین اپنی قومیت ترک کرکے یونانی اور فینقی قرار پائین، تو قدیم دیبیون نے بھی یونانی و فینقی نام اختیار کر لیے چنانچہ ایمنیس کے مندر کی جو دیبی کوہ ایرکس پر واقع تھی، وہ فینقیون کے یہان اسٹورتھ (ASHTORETH) سمجھی گئی، یونانیون نے افروڈائٹ (APHRODITE) کہا اور لاطینیون نے وینس کے نام سے پکارا،

اور قومیت کی طرح مذہب کی تفریق بھی جاتی رہی، اور اتحاد قومیت کے ساتھ اتحاد مذاہب کی بنیاد بھی مستحکم ہو گئی،

مذہب فینقی فینقی اپنے قدیم شامی مذہب وثنیت کے پیرو تھے، پہاڑ کی بلند چوٹیون پر اپنی دیبیون کے مندر تعمیر کرتے تھے، اور بعد مین کے سونے کے خوبصورت مجسمے بناتے، اور ان کی پرستش کرتے بعل کے علاوہ کنعان، بالم اور اسٹورتھ ان کے وہ بت تھے جنکی پوجا صقلیہ مین ہوتی تھی، لیکن اس کے ساتھ ان کے یہان ایک نہایت انسانیت سوز طریق عبادت یہ تھا، کہ

خاص خاص موقعون پر اپنے لڑکون کو ان بتون کے نام پر آگ مین زندہ جلا کر بھینٹ چڑھایا کرتے تھے، چنانچہ کمایرکس اور برمس کے مندرون مین صدیون تک یہ مراسم جاری رہے،

یونانی مذاہب اس کے بعد جب یونانیون کا دور آیا تو صقلیہ مین یونانی دیبیون اور دیوتاؤن کی پرستش ہونے لگی، اور یونان کے دیوتاؤن و دیبیون کے بت صقلیہ کے ایک ایک گھر مین نصب ہوگئے، اور صقلیہ کے بعض مندرون کو مذہبی اعتبار سے اسقدر شہرت حاصل ہوئی کہ اصل یونان کے باشندے یہان آکر پوجا کرنے لگے، اور اس زیارت گاہ کی زیارت منجملہ فرائض مذہبی کے ایک اہم فریضہ قرار پائی، اور یہان کے بعض سالانہ مذہبی تہوارون نے ایسی شہرت حاصل کی کہ دنیا کی تمام یونانی نوآباد کے باشندے اس جگہ سال مین ایک مرتبہ جمع ہونا مذہبی فرض سمجھتے، اور دور دور دراز کے عقیدتمند یہان آکر مرادین مانگتے، اور کامیاب ہوکر شکرانہ مین نذرانے چڑھانے آتے صقلیہ کی یہ مذہبی خصوصیت تاریخ یونان مین نمایان طور پر بیان کی جاتی ہے،

عیسائیت یونانی وثنیت کے بعد لاطینی وثنیت کا دور آیا، اور روئیں کی پوجا کے چند صدی گذرنے پائے تھے کہ سرزمین صقلیہ مین عیسائیت کا آغاز ہوا، انجیل کتاب اعمال مین ہے کہ

"پال (شاگرد مسیح) صقلیہ گیا اور سیرا کیوز مین تین دن مقیم رہا"

انجیل کی اس عبارت کی تفسیر مین جو مذہبی قصص شہرت رکھتے ہین، ان سے پتہ چلتا ہے کہ پال جب صقلیہ آیا، تو اس کو سیرا کیوز مین ایک پادری ملا، جو مارکین کے نام سے مشہور تھا، وہ اپنے گرجے مین وعظ کہا کرتا، اور کہا جاتا ہے، کہ اوس کا قدیم گرجا ارک راڈینا کے نشیب مین واقع تھا،

قصص مین یہ بھی مشہور ہے کہ سینٹ پیٹر (شاگرد مسیح) نے اپنے شاگردون کو انیتاک صقلیہ بھیجا تھا، پیٹر کا ایک شاگرد پنیک راٹیس تھا، جو ٹاورمینا کا باشندہ تھا، اس نے اپنا گرجا ایک مندر

مین بنایا، جو اب تک طبرمین کے شہر کی دیوارون کے باہر قائم ہے، بنیکس رائلیس نے بہت سی خبیث طاقتون سے جنگ کی، یہ خبیث طاقتین بیگل کی یادگار بت پالیکی، الاینس اور فالکان تھے، بینکس نے ان تینون بتون کو سرنگون کرکے عیسائیت کا علم بلند کیا،

سینٹ پیٹر کے متعلق مشہور ہے کہ وہ خود بھی صقلیہ آیا تھا، اور رومن عہد کی ایک مدور عمارت جو قطانیہ مین قائم ہے، سینٹ پیٹر کے گرجا کے نام سے منسوب ہے، کہ سینٹ پیٹر نے حضرت مریم کی زندگی مین گرجا بنایا تھا،

سینٹ پیٹر کے دو اور مشہور شاگرد بھی تھے، اور سینٹ کیمبرونس کے افسانے صقلیہ مین مشہور ہین، اور جا بجا ان کی یادگار مین گرجا قائم ہین، اور مسیحیت کی اشاعت مین ان کا نمایان حصہ ہے،

صقلیہ کی کنواری شہزادیون مین سے دو نون کو شہرت دوامی حاصل ہے، ان مین سے ایک سینٹ اگاتھا، اور دوسری سینٹ لوسی (لوسی کے نام سے بہت سی نن گذری ہین جن مین یہ سب سے پہلی ہے) ہین، ان دونون دوشیزہ مظلومون نے مسیحیت پر اپنی زندگی قربان کی، اور اسکی اشاعت کرتے کرتے ایک نے شہنشاہ ڈیسی ایس (۲۴۹ سے ۲۵۱ ع) کے عہد مین جام شہادت نوش کیا، اور لوسی کی شہادت ڈیوکلیشین کے عہد مین ۳۰۴ ع مین ہوئی، صقلیہ مین ان دونون کے کارنامے بہت کچھ مشہور ہین، اور ان کی شہادت کے افسانے بھی خاص شہرت رکھتے ہین، خصوصاً پاکدامن لوسی کے دامن عصمت کو داغدار بنانے کی ناکام کوشش کی گئی،

اس کے بعد صقلیہ کے مسیحیون کو نمایان رتبہ حاصل ہوا اور ان کے پادریون اور گرجاؤن کی ایک خاص نظم و ترتیب قائم ہوئی، چنانچہ گریگری اعظم کے عہد مین حسب ذیل مقامات پر پادری رہا کرتے تھے،

سیراکیوز، ... (لیلی بیم)، طارمینا، لنٹانیہ، اگریجنٹم، پانرمم (پلرمو)، وغیرہ

Marfat.com

مین ایک ایک بشپ ہوتا، اور روم کونسل مین صقلیہ کے ان پادریون کی نمایندگی تسلیم کی گئی، اور وہ کونسل کے اجلاس مین اہالیان صقلیہ کے نمایندہ کی حیثیت سے شرکت کرکے معاملات حکومت مین برابر کے حصہ دار تسلیم کرلئے گئے،

صقلیہ کی یہ ابتدائی مذہبی تاریخ ہے، اس کے بعد جب روم امپائر کے سیاسی حالات مین مدو جزر آئے، اور روم امپائر دو مختلف حصون مین تقسیم ہوگیا، تو صقلیہ مشرقی روم حکومت قسطنطنیہ کے زیر حکومت آیا، اور جب شاہ قسطنطنیہ لیو نے بعض مشرقی تعلیمات سے متاثر ہوکر مسیحیت مین مورتی پوجا کی مخالفت کی، اور عالم مسیحیت مین اس کے خلاف عالمگیر جذبہ نفرت پیدا ہوگیا، تو صقلیہ نے لیو کا ساتھ دیا، اور اس کے مذہبی اصلاحات کی پوری تائید کی، اور اس سے باشندگان صقلیہ کے اس ذہنی استعداد کا پتہ چلتا ہے جو ان مین عقیدہ وحدانیت کے قبول کرنے کیلئے موجود تھی،

صقلیہ کے گرجاؤن پر بڑی بڑی جائدادین وقف تھین، جنکے متولی وہان کے پادری ہوتے تھے اور ان سب کی نگرانی پاپائے اعظم کی سینٹ کرتی تھی، چنانچہ ان جائدادون کے متعلق پوپ گریگوری اعظم (۵۹۰ء سے ۶۰۴ء) کے بکثرت خطوط ابتک محفوظ ہین،

پاپائے اعظم یہان کے مذہبی معاملات کی پوری نگرانی کرتا خصوصاً عیسائیت کے نشر و اشاعت اور جائدادون کے تحفظ پر خاص طور پر نظر رہتی تھی، پوپ گریگوری اعظم اپنے ایک خط مین لکھتا ہے:-

"یہودیون پر ظلم نہ کیا جائے، اور جو عیسائی ہوجائین ان کی لگان کم کردیجائے"

اسی کے ساتھ غیر مذاہب کے پیروؤن کے معاملات کا مرافعہ بھی پاپائے اعظم کے دربار مین ہوتا تھا چنانچہ جب پلرمس کے پادری نے یہودیون کے عبادت خانون پر قبضہ کرکے انکو گرجا بنادیا، تو گریگوری نے اپنے ایک خط مین لکھا:-

"یہ کام مناسب نہین ہوا ہے لیکن چونکہ یہ عمارت پاک کرلی گئی ہے اسلئے ... یہود ..."

Marfat.com

نہین کی جاسکتی، مگر یہودیون کو اکی قیمت دیجائے"۔

یہودی

یہان کے متمول زمیندار و سرمایہ دار

پوپ گریگوری کے خطوط سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہودی اس عہد مین صقلیہ مین آباد تھے، اور وہ یہان کے متمول زمیندار و سرمایہ دار کی حیثیت رکھتے تھے چنانچہ جو زمینین گرجاؤن پر وقف تھین، ان کے بیشتر زمیندار بھی یہودی تھے اور ان کے متعلق گریگوری اعظم کے خطوط مین کافی ہدایتین موجود ہین[1]،

مذہب اسلام کے داخلہ کے وقت یہان کے مذاہب

مذہب اسلام کے داخلہ سے پہلے یہان جو مذاہب قائم تھے، وہ فریمان کے بیان کے مطابق یہ ہین:-

"لوگون کا زیادہ تر مذہب کیتھولک تھا، اور چند لامذہب تھے، کچھ یہودی تھے، اور چند ایسے تھے جنھون نے ابتک عیسائیت قبول نہین کی تھی، اور وہ بت پرستون کا مذہب رکھتے تھے"۔

صقلیہ کے یہی مذاہب تھے کہ اسلام کے قدم یہان پہنچے،

---

[1] ہسٹری آف دی نیشنس ج ۱۲ ص ۲۳۰،۲۴۲،۲۴۴،۲۵۰ و ۳ تا ۲۵۱، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۲۵ ص ۳۱ کالم ۲۱ سسلی

صقلیہ کی قدیم تاریخ

اگرچہ صقلیہ کی قدیم تاریخ ہمارے موضوع بحث سے خارج ہے لیکن سلسلہ تاریخ کو قائم رکھنے کیلئے اجمالی طور پر ان حالات سے بھی روشناس کر دینا ضروری ہے جو اس جزیرہ میں عربوں کے قدم رکھنے سے پیشتر پیش آ چکے ہیں۔

سیکان سیکل اور الیمیس عہد

صقلیہ کی جغرافی تاریخ کے پڑھنے سے اندازہ ہوا ہوگا کہ یہاں ابتک قدیم باشندگان صقلیہ سیکان سیکل اور الیمیس قومیں آباد ہیں، اسوقت تک یہاں سیاسی آویزشوں کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا یہ قومیں جزیرہ کو آباد کرنے والی پہلی جزیرہ کی سرزمین اتنی وسیع طول و عرض میں موجود تھی جس قوم نے جہاں چاہا نہایت آزادی سے اپنی آبادیاں قائم کر کے بود و باش اختیار کی اور اپنے وسائل معاش میں لگی رہی۔

فنیقی اپنی پہلی آمد میں

اسی طرح جب گیارہویں صدی ق م میں فنیقیوں کا سب سے پہلا گروہ صقلیہ آیا تو اس کو بھی اپنی تمدنی ترقیوں میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی جس حصہ کو اس نے پسند کیا اس پر قبضہ اختیار کی اور وہ قدیم باشندگان صقلیہ کے اشتراک عمل سے جزیرہ کی فلاح و بہبود اور عمرانی ترقی میں مصروف ہوگئے۔

یونانی عہد سے رزمیہ تاریخ کی ابتداء

صقلیہ کی رزمیہ تاریخ کا اصلی دور اسوقت سے آغاز ہوتا ہے جب یونانیوں نے

یہاں قدم رکھا ان کے آنے کے ساتھ ہی یہاں سیاسی ہنگامہ آرائیاں شروع ہوجاتی ہیں، ملک کے مختلف حصوں میں مختلف ریاستیں قائم ہوتی ہیں، قوموں میں باہمی تفریق ہوتی ہے، اور حاکم و محکوم و راعی و رعایا کا امتیاز پیدا ہوتا ہے، اور یہیں سے مختلف ریاستوں اور ان کی مختلف باہمی آویزشوں کے عنوان سے تاریخ کے مختلف ابواب قائم ہوجاتے ہیں، لیکن ہم ان سب کو نظرانداز کرکے انکا محض ایک اجمالی خاکہ پیش کریں گے،

ریاست سیراکیوز (سرقوسہ)

صقلیہ میں جسقدر یونانی نوآبادیاں قائم ہوئیں، ان میں سیراکیوز (سرقوسہ) نے اپنے جغرافیانہ جائے وقوع کی خصوصیات کی بنا پر سب میں امتیاز حاصل کرلیا، اور رفتہ رفتہ اس نے مرکزی حیثیت اختیار کرلی، اور صقلیہ کی اکثر چھوٹی چھوٹی نوآبادیوں کو اپنا مطیع بنالیا، جب حکومت کی بنیاد بڑی حد تک استوار ہوگئی، تو اس نے بالآخر یونان کی اطاعت کا جوا بھی اپنے کندھے سے اتار پھینکا، اور ۵۲۳ قم میں ایک خودمختار ریاست قائم ہوگئی،

ریاست سیراکیوز کا نظام حکومت

ریاست سیراکیوز کا نظام حکومت یونانی طرز جمہوری تھا باشندوں کے مختلف طبقے، امراء، عوام، کسان، صناع اور مزدور پیشہ وغیرہ تھے، اور ان کو نظام حکومت میں نمایاں نمائندگیاں حاصل تھیں لیکن درحقیقت اس نظام میں حکومت کی اصلی باگ امراء کے ہاتھ میں تھی اور اسی لئے صقلیہ کی یونانی تاریخ بھی امراء و عوام کی آویزشوں سے خالی نہیں ہے،

امراء و عوام کی آویزش

چنانچہ جب یونان میں امراء و عوام کی آویزش شروع ہوئی اس کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد یہ فضا صقلیہ میں بھی پیدا ہوگئی، اور ۴۹۵ ق م میں عوام نے امرائے سیراکیوز کے خلاف عام بغاوت برپا کردی، اور حصول امداد کے لئے ریاست سیراکیوز کی حریف سلطنت گیلا کے پاس پہنچے گیلا میں اسوقت گلن فرمانروا تھا، اس نے موقع کو مغتنم سمجھا، اور کشت وخون کے بعد ریاست سیراکیوز پر قابض ہوگیا، اور اسی انقلاب حکومت کے ساتھ صقلیہ کی حکومتوں میں عام انقلاب نظر آتا ہے،

Marfat.com

صقلیہ مین مختلف یونانی جابر حکومتین

چنانچہ صقلیہ مین ۴۹۰ سے ۴۸۵ ق م کے درمیان مختلف جگہ جمہوری حکومتین مٹ مٹ کر جابرانہ حکومتین قائم ہوئین جنمین چار قابل الذکر جابر بادشاہ مختلف مقامات پر مسلط تھے. ریاست رگیوم کا حاکم اناکسی لاس ہمیرا کا ترلیوس، اور جنوب مین تھرن شاہ اکراگاس اور گلن شاہ سیراکیوز،

ریاست سیراکیوز کا تفوق،

ان سب مین گلن نے سب سے زیادہ فروغ حاصل کیا، اور صقلیہ کی عام یونانی آبادیون نے اسکی اطاعت قبول کرلی، اور جس نے سرکشی کی، فوجکشی سے فوراً اسکی گوشمالی کردیگئی، رفتہ رفتہ نہایت مستحکم بنیاد پر سیراکیوز کی ایک وسیع حکومت گلن کی بادشاہی مین قائم ہوگئی، اور اس نے اپنی وسعت و قوت مین اسقدر شہرت حاصل کی، کہ جب ۴۸۱ ق م مین ایرانیون نے یونان پر حملہ کیا ہے، اور یونان نے ریاست سیراکیوز سے استمداد کی ہے، تو وہ اس شرط پر آمادہ ہوا، کہ اس کو سارے یونانی بیڑون کا کمانڈر بنا دیا جائے، جس کو یونانی جمعیت مشترکہ نے قبول کرنے سے انکار کردیا،

قرطاجنیون کا صقلیہ پر پہلا حملہ

اسی اثنا مین فینیقیون نے کارتھیجا (قرطاجنہ) مین اپنی بنیادین استوار کرلین اور مقامات پر یونانیون اور قرطاجنیون مین لڑائیان شروع ہوگئیں، رفتہ رفتہ جنگ کے یہ بادل ساحل صقلیہ پر منڈلا کر آئے اور ایک اتفاقی واقعہ سے قرطاجنہ کا بیڑا ساحل صقلیہ پر آپہنچا،

حکومت ہای صقلیہ کی باہمی آویزش قرطاجنہ کی مداخلت اور پسپائی،

وہ واقعہ یہ تھا کہ تھرن شاہ اکراگاس نے گلن کی امداد سے ترلیوس کو ہمیرا سے نکال دیا، ترلیوس نے اہل قرطاجنہ سے مدد طلب کی اور قرطاجنہ کو زبردست فوج صقلیہ مین اوتارنے کا موقع ملگیا، اور آتے ہی پنرمس (پلرمو) پر قبضہ کرلیا، یہ ۴۸۰ ق م کا واقعہ ہے، اس کے بعد قرطاجنیون نے آگے قدم بڑھایا، اور شہر ہمیرا کا محاصرہ کرلیا، گلن شاہ سیراکیوز نے اپنی ۵ ہزار سوار اور پچاس ہزار پیادہ فوج کے ساتھ مقابلہ کیا، اور سخت خونریز لڑائیان پیش آئین

Marfat.com

جنمین بالآخر قرطاجنہ کو شکست نصیب ہوئی، اور اسکی ٹڈی دل فوج کا ایک بڑا حصہ ہمیرا کے میدان مین برباد ہوگیا، اور اسی مین قرطاجنہ کا نامی سپہ سالار ہملکار بھی کام آیا، اور بقیۃ السیف قرطاجنیون نے نہایت خاموشی سے افریقیہ کی راہ لی، اسکے ساتھ حملہ آوری کی جرأت کرنے کی پاداش مین اسکو تاوان بھی ادا کرنا پڑا جس کے بنے ہوئے سکے عجائب خانہ مین آجتک محفوظ ہین،

گلن کے جانشین ہارن کا عہد حکومت

گلن سرزمین صقلیہ سے قرطاجنیون کے نکالنے کے تین سال بعد خود اس دنیا سے چل بسا، اس کے بعد اس کا بھائی ہارن اس کا بہترین جانشین ثابت ہوا، اس نے دس سال تک فرمانروائی کی اور پوری مستعدی و ہوشیاری سے حکومت سیرکوز کے ان تمام حدود کو قائم رکھا جنکی بنیاد گلن نے ڈالی تھی، علاوہ ازین جنوبی اٹلی مین بھی فتوحات حاصل کرے، اور اٹلی کا ایک حصہ صقلیہ کے ماتحت آیا،

گلن اور ہارن کے عہد مین علمی ترقیان

گلن اور ہارن کا عہد حکومت صقلیہ کا عہد زرین سمجھا جاتا ہے، بڑے بڑے نامور یونانی شعرا اس عہد مین صقلیہ مین گذرے ہین، اور جابر بادشاہون کی شان مین ان کے قصائد آج تک مشہور ہین، اور اسی طرح اس عہد مین صقلیہ مین نمایان علمی ترقیان ہوئین

ٹرایسوس جانشین ہارن اور جابرانہ عہد حکومت کا خاتمہ

ہارن نے سنہ ۴۶۶ ق م مین انتقال کیا، اسکے بعد اس کا کوئی بہتر جانشین نہ مل سکا ایک نالائق عیش پسند فرمانروا ٹرایسوس، اس کا جانشین ہوا، اس نے سریر آرائے حکومت ہوتے ہی صقلیہ کا نقشہ بدل دیا، اور ایسی سخت بغاوتین برپا ہوئین کہ وہ تاج و تخت چھوڑ کر صقلیہ سے مفرور ہونے پر مجبور ہوا،

جمہوری نظام حکومت کا قیام

ٹرایسوس کے خارج البلد ہوتے ہی ملک مین طوائف الملوکی قائم ہوگئی، بالآخر سنہ ۴۶۱ ق م مین مختلف شہرون کے اصحاب حل وعقد جمع ہوئے، اور ایک دستور اساسی مرتب کیا، اور ملک مین دوبارہ منظم حکومت کا دار دورہ ہوا،

Marfat.com

صقلیہ کی یونانی حکومتوں میں خانہ جنگی

اس دور انقلاب میں ایک جدید شہر جرجنٹی نے بھی تفوق حاصل کرلیا، اور رفتہ رفتہ اس نے اس قدر ترقی حاصل کی کہ صقلیہ میں سیراکیوز کے بعد دوسرے درجہ کی ریاست قائم ہوگئی، آگے چل کر ان دونوں ممتاز حکومتوں سیراکیوز اور جرجنٹی میں آویزش ہوگئی، اور ایک سخت مقابلہ کے بعد جرجنٹی سیراکیوز کا مفتوح ہوگیا، اور اس کے ساتھ دوسرے ممتاز شہر نکسوز لیونٹینو، اور کٹانیا کو بھی سیراکیوز نے زیر کرلیا،

ایتھنز و سسلی کے محاربات

صقلیہ کی تاریخ میں یونانیوں کی اس خانہ جنگی کے باعث ایک دوسرے باب کا آغاز ہوتا ہے یعنی مفتوح شہروں نے یونان جاکر سیراکیوز کے خلاف اپنے اصل یونانی قبائل ایتھنز والوں سے استمداد کی، اور صقلیہ کی تاریخ میں ایتھنز اور سسلی کی جنگ کا آغاز ہوگیا،

ایتھنز اور سسلی کے محاربات ایک طویل داستان رکھتے ہیں: جو ہمارے لئے لاطائل ہیں اس جنگ کا آغاز ۴۲۷ قم سے سرزمین صقلیہ میں ہوتا ہے یعنی اسی سال لینٹونی نے سیراکیوز کے خلاف ایتھنز سے امداد چاہی، فن خطابت کا مشہور معلم گرد گیاس سفیر بن کر ایتھنز پہنچا، ایتھنز صقلیہ کے خلاف خود پہلے سے تیار تھا، چنانچہ لاکیس کی کمان میں ایک عظیم الشان فوج صقلیہ روانہ ہوئی، یہاں ایتھنز والوں نے ابتداءً نمایاں کامیابی حاصل کی، اور ایتھنز سے متعدد مہموں کے آنے کے بعد ایتھنز والے حکومت سیراکیوز پر قابض ہوگئے، لیکن یہ غیر ملکی حکومت زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہ سکی، چند ہی سال میں بغاوتیں برپا ہوگئیں نہایت خون ریز لڑائیاں پیش آئیں، اور بالآخر اہالیان سیراکیوز فتحیاب ہوئے، اور ۱۱ ستمبر ۴۱۳ قم میں ایتھنز کا حرماں نصیب بیڑا صقلیہ سے واپس چلا گیا، اور اس ہزیمت کے سلسلہ میں ایتھنز کو بہت کچھ مصائب برداشت کرنے پڑے، بلکہ اگر تاریخ کا سلسلۂ علت و معلول صحیح ہے، تو یہی ہزیمت شہرۂ آفاق حکومت ایتھنز کی بربادی کا موجب بنی،

Marfat.com

ہرموکراٹیس اور ڈایوکلیس

صقلیہ میں ایتھنز کے زوال کے بعد پھر وہی جمہوری نظام حکومت قائم ہوا، اس عہد میں سیراکیوز کے ایک ممتاز ہیرو ہرموکراٹیس نے نام پیدا کیا، لیکن وہ ایک موقع پر اسپارٹہ کی مدد کے لئے وطن سے باہر گیا ہوا تھا، کہ اس کے رقیب ڈایوکلیس نے موقع پاکر اس کے خلاف شورش برپا کی، اور سیراکیوز کا نظام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیا، اور ہرموکراٹیس کے لئے جلاوطنی کا حکم صادر ہوگیا،

قرطاجنیوں کی صقلیہ میں دوسری آمد اور فتحمندیان

پھر اسی زمانہ سے صقلیہ کی قدیم تاریخ میں ایک اور نیا باب کھلتا ہے جو اپنی خوفناک داستانوں اور خونریزیوں کے لحاظ سے پہلے تمام ابواب سے زیادہ ہیبتناک ہے، یہ اہل قرطاجنہ اور صقالیہ کی سرزمین صقلیہ کے لئے معرکہ آرائیاں ہیں، اس کے آغاز کا افسانہ یہ ہے کہ سنہ ۴۱۱ ق م میں سگستا اور سلینوس کی ریاستوں میں باہمی خونریزیاں ہوئیں، اور سگستا نے اہل قرطاجنہ سے فریاد کی، قرطاجنہ کو سنہ ۴۸۰ کی ذلت آمیز ہزیمت یاد تھی، اس کو ایک زمانہ کے بعد انتقام کا موقع ملا، اس لئے قرطاجنہ کے مشہور رہبر ہنی بال نے سگستا کی امداد کا فیصلہ کیا، یہ ہنی بال اسی شہید صقلیہ سپہ سالار ہیملکار کا پوتا تھا، فوج کی کمان خود اپنے ہاتھ میں لی، اور سنہ ۴۰۹ ق م میں قرطاجنہ کے جہاز ساحل صقلیہ پر لنگرانداز ہوگئے،

ہنی بال کے کارنامے

ہنی بال سب سے پہلے سلینوس پہنچا، اور اس کو فتح کر کے ہمیرا کا رخ کیا، جہاں کی سرزمین اس کے دادا ہیملکار کے خون کے چھینٹوں سے رنگین ہو چکی تھی ڈایوکلیس کے ماتحت سیراکیوز سے بھی فوج آگئی اور یونانیوں نے اس مرتبہ بھی سخت مقابلہ کیا لیکن ہنی بال کا علم سرنگوں نہ ہوسکا، اور ہمیرا بھی ہنی بال کے زیر نگین ہوگیا،

عہد قرطاجنہ میں صقلیہ کی ترقیان

اس کے بعد مختلف زمانوں میں مختلف مہمین قرطاجنہ سے ہنی بال

کی سرکردگی مین آتی رہین، اور رفتہ رفتہ اہل قرطاجنہ نے صقلیہ مین اپنی حکومت کی داغ بیل ڈال دی، اور پھر صقلیہ کا ایک وسیع رقبہ حکومت قرطاجنہ کے ہاتھ آگیا، صقلیہ کی قدیم تاریخ مین اس کا درخشان عہد خصوصًا تمدنی ترقیون ترویج علوم وآداب صنعت وحرفت اور تجارت کے لحاظ سے نہایت نمایان خصوصیات رکھتا ہے،

ڈایونی سیس

صقلیہ مین قرطاجنہ کی حکومت کے قیام کے بعد یونانیون مین سے ڈایونی سیس نے اقتدار حاصل کیا، اور اس کے اور حکومت قرطاجنہ کے درمیان نہایت اہم محاربات پیش آئے جن کی طویل، خونچکان داستانون سے تاریخ کے بہت سے اوراق رنگین ہین، ان محاربات مین کبھی اہل قرطاجنہ کو شکست ہوئی، اور کبھی اہل سیراکیوز کو، لیکن دونون حکومتون کی بنیادین اسقدر استوار تھین کہ ان مین سے کسی کے ہلائے کوئی حکومت اپنی جگہ سے نہین ہل سکی،

ڈایونی سیس دوم، وزیراعظم ڈیون،

ڈایونی سیس کے بعد اس کا لڑکا ڈایونی سیس ثانی تخت نشین ہوا، اور اسی کے عہد مین وزیراعظم ڈیون نے اقتدار حاصل کیا، اور مشہور یونانی حکیم افلاطون کو صقلیہ بلا کر اس کے تیار کردہ دستور حکومت ریپبلک (جمہوریت افلاطون) کو سب سے پہلی مرتبہ صقلیہ مین نافذ کرانا چاہا، لیکن کامیاب نہ ہوسکا، اور اسی جرم مین جلاوطن کیا گیا، اس تغلب و رد و بدل کے بعد یونانی صقلیہ مین ٹیمولین پیدا ہوا، اور یونانی صقلیہ کو شخصی حکومت سے نجات دلائی اور پھر خود کمال شرافت کے ساتھ سیاسیات سے کنارہ کش ہوگیا یہ واقعات ۳۴۳ ق م تک پیش آئے۔

قرطاجیون اور یونانیون کی آویزش اور جمہوریت روما کی مداخلت،

اس اثنا مین یونانیون اور قرطاجیون مین بھی خوب خوب معرکہ آرائیان ہوتی رہین، اور یہ دونون طاقتین اسی طرح نبرد آزما تھین، کہ ایک تیسری طاقت نے صقلیہ کی باہمی لڑائیون سے فائدہ اٹھانا چاہا، یہ جزیرہ نمائے اٹلی کی جمہوری حکومت روما تھی، جس نے اٹلی مین ۵۰۹ ق م مین جمہوری حکومت کی تشکیل کی تھی، اور اس عرصہ مین اٹلی کا بیشتر حصہ اپنے

Marfat.com

حکومت کی فرمانروائی میں داخل ہوچکا تھا، اب سکوائلی سے باہر قدم نکالنے کی فکر تھی کہ سرزمین صقلیہ نے خود
دعوت پیش کردی[1]،

رومی بیڑے ساحل صقلیہ پر

حکومت قرطاجنہ صقلیہ نے اپنے محاربات میں جنکا تذکرہ ابھی گذرا ہے، یونانی نوآبادی
مسینا پر قبضہ کرلیا تھا، اہل مسینا قرطاجنی و یونانی دونوں حکومتوں سے نالاں تھے
اس لئے عاجز آکر رومیوں سے مدد طلب کی جمہوریت روما موقع کی منتظر تھی، جزیرہ نمائے اٹلی سے اتصال
قریب رومی نوآبادی اور کمان قائم ہوسکتی تھی، اہل مسینا کی دعوت فوراً قبول کرلی گئی، اور ۲۶۵ ق م
میں رومی بیڑے بندرگاہ مسینا پر لنگر انداز ہوگئے،

یونانی و قرطاجنی حکومتوں میں اتحاد،

جب یونانی و قرطاجنی حکومتوں نے اس تیسری طاقت کا مظاہرہ دیکھا
باہمی اتحاد و یکجہتی کی تلاش ہوئی، اور بغیر کسی وقت کے ان دونوں متحارب
حکومتوں نے اس تیسری طاقت کے خلاف باہم رشتۂ اتحاد قائم کرلیا، لیکن رومیوں نے نہایت
ہوشیاری سے تفرقہ پردازی کی کوشش شروع کردی جس میں وہ کامیاب ہوئے، اور ہیرون ثانی فرمانروائے
سیراکوز نے حکومت قرطاجنہ صقلیہ سے بدعہدی کی، اور سمندر میں رومیوں کے مقابلہ میں صرف حکومت
قرطاجنہ کے جنگی بیڑے باقی رہ گئے،

قرطاجنہ و روما کی معرکہ آرائیاں

حکومت قرطاجنہ کی بحری طاقت اس کے لئے مایۂ صد ناز و افتخار تھی، اس نے نہایت
دلیری سے رومیوں کا مقابلہ شروع کردیا، اب یہ جنگ صرف صقلیہ کی نہیں، بلکہ

---

[1] یونانی عہد تک کے حالات تاریخ یونان (ہسٹری آف گریس) بوری مترجمہ سید ہاشمی فریدآبادی مطبوعہ ۱۹۱۱ء حید
صفحات ۱۸۸ تا ۱۹۹ و ۲۰۹ تا ۲۱۷ و ۲۴۵ و ۲۵۱ تا ۳۴۳، و ۳۵۵ تا ۳۷۷، و تاریخ یونان اڈولف ہولم مترجمہ محمد ہارون
شروانی مطبوعہ ۱۹۲۳ء حیدرآباد دکن اول صفحہ ۲۸۶ تا ۳۰۴ و جلد ۲ ص ۲۵۰ تا ۲۵۲ و ۲۸۷ تا ۲۸۵ و انسائیکلوپیڈیا بر
ج ۲۵ آرٹیکل سسلی، وغیرہ سے ماخوذ ہیں،

قرطاجنی حکومتون کی جنگ تھی، حکومت قرطاجنہ تمام سواحلِ بحر روم پر متصرف تھی، اور بحر روم کے چھوٹے بڑے تمام جزیرے اسی کے قبضۂ واقتدار مین تھے،

چنانچہ جمہوریت روما، اور حکومت قرطاجنہ (افریقہ) کی سب سے پہلی معرکہ آرائی جزیرہ سردانیہ مین ہوئی قرطاجنہ کے آفتاب اقبال کے جو تمام صفحۂ عالم کو منور کر چکا تھا، غروب کا وقت آیا تھا، رفتہ رفتہ دولت قرطاجنہ کو زوال آنے لگا چنانچہ رومیون نے سب سے پہلے سردانیہ پر اپنے پرچم لہرائے، پھر دوسرے جزیرون کی باری آئی اور کورسیکا وغیرہ رومی حلقۂ اطاعت مین داخل ہو گئے،

حکومت قرطاجنہ وروما کے محاربات بھی اپنی طویل داستانین رکھتے ہین، اور انھی سے تاریخ عالم مین ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے اور اب عہد قدیم کا صفحہ ختم ہو کر قرون وسطیٰ کا زمانہ آتا ہے جسکی تعبیر صرف دو لفظون "زوالِ قرطاجنہ" اور "عروجِ روما" مین کیجا سکتی ہے،

قرطاجنہ کی شکست اور مقبوضاتِ صقلیہ سے دستبرداری

آخر قرطاجنہ نے روما کے مقابلہ مین سر ڈال دی، معاہدۂ صلح منعقد ہوا، بحر روم کے زرخیز جزائر سردانیہ، کورسیکا، اور صقلیہ قرطاجنہ سے نکلکر جمہوریت روما کے صوبے قرار پائے، حکومت قرطاجنہ نے معاہدۂ صلح مین ہیرون ثانی فرمانروائے سیراکیوز کو سیراکیوز کا جائز فرمانروا تسلیم کیا، اور ان دست برداریون کے صلہ مین جمہوریت روما نے قرطاجنہ کے دیگر مقبوضات سے تعارض نہ کرنے کا عہد کیا، اور اس طرح صقلیہ مین حکومت قرطاجنہ کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا، یہ واقعات ۲۶۲ ق م سے ۲۴۱ ق م تک پیش آئے،

صقلیہ بطور جمہوریت روما کے ایک صوبہ کے

جمہوریت روما نے سردانیہ وکورسیکا کو ایک صوبہ اور صقلیہ کو ایک جداگانہ صوبہ قرار دیا، یہ صوبے جمہوریت روما کے سب سے پہلے صوبے تھے، صوبہ کا انتظام ایک ایک گورنر کے متعلق کیا گیا، جو اپنے تمام احکام مین خود مختار اور تمام باشندگان ملک کا حاکم مطلق تھا، بقیہ رومن نژاد باشندون کے حقوق اوس کے دسترس سے بالاتر رکھے گئے،

ریاست سیراکیوز کا خاتمہ، اور بعد سے جزیرہ پر رومی تسلط

ہیرون ثانی فرمانروائے سیراکیوز ۲۱۵ھ ق م مین انتقال کر گیا، اسکے بعد سیراکیوز کی حکومت سنبھالنے کے لئے اس کا کوئی بہتر جانشین ثابت نہین ہوا، حکومت جمہوریت روما نے اس موقع کو مغتنم سمجھا، اور قنصل صقلیہ مرسلوس کو ہدایت کی، کہ حکومت سیراکیوز پر قابض ہو کر اسکی مطلق العنانی کا خاتمہ کر دے، چنانچہ ۲۱۲ھ ق م مین سیراکیوز بھی ولایت روما صقلیہ مین داخل ہو گیا، اور اسی کے ساتھ پورا جزیرہ صقلیہ بلاشرکت غیرے رومی قبضہ واقتدار مین آگیا، اور پورا جزیرہ رومی حکومت کا ایک صوبہ قرار پایا، جو رومی گورنر قنصل کے ماتحت تھا،

صقلیہ کا رومی نظم ونسق،

حکومت روما نے صقلیہ کا باقاعدہ انتظام شروع کیا، اور یہان کی اہم خصوصیت یہ بھی کہ مختلف مقامات پر حقوق وامتیازات سے مختلف طرز حکومت اختیار کیا گیا اگرچہ صقلیہ کی خودمختار حکومت کا خاتمہ ہو چکا تھا، لیکن جمہوریت روما کے سینٹ (ارکان سینٹ) کی بابی مراعات سے صقلیہ کے رومی گورنر جو پروقنصل یا پروٹیکٹر کہے جاتے تھے، ایک مطلق العنان فرمانروا سے کسی طرح کم رتبہ نہ تھے، اور صقلیہ کی تاریخ مین ان کے مظالم کی دردناک داستانین ثبت ہین،

صقلیہ کے مختلف شہرون کو جو حقوق وامتیازات ملے ان حیثیات سے بعض شہر جمہوریت روما سے دوستانہ تعلقات رکھنے لگے چنانچہ ہیرون ثانی کی حکومت کے اکثر شہر اسی حیثیت کے تھے چند شہر ایسے بھی تھے جو رومیون کو خراج نہین دیتے تھے، اور بقیہ شہر ایک باج گذار مفتوح شہر کی حیثیت مین تھے

صقلیہ کا غلہ

جمہوریت روما مین صقلیہ کی اقتصادی حیثیت بھی قابل ذکر ہے، صقلیہ غلہ کا کھیت کہا جاتا ہے، کسان مالگذاری مین غلہ دیا کرتے تھے، اور اب بھی وہ غلہ ہی نذر کرتے تھے لیکن جمہوریت روما کے قبضہ سے پہلے صقلیہ کا غلہ صقلیہ ہی مین رہتا تھا، اب صقلیہ کا غلہ اٹلی کو جانے لگا تھا،

زوال قرطاجنہ مین صقلیہ کی شرکت

رفتہ رفتہ صقلیہ نے روما کی لڑائیون مین مساویانہ حصہ لینا شروع کیا، ۱۴۶ھ ق م مین کارتھیج یعنی قرطاجنہ کا تختہ الٹ دیا گیا، اس مین اہل صقلیہ بھی شریک تھے

Marfat.com

اس مین صقلیہ کو جو کچھ نفع پہنچا صرف یہ تھا کہ صقلیہ کی وہ تمام چیزین جو اہل قرطاجنہ افریقہ اوٹھا لے گئے تھے، اہل صقلیہ کو واپس مل گئین،

صقلیہ مین انحطاط اور بغاوتون کا آغاز

اس کے بعد رفتہ رفتہ صقلیہ مین انحطاط شروع ہوا، اس کے شہرون کی قدیم عظمت باقی نہین رہی صقلیہ کا غلہ زیادہ سے زیادہ مقدار مین اٹلی کھینچا جانے لگا اور یہی اسباب ایسے جمع ہوگئے کہ حکومت روما کو منظم بغاوتون کا سامنا کرنا پڑا، روما کے خلاف یہ بغاوت برپا کرنے والی جماعت غلامون کی تھی، کیونکہ یہی وہ قوم تھی جو صقلیہ مین سب سے زیادہ غلہ پیدا کرتی تھی، اور یہی وہ قوم تھی جو صقلیہ مین سب سے زیادہ رومیون کے مظالم کا شکار تھی،

غلامون کی پہلی بغاوت

غلامون کی پہلی بغاوت ۱۳۴ق م مین برپا ہوئی، ان کا لیڈر ایک شامی یونس نامی تھا، اس کے جھنڈے کے نیچے ۷ ہزار فوج جمع ہوگئی، اس نے اپنا نام انٹی کیورز رکھا اور ہنا (هنریا) کو دار الحکومت قرار دیکر اپنی حکومت قائم کرلی، حکومت روما نے منظم طریقہ سے بغاوت فرو کرنا شروع کیا، یہان تک کہ آخر مین صرف ہنا قبضہ مین رہ گیا، آخر ۱۳۲ق م مین روپیلیس نے اسکو بھی مغلوب کرلیا، اور وہی یہان کا گورنر مقرر ہوا ۱۳۱ق م مین چند قواعد و احکام منضبط کیے جس سے کچھ دنون تک امن و امان قائم رہا،

غلامون کی دوسری بغاوت

لیکن اس کے قوانین غلامون کی تمام شکایتون کے سدباب کرنے مین کامیاب نہین ہوئے اور بالآخر دوسری بغاوت اٹھ کھڑی ہوئی، جو ۱۰۲ق م سے شروع ہوئی اور بالآخر ۹۹ق م مین فرو ہوگئی،

بغاوتون کا نتیجہ

صقلیہ کی تاریخ مین غلامون کی ان بغاوتون کو نہایت اہم حیثیت حاصل ہے اور ان کے نہایت تفصیلی واقعات ہین، حکومت روما نے بالآخر غلامی کو قطعاً مسدود کردیا، اور تمام غلامون کو آزاد کرکے رومی حقوق عطا کردیے گئے، لیکن غلامون کے آقاؤن نے گورنرون کو رشوت

Marfat.com

دیکر سینٹ کے احکام کو نافذ نہ ہونے دیا، غلاموں کی اس بغاوت کا خاتمہ نہایت دردناک طریقہ پر انجام پایا تھا یعنی بغاوت کے استیصال کے بعد ایمفی تھیٹر قائم کیا گیا، اور خونخوار حکام نے اسٹیج پر درندوں اور غلاموں کی کشمکش کا نظارہ کرنا چاہا لیکن غلاموں نے ان ہولناک منصوبوں کو سنکر قید خانہ میں آپس ہی میں ایک دوسرے کو مار ڈالا،

روما کی خانہ جنگیوں میں صقلیہ کی حیثیت اور صقلیہ کے گورنروں کے دردناک مظالم

اس کے بعد روما میں خانہ جنگی (سول وار) شروع ہوگئی، اور صقلیہ مختلف مفرورین کی بہترین جائے پناہ ثابت ہوا، اور اسی سلسلہ میں یہاں کی سیاست کی گتھی بھی الجھ گئی، اور گورنروں کے مظالم نہایت دردناک طریقوں سے شروع ہوگئے اور ۸۲ ق م سے ۷۵ ق م تک گورنر اپنے مظالم برپا کرتے رہے، سینٹ کا ممتاز رکن سسرو سینٹ میں صقلیہ کی حمایت میں آواز بلند کرتا ہے، لیکن وہ صدا بصحرا ثابت ہوتی ہے ۷۳ ق م میں ایک بدنام گورنر آتا ہے لیکن ۷۰ ق م سے پھر مظالم کا دور شروع ہوجاتا ہے، گایس ویرس مسلسل تین سال تک گورنری کے عہدہ پر فائز رہا اور ایسے ناقابل بیان مظالم کئے کہ پوری سرزمین صقلیہ تھرا اٹھی،

جمہوریت روما سے علحدگی

جب جمہوریت روما کے خاتمہ کے بعد رومن شہنشاہی میں سیزر کے عہد سے روما کی سول وار (خانہ جنگی) کا آغاز ہوا تو اس میں صقلیہ کو آگے چلکر اگسٹس سیزر کے عہد میں نمایاں حصہ لینا پڑا سکسٹس نے اگسٹس کے خلاف جو علم بلند کیا تھا، اس میں وہ ۴۳ ق م میں صقلیہ آکر کامیاب ہوا، اور ۷ برس تک صقلیہ ایک مستقل حکومت کا پایۂ تخت رہا، جو کہ اٹلی اور رومن طاقت سے جنگ آزما تھی،

ان سات برسوں میں مختلف واقعات پیش آئے جب ... روما کیلئے بند ہوگیا، تو اہل روما نے اگسٹس سیزر کو صلح پر مجبور کرنا شروع کیا، اور صلح کے بعد سکسٹس ... صقلیہ میں تسلیم کرلی گئی لیکن جنگ نے اپنے ہتھیار نہیں رکھے اور مختلف بہانوں سے پھر معرکہ کارزار گرم ہوگیا، کبھی سیزر کو شکست ہوئی اور کبھی سکسٹس کی دوسرے وعہدیدار حکومت کے مقابلہ میں کامیاب ہوا، سکسٹس کو اگرچہ ستارۂ تقدیر نے

کی رفاقت حاصل تھی، اور وہ دیوتا نیپچون کی نسل سے اپنے کو بتا رہا تھا، لیکن نیپچون نے اس کے ساتھ غداری کی، اور سنہ ۳۶ ق م مین صقلیہ کی حکومت سکسٹس کے ہاتھ سے نکل کر اگسٹس سیزر کے قبضہ مین آگئی، اور سنہ ۳۵ ق م مین سکسٹس کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہوگیا، اور اسکے ساتھ صقلیہ مین نیپچون کی پرستش کا بھی خاتمہ ہوگیا،

صقلیہ رومن امپائر کا ایک صوبہ

اس کے بعد صقلیہ پھر ایک رومن امپائر کا ایک معمولی صوبہ بن گیا، اور باشندون کے وہی حقوق وامتیازات اور اس مین وہی اوتار چڑھاو کے قصے پیش آئے، یہان تک کہ سنہ ۱۲۶ء مین جب روما نے مصر فتح کرلیا، تو مصر کے غلہ کی فراوانی نے صقلیہ کی عظمت ورفعت کو نقصان پہنچایا اور اب رومن امپائر کا کھیت صقلیہ کے بجائے مصر قرار پاگیا،

اور اسی کے ساتھ ہی رومن شہنشاہی مین زوال آنا شروع ہوگیا، پھر سنہ ۳۲۳ء مین شہنشاہ قسطنطین نے مذہب عیسوی قبول کیا، اور رومن شہنشاہی مین نئے سرے سے جان آگئی جس کے اثرات صقلیہ مین بھی ظاہر ہوئے،

غلامون کی تیسری بغاوت

اس کے بعد کے واقعات کچھ زیادہ اہمیت نہین رکھتے، البتہ سنہ ۲۶۰ء سے سنہ ۲۶۹ء تک صقلیہ مین غلامون کی تیسری جنگ خاص طور پر قابل ذکر ہے، جو علمبرداران مسیحیت کے خلاف غلامون نے انھی مظالم کے باعث برپا کی تھی، لیکن وہ پھر زیر کرلئے گئے،

صقلیہ مین ایک نئے دور کی ابتدائی علامتین

اس کے بعد شہنشاہ پروبس (سنہ ۲۷۶ تا سنہ ۲۸۲) کے عہد مین صقلیہ مین ایک نئے دور کے آغاز کی ابتدائی علامتین ظاہر ہوتی ہین یعنی یورپ کی باربرین قومین جو آگے چلکر رومن شہنشاہی کو برباد کرنے والی ہین صقلیہ پر حملہ آور ہوتی ہین، اور لوٹ مار کرکے چلی جاتی ہین، باربرین مین سب سے پہلا حملہ آور سیتہ فرینکس کا تھا، جو دراصل شمال جرمنی وشمالی فرانس کے باشندے تھے،

رومن امپائر کا انقسام اور صقلیہ کا تعلق مملکت غربیہ روم سے

شہنشاہ تھیوڈوسیس نے سنہ ۳۷۹ء مین رومن امپائر کو دو حصون مین منقسم کردیا،

Marfat.com

ایک مملکت شرقیہ تھی، اس کا پایہ تخت قسطنطنیہ قرار پایا، اور بیزنطی حکومت کے نام سے موسوم ہے، اور دوسری مملکت غربیہ تھی، جس کا پایہ تخت روما رہا، اور تھیوڈوسیس کے دو لڑکے دونوں ممالک کے عنانگیر رہے اور صقلیہ مملکت غربیہ کا ایک حصہ رہا،

ازمنۂ مظلمہ کی ابتدا اور مملکت غربیہ روما کا خاتمہ

پھر مملکت غربیہ روما پر باربرین قوموں کے بادل منڈلانے لگے اور اس زور شور سے آئے کہ اس حکومت کے ٹکڑوں ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی، اور بالآخر فرمانروائے روما ایک شہنشاہ ہونے کے بجائے ایک ... پوپ بن کر رہ گیا اور ۴۷۶ء میں حکومت کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو گیا،

یورپ کی تاریخ میں یہ دور ازمنۂ مظلمہ سے تعبیر کیا جاتا ہے جب مغربی حکومت روما کے ٹکڑے ٹکڑے الگ ہو کر مختلف ممالک انگلستان فرانس، جرمنی اور اٹلی وغیرہ میں مختلف قوموں نے اپنی اپنی حکومت قائم کر لی، اسی طرح جزیرۂ صقلیہ کی سرزمین بھی انھی نئے فاتحوں کے دست ظلم میں پہنچ گئی، اور ایسے ایک دور کا آغاز ہوا کہ جس کی نظیر تاریخ میں مشکل سے پیش کی جا سکتی ہے،

ازمنۂ مظلمہ میں صقلیہ میں مختلف حملہ آور قومیں

اسی دور انقلاب یعنی ازمنۂ مظلمہ میں صقلیہ پر مختلف باربرین قومیں مختلف زمانوں میں حملہ آور ہوئیں اور اپنی اپنی حکومتیں قائم کیں جنہوں نے صقلیہ پر تین مقامات اٹلی، افریقہ، اور جزائر بحر روم کی طرف سے حملے کئے گئے، سب سے پہلے دکنی اٹلی کی طرف سے دیگی ابتدائی حملہ معمولی تھا، حملہ آور گال، گال ملک فرانس کے رہنے والے تھے، مغربی گال کے فرمانروا الیرک نے روم پر ۴۱۰ء میں قبضہ کرنے کے بعد صقلیہ اور افریقہ پر حملہ کرنا چاہا، لیکن اس کی وفات کے باعث گال کو صقلیہ میں قدم جمانے کا موقع نہ مل سکا، کیونکہ دراصل تیوڈوسیس اس کے مالک بننے والے تھے،

وندال قوم کے شہنشاہ گیسرک نے ۴۲۹ء میں افریقہ میں ٹیونس میں حکومت قائم کر لی، مالطہ صقلیہ

Marfat.com

پر بھی قبضہ کرلیا، لیکن اپنے آخری دور حکومت یعنی ۴۷۶ء میں صقلیہ خراج کی شرط پر شاہ روما کو دیدیا گیا، روما میں اس وقت اوڈواکر فرمانروائی کررہا تھا، شہنشاہ قسطنطنیہ نے بادشاہ اسکی حکومت تسلیم کرلی تھی اور برائے نام خطاب عطا کیا تھا اس مناسبت سے صقلیہ بھی رومن امپائر کا جزو کہلاتا تھا اگرچہ اصلی فرمانروا گاتھ ہی تھے،

پھر اوڈواکر کی جگہ مشرقی گاتھ کا شاہ تھیوڈورک ۴۹۳ء میں آیا، اور صقلیہ بھی اسی کے قبضہ میں آیا، لیکن صقلیہ کا خراج روما کے بجائے گال جانے لگا، اور صقلیہ گاتھک حکومت کا ایک جزو بن گیا، گاتھ کے آثار اب تک صقلیہ میں موجود ہیں،

مملکت شرقیہ روما (حکومت بیزنطی) کی کروٹ اور صقلیہ کی طرف بیزنطی بیڑا

کچھ دنوں کے بعد شہنشاہ جسٹینین کے عہد میں مشرقی رومن امپائر (بیزنطی) نے کروٹ لی، اور کھوئے ہوئے اقتدار کو حاصل کرنا چاہا، چنانچہ سپہ سالار بلیساریس کی کمان میں ۵۳۳ء میں بیزنطی لشکر سب سے پہلے سسلی آیا اور ابتدائی فتوحات کے بعد افریقہ پر فوج کشی کی گئی، جب افریقہ بیزنطی علم کے نیچے آگیا، تو بلیساریس نے سسلی کا دوبارہ رخ کیا اور ۵۳۵ء میں سسلی کے گاتھک فرمانرواؤں سے معرکہ آرائی شروع ہوگئی،

صقلیہ حکومت بیزنطی کا ایک صوبہ

لیکن بیزنطی لشکر کو کچھ زیادہ جدوجہد نہیں کرنی پڑی، اہل صقلیہ اپنے موجودہ فرمانرواؤں سے بہت پہلے سے بیزار تھے، اسلئے صقلیہ کے تمام شہروں نے اپنے دروازے کھولدئے البتہ پلرمو نے مقابلہ کیا، لیکن چھ مہینہ سے زیادہ محاصرہ کی ضرورت پیش نہیں آئی چنانچہ ایک سال کے ختم ہونے سے پہلے پہلے پورا صقلیہ بیزنطی حکومت کے زیر اقتدار تھا، دوسرے سال بلیساریس اٹلی روانہ ہوا اور پورے اٹلی پر بھی اس نے اقتدار حاصل کرلیا، لیکن گاتھ اس آسانی سے ان مقبوضات سے دستبردار نہیں ہوسکتے تھے ۵۵۰ء اور ۵۵۱ء میں شاہ ٹوٹیلا نے صقلیہ پر آخری حملہ کیا، اور گو وہ شہروں میں سے کسی پر قبضہ حاصل نہ کرسکا، مگر پورے جزیرہ کو برباد کرڈالا، اور چار مقامات پر اپنی فوجیں چھوڑ کر یہاں سے واپس

چلا گیا، یہانتک کہ ۵۵۵ء میں گاتھک آخری مرتبہ اس جزیرہ سے نکالے گئے اور پورا جزیرہ حکومت بزنطی[ن] کا ایک اہم صوبہ قرار پا گیا جس کا دارالحکومت قسطنطنیہ تھا، اور صقلیہ کا گورنر رومن امپائر کا سب سے بڑا عہدہ دا[ر] سمجھا جاتا تھا،

صقلیہ کا مذہبی حیثیت سے قسطنطنیہ کے ماتحت بننا

پھر آٹھویں صدی میں صقلیہ میں ایک اہم انقلاب پیش آیا یعنی جب روما کے پادر[ی] نے شہنشاہ لیو قسطنطنیہ کی مخالفت مورتیوں کے بارے میں کی، تو صقلیہ نے اپنے شہنشاہ کا ساتھ دیا، اور وہ مذہبی حیثیت سے بھی قسطنطنیہ کے گرجا کے ماتحت ہو گیا، اور اسکی وجہ سے صقلیہ ایک مرتبہ پھر پورے طور پر یونانی دنیا سے ملا دیا گیا کیونکہ حکومت بزنطی قسطنطنیہ تمام تر یونانی ... و آثار پر قائم تھی،

جنوبی اٹلی کی مختلف حکومتیں

اور آخر اسی مذہبی جنگ کی بنا پر قدیم روما سے شہنشاہ قسطنطنیہ کی علی[حدہ] حکو[مت] قطعاً اٹھ گئی، اور ۸۰۰ء میں امپائر کے اسوقت پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے جب فرینکس کے شاہ چارلس د[ی] گریٹ کو شہنشاہیت کا تاج پہنا دیا گیا، اور اس کے ساتھ اٹلی کا ایک بڑا حصہ قسطنطنیہ سے الگ کر دیا [گیا] اور ان پر لمبارڈ نے اپنا اقتدار جما لیا،

اگرچہ اب اٹلی میں متعدد حکومتیں قائم ہو گئیں لیکن ان میں سے کسی نے بھی صقلیہ کا رخ نہیں کیا، اور جنوبی اٹلی کا ایک حصہ اب بھی حکومت بزنطی کے پاس یادگار باقی رہ گیا،

عرب و روم کی جنگ کا آغاز اور شہنشاہ قسطنطین دوم کی صقلیہ میں آمد اور صقلیہ کی بغاوت

صقلیہ اسی طرح حکومت بزنطی کے ماتحت تھا، کہ عرب و روم کی جنگ کا آغاز ہو گیا، اور اسی سلسلہ میں ۶۶۵ء میں شہنشاہ قسطین دوم صقلیہ آیا، ا[ور] ۶۶۸ء میں غسلخانہ میں قتل کر دیا گیا،

اسکی وفات کے بعد اہل صقلیہ نے مزیزیس کو صقلیہ کا بادشاہ بنایا، لیکن دوسرے سال قسطنط[ین] کا لڑکا قسطنطین چہارم (صاحب اللحیہ) صقلیہ آیا، اور مزیزیس کو مغلوب کر کے سارے جزیرے پر قبضہ کر لیا،

صقلیہ پر عربون کے حملے

یہی زمانہ ہے جبکہ صقلیہ پر عربون کے حملے شروع ہوجاتے ہین جن کا آغاز اگرچہ ساتوین صدی سے شروع ہوگیا تھا، لیکن نوین صدی ہی حملے بڑے پیمانہ پر ہونے لگے اور دسوین صدی میں پہلے پہلے عرب سارے جزیرے کے مالک بن گئے،

صقلیہ کی قدیم تاریخ مین فریمان کے اختتامی جملے

مسٹر فریمان سسلی کی قدیم تاریخ کو ختم کرتے ہوئے آخری پیراگراف مین لکھتے ہین:-

"مسلمانون کی آمد سسلی کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے، آہستہ آہستہ یہ ملک بالکل فتح کرلیا گیا، اور اسکے ساتھ یورپ اور مسیحیت کی ......"

اور اسی کے ساتھ قدیم جنگ یورپ و افریقیہ یعنی یونانیون اور سامیونکے درمیان شروع ہوگئی، اور اس مرتبہ پہلے سے زیادہ تیز تھی ......

مسلمانون کی آمد سے اس جزیرہ کی تاریخ خود اپنی تاریخ بنکر شروع ہوتی ہے اور یہ ایک نہایت طویل اور لمبی تاریخ ہے جو کسی دوسری جلد مین بیان کی جائیگی"[1]

مسٹر فریمان کی یہ دوسری جلد عالم وجود مین نہ آسکی، اور آج یہی فریضہ یہ درماندہ قلم ادا کرنے چلا ہے اس لیے سسلی کی یہ ابتدائی اور قدیم سرگذشت سننے کے بعد صقلیہ مین عربون کے کارنامے کھول کر دیکھیے

---

[1] عہد روما کے آغاز سے حکومت بزنطی کے خاتمہ تک کے حالات مسٹر فریمان کی تاریخ (ہسٹری آف دی سسلی، جلد ۳) خصوصاً سسلی کی قدیم تاریخ پر لکھی گئی ہے، کے ص ۴۹۵ سے ۵۰۰ تک مسلسل ماخوذ ہیں

صقلیہ پر عربون کے ابتدائی حملے

۳۳ھ - ۲۱۲ھ
۶۵۳ء - ۸۲۷ء

ساتوین صدی عیسوی مین دنیا کی دو بڑی سلطنتین روم و عرب
یا
عیسائی اور مسلمان

جسوقت اسلام کا آفتاب بطحا کی وادی سے طلوع ہوا، اس وقت سرزمین عرب کے اردگرد ساسانی و رومی حکومتون کے جاہ و جلال کا ستارہ بلند تھا، اسلئے عرب جونہی اسلام کی دعوت اتحاد قبول کرکے یک نقطہ پر جمع ہونے لگا، تو اس کی ان ہمسایہ حکومتون کو اپنے اپنے وجود کا خطرہ نظر آنے لگا چنانچہ اسلام کے قدم حدود عرب مین پورے طور پر جمنے بھی نہین پائے تھے، کہ عرب کے دو گوشون سے دو گھنگور گھٹائین اٹھین کہ اس نور کی کرنون کو پھیلنے نہ دین، لیکن ریگستان عرب کے گرم و تیز آفتاب نے دم کے دم مین دونون بادلون کو چھانٹ چھانٹ کے اس طرح منتشر کردیا کہ تھوڑی ہی دیر مین ایران و شام کا مطلع صاف ہوگیا اور اسی کے ساتھ وادی نیل کی فضا بھی رومی گرد و غبار سے پاک ہوگئی،

تخت کسریٰ کے الٹتے ہی ایرانی قوت کا تو خاتمہ ہوگیا، لیکن رومی سلطنت عہد قدیم سے قائم تھی اور رومی دنیا کی اولوالعزم قومون یونان اور قرطاجنہ وغیرہ کی جانشین تھی، دنیا کا ربع مسکون ان کے گھوڑون کی ٹاپ سے روندا جاچکا تھا، اگر شام و مصر ان کے ہاتھ سے نکل گئے، تو ان سے دہ چند بڑے

Marfat.com

صوبوں میں ان کا سکہ جاری تھا، باایں ہمہ شام و مصر کا زوال رومی دبدبہ و سطوت کیلئے ناقابل فراموش تھا، اس لئے وہ اپنے کھوئے ہوئے صوبوں کے سرنگون علم کو سربلند کرنے کیلئے منڈلا منڈلا کر شام کا مطلع غبار آلود کرتے رہتے تھے،

ادھر عربوں کی شمشیر آبدار میں اسلام کی صیقل گری سے ایسا دم آگیا تھا، کہ وہ ما فوق العادۃ عزم و ہمت سے رومیوں کے مقابلہ میں کمربستہ ہوگئے، اور جس رومی صوبہ پر ایک مرتبہ بھی اسلامی پرچم لہرا گیا پھر اسکو ہمیشہ سربلند رکھنے کے لئے عرب کا بچہ بچہ جان نثاری کیلئے تیار تھا،

یہی کشمکش تھی جو ساتویں صدی عیسوی میں شروع ہوئی، اور اسی عہد سے دنیا کی تاریخ میں دو متحارب قومیں صفحۂ عالم پر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئیں، جنکو روم و عرب یا عیسائی اور مسلمان کہا جاتا ہے،

روم و عرب کی آویزش

روم و عرب کی باہمی آویزش کا پہلا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ سنہ ۶ھ نبوی میں جب اسلام کے قاصد دحیہ تبلیغی خطوط لیکر بصرہ و شام کا سفر کر رہے تھے، تو رومی رعایا کے ہاتھ سے جو عیسائی غسانی عرب تھے، شہید ہوئے، بعد ازیں اسلام کے دوسرے قاصد حارث بن عمیر بھی غسانی رومی حکومت کے حدود میں قتل کئے گئے، ان شہدا کے انتقام میں عربی تلوار نیام سے نکلی، اور سنہ ۸ھ میں غزوۂ موتہ پیش آیا، اسکے بعد سے مسلمان رومی حملہ کے ہر وقت متوقع رہتے تھے، اور رومیوں کے مدینہ منورہ پر حملہ کی افواہیں اڑنے لگیں، آخر آنحضرت صلعم مجاہدین کے ساتھ مدافعت کیلئے خود مقام تبوک میں تشریف لے گئے، جو حدود شام میں واقع تھا، اور جنگ کے اسی سلسلہ نے پہلے شام کو اور پھر مصر کو عربوں کے زیر نگین کر دیا،

جب عرب کے ہمسایہ صوبے شام و مصر اسلامی حکومت کے زیر اقتدار آگئے، تو بحر روم کے سواحل انکے پاؤں کے نیچے آگئے، اور رومی ہر سال ان بحری راستوں سے ان اسلامی ملکوں پر تاخت کرنے لگے، یہ دیکھکر یہاں کے مسلمان والیوں نے دربار خلافت میں بحری پیش قدمی کی درخواست بار بار پیش

Marfat.com

کرنی شروع کی، لیکن حضرت عمرؓ نے خشکی کے بہادرون کو بحری میدانون مین قدم رکھنے کی اجازت نہین دی، اور ممالکِ اسلامیہ کی حد بندی کر کے انکی حدود کے قائم رکھنے کی سخت تاکید فرمائی، اسلئے شام و مصر کے مفتوح ہونے کے بعد عربون کے نزدیک روم و عرب کی معرکہ آرائی گویا ختم ہو چکی تھی،[1]

لیکن رومی اپنی قومی حمیت سے شام و مصر جیسے زرخیز صوبون سے دست بردار ہونے کیلئے تیار نہین ہوئے، اور انکے بازیافت کی پیہم کوشش شروع کر دی، اور اپنی ریشہ دوانیون مین کامیاب ہو کر ابتداً اہل مصر کو بغاوت پر آمادہ کر دیا، جنھون نے اپنے رومی گورنر مقوقس کی مرضی کے برخلاف علمِ بغاوت بلند کر دیا، اور ۲۵ھ مین منوبل کی سرکردگی مین حکومت بزنطی قسطنطنیہ کے جنگی بیڑے ساحل اسکندریہ پر لنگرانداز ہو گئے،[2]

اور حضرت عمرؓ کی احتیاط جو رومی سے روم و عرب کی آویزش کا جو سلسلہ منقطع ہو چکا تھا، پھر نئے سرے سے جاری ہو گیا،

اس رومی پیشقدمی کے جواب مین مسلمانون نے بھی طبلِ جنگ بجایا، اور بارگاہ خلافت سے بلاد روم کو تاخت و تاراج کرنے کا فرمان صادر ہو گیا، غیور و شجاع عرب میدان کارزار مین اتر پڑے اور اسلامی فتوحات کا دائرہ روز بروز وسیع ہونے لگا، چنانچہ اسی زمانہ مین امیر معاویہ روم کے ایشیائی صوبون پر حملہ آور ہوئے، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح خشکی کے راستہ سے افریقیہ پہونچے، اور ان سب کو باجگذار بنا لیا گیا،

اس کے ساتھ اسی موقع سے فائدہ اٹھا کر امیر معاویہ نے خلیفۂ وقت حضرت عثمانؓ سے بحری جنگ کی اجازت طلب کی، اور ۲۸ھ مین جزیرۂ قبرس کو باجگذار بنایا گیا،

غرضیکہ ۲۵ھ سے ۳۳ھ تک روم و عرب کے جو حالات رہے ان کے نتیجہ کے طور پر دونون قومون

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۵۹ [2] ابن اثیر ج ۳ ص ۶۲،

کی طرف سے ایک دوسرے کے خلاف ایسی سرگرمی شروع ہوگئی، جو تھوڑے تھوڑے وقفون کے سوا مدت ہائے دراز تک ملتوی نہین ہوئی، اور درحقیقت صقلیہ کی اسلامی تاریخ کو بھی اسی سلسلۂ جنگ کی ایک کڑی سمجھنا چاہیے، کیونکہ ان ابتدائی واقعات سے دنیا مین ایک ایسی خونریز جنگ کا سلسلہ شروع ہوگیا، جس کے شعلے صدہا سال تک بلند رہے،

صقلیہ پر اسلامی حملے کے اسباب: جزیرہ صقلیہ سال ہجرت سے ۸۷ سال قبل ۵۳۵ء مین دوبارہ حکومت بیزنطی کے زیر اقتدار آیا، اور اس حکومت کو یہان اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی، کہ جب رومی فاتح سقلیۃ بلیسیس صقلیہ پہنچا، تو یہان بجز پلرم کے تمام شہرون نے اپنے دروازے کھول دئے، اور چھ مہینے کے اندر ہی پلرم بھی مفتوح ہوگیا، اور پورے جزیرہ پر بیزنطی پرچم لہرانے لگا،[۱]

صقلیہ کے اس طرح زیرنگین ہونے سے حکومت بیزنطی کو اس پر کامل اعتماد حاصل تھا، اور تمام عیسائی دنیا مین اس کی مخصوص وفاداری مسلم تھی، اس لئے جب شام و مصر اسلامی فتوحات کے دائرے مین شامل ہونے لگے، تو صقلیہ وہان کے مفرور عیسائیون کی پناہ گزینی کے لئے ایک مستحکم قلعہ ثابت ہوا، چنانچہ ۱۹؁ھ مین قیساریہ کے مفتوح ہونے کے بعد وہان کے رومی گورنر نے یہین آکر پناہ لی،[۲]

اسی طرح ۳۱؁ھ مین عربون کی پیشقدمی کے جواب مین جب قیصر روم قسطین دوم (۶۴۲؁ء تا ۶۶۸؁ء) پانچ چھ سو جہازون کے عظیم الشان جنگی بیڑے کے ساتھ مسلمانون پر حملہ آور ہوا اور شدید بحری معرکہ آرائی کے بعد ہزیمت اٹھائی تو یہان سے فرار ہوکر قسطنطنیہ واپس

---

[۱] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳، (بیزنٹاین امپائر) ص ۸۸، [۲] فتوح الشام و مصر، واقدی (ہامانہ ... ص ۱۰۱)

جانے کے بجائے جنگی تیاریوں کیلئے صقلیہ چلا آیا، اور یہیں بیٹھ کر شام، مصر اور افریقہ کے اسلامی مقبوضات میں بغاوت کرانے اور ان پر جارحانہ حملوں کی تیاریاں کرنے میں مصروف ہو گیا، کیونکہ یہی بیزنطی مقبوضہ علاقہ ان اسلامی مقبوضات سے قریب واقع تھا، جہاں سے ہر قسم کی خفیہ ریشہ دوانیاں جاری رکھی جاسکتی تھیں[1]۔

ان واقعات سے عربوں کو صقلیہ کی مرکزیت کا پورے طور پر احساس ہونے لگا اور اسلامی مقبوضات، شام و مصر، اسکندریہ اور افریقہ کی بقا و تحفظ کیلئے صقلیہ پر حملہ آور ہونے کا خیال قدرۃً پیدا ہو گیا، کیونکہ صقلیہ میں والی قیساریہ کی پناہ گزینی، شہنشاہ قسطنطنیہ کی امداد و جنگی تیاریاں، مصر اور افریقہ کے اسلامی مقبوضات میں منظم بغاوت کرانے اور باغیوں کے کھلے بند معاون ہونے سے پے درپے ایسے اسباب جمع ہو گئے جنکو عرب کسی طرح نظر انداز نہ کر سکے، اور قدرتی طور پر انھیں صقلیہ پر حملہ آور ہونے کی ترغیب ہوئی، کہ اگر صقلیہ اسلامی قلمرو میں شامل نہ ہو سکے، تو کم از کم اسکو خود اپنی مدافعانہ بندیوں میں ایسا مشغول رکھا جائے، کہ نہ اسکو اپنے ہمسایہ اسلامی مقبوضات میں ریشہ دوانیوں کا موقع مل سکے نہ حکومت بیزنطی یہاں ایسی مرکزی فوجی طاقت قائم کرے جس سے ان اسلامی مقبوضات پر جارحانہ حملوں کی جرات پیدا ہو،

چنانچہ اسی نقطۂ نظر سے سنہ ۳۳ھ میں سب سے پہلا اسلامی بیڑا صقلیہ کی تاخت و تاراج کیلئے

[1] ابن اثیر ج ۳ ص ۲۰ ۔ صقلیہ پر سب سے پہلے اسلامی حملہ کی یہ تعیین کسی قدر تشریح طلب ہے کیونکہ اولاً عام مورخین نے ان ابتدائی حملوں کا تذکرہ سرے سے نظر انداز کر دیا ہے اور اس کا آغاز اس سنہ سے کرتے ہیں، جب اسلامی بیڑا اغالبہ کے دور حکومت میں سنہ ۲۱۲ھ میں صقلیہ کو اسلامی قلمرو میں شامل کرنے کے لئے افریقہ سے روانہ ہوا، اور ساحل پر اتر کر واپسی کے جہازوں کو نذر آتش کر دیا، چنانچہ عرب مورخین میں سے ابن اثیر اور یورپ کے عام مورخین گبن وغیرہ نے صقلیہ پر اسلامی حملہ اسی عہد سے شروع کیا ہے، اور جن عرب مورخین نے اسلامی حملوں کا آغاز دور اغالبہ کے

Marfat.com

روانہ ہوا، اور مسلمانون نے سب سے پہلی مرتبہ سرزمین صقلیہ پر قدم رکھا، اور صقلیہ پر مسلمانون کے ابتدائی حملون کا آغاز ہوگیا، جن کا سلسلہ ۲۱۲ھ تک سو سال سے زیادہ قائم رہتا ہے،

سب سے پہلا تخیل صقلیہ پر حملہ آور ہونے کا خیال، واقدی کی روایت کے بموجب سب سے پہلے امیر معاویہ کو پیدا ہوا،

(بقیہ حاشیہ ص ۷۴) پیشتر دکھایا ہے، ان کے بھی دو بیان ہوگئے ہین، ایک کے رو سے اموی عہد یعنی سنہ ۴۶ھ سے ابتدا ہوتی ہے، اور دوسری روایت کے بموجب خلافت راشدہ ہی مین اس کا آغاز ہوجاتا ہے، لیکن دوسری روایت اسقدر مجہول رہی ہے کہ اب تک زمانہ حال کے مورخین مین سے جنلوگون نے عربون کے ان ابتدائی حملون کا تذکرہ کیا ہے، وہ بلا استثنا اسکی ابتدا اسی سنہ ۴۶ھ سے شروع کرتے ہین، چنانچہ اس سلسلہ مین سب سے آخری تحریر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (سسلی طبع اول) کی ہے، اس نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، لیکن ان پر اعتماد کرنے سے پیشتر مناسب ہے کہ جن عرب مورخین نے عربون کے ان ابتدائی حملون کا تذکرہ کیا ہے، ان کا ایک عام جائزہ لیا جائے،

ان ابتدائی حملون کے متعلق عرب مورخین کی مختلف روایتین ہین،

(۱) پہلی روایت بلاذری و دیگر مورخین کی ہے، جس کے رو سے صقلیہ پر سب سے پہلا حملہ عہد اموی مین امیر معاویہ کے حکم سے معاویہ بن حدیج کی سرکردگی مین سنہ ۴۶ھ مین ہوا، یہ بیڑا افریقیہ سے آیا تھا، اور مال غنیمت ساتھ لے کر واپس گیا،

دور حاضر مین جن مختلف اہل قلم نے صقلیہ کے ابتدائی حملون کا تذکرہ کیا ہے، انھون نے بالعموم اسی بیان کو قبول کیا ہے،

(۲) دوسری روایت ایک غیر معتبر راوی یعنی واقدی کی ہے، جس سے پتہ چلتا ہے، کہ صقلیہ پر سب سے پہلا حملہ خلافت راشدہ کے دور مین عہد عثمانی مین ہوا، واقدی کا بیان اگرچہ نہایت مفصل ہے، جس کی تفصیل کی کوئی تائید کسی دوسری روایت سے نہین ہوتی، مگر اس روایت مین کسی سنہ کی تعیین نہین کیگئی ہے،

(۳) تیسرا بیان ابن عذاری کا ہے، یہ صقلیہ پر سب سے پہلا حملہ سنہ ۳۲ھ مین قرار دیتا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:-

سنہ ۳۲ھ اغزی معاویة بن حدیج	سنہ ۳۲ھ مین معاویہ بن حدیج نے ایک بحری فوج
جیشًا فی البحر الی صقلیة فی مائتی مرکب	صقلیہ بھیجی جو سو جہازون مین تھی، اس نے

چنانچہ لکھتا ہے:-

امیر معاویہ والیٔ شام نے خلیفۂ وقت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صقلیہ پر فوج کشی

(بقیہ حاشیہ ص ۵۵) فسبوا وغنموا واقاموا شھرا — قیدی گرفتار کئے، مال غنیمت حاصل کیا، اور ایک مہینہ قیام پذیر رہی،
(البیان المغرب وراماری ص ۲۵۲)

اگر یہ عبارت یہیں ختم ہو جاتی تو واقدی کے بیان کی پوری تائید ہوتی، لیکن البیان المغرب کا یہ نسخہ ناقص ہے، اور پھر یہی شائع بھی ہوا ہے، اس میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد چند سطریں [illegible] ہیں، پھر نصف سطر کی عبارت میں بعض ایسے واقعات کا تذکرہ آیا ہے، جو ۴۶ھ میں پیش آئے اس [illegible] کہ جو سطرین ضائع ہو گئی ہیں، ان میں ۳۲ھ کے حملہ کے دیگر حالات کے بعد ۴۶ھ کے حملہ کا تذکرہ [illegible] کے بعد کے واقعات بھی اسی ۳۲ھ کے ضمن میں درج کر دئے گئے ہیں، جس سے یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ اس نے ۴۶ھ کے واقعہ کو ۳۲ھ میں قرار دیدیا ہی۔

لیکن ابن عذاری آگے چل کر ۴۶ھ کے واقعہ کو بھی مستقل طور پر بلاذری [illegible] نقل کرتا ہی (البیان المغرب وراماری ص ۲۵۲) اس سے قیاس ہوتا ہے کہ اسکو دو روایتیں ملی ہیں ایک ۳۲ھ کے حملہ کی، اور دوسری ۴۶ھ کے واقعہ کی، اور اس نے دونوں کو اپنے اپنے موقع پر جگہ دی، اسلئے اسکی روایت کے رو سے پہلا حملہ ۳۲ھ میں قرار دیا جا سکتا ہی،

(۴) چوتھی روایت ایسے مورخین کی ہے جنھوں نے حملہ کا سب سے پہلا سال ۳۲ھ کو قرار دیا ہے، اور اس کے تحت دوسرے حملہ ۴۶ھ کے واقعات درج کئے ہیں، چنانچہ اس سلسلہ میں نویری کی نہایۃ الارب میں ایک دلچسپ مسامحت ہو گئی ہو یعنی جب اسکو صقلیہ کے حملے کا سب سے پہلا سال ۳۲ھ معلوم ہوا، اور حملہ کے تفصیلی واقعات ۴۶ھ کے ملے تو اس نے ان دونوں کی آمیزش سے ایک مرتب واقعہ قلمبند کر لیا، جس سے اغلاط کی ایک عجب داستان تیار ہو گئی، [illegible] ہے:-

۳۲ھ ذکر اول من غزا جزیرۃ صقلیہ — سب سے پہلا حملہ جو جزیرۂ صقلیہ پر مسلمانوں کی طرف سے کیا گیا وہ ۳۲ھ میں عبداللہ بن قیس الفزاری کا حملہ تھا
[illegible] وھو عبداللہ بن قیس الفزاری

کی اجازت لیکر تین سو جنگی جہازون کا ایک بیڑا صقلیہ روانہ کیا۔[1]

(بقیہ حاشیہ [illegible])

من [illegible] معاویہ بن حدیج وکان قد [illegible] — جو معاویہ بن حدیج [illegible] کیا تھا [illegible]

من [illegible] فی خلافۃ معاویۃ بن — [illegible] معاویہ [illegible]

ابن سفیان [illegible] ... نہایۃ الارب نویری ص ۴۲۵ — سفیان بن خلافت کے عہد مین پیش آیا

نویری [illegible] روشن ہے، اور یہ واقعات ۴۶ھ مین پیش آئے، پھر ۳۲ھ تو خلافت راشدہ کا دور تھا

جب کہ حضرت عثمان [illegible] مین شروع ہوا تھا [illegible] کیا معنی؟

[illegible] ابن ابی دینار [illegible] اس نے بھی ۴۶ھ کے واقعہ کو ۳۲ھ

مین درج [illegible] صقلیہ کے حملہ کا پہلا سال ۳۲ھ کو قرار دیا ہے۔

یہان تمام مختلف بیانون مین یہ امر قابل لحاظ ہے، کہ ابن عذاری، نویری، اور ابن ابی دینار کے ان غلط بیانون

مین [illegible] نکلتا ہے کہ عربون کا سب سے پہلا حملہ ۴۶ھ ۶۶۵ء مین ہوا، اسلئے یہ لوگ ۳۲ھ کی تعیین مین باہم بالکل متفق

نہین البتہ [illegible] حالات [illegible] دیجاتے ہین کہ حملہ آور بیڑا کہان سے آیا، کس کی تحریک سے یہ واقعہ وقوع پذیر ہو، جو مال غنیمت

حاصل ہوا، اس کا خمس کس فرمانروا کے پاس گیا، بلاشبہہ یہ تینون مورخین باتفاق یہی بتاتے ہین، کہ حملہ آور

بیڑا افریقیہ سے معاویہ بن حدیج کی تحریک سے آیا، اور مال غنیمت کا خمس امیر معاویہ کے پاس بطور خلیفہ

بھیجا گیا،

اس لئے ان تینون روایتون مین دو متضاد امور جمع ہین، اگر یہ واقعہ ۳۲ھ مین پیش آیا، تو یہ تفصیلات

صحیح نہین، اور اگر اس واقعہ کی یہ تفصیلات صحیح ہین، تو یہ واقعہ ۴۶ھ بعہد اموی کا ہے، اسلئے سال کی تعیین

صحیح نہین اور ہمین اصولاً یہی آخری صورت اختیار کرکے اس سنہ کی تعیین کو مسامحت پر محمول کرلینا چاہئے جیسا کہ ایسے موقعون

پر بالعموم یہی روش اختیار کیا جاتا ہے،

لیکن [illegible] جمع ہوگئے ہین جن سے تعیین سنہ کو مسامحت پر محمول کرنا صحیح

نظر نہین آتا، [illegible] ولا [illegible] سنہ کو ہم صرف اس لئے نظرانداز نہین کرسکتے کہ عام مورخین نے اس کا تذکرہ

نہین کیا، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ مین بحر روم پر جسقدر اسلامی حملے ہوئے، ان کے حالات ہمارے مورخین

اگرچہ صقلیہ کی رومی حکومت کو افریقیہ کے عیسائیوں نے مسلمانوں کے اس ارادہ سے باخبر کر دیا تھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۷) بڑی حد تک بے خبر رہے، اور نہ ان کے نقطۂ نظر سے ان کی کوئی ایسی اہمیت تھی، کہ وہ ان کو خصوصیت سے درج کرتے، البتہ وہ اجمالی طور پر ان حملوں کے وقوع پذیر ہونے سے باخبر تھے، چنانچہ ابن اثیر ۲۸ھ میں فتح قبرس کا تذکرہ کرکے بحر روم کے ان حملوں کے متعلق اجمالی طور پر صرف یہ لکھ دیتا ہے:۔

وبقی عبد اللہ بن القیس الجاسی علی البحر	اور عبد اللہ بن القیس کے حملے جاری رہے،
فغزا خمسین غزاۃ من بین شاتیۃ وصائفۃ	اور اس نے موسم گرما و سرما کے پچاس بری
فی البر والبحر (ابن اثیر ج ۳ ص ۷۵)	و بحری حملے کئے،

معاویہ بن حدیج کی سرکردگی میں ۳۴ھ میں افریقیہ پر ایک حملہ ہوا تھا، لیکن عام مورخین عرب اس سے ناواقف تھے، ابو العرب اس جنگ کا تذکرہ کرکے لکھتا ہے:۔

وکانت تلک الغزوۃ لا یعرفہا کثیر من	اور ان حملوں کو بہت سے لوگ نہیں
الناس (معالم الایمان ج ۱ ص ۴۱)	جانتے ہیں،

پھر اگر صقلیہ کے ۳۲ھ کے حملہ کا سنہ اور اس کے واقعات عام طور پر لوگوں کو معلوم نہیں ہوئے تو کیا جائے حیرت ہے، آخر ۳۰ھ کے قریب سالوں میں عبد اللہ بن قیس کے وہ سب بحری حملے کب اور کہاں ہوئے، اس لئے اگر اس عام تاریخی میں کسی جگہ صرف حملہ کا سنہ ملتا ہے، اور اس کے واقعات غلط ہیں، تو یہ کوئی تعجب خیز اور ایسا ناقابل وثوق نہیں ہوگا، کہ اس زمانہ کے بحر روم کے حملوں سے لوگ عام طور پر ناواقف تھے،

علاوہ ازیں جیسا کہ تذکرہ کیا جا چکا ہے، ابن عذاری نے ان واقعات کو ۳۲ھ/۴۵ھ میں درج کرنے کے بعد ۴۴ھ/۴۶ھ کے واقعہ کو جداگانہ حیثیت سے پیش کیا ہے، اس لئے اس کے نزدیک یہ دونوں واقعے جداگانہ طور پر دو سالوں میں پیش آئے، اور اگر کتاب کا مکمل نسخہ موجود ہوتا، تو عجب کیا ہے، کہ ۳۲ھ کے مستند واقعات ہمیں مل جاتے،

لیکن جب ابن عذاری کا بیان موجود نہیں تو قدرۃً ہمارے پیش نظر واقدی کا وہ بیان آتا ہے،

لیکن حکومت صقلیہ نے مدافعت کی کوئی تیاری نہین کی، اور مسلمانون کے تین سو جنگی جہاز ساحل صقلیہ پر یکایک آکر لنگر انداز ہوگئے، رومی گورنر اسلامی فوج کے جائزہ کے لئے قلعہ پر چڑھ گیا، پھر نیچے اتر کر سابق

(بقیہ حاشیہ ص ۷۸) جسمین اگرچہ کوئی سنہ مذکور نہین، لیکن اُس کی تفصیلات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ خلافت راشدہ کے عہد سے متعلق ہے، اور ہمارے پاس صرف یہی ایک ایسی روایت ہے، جو ۳۳ھ کے حملہ کی نسبت کہی جا سکتی ہے، کیونکہ یہ حملہ غزوۃ الصواری کے بعد بیان کیا جاتا ہے، اور غزوۃ الصواری مستند روایت کے روسے ۳۱ھ مین پیش آیا، اسلئے عہد عثمانی مین ۳۱ھ کے بعد یہ حملہ ثابت ہوتا ہے، پھر دوسری طرف عہد عثمانی مین ۳۴ھ سے فتنون کا دور شروع ہوجاتا ہے، جسکے بعد تمام اسلامی بحری و بری پیش قدمیان موقوف ہوجاتی ہین اور فتوحات کا سلسلہ رک جاتا ہے، ان وجوہ سے تسلیم کرنا پڑے گا، کہ صقلیہ کا سب سے پہلا حملہ ۳۱ھ (۶۵۱ء) کے بعد اور ۳۴ھ (۶۵۴ء) سے پہلے وقوع پذیر ہوا اور پھر ہم ابن عذاری، نویری، اور ابن ابی دینار کی تصریح کی روشنی مین ۳۳ھ کو قطعی طور پر متعین کر سکتے ہین،

ہم ان مورخین کے ان بیانون کی روشنی مین یہان تک پہنچے تھے، کہ ہمین اس کی تائید مین ایک نئی روایت سے آگاہی ہوئی، جس سے مذکورۂ بالا بیان کی مزید تصدیق ہوتی ہے، یہ روایت لسان الدین الخطیب کی کتاب "اعمال الاعلام فی من بویع قبل الاحتلام من ملوک الاسلام" کی ہے، اس نے اپنی اس کتاب مین صقلیہ کے متعلق ایک مختصر باب شمالی افریقہ کی تاریخ کے ضمیمہ کے طور پر اضافہ کیا ہے، وہ صقلیہ کے اسلامی حملون کو جس ترتیب سے لکھتا ہے، اس سے سب سے پہلا حملہ خلافت راشدہ ہی مین قرار پاتا ہے، چنانچہ لکھتا ہے۔

قال ارباب التواریخ کان اول من غزا جزیرۃ صقلیہ من امراء افریقیۃ الموجھین الیھا من قبل الخلیفہ عثمانؓ ثم معاویہ بعدہ الامیر معاویہ بن حدیج الکندی فلم تزل تغزی بعد ذالك (یادگاری مضامین ص ۲۱۴)

ارباب تاریخ کا بیان ہے، کہ سب سے پہلے جزیرہ صقلیہ پر اُن امراے افریقہ مین سے کسی نے حملہ کیا جنکو خلیفہ عثمانؓ نے افریقہ مین متعین کیا، پھر امیر معاویہ نے حملہ کیا، اور اس کے بعد معاویہ بن حدیج نے کیا، اس کے بعد اس پر ہمیشہ حملے جاری رہے،

اور اسی طرح انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کے مقالہ نگار (سسلی) نے بھی سسلی پر پہلا اسلامی حملہ دمشق سے بتایا ہے، اور اس نے سنہ کی تعیین کی ہے، جس کے روسے سال ہجری ۳۳ھ قرار پاتا ہے، (طبع یازدہم، ج ۲۵ ص ۳۱) لیکن یہ دور

والی قیسار یہ کو مشورہ کے لئے طلب کیا،

والی قیساریہ (شام) قیساریہ کے مفتوح ہونیکے بعد یہین آکر پناہ گزین تھا، وہ مسلمانون کی جنگی کارگذاریون سے آگاہ تھا، او مختلف میدانون مین شکست کھا کر مجاہدین کے صبر و استقلال اور خارق العادت جنگی عزم و ارادے کے سامنے ہتیار ڈال کر اپنا زیر حکومت علاقہ ان کے سپرد کر چکا تھا، اسلئے اس نے مشورہ کے وقت ابتدا مصر و شام کے واقعات دُہرائے مسلمانون کی پامردی و جوانمردی کے مختلف واقعات سناکر مشورہ دیا، کہ ان کو کچھ دے دلا کر واپس کردیا جائے لیکن رومی گورنر صقلیہ نے اس کے مشورہ کو نہایت حقارت سے رد کردیا، اور مدافعانہ تیاریون مین مصروف ہوگیا جب اسکی جنگی تیاریان مکمل ہوگیئن، تو قدیم طریقۂ جنگ کے مطابق اس نے اسلامی فوج مین ایک ایلچی روانہ کیا، کہ وہ مسلمانون کی حملہ آوری کے اغراض دریافت کرے مسلمانون نے بھی اپنا نمایندہ ایک ترجمان کے ساتھ گورنر صقلیہ کے پاس بھیدیا،

اسلامی نمایندہ نے گورنر صقلیہ کے بعض سوالون کے جواب مین بعثت نبوی، فضائل نبوی، اسلام کی عالمگیر اشاعت، اور اسلامی فتوحات کی وسعت وغیرہ کے حالات تفصیل سے سنائے، پھر صقلیہ پر حملہ آور ہونے کا سبب ان الفاظ مین ظاہر کیا،۔

"سرزمین شام مین جو واقعات گذر چکے ہین، ان سے تم واقف ہوگے، اور تم اس حقیقت سے بھی آگاہ ہوگے، کہ ہم نے اپنی بے مایہ اور کمزور فوجی طاقت کے باوجود ہرقل کو فاش شکست دی،

رہا یہ ص ۱ فتن تھا، اسلئے درحقیقت اسکی اصل بھی سنہ یہی ہے، ان تمام حالات مین بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے، کہ صقلیہ پر سب سے پہلا حملہ سنہ مین کیا گیا،" سلہ (حاشیہ صفحہ ۸۰) گو یہ جنگ کے مفصل واقعات مستند نہین کہے جاسکتے لیکن تصحیح و تغلیط سے قطع نظر کر کے محض ضمنی طور پر بطور تفریح درج کرتے ہین، واقدی نے امیر لشکر کا نام نہین لیا ہے لیکن ابن اثیر نے عبداللہ بن قیس الجاسی کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اسکی بنا پر عجب کیا ہے کہ یہ پہلا حملہ انہی کی سرکردگی مین انجام پایا ہو،

اور وہ مسلمانوں سے خوف زدہ ہو کر قسطنطینیہ بھاگ گیا، اور اسکو اپنی ذلت و ناکامی کا ایسا صدمہ جانگداز ہوا کہ اس سے پھر جانبر نہ ہو سکا اور ناکام و نامراد اس دنیا سے چل بسا،

ہرقل کے بعد اس کے لڑکے قسطنطین[1] نے جگہ لی، قسطنطین اور اس کی فوج پر جو کچھ گذری اوس سے بھی تم واقف ہو کہ طوفان حوادث نے اس کو مع لشکر جرار کے ایسا تھپیڑا دیا کہ وہ پھر ہماری طرف رُخ نہ کر سکا، اور اب صقلیہ میں آکر پناہ گزین ہوا ہی،"

اس کے بعد سب سے آخر میں اسلامی نمایندہ نے اپنے عمومی مطالبہ کو ان الفاظ میں پیش کیا:-

"اب دو ہی صورتیں ہیں، یا تو تم لوگ دین اسلام میں داخل ہو جاؤ، اور یا تم ہماری ذمہ داری میں آجاؤ، اور اس کے معاوضہ میں وہ ٹیکس (جزیہ) ادا کرو، جو ذمی ممالک میں لیا جاتا ہی، اس کے بعد ہم تمھاری حفاظت کے پورے ذمہ دار ہوں گے، اپنے ملک میں امن و امان کی زندگی بسر کرو، ورنہ پھر آخری فیصلہ تلوار سے ہوگا،"

جب اسلامی نمایندہ کی پوری تقریر ختم ہو گئی، تو صقلیہ کے گورنر نے سلسلۂ کلام جاری کر کے کہا:-

"اپنے سالار فوج سے کہدو، کہ صقلیہ روم کے شہر نہیں جنھیں تم نے بآسانی مغلوب کر لیا، جزیرہ صقلیہ ایک محفوظ و مامون قلعہ ہی، اور درحقیقت اب جب تم نے ہماری تربیت یافتہ ٹڈی دل فوج اور بہترین فوجی طاقت کا بچشم خود مشاہدہ کر لیا ہے، تو تم اپنے کردار پر خود پشیمان ہو گے کہ بحر اروم کے عبور کی کیوں زحمت گوارا کی،

---

[1] اکثر عرب مورخین ابن اثیر وغیرہ اس عہد کے قیصر روم قسطین دوم (CONSTANS II) (۳۲۲ھ۔۳۶۸ھ) کو قسطنطین بن ہرقل کہتے ہیں، حالانکہ قسطین بن ہرقل ہونا چاہیے،

Marfat.com

کیا تم واقف نہیں کہ جس نے ہم پر حملہ آوری کی جرأت کی، اوسے نہایت ذلیل وخوار ہوکر واپس جانا پڑا، بلکہ ہم تو یہ قصدر کھتے ہیں، کہ تمھارے تمام مفتوحہ ممالک پر حملہ آور ہوکر تمھارے ہم مذہب لوگوں کو شکست دیں، اور نہایت ذلت سے گرفتار کرکے پابزنجیر جزیرہ میں لائیں،

اور تبدیلی مذہب کے متعلق جو کچھ تم نے کہا، وہ خام خیالی ہے ہم اپنے آباء واجداد کے مذہب پر ہیں، جو کبھی ترک نہیں ہو سکتا، اور جس جزیہ کا حوالہ دے رہے ہو وہ تو تمھیں خود ادا کرنا چاہئے کہ ہم تم پر حملہ آوری سے باز رہیں"

گورنر کے جواب میں اسلامی نمایندہ نے آخری بیان دینا شروع کیا:-

"ہم وہ لوگ ہیں جو جنگ وجدال سے رسوا نہیں ہوتے، ہمارے نزدیک موت کوئی باعث ننگ وعار نہیں، دنیا کی اس ناپایدار زندگی سے قتل ہو جانا زیادہ بہتر سمجھتے ہیں......"

گفتگو یہیں تک پہنچی تھی، کہ ایک بطریق مذہبی جوش سے دیوانہ وار اٹھا، اور اسلامی نمایندہ کو مخاطب کرکے کہنے لگا:-

"اے عرب! ہم سے کون مبارزہ کرتا ہے"

اسلامی نمایندہ نے جواب دیا:-

"تمھارے مقابلہ کے لئے ہم میں کا ضعیف ترین شخص تیار ہے"

بطریق یہ جواب سنتے ہی غضب آلود ہوکر ہاتھ میں ننگی تلوار سونتے ہوئے محل سے باہر نکل آیا، اور اسلامی فوج کے سامنے جاکر دعوت مبارزت دی، ایک افریقی نومسلم نے دعوت قبول کی، اور چشم زدن میں بطریق کا سر لئے ہوئے، اپنی جگہ واپس آگیا، اور باشندگان صقلیہ کو بآواز بلند مقابلہ کی دعوت دی،

Marfat.com

گورنر صقلیہ یہ تمام تماشہ دیکھتا رہا۔ افریقی کی جرأت و شجاعت سے محوِ حیرت تھا، سوال کیا، "کیا یہ عرب ہے"، جواب ملا "نہیں! یہ افریقہ کا ایک معمولی باشندہ ہے، جو دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا ہے اور اس کی یہ شجاعت قبولِ اسلام کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے"، یہ خبر اس کیلئے اور روح فرسا تھی، وہ پریشان ہوکر محل میں لوٹ آیا،

اس کے بعد مسلمانوں نے عام حملہ کا انتظام کیا، موقع جنگ درست کرکے منجنیق[1] وغیرہ نصب کردئے رومی فوج بھی مقابلہ میں صف آراء ہوگئی، اور طبل جنگ بجتے ہی حملے شروع ہوگئے، مسلمانوں نے پہلے منجنیق سے پتھر برسائے، جس سے رومی فوج اور وہاں کی عمارتوں کو کافی نقصان پہنچا، رومیوں نے منجنیق کے مقابلہ میں عرادات پتھر پھینکنے کے چھوٹے آلات سے کام لیا، لیکن اس سے کوئی خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں ہوا،

اس کے بعد دست بدست لڑائی کی نوبت آئی، فوج کو قدیم اصولِ جنگ کے مطابق میمنہ، میسرہ اور قلب میں تقسیم کردیا گیا تھا، آغازِ جنگ کے ساتھ ہی اسلامی فوج کے میسرہ پر رومیوں کے قدم اکھڑ گئے میسرہ کی فوج آگے بڑھتی چلی گئی، اور پورے ایک گھنٹہ تک رومیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارتی رہی، جب رومی بہت پیچھے ہٹ گئے تو جانباز مجاہدین اپنی جگہ میسرہ پر دوبارہ واپس آگئے،

سرزمین صقلیہ پر روم و عرب یا مسیحیت و اسلام کی یہ پہلی معرکہ آرائی شام تک جاری رہی، آخر رات کی تاریکی نے ایک دوسرے کو جدا کیا، اور جب فوج کا بادل پھٹا، تو میدانِ کارزار میں دونوں طرف کے کشتے خاصی تعداد میں پڑے دکھائی دئے،

---

[1] منجنیق کی اصل منجنیک ہے، جس کے معنی آلہ کے ہیں، پرانے زمانہ میں یہ ایک قسم کا آلہ تھا، جس میں بڑے بڑے پتھر رکھ کر اون کو جکڑ دیکر دشمنوں پر پھینکتے تھے، اور قلعوں کی دیواروں اور جھاڑیوں کے نشانوں کو مارتے تھے،

اب دستور کے مطابق دونوں فریق کو آرام وسکون سے رات بسر کرنی تھی، لیکن جانباز مجاہدین نچلے نہ بیٹھ سکے، انھیں ابھی اپنے رسد کا سامان کرنا تھا، رات کی پچھلی پہر اوٹھے، اور قرب وجوار کے مواضع پر چھاپا مارا، جہاں بہت کافی مال غنیمت دستیاب ہوا جسکو بحفاظت اپنے پاس رکھکر وہ مدتوں کے لئے سامان رسد سے بے فکر ہوکر جنگ جاری رکھ سکتے تھے،

یہ لڑائیاں کچھ دنوں تک اسی طرح جاری رہیں، اس درمیان میں صقلیہ کے رومی گورنر نے اپنی مرکزی حکومت بزنطی قسطنطنیہ سے امداد طلب کی لیکن وہاں کچھ شنوائی نہ ہوئی، تو فیسارنیہ کے سابق والی نے مشورہ دیا، کہ اسلامی امیر لشکر سے استدعا کی جائے، کہ چند روز کے لئے جنگ موقوف کردیجائے کہ صلح کے معاملات پر غور کیا جاسکے، اور اس درمیان میں ایک وفد قسطنطنیہ بھیجا جائے، جو مرکزی حکومت کو صحیح حالات سے باخبر کرے، لیکن خود رومی گورنر نے اس مشورہ کو مسترد کردیا، اور جنگ بدستور جاری رہی۔

جنگ کا یہ سلسلہ مدتوں قائم رہا، اس میں چند اہم معرکہ آرائیاں پیش آئیں، جن میں مسلمانوں کو غلبہ حاصل رہا، اور رفتہ رفتہ ان کے پاس مال غنیمت کا ایک انبار لگ گیا، اور صقلیہ کی فوج کی ایک کثیر تعداد موت کے گھاٹ اتر گئی۔

جنگ کا یہ سلسلہ قائم تھا کہ حکومت بزنطی قسطنطنیہ نے صقلیہ کی طرف توجہ کی، اور تین سو جنگی جہازوں کا بیڑا تیار کرکے صقلیہ کی حفاظت کے لئے روانہ کیا، اسلامی فوج مدت سے اپنی اسی طاقت کے ساتھ برسرپیکار تھی، ذخائر جنگ کا کافی حصہ اب تک خرچ ہوچکا تھا، افریقہ، مصر وشام سے کسی امدادی فوج کے جلد آنے کی کوئی توقع بھی نہیں تھی، اس لئے اگر اسلامی فوج رکی رہتی، تو ایک طرف صقلیہ کی فوجی طاقت سے مقابلہ رہتا، اور دوسری طرف رومی تازہ دم فوج کی مدافعت کرنی پڑتی پھر مسلمانوں کا مقصد صقلیہ کو قلمرو اسلامی میں داخل کرنا بھی نہ تھا، وہ جو کچھ چاہتے تھے، وہ حاصل ہوچکا تھا، اسلئے وہ شب

کی تاریکی میں ساحل صقلیہ سے لنگر اٹھا کر شام کی طرف روانہ ہو گئے،

امیر لشکر اپنی پوری فوج کے ساتھ مال غنیمت اور قیدیوں کو ساتھ لئے ہوئے دمشق پہنچے۔ امیر معاویہ نے جو ان دنوں والی شام تھے، فوج کی کامیابی و کامرانی اور ان حالات میں واپسی کی پوری داستان سن کر امیر لشکر کے طرز عمل کو محبت بھری نظروں سے نظر استحسان سے دیکھا، اور یہ تمام واقعات کی رپورٹ حضرت عثمان کے پاس دار الخلافت بھیجی گئی، حضرت عثمانؓ نے بھی امیر لشکر کے طرز عمل کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا، اور صقلیہ کی یہ پہلی مہم بایں طور انجام کو پہنچی۔[1]

رومیوں کا جوابی حملہ

مسلمانوں کی یہ حملہ آور جماعت لوٹ کر سرزمین شام میں واپس آ گئی تھی۔ اس لئے صقلیہ کے رومیوں نے اس اسلامی حملہ اور نیز ۲۷ھ میں افریقہ پر اسلامی تاخت[2] کے جواب میں قسطنطنیہ سے جنگی تیاریاں شروع کر دیں، اور ۳۵ھ میں ایک دوسرے عظیم الشان جنگی بیڑے کے ساتھ شام کی حملہ آوری کے لئے روانہ ہوا، لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا، رومی بیڑا سمندر کے تلاطم خیز طوفان کے نذر ہو کر منتشر ہو گیا، اور اگر عربی مورخین کی روایت صحیح ہو، تو قسطنطین دوم پھر صقلیہ میں آ کر پناہ گزین ہوا،[3]

عرب و روم کی عارضی صلح اور صقلیہ پر اسلامی حملہ کا التوا

رومی پھر جنگی تیاریوں میں مصروف ہو گئے، لیکن ادھر مسلمانوں میں خود خانہ جنگی کا آغاز ہو گیا، اور امیر معاویہ والی شام نے خلیفۂ وقت حضرت علیؓ کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہیں رومیوں سے بھی نپٹ لینا پڑا، کیونکہ وہ شام اور پھر روم کے شمالی ساحل پر قابض تھے، اور رومیوں کے مشترکہ حملے انہیں کی ولایت پر ہوتے رہتے تھے، جنگی مدافعت اور پیشقدمیوں کا سارا انتظام انہی کے ہاتھ میں تھا، اس لئے جب مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی کا آغاز ہوا تو امیر معاویہ کو دو طرفہ معرکہ آرائیاں پیش آئیں، ایک طرف انہیں خلیفۂ وقت کی فوج سے خشکی پر معرکہ آرا ہونا تھا، اور دوسری طرف

[1] فتوح الشام وغیرہ واقدی ج ۲ ص ۳۰ [2] معالم الایمان ابن ناجی قیروانی ج ۱ ص ۴۱ [3] تاریخ طبری ج ۲ ص … قسطنطین کی صقلیہ میں آمد و فوت کی تفصیل آگے آئے گی۔

الگ بحری حملون کی تیاریان کر رہے تھے، اس لئے انھون نے اپنے سیاسی مشیر کا عمرو بن العاص کے مشورہ
رومیون سے صلح کی سلسلہ جنبانی کی، اور دونون مین ایک عارضی صلح ہو گئی،[1] جس سے صقلیہ پر اسلامی تاخت
معرض التوا مین آگئی۔

اثنائے صلح مین رومیون کی جنگی تیاریان اور صقلیہ کا فوجی استحکام

اس عارضی صلح سے رومیون کو بڑی تقویت پہنچی، حکومت بیزنطی کا نظام حکومت نئے سرے سے مرتب ہونے لگا، تمام صوبے دوبارہ تقسیم کی رو سے قائم کئے گئے۔ جابجا فوجی مرکز بنائے گئے، اور صرف چند سال مین حکومت بیزنطی ایک مستحکم و مضبوط طاقتور حکومت بن گئی۔ چنانچہ مسٹر سی وائی سی اومن کے بیان سے پتہ چلتا ہے، کہ حکومت بیزنطی نے پہلے تمام ممالک محروسہ کی حد بندی کی، پھر پوری مملکت بیزنطی کو مختلف صوبون مین تقسیم کیا، اور ہر صوبہ کا نیا نظام قائم کرنے کے علاوہ جدا جدا نام بھی تجویز کئے گئے، صوبون کی یہ تقسیم مشرقی و مغربی نقطۂ نظر سے کی، چھ صوبے یعنی آرمینا اور اناطولیہ وغیرہ مشرقی مملکت مین اور اسی طرح چھ صوبے یعنی تھریس، تھیسولونیکا، اور افریقیہ وغیرہ مغربی حصہ مین قائم ہوئے اور انھی مغربی صوبون مین سے ایک اہم صوبہ سسلی بھی قرار پایا۔

صوبون کی یہ تقسیم خالص فوجی نقطۂ نظر سے عمل مین آئی تھی، کہ یہ انتظامی صوبے ہونے کے بجائے حکومت بیزنطی کے الگ الگ فوجی مرکز قائم ہو جائین چنانچہ اس جدید تقسیم سے پیشتر صوبون مین انتظامی و فوجی شعبے الگ الگ تھے لیکن اب صوبون کی انتظامی حیثیت نظر انداز کر دی گئی، اب ہر صوبہ کا افسر اعلےٰ وہان کا سب سے بڑا سپہ سالار بھی تھا چنانچہ مسٹر اومن بہ تصریح لکھتے ہین:-

"ان مین سے ہر ایک صوبہ ایک مستقل فوجی چھاؤنی تھا جنمین سے ہر ایک کو تھیم (THEME) سے موسوم کیا گیا، اور فوج ہی کا افسر اعلیٰ صوبہ کا گورنر بھی تھا۔"

[1] اخبار الطوال ص ۱۷۸، یورپ کے مورخین نے اس صلح کے واقعات کو ایسی رنگ آمیزی سے پیش کیا ہی کہ امیر معاویہ نے رومیون کا باجگذار بنا قبول کر لیا، لیکن یہ صحیح نہین (اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۰، بیزنطائن ایمپائر اومن)

Marfat.com

قسطنطین کے اس عہد کے طریق سیاست سے پتہ چلتا ہے، کہ اوس نے ان تمام صوبون مین صوبہ صقلیہ کو فوجی نقطہ نظر سے سب سے زیادہ اہمیت دی، اگر عرب مورخین کی روایتین صحیح ہین، تو قسطین دوم قیصر روم متعدد بار صقلیہ آیا، در نہ مغربی مورخین کے بیان کے مطابق یون کہنا چاہیے کہ وہ عربون سے جنگ آزما ہونے کے لئے اپنی زندگی کے آخری دور مین صقلیہ چلا آیا، کیونکہ یہان اسکو ایسی فوجی طاقت اور ان صوبون سے ایسی گہری دلچسپی پیدا ہوگئی تھی، کہ اسکو روما کی عظمت رفتہ یاد آگئی، اور مقدس شہر روم کو لمبارڈ کے وجود سے پاک کرنے کیلئے ۶۶۳ع مین یہین سے کوچ کر کے روم پر حملہ آور ہوا، چنانچہ مسٹر اومن کا بیان ہے:-

"باشندگان قسطنطنیہ کو اسقدر خطرہ ہونے لگا، کہ اب وہ روم کو یا صقلیہ کے دار الحکومت سیراکیوز کو اپنا پایہ تخت بنانے والا ہے[1]"

کیونکہ وہ عربون کے حملے سے صقلیہ کو محفوظ رکھنے کے علاوہ یہان سے افریقہ، مصر اور شام کی بازیافت کی کوشش کر سکتا تھا، اور غالبا یہی اسباب تھے جنکی بنا پر اس نے صقلیہ کے فوجی استحکام کی طرف خاص توجہ کی چنانچہ مسٹر جان بری پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی نے اپنے ایک مقالہ سلطنت رومانی بحری حکمت عملی مین اس حقیقت کو جابجا تسلیم کیا ہے، کہ قسطین کے قیام صقلیہ کا واحد مقصد مسلمانون کے خلاف ایک بحری مرکز قائم کرنا تھا، چنانچہ ایک موقع پر لکھتے ہین:-

"قسطین دوم ۶۶۳ع مین صقلیہ آیا، اور ۶۶۸ع تک وہین رہا، اس نے افریقہ وغیرہ پر اسلامی اقتدار کے استحکام کے برخلاف صقلیہ مین ایک بحری مرکز قائم کیا، کیونکہ اسکو افریقہ کے اسلامی اقتدار سے خطرہ تھا، کہ صقلیہ، جنوبی اٹلی اور یونانی علاقہ ان کی زد مین ہوگا، اور بحر ایڈریاٹک کے دروازے دشمن پر کھل جائینگے اور ڈلمیشیا اور اکیزار کیٹ ان کے رحم و کرم پر ہونگے۔

انہی وجوہ سے اس نے صقلیہ اور جنوبی اٹلی مین بحری قوت کو مضبوط کرنا چاہا، لیکن رومیون کی

---

[1] سٹوری آف دی نیشنس ج ۳۰ بیزنٹائن امپائر ص ۱۶۸

حکومت کی اطاعت کو برداشت نہ ہوسکا، اور انہی کوششوں میں مصروف تھا، کہ ۶۶۸ء میں قتل کردیا گیا۔

مسٹر جان بری لکھتے ہیں کہ جب تک فوجی بحری مرکز کا سبب صقلیہ اور جنوبی اٹلی کا صرف تحفظ تھا یا ہے لیکن یہ آسانی سمجھا جاسکتا ہے، کہ اگر حکومت بزنطی کا بحری مرکز اسلامی حکومت افریقہ کے اسقدر قریب قائم ہوجاتا، تو خود اس کے لئے کیا کیا خطرات تھے، اور بزنطین کو بحر شام میں پے درپے جو زخم لگے تھے، وہ اسقدر جلد مندمل ہوجاتے کہ وہ شام و مصر تک کے اسلامی علاقوں پر بھی حملہ آور نہ ہوتا۔

لیکن اس کا قتل ہوجانا، گویہ سبب منظور نہ تھا، قسطنطین صقلیہ ہی میں خود اپنی وفادار رعایا کے خنجر خونچکان کا نشانہ بن گیا، اور پھر اس کے بعد خواہ جیسا کہ مسٹر جان بری کا خیال ہے، اس کے جانشینوں نے یہ نکتہ فراموش کردیا، اور یا اسلامی بیڑے کا ہر وقت حملہ خود قسطنطین کے ارادوں میں مزاحم ہوا، اور صقلیہ کو بحری مرکز بننے کا موقع نہ ملا، اور عین اسوقت جبکہ قسطنطین صقلیہ کو بحری مرکز بنانے کا منصوبہ پورا کررہا تھا، اسلامی حکومت افریقہ نے صقلیہ میں حکومت بزنطی کی ان فوجی تیاریوں کے روک تھام کیلئے افریقہ سے ایک زبردست اسلامی بیڑہ روانہ کیا، جو یہاں ایک مہینہ تک صقلیہ کی تازہ دم فوج سے نبرد آزما رہکر اپنی فوجی قوتوں کی نمائش کرکے واپس چلا گیا،

دوسرا حملہ | عربوں کا یہ دوسرا حملہ ۴۸ھ میں ہوا، جبکہ قسطنطین بذات خود صقلیہ میں مقیم تھا، اس حملہ کے بانی معاویہ[1] بن حدیج الکندی والی افریقہ تھے، انھوں نے عبداللہ بن قیس کی سرکردگی میں دو سو[2] جنگی جہازوں

سے یادگار ہیں مصادر میں ج ۲ ص ۹۴۔ [1] معاویہ بن حدیج الکندی نوجوان صحابی تھے، یہ عثمانی تھے، اور اسی لئے امیر معاویہ کے نہایت معتمد علیہ رکنوں میں شمار کئے جاتے تھے، طبری میں ہے کہ جب عمرو بن العاص نے اپنی حکمت عملی سے حضرت ابوموسیٰ اشعری کی زبان سے حضرت علیؓ کے معزول ہونے کا اعلان کرایا، اور پھر خود عمرو بن العاص نے امیر معاویہ کے حق میں خلافت کا فیصلہ کیا، تو عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے بیان کے مطابق اسوقت معاویہ بن حدیج ہی پہلے شخص تھے جنھوں نے امیر معاویہ سے بیعت کرنے کیلئے ہاتھ بڑھایا، اور بیعت خلافت کی، اور پھر انھی نے محمد بن ابی بکر قاتل عثمان کو تہ تیغ کیا دیکھو ص ۲۹

Marfat.com

کا بیڑا صقلیہ روانہ کیا، عبد اللہ بن قیس کو بحر روم کی لڑائیوں کا کافی تجربہ تھا، اسلئے صقلیہ کے اس حملہ میں بھی اسکو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی، اور یہ بیڑا ایک مہینہ تک کامیاب معرکہ آرائیوں کے بعد کثیر مال غنیمت کے ساتھ افریقیہ واپس آگیا،

معاویہ بن حدیج نے حکومت اسلامی کے اصول وقوانین کے مطابق واپسی کے بعد قیروان میں مال غنیمت کو تقسیم کیا، اور اس کا پانچواں حصہ مرکزی حکومت کے بیت المال کیلئے امیر معاویہ بن ابی سفیان کی خدمت میں روانہ کر دیا، صقلیہ کے اس مال غنیمت میں زر و جواہر سے مرصع سونے چاندی کے مجسمے بھی شامل تھے، جو امیر معاویہ کے پاس بھیج دئے گئے تھے،

امیر معاویہ نے ان بتوں کے سونے چاندی کی مالیت کے علاوہ ان کی صنعت سے بھی فائدہ اٹھانا چاہا، اور مذہبی نقطہ نظر کو نظر انداز کر کے ان کو فروخت کرنے کیلئے ہندوستان بھیجنا چاہا، لیکن مورخین کا بیان ہے کہ امیر معاویہ کے اس طرز عمل کو عام مسلمانوں نے ناپسند کیا، الونویری کے بیان کے مطابق اس اختلاف کی وجہ سے امیر معاویہ اپنی اس تجویز پر عمل نہ کر سکے لیکن ابن عذاری کی روایت ہے کہ اس احتجاج کے باوجود وہ ہندوستان بھیج دئے گئے،

چنانچہ بلاذری اور بیرونی نے بھی ان کے ہندوستان بھیجے جانے کی تصریح کی ہے، اور بیرونی نے ان کے سندھ کے فرمانرواؤں کے یہاں فروخت ہونے کا ضمنی تذکرہ کر کے امیر معاویہ کے طرز عمل کی توجیہ بھی کی ہے،

اس کے علاوہ امیر معاویہ نے اسی مال غنیمت سے تونس میں کنوئیں بھی کھدوائے جو آبار

اس لئے امیر معاویہ کے دور فرمانروائی میں یہ ممتاز عہدہ ولنبر سرفراز ہوئے مختلف ولایتوں کے والی مقرر ہوئے، ۵۰ھ میں افریقیہ کی ولایت پر آئے، اور اس سے پیشتر بھی کئی مرتبہ مختلف مہموں کے ساتھ افریقیہ آچکے تھے، ۵۰ھ کے آخر میں افریقیہ سے پھر امیر معاویہ نے انہیں عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے بجائے مصر کا والی مقرر کر دیا، (طبری ج ۷ ص ۹۰ حوادث ۵۰ھ)

مدتیج کے نام سے موسوم ہوئے۔[۱]

اس حملہ کا اثر صقلیہ کی سیاست پر

مسلمانوں کے اس حملہ کا صقلیہ کی سیاسیات پر نہایت گہرا اثر پڑا، کیونکہ صقلیہ کی رومی رعایا میں سے ایک طبقہ اپنے مذہبی مناقشوں کی بنا پر قسطین سے پہلے ہی سے بدظن تھا، پھر وہ عربوں کے خلاف صقلیہ میں جو کچھ تیاریاں کر رہا تھا، اس کا خمیازہ خود اس کی موجودگی میں اہل صقلیہ کو بھگتنا پڑا، اس لئے یہ اور اسی قسم کے مختلف اسباب ایسے جمع ہوگئے، کہ خود قسطین کے برخلاف ایک منظم سازش کی گئی، اور بالآخر اسکو غسل خانہ میں تہ تیغ کر دیا گیا۔[۲]

قسطین کے قتل ہونے کے بعد صقلیہ کے سیاسیات میں بھی انقلاب ہو گیا، اور دوسری طرف عرب فاتح بھی اپنی دوسری مشغولیتوں میں مصروف ہوگئے، اب حکومت بنی امیہ کی ساری توجہ مغربی ممالک میں سے صرف افریقہ کے معاملات کی طرف مبذول رہی، کیونکہ اگرچہ افریقہ کے چند مقامات مفتوح ہو چکے تھے، اور یہاں اسلامی حکومت کا باقاعدہ نظام قائم تھا، مگر ابھی تک شمالی افریقہ میں حکومت قرطاجنہ کا علم بھی بلند تھا، اور جس کے سرنگوں کئے بغیر بحر روم کے اسلامی ممالک کو اقتصادی و تجارتی آزادی نصیب نہیں ہوسکتی تھی، کہ بحر روم کے اسلامی تجارتی جہاز کو فوجوں کے سایہ میں سفر کرنا پڑتا تھا،

چنانچہ تقریباً ربع صدی سے زیادہ زمانہ گذر گیا، اور صقلیہ کے رومیوں اور اسلامی جہازوں میں کوئی آویزش نہیں ہوئی لیکن اسی اثنا میں صقلیہ کے داخلی حالات نے بھی پلٹا کھایا، حکومت بیزنطی کے خلاف

---

[۱] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۳۵، کتاب البیان المغرب ابن عذاری (ترجمہ اردو) ص ۲، کتاب المونس فی اخبار افریقہ و تونس ابن ابی دینار ص ۲۵، دیوت صلۃ السمط ابن شباط ورامار ی ص ۲۱، معالم الایمان ج ۱ ص ۱۴، نہایۃ الارب نویری مدامار ی و کتاب الہند بیرونی ص ۲۰۷، [۲] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳، بیزنطائن ایمپائر ص ۱۷۹، قسطین کے مقتول ہونے کے سنہ میں عرب اور یورپ کے مورخین کے متضاد بیان ہیں، یورپ کے مورخین ۶۶۸ء قرار دیتے ہیں، ہم نے حکومت بیزنطی کی مسلسل تاریخ کو پیش نظر رکھتے ہوئے یورپ کے مورخین کے بیان کو قبول کیا ہے، اس رو سے ۴۸ سال ہجری سنہ قرار پاتا ہے،

Marfat.com

جو بغاوتیں برپا ہوئی تھیں، وہ فرو ہوگئیں، جن باغیوں نے سر اٹھایا، ان کی سرکوبی ہوئی اور اس طرح اسلام سے یہاں کی فوجی اور خصوصاً بحری طاقت میں جو اضمحلال آگیا تھا، وہ بھی رفتہ رفتہ دور ہوا، اور حکومت صقلیہ ایک مرتبہ پھر اپنے دم خم سے میدان میں اتری، صقلیہ کے جنگی جہاز بحر روم میں منڈلاتے دکھائی دینے لگے، اور پھر جب زیادہ جرأت پیدا ہوئی، تو ہمت کر کے اسلامی جہازوں پر جارحانہ پیشقدمیاں اور غارتگریاں بھی شروع ہوگئیں، اور اس سلسلہ میں سنہ ۶۹ھ میں سب سے پہلا واقعہ پیش آیا،

یہ عبد الملک بن مروان کے دور خلافت کا واقعہ ہے، اس نے افریقیہ میں عقبہ بن نافع کی شہادت کے بعد بعض باغیوں کی سرکوبی کے لئے زہیر بن قیس بلوی کو سنہ ۶۲ھ (۶۸۱ء) میں افریقیہ کے عہدۂ ولایت پر مامور کیا، وہ عقبہ کی شہادت کے بعد سے برقہ میں مقیم تھے، یہاں سے مرکزی حکومت کی امدادی فوج کو ساتھ لیکر قیروان روانہ ہوئے، اور اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے بعد سنہ ۶۹ھ (۶۸۸ء) میں مصر واپس جا رہے تھے، کہ راستہ میں یہ دردناک واقعہ پیش آیا، ابن اثیر کا بیان ہے، کہ جب شہنشاہ قسطنطنیہ کو برقہ سے زہیر کی روانگی کا حال معلوم ہوا، تو اس موقع کو مغتنم سمجھ کر حکومت بزنطی نے برقہ پر حملہ آوری کا ارادہ کیا، چنانچہ اس کا لشکر جرار صقلیہ پہنچا، اور صقلیہ کی امدادی فوجی کی معیت میں برقہ پر چھاپا مارا، اہل برقہ بے سروسامان تھے، اس لئے رومیوں نے خوب خوب حوصلے نکالے، سوء اتفاق کہ زہیر اسی موقع پر قیروان سے واپس جا رہے تھے، رومیوں نے انکے جہاز کو بھی گھیر کر سب کو شہید کر ڈالا چنانچہ ابن اثیر پوری تفصیل سے یوں لکھتا ہے:-

رومیوں کو کسیلہ باغی کی سرکوبی کے لئے زہیر کے برقہ سے افریقیہ جانے کی اطلاع قسطنطنیہ میں مل چکی تھی، انھوں نے برقہ کے خالی ہونے کے موقع کو غنیمت سمجھا، اور بہت سے جہازوں میں عظیم الشان طاقت لے کر جزیرہ صقلیہ سے نکل کر برقہ پر غارت گری کی، اور بہت سے قیدیوں کو گرفتار کرلیا، لوگوں کو تہ تیغ کیا، اور عام لوٹ مار مچائی، عجب اتفاق کہ جس وقت رومیوں کے غارتگر جہاز ساحل برقہ پر نمودار ہوئے، اسی وقت زہیر بھی قیروان سے مصر جاتے ہوئے، برقہ میں داخل ہوئے اور اسلامی فوج کو رومیوں کے مقابلہ کرنے کا

Marfat.com

پوری ہدایت کرکے خود اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے راستہ پر ہو لئے لیکن رومی ایک انبوہ کثیر کے ساتھ حملہ آور ہوئے تھے، اہل برقہ نے زہیر کو دیکھ کر داد و فریاد شروع کی، اور زہیر کا سفر ناممکن ہو گیا، آخر جنگ مین خود شریک ہو گئے، نہایت گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی، رومیون کو غلبہ حاصل ہوا، اور انھون نے زہیر اور ان کے تمام ساتھیون کو قتل کر دیا۔ ان مین سے ایک آدمی بھی سلامت نہین بچا، اور رومی اپنے مال غنیمت سمیت قسطنطنیہ واپس چلے گئے "[1]

حکومت صقلیہ کی اس جارحانہ پیشقدمی سے اولاً وہ تمام خطرات پورے ہو گئے، جو آج سے ربع صدی بیشتر اسلامی حکومت کو صقلیہ کے فوجی مرکز قائم ہو جانے سے پیدا ہوئے تھے، علاوہ ازین زہیر کو ایک عام نمایان شہرت حاصل تھی، اس لئے ان کی شہادت سے دارالخلافت مین ایک کہرام مچ گیا، "یالثار زہیر یالثار زہیر" کی صدائین ہر طرف سے آنے لگین، معززین و وقار اہل شہر کا ایک وفد خلیفہ عبدالملک کی خدمت مین حاضر ہوا، اور زہیر کے واقعہ الیمہ پر عنان توجہ منعطف کرائی، اور خود عبدالملک بھی حد سے زیادہ متاثر اور جوابی کارروائیون کیلئے ہمہ تن مصروف تھا،

قرطاجنہ پر حملہ ابھی تک افریقہ کا صرف ایک حصہ اسلامی قلمرو مین داخل ہوا تھا، ورنہ قرطاجنہ کی رومی حکومت اپنی پوری جاہ و جلال سے شمالی افریقہ مین حکمران تھی، اسلئے حکومت بزنطی کو قرطاجنہ اور سیرا کیوزہ مین بیٹھ کر اسلامی حکومت افریقہ کے خلاف سازشین کرکے مسلمانون کو تباہ و برباد کرنے کا ابھی تک پورا موقع حاصل تھا،

عبدالملک کے پیش نظر یہ تمام صورت حال تھی، اسی اثنا مین معزز مسلمانان دمشق کا ایک وفد عبدالملک کی خدمت مین باریاب ہوا، اور اسکو افریقہ کے مسلمانون کے جان و مال کی حفاظت کی طرف توجہ دلائی، چنانچہ صاحب ریاض النفوس لکھتا ہے :-

"معزز مسلمانون نے عبدالملک سے درخواست کی کہ وہ اصل افریقیہ (حکومت قرطاجنہ) کی طرف توجہ کرے

[1] ابن اثیر ج ۴ ص ۹۲

کرے اور مسلمانانِ افریقہ کو ان کے دشمن سے نجات دے، اور ان کی امداد کے لئے لشکر روانہ کر دیا جائے[۱]

عبدالملک نے ان تمام معاملات پر غور کرکے افریقہ کی ولایت کے لئے حسان بن نعمان کو منتخب کیا۔ اور چالیس[۲] ہزار سپاہی اور خزانہ مصر کی کنجی اس کے ہاتھ میں دیدی[۳]،

عبدالملک نے حسان کو افریقہ میں سب سے پہلے ایک دارالصناعۃ کے قائم کرنے کا حکم دیا، جسمیں جنگی جہاز اور دوسرے بحری آلات حرب تیار کئے جائیں، تاکہ اسلامی حکومت افریقہ کی بحری طاقت اسقدر مستحکم ہوجائے کہ وہ بحر روم پر اپنا اقتدار قائم کرسکے[۳]

اس موقع پر دارالصناعۃ کی تعمیر کی اصل غایت بحری تیاری تھی، لیکن حسان کو [illegible] پہنچ کر حکومت قرطاجنہ (کارتھیجیا) کی اہمیت کا اندازہ ہوا، اور بحری مہم شروع کرنے سے پہلے حکومت قرطاجنہ کا [illegible] کرنا چاہا، کہ اگر بحر روم کے جزائر حکومت اسلامی کے زیر اقتدار آکر باجگذار ہو بھی گئے، تو بھی اسلامی حکومت افریقہ کے لئے حکومت قرطاجنہ ایک مستقل خطرہ کی صورت میں باقی رہے گی، چنانچہ صاحب ریاض النفوس لکھتا ہے:-

"حسان افریقہ روانہ ہوا، وہاں پہنچ کر سب سے اہم حکومت کے متعلق دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ شہر قرطاجنہ سب میں طاقتور ہے، اسی لئے اُس نے اس طرف رُخ کیا"[۴]

قرطاجنہ پر حملہ | حکومت قرطاجنہ (کارتھیجیا) اسوقت شمالی افریقہ میں ہر حیثیت سے سب سے [illegible] طاقت تھی، یہاں حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کی طرف سے گورنر آیا کرتے تھے، اور یہی جدید دستور کے بموجب وہی صوبہ کے سپہ سالار بھی ہوتے تھے، حکومت قرطاجنہ نے اسلامی حکومت کے خلاف بربریوں [illegible] اشتراک عمل کرلیا تھا، [illegible] حسان ساحل قرطاجنہ پر لشکر انداز ہوا، تو رومیوں اور بربریوں کی [illegible] مسلمانوں سے

سلہ ریاض النفوس در المالکی ص ۱۷۶، سلہ کتاب المونس ص ۱۳ سلہ ابن خلدون ج ۱ ص ۲۱۱ [illegible] سلہ ریاض النفوس در المالکی ص ۱۷۶۔

Marfat.com

خلاف صف آرا ہوئی، ایک فیصلہ کن خونریز جنگ کے بعد رومی پرچم سرنگون ہوا، اور حسان قرطاجنہ مین سب سے پہلی مرتبہ فاتحانہ داخل ہوا،

زوال قرطاجنہ کے بعد رومیون کی ایک کافی جماعت قرطاجنہ سے ہجرت کرکے اپنے محفوظ قلعہ صقلیہ اور اندلس کی طرف روانہ ہوگئی[1]، اور اس طرح حکومت بزنطی کی وہ دو جداگانہ قوتین جو قرطاجنہ اور صقلیہ مین منقسم تھین، اب باہم یکجا ہوگئین،

لیکن ابھی قرطاجنہ رومیون سے خالی نہین ہوا تھا۔ حسان نے انھین اس شرط پر امان دی تھی، کہ تم کو بہ مصالحت یہان کے تمام فوجی استحکامات منہدم کردئے جائین گے، چنانچہ وہ رومیون سے یہی شرائط طے کرکے کسی دوسری طرف روانہ ہوگیا، لیکن اس اثنا مین صقلیہ اور قسطنطنیہ وغیرہ سے فوجین آگئین، اور قرطاجنہ کے رومیون نے بغاوت کا اعلان کردیا، اور اس مین وہان کے بربریون کو بھی شریک عمل بنالیا، چنانچہ وہ قرطاجنہ کی سمت واپس آرہا تھا، کہ صف آرا فوج سامنے دکھائی دی، اور پھر ایک خونریز جنگ کے بعد رومیون نے دوبارہ صلح کی درخواست پیش کی،

بربریون کا اسلامی لشکر مین داخلہ

لیکن حسان نے رومیون سے کوئی خطاب کرنے کے بجائے بربریون کی طرف توجہ کی، کیونکہ حسان کو رومیون کی ساری طاقت انھی بربریون کی فوجی تنظیم مین نظر آئی، اس زمانہ مین بربریون کی سیادت ایک ہوشمند عورت کے ہاتھ مین تھی، جو کاہنہ کے لقب سے مشہور تھی، حسان نے اس کاہنہ کو مغلوب کرکے مطیع کیا، اس کاہنہ کے دو اولوالعزم لڑکون کے ہاتھ مین بربریون کی کمان تھی، حسان نے انھین قبول اسلام کے بعد چھ چھ ہزار بربریون کا سردار بناکر اسلامی لشکر مین داخل کرلیا،

بربریون کا اسلامی لشکر مین داخلہ چند شرائط کے ساتھ طے پایا تھا، جنمین اہم شرطین یہ تھین، کہ فوج مین ان کو عربون کے مساوی حقوق حاصل ہون گے، یہ لوگ فتح افریقہ حکومت بزنطی سے معرکہ آرائی اور

---

[1] ابن اثیر ج ۴ ص ۔ ۲ ریاض النفوس دلماری ص ۷۷،

غیر مطیع بربریون سے جنگ آزما ہونے کیلئے عربون کے دوش بدوش میدان جنگ مین شریک ہون گے،

اس طرح بربریون سے مصالحت ہوجانے سے افریقیہ کے سیاسی حالات مین نہایت اہم انقلاب برپا ہوگیا؛ ایک طرف افریقیہ کے غیر مفتوح علاقون کے سر ہونے مین آسانیان پیدا ہوگئین، دوسری طرف بحر روم کی دوسری مہمون خصوصاً حملہ صقلیہ مین افریقیہ سے ایسی امداد حاصل ہوگئی، جس سے ان مہمون کی اہم مشکلات کا خاتمہ ہوگیا، کیونکہ بربری افریقیہ کی اصل قوت تھے، اور ان مین کی یہ نمایان جماعت افریقیہ مین اسلامی حکومت کے قیام و استحکام کے لئے کافی تھی، بلکہ اگر صرف عربی فوج افریقیہ کی بغاوتون سے مطمئن ہوکر صقلیہ کی فوج کشی مین مصروف ہوتی، تو کچھ زیادہ دشواریان نہ تھین، مزید آن بربریون کی شرکت نے اور آسانیان پیدا کردین،

زوال قرطاجنہ؛ چنانچہ حسان نے ان بربریون کے معاہدے کے بعد ایک ہی فیصلہ کن جنگ کے بعد حکومت قرطاجنہ کا تختہ الٹ دیا، اور رومیون کی بار بار کی بدعہدی کے باوجود سالانہ خراج کی ادائی کی شرط قبول کرکے امان دیدی، مگر رومیون کی یہ بھی ایک چال تھی، وہ قرطاجنہ کی حفاظت سے مایوس ہوچکے تھے اور شہر کی پشت کے دروازے پر قطار در قطار جہاز کھڑے ہوئے ان کے انتظار مین تھے، اور جب کہ فاتحین عرب شب کی تاریک چادر مین منہ لپیٹے غفلت کی نیند سو رہے تھے، رومی شہر کو ویران اور سنسان چھوڑ کر مفرور ہونے کی تیاریان کر رہے تھے،

قرطاجنہ کی ویرانی سے صقلیہ کی آبادی | قرطاجنہ عظمت رفتہ کی یادگار تھا، متعدد باعظمت حکومتین فینقیا، قرطاجنہ، روما، اور حکومت بیزنطی کا دار الحکومت رہ چکا تھا، اگرچہ اسکو حوادث کے سینکڑون تھپیڑے لگے اور بار بار لوٹا گیا، خود عربون نے اسکو پامال کرکے اس کی دولت و ثروت کا ایسا انبار خلیفہ عبد الملک کے دربار مین لگایا، کہ نگاہین خیرہ ہوکر رہ گئین، تاہم، وہ دنیا کی چار عظیم الشان حکومتون کا دار السلطنت تھا، وہ ہر مرتبہ پامال کیا گیا، مگر ویران اور سنسان نہین ہوا، کسی نے اسکو اس قصد سے نہین لوٹا کہ اس تاریخی شہر کا خاتمہ ہونے والا ہے، اگر غارتگری کی تو حملہ آورون نے، خود یہان کے باشندون نے اسکو اس قصد سے کبھی برباد نہین کیا کہ وہ اس

شہر کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہنے والے ہین، اور اسکی چپہ چپہ مین دولت وثروت کے جو انبار اور تہ خانون مین زر و جواہر کے جو ڈھیر پڑے تھے، اور کوئون مین حملہ آورون کے خوف سے جو دفینہ تہ آب تھا، وہ سب کے سب حملہ آورون کے دسترس سے باہر انھی کے قبضہ مین تھا۔

لیکن آج یہ تمام مدفون خزانے اس لئے نکال لئے گئے کہ اس شہر کو ویران چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے خالی کر دینا ہے، چنانچہ قرطاجنہ کے تمام مال ولشکر، سامان جنگ، سامان رسد، اور مویشیون کے علاوہ شہر کے تمام قیمتی ذخائر، سیم وزر، دولت وثروت کا سب انبار فاتح عربون کی نگاہ سے اوجھل جہازون پر بار ہوتا ہے اور پھر شہر کا ایک ایک متنفس جہازون پر سوار ہوتا ہے، بیزنطی پرچم پر عظمت و پر شوکت تاریخی شہر قرطاجنہ کے سامنے احترام مین آخری سلام کرتے ہوئے جھکتا ہے، اور شب کی تاریکی مین جہازون کے لنگر اٹھائے جاتے ہین اور بحر روم کی متلاطم خیز موجون کو چیرتے ہوئے صقلیہ کے ساحل پر جا کر لنگر انداز ہو جاتے ہین،

سرزمین صقلیہ نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا، افریقیہ اور صقلیہ کی متفرق رومی ومسیحی طاقت مجتمع ہو گئی جس کا مقصد ایک متحدہ محاذ بنا کر ان دشمنان دین وملک عرب کو افریقیہ سے خارج کرنا تھا، چند جہاز اندلس بھی گئے لیکن وہ معدودے چند تھے،

جب حسان صبح کو شہر مین داخل ہوا تو سنسان پڑا تھا، اسلامی دار الحکومت قیروان کی بنا پڑ چکی تھی، اور قرطاجنہ کی گلی گلی مین خاک اڑ رہی تھی، حسان سے جذبہ غضب مین کچھ نہ بنا، شہر کو تباہ و برباد کر ڈالا، اور شہر کی یادگار رہنے کے طور پر ایک مسجد تعمیر کر دی،[1]

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھو ابن اثیر ج ۴ ص ۳۰۲، کتاب المونس ص ۳۳، تاریخ ابن عذاری ص ۴۶، وریاض النفوس ص ۷۷، ومعرکہ مذہب وسائنس ڈریپر ص ۱۳۰ وغیرہ واقعات کی تفصیل مین کسی قدر اضطراب ہے، جو سب روایتون کو سامنے رکھنے سے دور ہو جاتا ہے، ہم نے زوال قرطاجنہ کے حالات سے صرف وہی چیزین اخذ کر لین، جو صقلیہ سے متعلق تھین، دیگر امور کی تفصیل یا تطبیق ہمارے دائرہ بحث سے خارج ہے،

Marfat.com

قرطاجنہ کی اس جنگ میں صقلیہ نے نمایاں حصہ لیا، اولاً فتح قرطاجنہ کے بعد جب اہل قرطاجنہ نے دوبارہ سر اٹھایا، اور اس موقع پر رومیوں کی جو فوج حسان سے صف آرا ہو کر لڑی اس میں صقلیہ کے جانباز سپاہی بھی تھے، علاوہ ازیں اب زوال قرطاجنہ کے بعد صقلیہ بحر روم کے رومیوں کا متحدہ مرکز بن گیا، لیکن حسان کو زوال قرطاجنہ کے بعد افریقیہ کے معاملات سے فرصت نہ مل سکی، کہ صقلیہ کی طرف توجہ کرتا، البتہ اس کے عہد حکومت میں صقلیہ کی مہم کے سلسلہ میں چند اہم کام انجام پا گئے، اولاً تونس میں دارالصناعۃ کی بنیاد پڑی، دوسرے بربریوں کی آزمودہ فوج بحری حملوں کے لئے اسلامی لشکر میں داخل ہوئی، اور تیسرے یہ کہ قرطاجنہ کے زوال سے دولاً افریقیہ کی اسلامی حکومت مضبوط ہو گئی، اور اس کے علاوہ اسلامی لشکر کی توجہ اب بری حملوں کے بجائے زیادہ تر بحری حملوں کی طرف مبذول ہو گئی، لیکن قرطاجنہ کی مہم سر ہونے کے بعد قبل اس کے کہ حسان تونس کے دارالصناعۃ کی تکمیل کر کے صقلیہ کی مہم کا آغاز کرے بعض سیاسی حالات پیش آجانے کے باعث اس کا افریقیہ کا زمانہ ولایت ختم ہو گیا، اور اسکی جگہ یورپ کا مشہور فاتح موسیٰ بن نصیر اس عہدہ پر سرفراز کیا گیا،

دارالصناعۃ کی تکمیل جب موسیٰ بن نصیر کو افریقیہ کی لڑائیوں کی طرف سے جمعیت خاطر ہوئی تو انھوں نے بحری تیاری کے لئے تونس کے دارالصناعۃ کی طرف توجہ کی اور اس کام کو وسیع پیمانہ پر جاری کیا، اسوقت تونس کی اصل آبادی بحر روم سے ۱۲ میل کی دوری پر تھی، موسیٰ نے سب سے پہلے اسی دوری کو دور کیا، اور سمندر کی موجیں تونس کی دیواروں سے ٹکرانے لگیں، پھر دارالصناعۃ کی تکمیل کے بعد ۸۴ھ میں جہاز سازی شروع ہوئی اور سو جہازوں کی تیاری کا حکم صادر کر دیا گیا۔[۱]

---

[۱] ریاض النفوس در مالکی ص ۷۷، اور کتاب المونس ص ۳۳، ابن خلدون نے دارالصناعۃ کی تعمیر کو حسان کی طرف منسوب کیا ہے اور ریاض النفوس میں موسیٰ بن نصیر کی طرف منسوب ہے، ہم نے دونوں کی تطبیق یوں دی ہے، کہ حسان نے اس کا آغاز کیا اور موسیٰ کے ہاتھوں پایۂ تکمیل کو پہنچا، کتاب المونس میں بھی یہ کہکر اسکو موسیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے،

Marfat.com

تیسرا اور چوتھا حملہ بہ عہد موسیٰ بن نصیر

موسیٰ نے دار الصناعۃ کی تکمیل کے بعد ۸۵ھ میں صقلیہ کی طرف ایک اسلامی بیڑا اپنے لڑکے عبد اللہ کی سرکردگی میں روانہ کیا، جو ساحلی شہر کو تاراج کر کے واپس آگیا[1]، پھر چند ہی ماہ بعد ۸۶ھ میں عیاش بن اخیل کی سرکردگی میں صقلیہ پر حملہ آوری کے لئے دوسری فوج روانہ ہوئی، عیاش نے براہ راست صقلیہ کے دار الحکومت سرقوسہ کا رخ کیا، اور معرکہ آرائی کے بعد مال غنیمت کے ساتھ واپس آگیا[2]،

موسیٰ نے ۸۵ھ اور ۸۶ھ کے یہ دونوں حملے چھوٹی چھوٹی مہمیں بھیج کر آزمائشی طور پر کئے تھے، کیونکہ موسیٰ کے پیش نظر کچھ اور منصوبے تھے جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، لیکن مشیت ایزدی کو کچھ اور منظور تھا، موسیٰ کے گرد و پیش بعض ایسے حالات جمع ہو گئے کہ اندلس کی مہم کو نامکمل چھوڑ کر افریقہ واپس آگیا، اور بارگاہ خلافت میں حاضری دینے کے قصد سے دمشق روانہ ہوا، خلیفہ ولید اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہا تھا، اس کے جانشین سلیمان بن عبد الملک اور موسیٰ بن نصیر میں بعض اسباب کی بنا پر باہمی شکر رنجی ہوئی، اور سلیمان نے موسیٰ کے استیصال کا پورا فیصلہ کر لیا، اور اسکے تمام اعزاز و مناصب چھین لئے[3]، اور موسیٰ کے عہدۂ ولایت کے زوال کیساتھ ہی اسکے وہ تمام منصوبے بھی خاک میں مل گئے، اور اسی سے صقلیہ کی مہم بھی ناتمام رہ گئی،

پانچواں حملہ بعہد یزید بن ابی مسلم

موسیٰ کے معزول ہونے کے بعد افریقہ کے سیاسی حالات میں مختلف مد و جزر آئے، اسی سلسلہ میں یزید بن ابی مسلم کاتب حجاج ثقفی ولایت افریقہ پر سرفراز ہو کر آیا، اس وقت افریقہ کے حالات کچھ پرسکون تھے، اسلئے اسکو صقلیہ کی مہم یاد آئی، اور ۱۰۲ھ میں محمد بن اوس انصاری

---

[1] دیوان صلۃ السمط در اماری ۲۱۱، کتاب المونس صفحہ ۳۲، [2] البیان المغرب ابن عذاری (ترجمہ اردو) صفحہ ۴۰، ونہایۃ الارب در اماری صفحہ ۴۲۲، دیوان صلۃ السمط در اماری ۲۱۱

[3] ابن اثیر ج ۵ صفحہ ۴۴۰، ۴۴۵،

Marfat.com

کی سرکردگی میں ایک بیڑا روانہ کیا لیکن ادھر یہ لشکر روانہ ہوا ادھر والی افریقیہ [illegible]
میں قتل کر دیا گیا، اسلئے محمد بن اوس کو عارضی طور پر افریقیہ کی زمام حکومت سنبھالنے کیلئے صقلیہ سے واپس
چلا آنا پڑا، اس کے قلیل زمانہ قیام صقلیہ میں ایک دو لڑائیاں پیش آئیں اور کچھ مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔[۹۱]

چھٹا حملہ بعہد بشر بن صفوان

چھٹا حملہ بشیر بن صفوان کلبی کی سرکردگی میں پیش آیا۔ وہ ۱۰۳ھ میں افریقیہ کا والی
پر آیا، اور صقلیہ کی مہم خود اپنے ہاتھ میں لی ۱۰۹ھ میں بذات خود صقلیہ پر حملہ آور ہوا، اور کثیر مال غنیمت کے ساتھ
قیروان واپس آیا۔[۹۲]

ساتواں حملہ بعہد عبیدہ بن عبدالرحمن

بشیر بن صفوان کے بجائے ۱۱۰ھ میں عبیدہ بن عبدالرحمن اسلمی ولایت افریقیہ پر مقرر ہوا
اسکے عہد حکومت میں صقلیہ پر متعدد حملے ہوئے۔ اس نے سب سے پہلے اسی سال [illegible]
بن ابی عبیدہ بن عقبہ کی سرکردگی میں ایک بیڑا روانہ کیا، پھر اس کے بعد سات جہازوں کا ایک مختصر بیڑا [illegible]
ابی عبیدہ کی معیت میں روانہ کیا، ان دونوں نے ملک صقلیہ پر یورش کی [illegible]
[illegible] عبیدہ کے عہد حکومت میں اس ابتدائی [illegible] صقلیہ کی مہم کیلئے ایک عظیم الشان بیڑا ترتیب دیا
گیا جو [illegible] جہازوں پر مشتمل تھا، بیڑے کی کمان مستنیر بن الحباب خولانی کے سپرد کی گئی اور یہ بیڑا نہایت جاہ و جلال
سے صقلیہ روانہ ہو گیا،

افریقیہ کے یہ تمام بیڑے محض عارضی و ہنگامی طور پر بھیجے جاتے تھے کہ اسلامی مملکت کی متحارب حکومت
کے ممالک محروسہ میں وقتاً فوقتاً عام یورش کی جائے۔ تاکہ وہ عاجز آکر دل سے اطاعت میں داخل ہو جائیں اور
مستنیر کا یہ بیڑا بھی اسی غرض سے بھیجا گیا تھا لیکن مستنیر نہایت ناعاقبت اندیشی سے اپنے حملوں کو [illegible]

۹۱ البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۵۶ و نہایۃ الارب نویری [illegible]
[illegible] (ترجمہ اردو) ص ۵۵ نہایۃ الارب [illegible] ۲۴۳ کتاب المقفیٰ مقریزی [illegible] ص ۴۴۱ ۹۲ کتاب المقفی مقریزی
[illegible] کا نسخہ [illegible] نام [illegible] کتاب الاندلس کے مطبوعہ نسخہ میں مستنیر بن الحارث ہے۔

اور صقلیہ مین ایک طویل مدت تک ٹھہر گیا اسی اثنا مین جاڑون کا ایسا موسم آگیا جس مین بادبانی اور پالدار جہازون کا سفر مشکل سے ہو سکتا تھا

لیکن مستنیر نے بحر روم کے سفر کی مشکلات کو نظر انداز کر دیا، اور اسی زمانہ مین جہازون کا لنگر اٹھا دیا، اور جب سطح سمندر مین پہونچا، تو سمندر کے تلاطم خیز طوفان کا مقابلہ نہ کر سکا، اور موجون کے تھپیڑون سے پورا بیڑا غرقاب ہو گیا، ان جہازون مین سے صرف چند جہاز [illegible] کسی طرح ساحل سے آلگے اور انھی مین سالار بحر مستنیر کا جہاز بھی تھا، جو طرابلس الغرب کے ساحل پر جا لگا تھا،

والی افریقہ عبیدہ بن عبد الرحمن السلمی پر یہ واقعہ نہایت شاق گذرا، کیونکہ اولاً تو پورا اسلامی بیڑا تباہ و برباد ہو گیا، اسکے علاوہ اس واقعہ سے سارے افریقہ مین ایک کہرام مچ گیا کہ مستنیر کی اس غلطی سے [illegible] ہو گئین،

چنانچہ مستنیر اسی الزام مین گرفتار کر لیا گیا، اور حاکم طرابلس یزید بن مسلم کندی نے والی افریقہ کے [illegible] کے ساتھ اسکو دار الحکومت قیروان بھیج دیا جہان اسکو اس جرم مین سزا دی گئی اور یہ سزا اس جرم کی سزا ملی، کہ وہ حکومت کے ہدایات کے برخلاف صقلیہ مین زیادہ دنون تک ٹھہر گیا، اور باوجودیکہ جاڑون کا موسم آچکا تھا، اور اس زمانہ مین سمندر کا راستہ نہایت پرخطر تھا، لیکن وہ انھی حالات مین پوری فوج کو لیکر وہان سے روانہ ہو گیا، اور سارا بیڑا تباہ و برباد کر ڈالا، اور نیز باشندگان قیروان کے جذبات ٹھنڈے کرنے کیلئے اسکی پاداش مین قیروان مین اسکی تشہیر کی گئی، اور بڑی بڑی شہر کی سڑکون پر اسکو پابجولان گشت کرایا گیا، پھر اس سخت سزا کے بعد عمر بھر کیلئے قید خانہ مین ڈالدیا گیا[1]

[illegible] عبیدہ کے عہد حکومت مین صقلیہ پر چند اور حملے ہوئے، چنانچہ ۱۱۲ھ مین ثابت بن نعیم اردنی

---

[1] کتاب البیان المغرب ج ا ص ۱۶۱ و کتاب المونس ص ۲۸ مستنیر عبیدہ کے عہد [illegible] تک جیل [illegible] پڑا رہا پھر اسکے جانشین والی نے اسکی سزا مین تخفیف کر کے اسکو رہا کر دیا،

Marfat.com

کی سرکردگی میں ایک بیڑا روانہ کیا گیا، جو فائز المرام ہو کر مال غنیمت اور قیدی لئے ہوئے صحیح و سالم واپس آگیا[۱]۔

دسواں حملہ

اسی اثنا میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے بحر روم کی طرف توجہ کی، اور یہاں کے جزائر پر حملہ آوری کیلئے ایک تجربہ کار قائد عبدالملک بن قطن کو مامور کیا[۲]، وہ دار الخلافت دمشق سے افریقیہ آیا، اور یہاں سے ۱۱۴ھ میں صقلیہ روانہ ہوا، اس کو بھی حسب خواہ کامیابی حاصل ہوئی، اور وہ مال لے کر افریقیہ لوٹ آیا۔

گیارہواں حملہ بعہد عقبہ بن قدامہ

اسی طرح ۱۱۵ھ میں بحر بن سوید کی سپہ سالاری میں ایک بیڑا صقلیہ بھیجا گیا لیکن اس مرتبہ رومی پہلے سے تیار بیٹھے تھے، جم کے مقابلہ کیا، اسلامی بیڑے پر منجنیقوں سے آگ برسائی، اور اس کو پسپا ہونا پڑا، بالآخر وہ ناکام و نامراد افریقیہ واپس چلا آیا[۳]۔ ۱۱۵ھ کی یہ مہم ایسے وقت صقلیہ روانہ ہوئی تھی جب عبیدہ والیٔ افریقیہ سے معزول ہو کر دمشق روانہ ہو چکا تھا، اور اس کے بجائے عقبہ بن قدامہ تجیبی بطور قائم مقام والی [illegible] تھا، اس لئے ۱۱۵ھ کی اس ناکامی کے جواب میں کوئی فوری پیشقدمی نہیں کی گئی لیکن [illegible] تک جو پے درپے حملے ہوئے، وہ خود اس کی خبر دیتے تھے کہ صقلیہ کی مہم کا کوئی [illegible] ظہور پذیر ہونے والا ہے۔

بارہواں حملہ بعہد عبیداللہ بن الحجاب

چنانچہ جب ۱۱۶ھ میں عبیدہ اور عبدالرحمٰن کے بجائے عبیداللہ بن الحجاب [illegible] ہو کر افریقیہ پہنچا تو اس نے [illegible] کی طرف [illegible] درست کر کے نو جنگی کی تیاریاں کرنے لگا[۴]۔

---

[۱] کتاب المقفیٰ مقریزی در اماری ص ۲۶۲ [۲] [illegible] [۳] [illegible]

المقفیٰ مقریزی در اماری ص [illegible] [۴] البیان المغرب [illegible] جلد دوم صفحہ ۵۴

چنانچہ اس نے سب سے پہلے اسی سال ۱۱۶ھ میں ایک عظیم الشان لشکر ترتیب دیکر صقلیہ روانہ کیا، یہ لشکر ابھی راستہ ہی میں تھا کہ ایک رومی بیڑے سے مڈبھیڑ ہوگئی، اور وسط سمندر میں دونوں میں خونریز جنگ برپا ہوگئی، رومیوں نے شکست کھائی، اور ان کے بہت سے آدمی کام آئے، اور پسپا ہوکر واپس لوٹ گئے، لیکن اتفاق سے واپسی میں مسلمانوں کی ایک جماعت ان کے ہاتھ آگئی تھی، اس کو گرفتار کرکے اپنے ساتھ لیتے گئے، انہی میں عبدالرحمن بن ابی زیاد بھی تھے جو رومیوں کے یہاں ۱۲۱ھ تک مقید رہے،[۱]

تیسرا حملہ اور فتح سیراکوز

عبید اللہ والیٔ افریقہ نے اس بحری جنگ کے بعد صقلیہ کی مہم کیلئے پھر ایک عظیم الشان لشکر تیار کیا، جسکی کمان افریقہ کے ایک مشہور قائد حبیب بن ابی عبیدہ کے سپرد ہوئی، حبیب عقبہ بن نافع فہری کے خاندان کا چشم و چراغ تھا، اور اس سے پہلے اہم مہمیں سرانجام دے چکا تھا، اس مہم میں حبیب کا نوجوان لڑکا عبدالرحمن بھی تھا،

لشکر ۱۲۲ھ میں افریقہ سے روانہ ہوا، اور صقلیہ کے تمام شہروں کو چھوڑ کر اسکے دارالحکومت سیراکوز کے ساحل پر لنگر انداز ہوگیا، حبیب کے جوانمرد لڑکے عبدالرحمن نے فوج کا ایک دستہ ساتھ لیا، اور جہاز سے اتر کر خشکی پر قدم رکھا، رومیوں نے بڑھ کر مقابلہ کیا، اور دونوں فوجوں میں پے در پے لڑائی ہوتی رہی، اور عبدالرحمن ہر معرکہ میں کامیاب و کامران آگے بڑھتا گیا، یہاں تک کہ شہر پناہ کا پھاٹک سامنے آگیا رومی پسپا ہوکر محصور ہوگئے، عبدالرحمن نے حیدر کرارؓ کی سنت تازہ کی، اور پھاٹک پر اپنی شمشیر آبدار سے ایسا ہاتھ پورا وار کیا، کہ وہ دو ٹکڑے ہوکر الگ جا گرا، اور اسلامی لشکر جوش و خروش سے شہر میں فاتحانہ داخل ہوگیا،

اہل سیراکوز کا اقرار جزیہ

رومیوں نے ہتھیار ڈالدیئے، اور اسلامی سپہ سالار کے سامنے سر اطاعت خم کرکے جزیہ دینا منظور کیا اور اسی کے ساتھ آج صقلیہ کی تمام مہموں کا اصلی مقصد سامنے آگیا، ابو ...

[۱] ... ص ۱۳۷

سے شروع ہوئی تھی، آج ۲۲۳ھ میں اس کا ایک حصہ انجام کو پہنچا، عبدالرحمن فاتح سرقوسہ کے جزیہ کی ایک رقم معین کی، حکومت صقلیہ نے اس کی ادائی کا وعدہ کیا اور اسی تاریخ سے یہ حکومت صقلیہ اسلامی حکومت کے دول متوافقین میں شامل ہو کر مسلمانوں کی باجگذار رہی،

سیراکیوز کے قبول جزیہ کے باوجود صقلیہ کے دوسرے شہر دیر تک سرکش رہنا

سرقوسہ (سیراکیوز) حکومت بیزنطی صقلیہ کا دار الحکومت تھا، اسی لیے اس کی اطاعت کے معنی اصولاً جزیرہ صقلیہ کی اطاعت کے تھے، لیکن اس زمانہ میں یورپ کی حکومت اور ان کے متبوعہ شہروں کے تعلقات دور حاضر سے بڑی حد تک مختلف تھے، اس زمانہ میں عہد قدیم کی طرح ہر ایک شہر انفرادی حیثیت سے بھی آزاد ہوتا، اس کا مستقل فوجی نظام ہوتا، الگ مستحکم قلعے ہوتے، [illegible] نظام خراج ہوتا، اور ہر ایک شہر کو اپنی حفاظت کا پورا سامان [illegible] رکھنا ہوتا، اس لیے ضروری نہ تھا کہ مرکزی حکومت نے جو معاہدہ کسی فریق سے کر لیا ہو اس کی پابندی تمام شہروں پر عائد ہو جائے۔

خصوصاً جس زمانہ میں سرقوسہ نے اسلامی حکومت افریقیہ کی اطاعت قبول کیا، صقلیہ [illegible] اسی قسم کے ابتر حالات میں مبتلا ہو گئی تھی، چنانچہ وہاں کی حکومت بیزنطی کا مرکزی نظام [illegible] قسطنطین دوم نے وہاں جو انتظامات اپنے عہد میں کیے تھے وہ شاہان بیزنطی کی غفلت شعاری سے سست پڑ چکے تھے، برائے نام مرکزی حکومت کی ایک شکل قائم تھی، ورنہ ہر ایک شہر کو جداگانہ آزادی و خود مختاری حاصل تھی، مثلاً اکثر ایسا ہوتا کہ جنوبی اٹلی کی کسی ایک حکومت اور صقلیہ کے کسی ایک شہر سے معاہدہ ہو جاتا اور دونوں کے دوستانہ مراسم قائم ہوتے، اس کے باوجود جنوبی اٹلی کی وہی حکومت صقلیہ کے کسی دوسرے شہر پر حملہ [illegible] آزادی میں مصروف رہتی،

[illegible] صقلیہ [illegible] اسلامی حکومت [illegible]

تکمیل کو نہیں پہنچی تھی، کیونکہ [illegible] نہ تھا کہ سرقوسہ کے معاہدہ [illegible] جزیہ [illegible] صقلیہ کے دوسرے شہر بھی قبول کرلیں، یا جزیہ کی ادائی میں اولاً سب ہی شرکت کریں، [illegible]

اور شرطیں دونوں حکومتوں پر عائد ہوتی ہیں، ان کی پابندی کریں۔

صقلیہ کے دوسرے شہروں کو مطیع کرنے کے منصوبے

اس نئے اطاعت سیراکیوز کے باوجود صقلیہ کی مہم انجام کو نہیں پہنچی تھی اگرچہ اب سرقوسہ کے مطیع ہوجانے سے جزیرہ پر انہیں ایسے مواقع حاصل ہوگئے، کہ وہ خشکی پر زیادہ پیشقدمی کا اہتمام کریں، اور دوسرے شہروں کو بآسانی مغلوب کر لیں، اور علاوہ ازیں یہ امر واقعہ ضرور تھا، کہ جب جزیرہ کا صدر مقام حلقۂ اطاعت میں داخل ہو چکا تھا، تو دوسرے شہروں کو زیر کرنے میں دشواریوں کا زیادہ سامنا نہ تھا۔

افریقیہ میں بغاوت کا پھیلنا اور صقلیہ سے اسلامی لشکر کی واپسی

چنانچہ مورخین متفقہ طور پر لکھتے ہیں کہ اسلامی فوج کے سپہ سالار حبیب نے اسی قصد سے سرقوسہ میں قیام کیا، کہ وہ جزیرہ کو پورے طور پر مطیع کر کے افریقیہ واپس جائے، لیکن مشیت ایزدی کو منظور نہ تھا، اسی زمانہ میں جب وہ صقلیہ کے دوسرے شہروں کو مغلوب کرنے کی فکر میں تھا کہ افریقیہ سے بغاوت کے پھیلنے کی خبر آئی،

افریقیہ کی اس بغاوت کا ایک بڑا سبب صقلیہ کی یہ مہم بھی تھی، کیونکہ اسوقت فوج کے چیدہ افسر اور اسلامی لشکر کا معتدبہ حصہ صقلیہ کی مہم میں مصروف تھا، اتفاق سے اہل طنجہ عبیداللہ بن الحجاب والی افریقیہ سے ناراض بیٹھے تھے، موقع کو غنیمت سمجھا، اور علم بغاوت بلند کر دیا، اور یہ بغاوت نہ صرف والی افریقیہ کے برخلاف تھی، بلکہ خلیفہ اموی کے مقابلہ میں میسرہ نامی ایک شخص کو امیر المومنین کا خطاب دیکر خلیفہ بنا دیا گیا،

اور اس بنا پر خطرہ کے مقابلہ کے لئے ابن الحجاب نے صقلیہ سے حبیب کو واپس بلا لیا،

چنانچہ ابن اثیر لکھتا ہے:-

> جب بربر نے حبیب بن ابی عبیدہ کے صقلیہ کی فوجکشی کا حال سنا تو طمع میں آگئے، اور ابن الحجاب کے عہد کو توڑ دیا، اور میسرہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی اور اسکو امیر المومنین کا لقب دیدیا اس لئے ابن الحجاب نے

Marfat.com

حبیب کے پاس صقلیہ پیغام بھیجا، اور میسرہ سقہ کے مقابلہ کے لیے اس کو واپس بلا لیا، کیونکہ یہ واقعہ نہایت عظیم الشان پیش آگیا تھا،

چنانچہ حبیب کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے، اور وہ اپنا ارادہ ملتوی کر کے افریقیہ لوٹ آیا، اس کے بعد افریقیہ کے سیاسی حالات میں ایسا دور فتن آیا کہ کچھ دنوں کے لئے صقلیہ پر حملہ کے تمام منصوبے خود بخود آپ سے آپ موقوف ہوگئے۔

افریقیہ میں دو انقلاب اور اس کا اثر صقلیہ کی مہموں پر ۱۲۲ھ سے ۱۳۵ھ

صقلیہ کی اس آخری مہم کے ساتھ افریقیہ میں بغاوت کا جو عظیم فتنہ پیدا ہوا، اس کو حبیب بن ابی عبیدہ بھی اپنی واپسی سے سرنگوں نہ کرسکا، بلکہ باغی روز بروز قوت پکڑتے گئے، چنانچہ ۱۲۳ھ میں حبیب عبداللہ بن الحجاب بغاوت فرو کرنے سے عاجز آگیا، تو اس کے بجائے کلثوم بن عیاض القشیری بربریوں کی سرکوبی کیلئے ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ افریقیہ آیا، لیکن وہ بھی میدان جنگ میں قتل کیا گیا، اور اس کے ساتھ حبیب بن ابی عبیدہ فاتح صقلیہ بھی کام آیا،

اس کے بعد ۱۲۴ھ میں حنظلہ بن صفوان الکلبی ولایت افریقیہ پر آیا، اور وہ [illegible] امن و امان قائم کرنے میں بڑی حد تک کامیاب ہو چکا تھا، کہ خود خلافت بنی امیہ کا ستارہ اقبال ڈوبنے لگا، [illegible] کی جو منظم کوششیں تھیں، وہ کامیاب ہوتی ہوئی نظر آ رہی تھیں، ممالک محروسہ کے چپہ چپہ پر بغاوت [illegible] اور خود خاندان بنی امیہ کے دعویداران خلافت کی باہمی کشمکش سے اس کا رہا سہا اقتدار بھی زائل ہو رہا تھا، چنانچہ ابھی دمشق میں خلافت امویہ کا علمبردار اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا، کہ افریقیہ نے خلافت امویہ کا جوا اتار کر پھینک دیا، اور فاتح سرقوسہ عبدالرحمن بن حبیب بن ابی عبیدہ نے افریقیہ پر قبضہ کر کے حنظلہ بن صفوان کو معزول کیا، اور اپنی خود مختار حکومت کا اعلان کر دیا،

۱ ابن اثیر ج ۵ ص ۱۴۲، ۲۲۲ حوادث ۱۲۳ھ، ابن خلدون [illegible]
البیان المغرب [illegible]

لیکن اسوقت عبدالرحمن کا مقصود بنوامیہ کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا نہ تھا، بلکہ محض ولایت افریقہ پر اپنا قبضہ و اقتدار قائم کرنا تھا، عبدالرحمن نے اگرچہ اپنی حکومت کا اعلان کردیا تھا لیکن ابھی خود اسکی بنیاد اسقدر مستحکم نہ تھی، کہ افریقہ کی داخلی بغاوتوں کے ساتھ بیفائدہ مرکزی اسلامی حکومت کو بھی اپنا دشمن بنا لے چنانچہ جب چند ہی دنوں کے بعد اس سال دولت بنی امیہ کو زوال آیا، اور ان کا ٹمٹماتا ہوا چراغ بھی ہمیشہ کے لیے گل ہوگیا، اور ان کے جانشین خلفائے عباسی سریر آرائے خلافت ہوئے، تو عبدالرحمن نے سب سے پہلے ان سے اطاعت و انقیاد کی نامہ و رسم ادا کی، اور خلیفۂ عباسی سفاح کا نام رسمی طور پر خطبہ میں جاری کردیا،

اسوقت عبدالرحمن کی ساری توجہ ممالک مغرب کے قطع و برید کرنے پر مرکوز تھی، چنانچہ جب اسکو سرزمین افریقہ میں پوری کامیابی حاصل ہوگئی، اور شمالی افریقہ میں اسلامی سلطنت کے چپہ چپہ نے اطاعت قبول کرلی، تو اسکو اپنا مفتوحہ جزیرہ صقلیہ یاد آیا،

سیراکیوز کا ادائے جزیہ سے انکار کرنا اور صقلیہ پر چڑھائی ہونا

افریقہ میں ۱۲۲ھ سے جو حالات پیدا ہوگئے تھے ان سے حکومت صقلیہ نے فائدہ اٹھاکر اپنے جزیہ کی معہودہ رقم ارسال کرنی بند کردی جو اسپر واجب الادا تھی اسلئے عبدالرحمن فاتح سرقوسہ نے افریقہ میں قیام امن کے بعد ۱۳۵ھ میں صقلیہ پر حملہ کیا جو نہایت کامیاب ہوا اور ابن اثیر نویری وغیرہ کے بیان کے مطابق چونکہ یہ کامیاب مہم تھی جسکی دسترس کے ابتدائی کاموں کی کوئی نظیر نہیں ملتی تھی، اور جب وہ افریقہ لوٹا تو مال غنیمت اور قیدیوں کی ایک کثیر تعداد اسکے ساتھ تھی۔

سرقوسہ کا جزیہ ادا کرنا

عبدالرحمن نے اس مہم میں حکومت صقلیہ کو دوبارہ جزیہ پر مجبور کردیا، اور انکو قسطنطنیہ سے بالکل بے دست و پا کردیا،

۱؎ ابن اثیر ج ۵ ص ۲۰۰

سردانیہ کا جزیہ قبول کرنا

پھر عبدالرحمن نے ۱۳۵ھ میں حکومت بیزنطی کے دوسرے جزیرے سردانیہ پر فوج کشی کی اور وہاں بھی جزیہ کی ادائی پر مصالحت ہوگئی،[1]

عہد عباسیہ میں صقلیہ و سردانیہ پر یہ سب سے پہلا حملہ تھا جس نے ان جزیروں کو اصولاً حکومت عباسیہ کا باجگذار بنا دیا، اور اگر افریقہ کے سیاسی حالات میں پھر کوئی نیا انقلاب نہ ہوتا، تو کوئی وجہ نہ تھی کہ یہ جزیرے اپنی باجگذاری پر برابر ثابت قدم نہ رہتے،

افریقہ میں بغاوتیں اور حکومت کے مختلف انقلابات

مگر ان دنوں افریقہ کے سیاسی حالات کچھ ایسے ہو رہے تھے کہ چند سال بھی کوئی یکساں نظام [illegible] جب منصور خلیفہ عباسی کو [illegible] اس نے بھی عبدالرحمن کو بدستور ولایت پر قائم رکھا، لیکن پھر دنوں میں بعض وجوہ کی بنا پر اختلافات پیدا ہوگئے کہ عبدالرحمن نے اسکی اطاعت سے انحراف کرکے اپنی خودمختاری کا اعلان کردیا، چنانچہ ۱۴۰ھ تک افریقہ میں عبدالرحمن کے خاندان کی حکومت قائم رہی، پھر اس کے خاندان کا استیصال ہوا، اور تمام طوائف الملوکی پھیل گئی،

یہاں تک کہ جب خلافت عباسیہ کو اپنے مشرقی [illegible] سے فرصت ہوئی تو اس طرف بھی توجہ کی گئی، اور ایک دو سال کی معرکہ آرائی کے بعد ۱۴۴ھ میں محمد بن اشعث خزاعی افریقہ آیا اور ۱۴۸ھ تک تمام خارجیوں اور بربریوں کا قلع قمع کرکے کامل امن و امان قائم کردیا، لیکن ابھی وہ افریقہ کے معاملات کو درست اصلاح لانے میں [illegible] کہ اسکو بعض سیاسی غلطی کی پاداش میں [illegible] افریقہ سے دستبردار ہونا پڑا، اور اواخر ۱۴۸ھ میں افریقہ سے دار الخلافت کو روانہ ہوگیا [illegible]

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۴۹۳ ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۶ نہایۃ الارب [illegible]
عذاری ترجمہ [illegible]
کو سال [illegible]

حکومت عارضی طور پر عیسیٰ بن موسیٰ الخراسانی نے اپنے ہاتھ میں لی، اس کے بعد ربیع الاول ۱۴۸ھ/۷۶۵ء میں بارگاہ خلافت سے اغلب التمیمی ولایت افریقہ پر سرفراز ہوکر یہاں داخل ہوا، اور زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی لیکن شعبان ۱۵۰ھ/۷۶۷ء میں ایک بغاوت کو فرو کرتے ہوئے میدان جنگ میں یہ بھی کام آگیا،

اغلب کی وفات کے بعد اسکے اہل وعیال نے افریقہ میں سکونت اختیار کرلی لیکن ان میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو اسکی جانشینی کے بار گران کو سنبھال سکتا، اس لئے خلیفۂ وقت کی طرف سے دوسرا والی مقرر ہوکر آیا، لیکن افریقہ کی بغاوت وبدامنی بدستور جاری رہی، مرکزی حکومت نے امن وامان کے قیام کی بہترین صورتیں اختیار کیں، اور ایک مستقل خاندان آل مہلب کو یہاں کی حکومت تفویض کردی، مگر پھر بھی ۱۵۱ھ سے ۱۸۴ھ تک مختلف سالوں میں سات ولاۃ مقرر ہوئے، اور ان میں کے اکثر کو بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا، اور بعض کو اپنی قیمتی جان بھی نذر کرنی پڑی،

چنانچہ ۱۸۳ھ میں جس وقت کہ محمد بن مقاتل العکی افریقہ کا والی تھا، ایک باغی سردار تمام بن تمیم التمیمی نے ایسی یورش کی کہ دارالحکومت قیروان پر قابض ہوگیا، محمد بن مقاتل افریقہ کی ولایت سے دستبردار ہوکر اس باغی سے طالب امان ہوکر جان بخشی کرائی، اور پورے افریقہ میں نہایت ابتری پھیل گئی،

اسی زمانہ میں اغلب کا بڑا لڑکا ابراہیم زاب کا حاکم تھا، قیروان کے یہ حالات دیکھ کر فوج لیکر آگے بڑھا، تمام سے قیروان خالی کرایا، پھر پورے صوبہ کو زیرنگین کیا، اس کے بعد کمال دیانت داری و دانائی و فرزانگی سے افریقہ کی زمام حکومت سابق والی افریقہ محمد بن مقاتل کے ہاتھ میں دیدی اور تمام افریقہ میں امن وامان قائم ہوگیا،

لیکن محمد بن مقاتل کچھ زیادہ دنوں افریقہ میں قیام نہ کرسکا، اور سیاسی صورت حال ایسی پیش آگئی کہ وہ بارگاہ خلافت میں طلب کرلیا گیا اور خلیفہ ہارون رشید نے ۱۸۴ھ میں افریقہ کی زمام

Marfat.com

حکومت ابراہیم بن اغلب کے حسنِ خدمت کے اعتراف میں اسی کے سپرد کر دی گئی۔[۱]

افریقہ کی بغاوتوں کے زمانہ میں صقلیہ کی جنگی تیاریاں

۲۹۵ھ سے ۲۹۷ھ تک جو سیاسی ہیجان رہا، اس سے صقلیہ کے حالات میں دفعۃً ایک نیا انقلاب برپا ہو گیا، کیونکہ افریقہ کا یہ مختصر دورِ فتن حکومت صقلیہ کیلئے نہایت کارآمد ثابت ہوا، اور اسی مختصر زمانہ میں صقلیہ نے اپنے وہ تمام منصوبے نہایت حسن و خوبی سے پورے کر لئے جن کی قسطین دوم نے یہاں داغ بیل ڈالی تھی، لیکن مسلمانوں کے پے در پے حملوں سے صقلیہ کو سر اٹھانے کا موقع نہیں ملتا تھا، کہ وہ قسطین کی حکمتِ عملی کو پورا کرنے کی کوشش کرتا،

چنانچہ افریقہ کے اسی دورِ اختلال میں حکومت صقلیہ نے اپنی مکمل حفاظتی تدبیریں انجام دیں، فوج کا مرتب نظام قائم ہوا، شہروں کے شہر پناہ اور جہازوں کے بندرگاہ کی درستی کے ساتھ قلعوں کو نئے سرے سے مستحکم کیا گیا، اور حفاظت کی تمام صورتیں اختیار کر کے ان کی نہایت مستعدی سے نگہداشت شروع ہوئی، اور پھر ہر سال جہازوں پر سوار ہو کر جزیرہ کے گرد اگرد گشت لگانے اور اپنے تمام ساحل کی نگہداشت کرنے کا خاص اہتمام کیا گیا، اسی طرح اندرون جزیرہ کو پوری طرح مسلح کر دیا گیا، صقلیہ میں قلعوں کی کمی نہیں تھی، قدم قدم پر سربفلک قلعے کھڑے تھے، لیکن آبادی کی کمی کے باعث اور حکومت کی غفلت سے اکثر غیر آباد پڑے تھے، اگرچہ ان میں سے چند قلعے مسلمانوں کے فتح افریقہ کے وقت بھی آباد ہو چکے تھے،[۲] تاہم ابھی ایسے قلعوں کی کثیر تعداد تھی، جو ویران اور سنسان پڑے تھے، چنانچہ اب اس موقع پر ان کے آباد ہونے کی باری آئی، اور ایک ایک قلعہ آباد کر دیا گیا، علاوہ ازیں جا بجا جنگی ضرورتوں سے قلعے بھی تعمیر کئے گئے، یہاں تک مشکل سے صقلیہ کی کوئی ایسی پہاڑی باقی رہ گئی ہو، جس پر قلعہ کی سربفلک دیوار کھڑی کر دی گئی ہو، چنانچہ نویری مسلمانوں کے ۲۳۰ھ کے حملہ کا تذکرہ کر کے افریقہ کے دور فتن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

۱؎ ان واقعات کی تفصیل کیلئے دیکھو ابن اثیر ج ۸ ص ۲ تا ۹، کتاب العبر [illegible] ص [illegible]، بیان المغرب ابن عذاری ج [illegible] ص ۱۸۰ تا ۱۸۴۔ ۲؎ معجم البلدان ج ۵ ص ۳۰۸،

ان استحکامات کا یون ذکر کرتا ہی:-

"اور افریقیہ کے ولاۃ ان فتنہ و فساد کے دور کرنے مین لگ گئے جن کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہین، اس مدت مین باشندگان جزیرۂ صقلیہ مامون و محفوظ ہوگئے، اور اس کو ہر چہار جانب سے مستحکم کرلیا، اور قلعے پر قلعے تعمیر کرلئے، یہان تک کہ ایسی کوئی پہاڑی باقی نہ چھوڑی جس پر قلعہ تعمیر کرلیا ہو۔"[1]

صقلیہ کے ان جدید استحکامات کے بعد رومیون کو مزید حوصلہ ہوا، اور انھون نے اپنی حفاظت سے تجاوز کرکے بحر روم مین غارت گری شروع کردی، مسلمانون کے تجارتی جہاز اب ان کے رحم و کرم پر تھے، وہ آزادی سے ان پر چھاپے مارتے، اور جہازون کے جہاز لوٹ لیتے، ابن اثیر صقلیہ کے استحکام کو ان الفاظ مین بیان کرتے ہوئے ان کی غارت گری کی طرف یون اشارہ کرتا ہے:-

"اور افریقیہ کے ولاۃ بربر کے فتنہ و فساد مین مصروف ہوگئے تو صقلیہ محفوظ ہوگیا، اور رومیون نے اس کو ہر طرف سے مستحکم کرلیا، اور اس مین قلعے اور شہر پناہ تعمیر کرلئے، اور اب ہر سال جہازون پر سوار ہوکر نکلتے، اور جزیرہ کے چارون طرف گھوم کر فوجی نقطۂ نظر سے جہان کمزوریان دیکھتے دور کردیتے، اور جب مسلمان تاجرون کے جہاز دیکھ لیتے تو انھین گرفتار کرلیتے"[2]

چنانچہ رفتہ رفتہ صقلیہ کے رومی بیڑون کو بحر روم مین نمایان تفوق حاصل ہوگیا، اور اب وہ ایک طرف افریقیہ کی اسلامی آبادی پر چھاپے مارتے، تو دوسری طرف یورپ کے دوسرے علاقون مین بھی غارتگری کرتے، اور اسلامی مرکزی حکومت بغداد کے جنگی بیڑون کے پہلو بہ پہلو مساویانہ طور پر بحر روم مین گشت کرتے، اور یورپ کے ایسے ممالک پر جن سے خلافت عباسیہ اور صقلیہ کی رومی حکومت

[1] نہایۃ الارب نویری ص ۴۲۶۔ [2] ابن اثیر جلد ۵ ص ۱۳۳۱۔

Marfat.com

دونوں کو اختلاف تھا متفقہ حملے بھی کرتے، چنانچہ ۱۸۲ھ کے موسم سرما میں مرکزی حکومت بغداد کا ایک بیڑا سلیمان بن راشد (جو ہارون رشید کے عہد میں محکمۂ خراج کا افسر اعلیٰ تھا) کی سرکردگی میں بحر روم میں گشت کر رہا تھا، صقلیہ کے رومی بیڑے نے اس سے متحد ہو کر یورپ کے بعض دوسرے علاقوں پر غارت گری کی،[1]

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۰، ۱۰۸، ۱۴۲۔

دولتِ اغالبہ افریقہ،

۱۸۴ھ تا ۲۹۶ھ
۸۰۰ء تا ۹۰۸ء

ابراہیم بن اغلب

۱۸۴ھ - ۱۹۶ھ
۸۰۰ء - ۸۱۱ء

افریقہ میں حکومتِ اغلبیہ کا قیام

دولتِ اغالبہ افریقہ کے بانی ابراہیم بن اغلب نے ۱۸۴ھ میں افریقہ کی زمامِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی، اور ملکی نظم ونسق میں مصروف ہوگیا، اسکی حکومت کے قیام کے بعد سے افریقہ کی ایک جدید تاریخ شروع ہوتی ہے، اور اسی کے ماتحت صقلیہ کی اسلامی تاریخ ہے، اس لئے یہاں اولاً افریقہ کی دولتِ اغالبہ کا سمجھ لینا ضروری ہے، قیام دولتِ اغالبہ کے پیشتر تک خلفائے عباسیہ کو افریقہ کی اسلامی حکومت سے کسی قسم کا کوئی مالی انتفاع حاصل نہ تھا، بلکہ خود اس صوبہ کو جس پر صرف مصر کی سرحد کی حفاظت کے لئے اقتدار قائم رکھنا ضروری سمجھا جاتا تھا، خزانہ مصر سے سالانہ ایک لاکھ دینار ادا کئے جاتے تھے جن سے یہاں امن وامان قائم رکھا جاتا تھا،

ابراہیم اغلبی نے افریقہ کو ایک آزاد صوبہ کی حیثیت میں لانے کیلئے اس رسم کو ترک کرنا چاہا اور عہدۂ ولایت کا انتظام ہاتھ میں لینے سے پیشتر ہی خلیفہ ہارون رشید سے خزانہ مصر سے اس رقم کے بند کرادینے اور اہلِ حکومت افریقہ سے سالانہ چالیس ہزار دینار قبول کرنے کی استدعا کی، ہارون تسلیم

Marfat.com

نے یہ تجویز خوشی سے منظور کرلی[1] اور اس پر عملدرآمد جاری ہوگیا، اسلئے درحقیقت افریقہ کی مستقل اسلامی حکومت کی بنیاد اسی ابراہیم اغلبی کے ہاتھوں قائم ہوتی ہے،

ابراہیم عہدۂ ولایت قبول کرنے کے بعد ہی اپنی دانائی و خوش تدبیری سے افریقہ مین ایک مستقل جداگانہ نظام حکومت قائم کرنے مین کامیاب ہوگیا، اور اپنے پورے دور حکومت مین افریقہ کے نظم ونسق مین مصروف رہا، یہانتک کہ ۱۹۶ھ مین اس نے وفات پائی، اور اس کے بجائے اس کا لڑکا ابوالعباس عبداللہ اس کا جانشین قرار پایا، کیونکہ خلافت عباسیہ نے ابراہیم کی خدمات کے صلہ مین افریقہ کی حکومت اسکے خاندان کیلئے موروثی قرار دیدی تھی،

اغالبہ کا عروج یہ وجہ تھی کہ افریقہ کے یہ اغلبی ولاۃ رفتہ رفتہ اس قدر مطلق العنان فرمانروا ثابت ہوئے کہ بظاہر اس کے آزاد و خودمختار حکومت ہونے مین کوئی شبہہ نہ رہا، اگرچہ اغالبہ نے کبھی اپنی خودمختاری کا اعلان نہین کیا، لیکن معناً یہان انکی خودمختار حکومت قائم تھی، جسکو اپنے داخلی وخارجی نظام سیاست مین پوری آزادی حاصل تھی، صرف تخت نشینی کے بعد خلیفہ عباسی سے ضابطہ کی منظوری حاصل کیجاتی، اور اغالبہ کے پورے دور حکومت مین بجز چند مخصوص موقعون کے کبھی بھی ایسا نہین ہوا، کہ عباسی خلیفہ یہان کے معاملات مین مداخلت کرتے، وہ صرف خانوادے کے باہمی تصفیہ سے فرمانروایان اغالبہ کے تخت نشین ہوجانے کے بعد ان کے عزل ونصب کی تصدیق کردیتے، اور انھین وہ سالانہ خراج برابر ادا کیا جاتا، جو دارالخلافت کیلئے مقرر ہوچکا تھا، اس کے ساتھ اغالبہ کے تمام ممالک محروسہ مین خطبہ مین خلیفہ عباسی کے نام کے پہلو بہ پہلو تاجدار اغلبی کا نام بھی شامل ہوتا، اور خطبہ مین یکے بعد دیگرے دونون نام لئے جاتے تھے،

اغالبہ نے افریقہ مین ۱۸۴ھ سے ۲۹۶ھ تک فرمانروائی کی اور اپنی حکومت سے سرزمین افریقہ مین جوفتنہ وفساد کا بیج اگا تھا امن وامان قائم کرکے اور رہا کو تہم کی ترقیات سے معراج کمال

---

[1] ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۶،

پر پہونچا دیا، مرسیو سدیو نے مختصر الفاظ میں ان کے دورِ حکومت پر ایک اجمالی تبصرہ کیا ہے، وہ کہتے ہیں:-

"اس کے بعد ان کے امیر اغلب نے کوشش کی اور تمام بربریوں کو خلیفہ منصور کی اطاعت و انقیاد کے لئے مجبور کیا، پھر بربریوں نے مہدی اور رشید کے زمانہ میں کئی مرتبہ بغاوت کی جس میں عباسیوں کو بڑے بڑے نقصانات اٹھانے پڑے، یہاں تک کہ سنہ ۱۸۴ھ میں رشید نے مصمم ارادہ کر لیا، کہ ابراہیم بن الاغلب کو مصالحتاً مغرب کی حکومت مستقل طور پر دیدے،

چنانچہ اغلبی خاندان اسی سنہ سے ۲۹۶ھ تک وہاں خود مختار حاکم رہا، اس خاندان نے ازدواج و مناکحت کے ذریعہ سے عرب اور بربر دونوں کے خون کو باہم خلط و ممزوج کر دیا، اور اب ان کا اخلاق اور ان کا دین بھی متحد ہو گیا، اور غیریت کی وجہ سے ان میں جو بغض و حسد اور منافرت تھی، وہ سب جاتی رہی،

ابراہیم بن اغلب کے زیرِ حکومت وہ تمام ملک تھا، جو سواحل بحر اوقیانوس سے لیکر حدود برقہ مصر و نوبیہ تک چلا گیا ہے، اور اس وسیع مملکت کے خطبوں میں خلیفہ عباسی کے نام کے ساتھ اس کا بھی نام لیا جاتا تھا،

عباسی خلفاء اور اغلبی حکام دونوں نے بہت سخت کوشش کی کہ مغرب اقصیٰ سے ادریسیوں کی حکومت کو زائل اور برباد کر دیں، مگر ان سے کچھ بھی نہ ہو سکا، اب اغلبی خاندان والے صرف بلاد مغرب وسطے اور بلاد افریقہ کی حمایت و حفاظت کرنے لگے، انھوں نے ان عیسائی ممالک پر جو ساحل بحر روم پر واقع تھے، چڑھائیاں کیں، یہاں انہیں فتح و نصرت حاصل ہوئی۔

اسکے بعد ان کے تہذیب و تمدن کا تذکرہ یوں کرتے ہیں،

"اسکے سوا اقلیم افریقہ کو انھوں نے مہذب بنایا، جو اسلامی تمدن شام اور عراق میں جاری تھا

وہی انھون نے وہان بھی جاری کیا، قصر قدیم اور رصادہ (رقادہ) دو نئے شہر آباد کئے، وہ کبھی تیونس کبھی قیروان اور کبھی طرابلس مین رہنے لگے جس سے یہ سب شہر ایسی عمارتون سے معمور ہو گئے جن مین مدرسین بنائی جاتی تھین، اور بڑے بڑے آراستہ و پیراستہ ستون قائم کئے جاتے تھے، جو رو ... تعمیر پر ہوتے تھے اور ایسی ندیون پر جہان بارش کی وجہ سے تیز رو سیلاب جاری ہو جاتے تھے، انھون نے پل بنوائے (بند بندھوائے)

غرض ان لوگون کے سبب سے تمام ملک مین تہذیب پھیلی، انھون نے علوم و فنون صنعت و حرفت اور تجارت و فلاحت کی ترقی مین بڑی کوشش کی، جگہ جگہ تجارت کی منڈیان قائم تھین جس سے صحرائی قومون اور سواحل کے باشندون کے مابین آمد و رفت کی سہولت ہو گئی، نئی نئی سڑکین نکالین، ان مین امن و امان کا بڑا بندوبست کیا، ڈاک کے راستون اور مقامون کی نگرانی شہرون کے عمائد و اعیان کے سپرد کی، نیز ان مقامات پر خاص نگران مقرر کئے، جن مین پیدل ہرکارے اور سوار قاصد ڈاک لیجایا کرتے تھے، اور یہ ڈاک حدود مغرب کی ابتدا سے مملکت مصر کے حدود تک برابر آتی جاتی تھی، علاوہ برین اغلبیون نے بڑی کشتیون کا بیڑا بھی تیار کیا، جس کے ذریعے سے بحر متوسط پر حکومت کرتے تھے[1]"

عبداللہ بن ابراہیم والی افریقہ

۱۹۶ھ ۔ ۲۰۱ھ
۸۱۱ء ۔ ۸۱۶ء

عبداللہ بن ابراہیم نے اپنے باپ کی وفات کے بعد ۱۹۶ھ (۸۱۱ء) مین عنان حکومت سنبھالی، عہد حکومت مین ہمارے لئے جو اہم ترین واقعہ قابل ذکر ہو سکتا ہے، وہ حکومت افریقہ و حکومت صقلیہ

[1] تاریخ عرب موسیو سدیو (ترجمہ اردو) ص ۲۳۹ تا ۲۴۰ طبع اول۔

کا معاہدہ صلح ہے، اور یہ صلحنامہ ان دونوں حکومتوں کے مستحکم اور دونوں کے مساوی و متوازن حالت میں ہونے کا ایک قدرتی نتیجہ تھا، کیونکہ ابراہیم نے اپنے عہد حکومت میں افریقیہ کی تمام چولیں درست کر دی تھیں، اور صقلیہ نے افریقیہ کے دور اختلال سے فائدہ اٹھا کر پوری قوت بہم پہنچالی تھی، عرب مورخین نے افریقیہ اور صقلیہ کے اس معاہدہ کا کوئی مستقل تذکرہ نہیں کیا ہے، انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں صرف اس قدر ہے کہ ۱۹۸ھ ۸۱۳ء میں مجاہدین اسلام اور صقلیہ کے عیسائیوں میں دس سال کیلئے صلح ہو گئی[1] لیکن عربی تاریخوں میں مختلف واقعات کے حوالوں میں اس کا ذکر آجاتا ہے جن سے چند شرائط کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، اس معاہدہ کی غالباً سب سے اہم شرط یہ تھی کہ صقلیہ میں اگر کوئی مسلمان قیدی پہنچ جائے، تو وہ افریقیہ لوٹا دیا جائے گا، معاہدہ کی اس شرط سے حکومت صقلیہ کی ان بحری غارتگریوں کا بھی سدباب ہو گیا، جو وہ اکثر اسلامی جہازوں پر کرتے رہتے تھے، نیز سواحل افریقیہ پر بھی ان کی جو تاخت کبھی کبھی ہوتی تھی، اس معاہدہ کے رو سے اس کا بھی انسداد ہوتا ہے، اسی کے ساتھ حکومت افریقیہ کی ان جہازوں کا بھی خاتمہ ہو جانا چاہئے، جو وہ اکثر اپنے مطمئن ماحول کے دوران میں صقلیہ پر روانہ کیا کرتی تھی[2]،

[1] انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا ج ۲۵ ص ۱۲ طبع یازدہم، [2] صاحب کتاب الحلۃ السیراء (درماری ص ۲۲۷) نے عام مورخین کے برخلاف ۲۰۶ھ میں محمد بن عبداللہ انصی کی سرکردگی میں صقلیہ پر ایک بحری حملہ کا تذکرہ کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ۲۰۶ھ کے بحری حملہ کو جو سردانیہ پر ہوا تھا، صقلیہ کی طرف منسوب کر دیا ہے، کیونکہ اول الحلۃ السیراء کے علاوہ کسی نے اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے بلکہ اس کے بجائے ابن عذاری وغیرہ نے ۲۰۶ھ کے حملہ سردانیہ کا تذکرہ کیا ہے جس کو ہم نے متن میں بھی دیدیا ہے، علاوہ ازیں جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا جب ۲۱۲ھ میں صقلیہ پر اسلامی حملہ کا سوال حکومت زیادۃ اللہ کے سامنے آیا، تو اسی معاہدہ کی بنا پر اس میں خود زیادۃ اللہ کو پس و پیش ہوا، اور اسکے علاوہ افریقیہ کے اعیان و علماء نے بھی اسی بنا پر سخت مخالفت کی، اور پھر حملہ صقلیہ کا یہ مسئلہ بالآخر قاضی القضاۃ افریقیہ کے سامنے بطور مذہبی استفتا کے پیش ہوا، اور اس کا جو کچھ فیصلہ جن دلائل سے ہوا، اس کی تفصیل آگے آئے گی، ان حالات میں الحلۃ السیراء کی وہ روایت قابل یقین نہیں ہے، جبکہ اس معاہدہ کے متعلق معلوم ہے کہ وہ عبداللہ بن ابراہیم کے عہد میں ہوا، اس لئے

Marfat.com

لیکن ابو العباس کا عہد حکومت محض چند روزہ تھا، اس نے ۲۰۱ھ / ۸۱۶ء میں وفات پائی، اور اسکے بجائے اس کا چھوٹا بھائی زیادۃ اللہ بن ابراہیم سریر حکومت پر جلوہ آرا ہوا۔

زیادۃ اللہ بن ابراہیم والیِ افریقیہ

۲۰۱ھ تا ۲۲۳ھ / ۸۱۶ء تا ۸۳۸ء

ابو محمد زیادۃ اللہ بن ابراہیم بن اغلب ایک نہایت بیدار مغز فرمانروا ثابت ہوا، یہ ۲۲، ۲۳ ذی الحجہ ۲۰۱ھ کو تخت حکومت پر بیٹھا، اور سریر آرائے حکومت ہوتے ہی اسکو بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا، اور اسلئے وہ ابتداءً افریقیہ کے معاملات اور ملکی نظام میں الجھا رہا، جب افریقیہ کے معاملات سے مطمئن ہوا، تو بحری قوت کی طرف توجہ کی، اور جہازوں کے بیڑے تیار کئے، لیکن اس کے باوجود اس نے صقلیہ کے معاہدہ کا احترام کیا، اور جب بحری پیشقدمی کی ضرورت محسوس ہوئی تو ۲۰۶ھ / ۸۲۱ء میں سردانیہ کی طرف توجہ کی، کیونکہ وہ بھی اس سے پہلے باجگذار ہو چکا تھا جس کا سلسلہ افریقیہ کے دور اختلال میں منقطع ہوگیا تھا، یہ حملہ محمد بن عبد اللہ تمیمی کی سرکردگی میں انجام پایا، اور طرفین نے نقصانات اوٹھائے۔[1]

افریقیہ میں بغاوت

لیکن زیادۃ اللہ کے عہد حکومت کے چند سال گذرے تھے، کہ اتفاق سے ۲۰۹ھ / ۸۲۴ء میں افریقیہ میں ایک شخص منصور طنبذی نے علم بغاوت بلند کیا، جسمیں رفتہ رفتہ اسکو کامیابی ہوتی گئی، اور آخر میں زیادۃ اللہ اس درجہ مجبور ہو گیا، کہ اس کے پاس تمام افریقیہ کے علاقہ میں صرف چند مقامات باقی رہگئے

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱۶) ۲۰۴ھ سے پہلے دو معاہدہ موجود تھا، اور اگر زیادۃ اللہ نے ۲۰۴ھ کے بعد حملہ کرکے اس کی خلاف ورزی کی اور افریقیہ کے علما و اعیان بھی خاموش رہے تو پھر ۲۱۲ھ میں کیا اسباب ہو سکتے ہیں، کہ خود والی افریقیہ اور اس کے اعیان و مشیر کار معاہدہ کی خلاف ورزی سے بہ شدت احتراز کریں۔ [1] البیان المغرب (ترجمہ) ص ۱۲۹ و ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۲ وغیرہ۔

ان کے علاوہ پورے افریقہ مین منصور کا سکہ رواں ہو گیا[1]۔

صقلیہ کی طرف سے معاہدہ شکنی اور سواحل افریقہ پر حملہ

حکومت صقلیہ نے معاہدہ کو بالائے طاق رکھ کر افریقہ کے ان حالات سے فائدہ اوٹھانا چاہا چنانچہ اتفاق سے اسی زمانہ یعنی ۲۱۱ھ/۸۲۶ء مین میکائل دوم شہنشاہ قسطنطنیہ (۸۲۰ء تا ۸۲۹ء) نے ایک بطریق قسطنطین نامی کو (جسکو عرب مورخین "سودہ" کے لقب سے بھی تعبیر کرتے ہین) صقلیہ کی گورنری پر بھیجا تھا، اس نووارد گورنر نے اپنی ہمسایہ حکومت افریقہ کے اون حالات کا مطالعہ کیا، صقلیہ کی بحری و بری فوج پہلے سے تیار تھی، اس نے زمام حکومت سنبھالتے ہی جنگی بیڑا مرتب کیا، اور صقلیہ کے ایک قائد اعظم فیمی (AUPHAMIUS) کو حکومت افریقہ کے ساحلی مقامات پر حملہ آوری کے لئے روانہ کر دیا، فیمی جنگی جہازون کے ساتھ ساحل پر اوترا، اور کئی مقامات پر غارت گری کی، افریقہ اس وقت اپنے جھگڑون مین اولجھا ہوا تھا، اس رومی حملہ کا کیا جواب دیتا، فیمی جہانتک لوٹ مار کر سکتا تھا، کرتا رہا، اور ایک مدت تک اسی سلسلہ مین وہ افریقہ مین مقیم رہا[2]۔

ابن عذاری کی تصریح کے مطابق افریقہ کا ساحلی علاقہ زیادۃ اللہ کا مطیع تھا، اسلئے یہ حملہ براہ راست اوسی حکومت کے برخلاف تھا، اور اگر اصولی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اوسی حملہ سے اوس معاہدہ کی تنسیخ ہو گئی جو ابراہیم بن عبداللہ کے عہد مین کیا گیا تھا، اور پھر اس کے بعد ہی حکومت صقلیہ نے ایک قدم اور آگے بڑھایا، اور معاہدہ کی شکست کا عملاً دوسرا ثبوت بہم پہنچانا چاہا، یعنی اوس نے نہایت بیباکی سے بحر روم کے اسلامی جہازون پر چھاپے مارنا شروع کر دئے، مسافر اگر مقابلہ کرتے، تو تہ تیغ ہوتے ورنہ غلام بنا کر صقلیہ پہنچائے جاتے، اور جو مال و اسباب ان پر موجود ہوتا، اس پر مال غنیمت کے طور پر قبضہ ہو جاتا، اور جہاز بھی واپس آنے نہ دیتے،

چنانچہ یزید بن محمد الجحمی جو افریقہ کے ایک نہایت ثقہ اور سن رسیدہ محدث تھے، ۲۱۲ھ مین افریقہ

[1] البیان المغرب ج ۱ ص ... ۱۳۲ تا ۱۳۳، [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۵۰، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۸ وغیرہ،

سے تہیہ صقلیہ کیطرف ایک لشکر کے ساتھ جا رہے تھے، صقلیہ کے رومی بیڑے نکل پڑے، اور ان جہازون پر حملہ آور ہوئے، فوج کی ایک مختصر جماعت زبردست جنگی بیڑے کا کیا مقابلہ کرتی، چنانچہ دوسرے مسلمانون کے تہ تیغ ہونے کے علاوہ جحمی جیسی مقدس و متقشف ہستی نے بھی جام شہادت نوش کیا،

جحمی کو افریقیہ مین جو علمی و مذہبی مرتبہ حاصل تھا، وہ ان کے شیوخ و تلامذہ کی فہرست سے معلوم ہوتا ہے، انھین حضرت امام مالکؒ سے شرف تلمذ حاصل تھا، نیز ابراہیم بن محمد مدنی، اور ابوبکر بن عیاش کوفی، احمد بن یزید اور اسی طرح، مدینہ، کوفہ، شام، اور بصرہ کے کبار محدثین ان کے شیوخ کی فہرست مین ہین، اور تلامذہ کے حلقہ مین موسیٰ بن معاویہ صمادحی وغیرہ جیسے جلیل القدر بزرگ ہین[1]،

اس لئے جحمی کا واقعہ شہادت سارے افریقیہ مین آگ لگا دیتا لیکن وہان خود بغاوت کی آگ سلگ رہی تھی، اور سب کے سب اسی کے بجھانے مین لگے ہوئے تھے، کسے فرصت تھی اور کس مین صلاحیت تھی کہ حکومت صقلیہ کی ان حرکتون پر باز پرس کرتا،

لیکن حکومت افریقیہ نے اس پر اگرچہ باز پرس نہین کی اور اسکو فسخ معاہدہ کا سبب نہین قرار دیا تاہم ایک غیر جانب دار مورخ صاحب ریاض النفوس جحمیؒ کے واقعہ شہادت پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ ابو عبداللہ اجدانی کا یہ بیان نقل کرتا ہے:-

وقال الشیخ ابو عبد اللہ	اور شیخ ابو عبداللہ اجدانی فرماتے ہین کہ جحمی کا
الاجدانی فدل ذلک علی ان	(واقعۂ شہادت) اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ
اہل صقلیہ لم یکن بینھم وبین	اس زمانہ مین مسلمانون اور باشندگان صقلیہ کے
المسلمین ھدنۃ۔	درمیان کوئی معاہدۂ صلح قائم نہین تھا،

[1] ابو العرب در یادگاری مضامین ج ا ص ۳۴۲، و ریاض النفوس در اماری ص ۱۸۰،

Marfat.com

صقلیہ مین حکومت بزنطی سے بغاوت اور باغیون کی خودمختار حکومت

اگرچہ حکومت افریقہ نے دمیون کی اس ساحلی تاخت اور اس واقعہ شہادت پر اپنی پرآشوب بغاوتون کے باعث حکومت صقلیہ سے کوئی بازپرس نہین کی، تاہم ساحل افریقہ کے بیگناہ مظلومون اور یزید بن محمد الجحی کا خون ناحق رنگ لایا، اور خود صقلیہ مین ایک سخت بغاوت برپا ہوگئی، جسکی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہی امیرالبحر فیمی جو اسوقت سواحل افریقہ پر تاخت کررہا تھا کسی گرجا سے ایک نوجوان نن کو بھگا لایا، اور اس کی خبر میکائل شہنشاہ قسطنطنیہ کو ملی جس نے اسکے قتل اور بروایت دیگر زبان تراش لینے کا حکم بھیجا، فیمی اسوقت تک سواحل افریقہ کی اسلامی بستیون پر چھاپے مار رہا تھا، صقلیہ کی فوج کا ایک معتدبہ حصہ اس کے ساتھ تھا، اس وحشیانہ سزا کو سن کر بغاوت پر آمادہ ہوا، لشکر نے اسکی حمایت پر آمادگی ظاہر کی اور اسکو صقلیہ پر قبضہ کرلینے کا مشورہ دیا، چنانچہ فیمی نے دارالحکومت سرقوسہ کا رخ کیا، اور اس پر قبضہ کربیٹھا، قسطنطین والی صقلیہ قطانیہ مین پناہ گزین ہوا، فیمی نے اسکو وہان بھی چین نہ لینے دیا، شاہی فوج اور باغیون مین سخت مقابلہ ہوا، والی صقلیہ نے ہزیمت اٹھائی، اور خود بھی جان سے مارا گیا، اسکے بعد فیمی نے ساری جزیرہ مین گشت لگاکر تمام شہرون کو مطیع کیا، اور اپنی خودمختار حکومت قائم کرلی، اور شاہ صقلیہ کا لقب اختیار کیا، اور جزیرہ کے مختلف مقامات مین اپنے گورنر مقرر کردیے،

فیمی کے خلاف بغاوت

لیکن فیمی کی حکومت چندروزہ ثابت ہوئی، حکومت بزنطی قسطنطنیہ کے ایما سے اسکے ایک گورنر بلاطہ نامی نے اسکے خلاف علم بغاوت بلند کیا، اور اسکی امداد کیلیے قسطنطنیہ سے ایک عظیم الشان لشکر آیا، بلاطہ کا چچازاد بھائی میکائل بلرم مین گورنر تھا، اس نے اسکو بھی اپنا ہمنوا بنالیا، اور بلاطہ اپنے عظیم الشان لشکر کے ساتھ آگے بڑھا، اور دوسری طرف سے میکائل والی بلرم آیا، اور دونون بھائیون نے ملکر سرقوسہ پر ایک ساتھ چڑھائی کی، فیمی اس متحدہ طاقت کا مقابلہ نہ کرسکا، اور ایک معرکہ کے بعد شکست کھائی، اور جان بچاکر صقلیہ سے فرار ہونے پر مجبور ہوا، اور صقلیہ دوبارہ حکومت بزنطی کے

Marfat.com

زیر علم آگیا۔

فیمی کا حکومت افریقہ سے استمداد

فیمی کی یہ شکست **صقلیہ** کے دار الاسلام بننے کا بہ ظاہر ایک سبب بنی۔ فیمی کے زیر علم جو کچھ فوج تھی، اس کا ایک حصہ **قسطنطین** کو زیر کرنے میں صرف ہو چکا تھا، پھر ایک بڑی تعداد بلاطہ کے مقابلہ کرنے میں کام آئی، اب اسکو اپنی کامیابی کے آثار نظر نہیں دیتے تھے لیکن امید کی آخری جھلک اسکو افریقہ میں نظر آئی، اسی سال کے دوران میں سنہ ۲۱۲ھ تک افریقہ اور صقلیہ کے تعلقات میں جو کشیدگی رہی وہ سب اسکی نگاہ میں تھی، اس لیے آخر اس نے اپنے اس آخری حربہ کو بھی استعمال کرنا چاہا اور اپنی باقی ماندہ فوج کو ساتھ لیا، اور سیدھے دربار قیروان میں حاضر ہوا۔

اس نے قیروان میں سب سے پہلے اپنی اس پچھلی پیشقدمی پر زیادۃ اللہ کے سامنے افسوس ظاہر کیا، اور پھر صقلیہ کے تمام حالات بیان کر کے اسلامی فوج کشی کی خواہش ظاہر کی۔

ایسے موقع پر سب سے پہلے جو سوال جو پیش آ سکتا تھا وہ یہ تھا کہ حکومت افریقہ نے اگر فوج کشی کی تو اسکی حیثیت کیا ہوگی، کیا وہ فیمی کی امداد و معاونت ہوگی یا مسلمانوں کا کوئی مستقل حملہ، لیکن فیمی خود ہوشیار تھا اس نے ابتدا ہی میں تصریح کردی کہ وہ تاج و تخت سے دستبردار ہو چکا ہے لیکن صرف بلاطہ سے انتقام لینے کی غرض سے اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ حملہ میں شریک ہوگا، فتح و نصرت کے بعد اسکو سیاست سے کوئی سروکار نہ ہوگا،

زیادۃ اللہ نے اس مسئلہ پر غور کرنے کا وعدہ کیا اور فیمی دربار حکومت سے [illegible] ان ہی ایام میں ادھر گورنر صقلیہ کا حکومت بزنطی کی جانب سے پیغام آیا، کہ ایک باغی کو پناہ دیکر دونوں حکومتوں کی دوستی میں فرق نہ ڈالا جائے، جو پچھلے معاہدہ کی رو سے قائم ہے، اور ایک باغی کی مدد کرکے معاہدہ حکومت شدہ میں بغاوت نہ پیدا کی جائے[1]

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۲۵، ۲۳۶، و نہایۃ الارب [illegible] (برٹش انسائیکلوپیڈیا)

Marfat.com

زیادۃ اللہ کی توجہ صقلیہ کی طرف

رومی حکومت صقلیہ کو اب اپنے معاہدہ کا خیال آیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ افریقیہ کے دورِ اختلال اور دولت اغالبہ کے اس ابتدائی دور میں افریقہ کے ساتھ صقلیہ کی جو معاندانہ روش رہی وہ خود بخود یہ سوال پیش کر رہی تھی کہ آخر افریقہ و صقلیہ کے مسئلہ کا آخری حل کیا ہوگا، کیونکہ ان دونوں کی جو جغرافیائی حیثیت تھی، اس کا قدرتی اقتضا یہی تھا، کہ یا تو دونوں مقامات کسی ایک ہی حکومت کے سلسلہ کی دو کڑیاں ہوں، یا دونوں میں ایسا رابطہ اتحاد قائم ہو کہ دونوں ملک کے باشندوں کو معاشرتی، اقتصادی اور تجارتی آزادی حاصل ہو، اور دونوں ملکوں کی قومیں مساویانہ طور پر بحرروم میں آزادانہ آمدورفت قائم رکھ سکیں۔

یہی وجہ تھی کہ دولت اسلامیہ افریقیہ نے روزِ اول سے صقلیہ کے مسئلہ کو سامنے رکھا، اور ابتداءً یہ کوشش کی، کہ اس جزیرہ کو اپنے دول متوافقین کی جماعت میں شامل کر کے افریقہ کی آزادی حاصل کیجائے، چنانچہ اس میں ابتداءً کامیابی بھی حاصل ہو گئی، لیکن اچانک افریقیہ میں دورِ اختلال شروع ہو گیا، اور صقلیہ کو اپنے جنگی استحکامات کا موقع مل گیا، [illegible] جب عہد اغالبہ کی ابتدا ہوئی تو ابو العباس عبداللہ والی افریقیہ نے شریفانہ شرائط کے ساتھ صلح کی سلسلہ جنبانی کی، اور دونوں ملکوں میں معاہدۂ صلح مرتب ہوا، اور افریقیہ نے اپنی دانست میں صقلیہ کے مسئلہ کا آسان حل دریافت کر لیا، لیکن میکائیل شہنشاہ قسطنطینیہ کے سریر آرائے حکومت ہوتے ہی جب مختلف ملکوں میں نئے نئے گورنر گئے، اور صقلیہ کے لئے قسطنطین کا انتخاب عمل میں آیا، تو صلح کی وہ شرطیں کالعدم ہو گئیں، اور جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے، اس نے زمام حکومت سنبھالتے ہی افریقیہ کے ساحل پر لوٹ مار شروع کر دی، اور بحرروم میں مسلمانوں کے تجارتی جہازوں کو جو آسانی حاصل ہو گئی تھی، وہ بھی مفقود ہو گئی، اور افریقیہ کا غارت گر بیڑا ایک مدت تک اپنی

بقیہ حاشیہ ص ۱۲۱ (۱) ہولز اوزن ص ۲۰۸، ہسٹری آف دی ڈکلائن اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر گبن ج ۵ ص ۴۰

(۲) خیار تدمس ج ۲ ص ۱۱۰

غارت گری میں مصروف رہا، اس کے بعد ہی یزید بن محمد الجمحی جیسے ثقہ و سن رسیدہ محدث کو ایک کثیر جماعت کے ساتھ تہ تیغ کیا گیا،

اسلئے صقلیہ کا مسئلہ حکومت اغالبہ کے سامنے قدرۃً آگیا تھا، کہ اسی اثنا میں فیمی نے اپنی تحریک سے مزید عنان توجہ منعطف کردی جس سے اگر کوئی فرق پیدا ہوا تو صرف یہ کہ زیادۃ اللہ نے اس پر فوری توجہ مبذول کردی ورنہ وہ ابھی افریقہ کے بعض معاملات کی طرف مشغول رہتا اور پھر کچھ دن کے بعد صقلیہ کی مہم سامنے آتی،

حملہ صقلیہ کیلئے مجلس مشاورت

لیکن ان حالات کے باوجود جب کہ معاہدۂ صلح معنیً منسوخ ہوچکا تھا، زیادۃ اللہ نے حکومت صقلیہ کے پیغام کا احترام کیا، اور اس کا تصفیہ کہ وہ معاہدہ قائم ہے انہوں نے اپنی مجلس مشاورت کی مرضی پر موقوف رکھا، زیادۃ اللہ کی جو مجلس مشاورت تھی، اس میں مختلف اعیان ملک کے علاوہ ممتاز فقہاء و علماء بھی شامل تھے اس لئے جب تک ان کے سامنے اس کی تنسیخ کا باضابطہ ثبوت فراہم نہ کیا جاتا، وہ شرعی حیثیت سے صقلیہ کے حملہ کی اجازت دینے کیلئے تیار نہ تھے، چنانچہ اسی بنا پر زیادۃ اللہ نے صقلیہ کی مہم کے متعلق نہ فیمی کو کوئی جواب دیا، اور نہ رومی حکومت صقلیہ کو،

مجلس مشاورت کے مباحث

مجلس مشاورت میں مسئلہ صقلیہ کے متعلق دو اہم مباحث زیر بحث آئے،

اوّل یہ کہ وہ معاہدۂ صلح اب تک قائم ہے یا نہیں، اگر قائم ہے تو اس وقت صقلیہ پر حملہ کرنا اسلامی اصول کے خلاف ہے، اور اسلامی حکومت پر غداری کا الزام عائد ہوتا ہے، اور اگر وہ قائم نہیں ہے، تو اس کے ثبوت میں شہادت اور دلائل کیا ہیں؟

دوئم یہ کہ اگر صقلیہ پر حملہ ہو تو کس نقطہ نظر سے، آیا وہاں کی موجودہ حکومت کو برقرار رکھ کر صرف اس کو باجگذار بنا لیا جائے، یا حکومت بزنطی کا تختہ الٹ کے اسلامی حکومت قائم کی جائے، اور اس کو

دارالاسلام قرار دیا جائے،

معاہدۂ صلح کی تنسیخ کی بحث | مجلس مشاورت میں انہی دونوں مسائل پر بحث جاری رہی، معاہدۂ صلح کی تنسیخ کا جہاں تک حقیقی طور پر تعلق ہے، وہ اسباب بالا کی بنا پر منسوخ ہو چکا تھا، چنانچہ مختلف مورخین نے بہ تصریح اس کا تذکرہ کیا ہے، اور درحقیقت زیادۃ اللہ سیاسی طور پر انہی وجوہ سے صقلیہ پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا، چنانچہ ابن اثیر زیادۃ اللہ کے اس حملہ کا جہاں تذکرہ کرتا ہے، انہی واقعات کو اس کا سبب قرار دیتا ہے، وہ لکھتا ہے:

"۲۱۲ھ میں زیادۃ اللہ نے ایک بحری لشکر بھیجا... اور اسکے بھیجنے کا سبب یہ تھا کہ قیصر روم قسطنطنیہ نے جزیرۂ صقلیہ پر ایک بطریق قسطنطین نامی کو ۲۱۱ھ میں والی بنایا، اور اس نے ایک رومی فیمی نامی کو امیر الاسطول بنایا، جو نہایت بہادر اور شجاع تھا، اور اس نے افریقہ پر حملہ کیا، اور اس کے سواحل سے تاجروں کو پکڑ لیا، اور یہاں ایک مدت تک ٹھہرا رہا"

اسی طرح حمیری کے واقعہ شہادت پر مستشرقین کی یہ رائے اس سے پہلے پیش کی جا چکی ہے کہ "اور اس سے معلوم ہوا کہ اہل صقلیہ اور مسلمانوں میں کوئی معاہدہ قائم نہیں تھا"

علاوہ ازیں ایک امر یہاں پر خاص طور سے قابل لحاظ ہے یعنی افریقہ و صقلیہ کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا، وہ خود یورپین مورخین کے بیان سے صرف دس سال کیلئے نافذ تھا، معاہدہ کا سال ۱۹۸ھ/۸۱۳ء ہے، ۲۰۸ھ میں ختم ہو جاتا ہے، عجب کیا ہے کہ حکومت صقلیہ نے اسلامی جہازوں پر چھاپے مارنے اور ساحلی مقامات پر بیدردی کرنے کا سلسلہ اسی لیے چھیڑ دیا ہو کہ معاہدہ کی مدت ختم ہو چکی تھی،

لیکن صقلیہ کی ان تمام جارحانہ کارروائیوں کے باوجود افریقہ کی مجلس مشاورت کے بعض فقہا و قضاۃ اس مسئلہ کو دوسرے نقطۂ نظر سے دیکھ رہے تھے اسلئے

۱؎ ابن اثیر ج ۶ ص ۲۲۵ ۔ ریاض النفوس در المارئی ۱۸۰،

Marfat.com

زیادۃ اللہ نے ان کے سامنے اس مسئلہ کو ایک دوسرے اسلوب مین پیش کیا، اور رومیون پر شرعی نقطۂ نظر سے یہ الزام عائد کیا کہ انھون نے مسلمان قیدیون کو گرفتار کر کے اپنے یہان رکھا، اور اس لئے وہ ناقض عہد ٹھہرے، کیونکہ معاہدہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو مسلمان صقلیہ پہنچے، اور وہ واپس چلا آنا چاہے، تو انکو واپس کرنا رومیون پر فرض ہوگا، لیکن انھون نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور مسلمانون کو اپنے یہان روک لیا، اس لئے وہ معاہدہ قائم نہین رہا، جو عبداللہ سے طے پایا تھا، اور اب حکومت افریقیہ اس معاہدہ کی پابند نہین رہی،

زیادۃ اللہ کے اس بیان سے مجلس مین فقہا، کے درمیان دو نقطۂ نظر پیدا ہوگئے، فقہائے افریقیہ مین قاضی ابو محرز اور قاضی اسد بن فرات زیادہ نمایان تھے، اور دونون افریقیہ کے قاضی القضاۃ تھے، اور اسد اسوقت اس عہدہ پر فائز تھے، ان دونون نے اس مسئلہ مین ایک دوسرے کی مخالفت کی، قاضی ابو محرز نے عام فقہا، کا ساتھ دیا، اور نام نہاد معاہدہ کو برقرار رکھنا چاہا، لیکن قاضی اسد بن فرات نے معاہدہ کو کالعدم تصور کیا، اور نقض عہد کا الزام رومیون کے سر عائد کیا، قاضی ابو محرز اور اسد کے درمیان زیادۃ اللہ کے روبرو اسکے بیان کے بعد حسب ذیل گفتگو ہوئی،

ابو محرز:- ہمین اس مسئلہ پر (یعنی زیادۃ اللہ کے اس بیان پر کہ رومیون نے معاہدہ توڑ دیا ہی) اچھی طرح ابھی غور کر لینا چاہیے،

قاضی اسد:- اس مسئلہ پر انھی رومیون کے ایلچیون سے دریافت کرنا چاہیے، (یعنی مسلمان صقلیہ مین مقید ہین کہ نہین)

ابو محرز:- قاصدون کا بیان رومیون کے موردِ الزام قرار دینے یا اون کی صفائی قبول کرنے مین کیونکر معتبر ہوسکتا ہے؟

قاضی اسد:- انھی قاصدون کے ذریعہ ہم نے ان سے معاہدہ کیا تھا، اور انھی کے ذریعہ ہم

Marfat.com

ہم ناقض عہد قرار دین گے۔

چنانچہ جب زیادۃ اللہ نے اون ایلچیون سے دریافت کیا، تو معلوم ہوا کہ وہان مسلمان قیدی ابھی تک موجود ہین ... ان ... بھی ایک مسلمان موجود ہی،

اور بالآخر زیادۃ اللہ نے انھی بنیادون پر رومیون کو عہد شکن قرار دیا، اور صقلیہ پر حملہ آوری کا اعلان کر دیا، اگرچہ یہ فیصلہ مشاورت کے بعد انجام پایا تھا، لیکن افریقہ کے عام علما و فقہا نے اسکو ناپسند کیا، اور ان کی رائے مین ان تمام وجوہ و اسباب کے باوجود وہ اب تک قائم تھا چنانچہ ابن ناجی اور صاحب ریاض النفوس لکھتے ہین:-

"حوبن ابی سلیمان کا بیان ہے کہ ... سے افریقہ نے حملہ صقلیہ کو ناپسند کیا کیونکہ ان کے خیال مین وہ معاہدہ قائم تھا، اور ان کے نزدیک اون کے نقض عہد کا ثبوت بہم نہین پہنچا تھا"[۱]

بعض یورپی مورخین بھی اس موقع پر مسلمانون پر معاہدہ کی خلاف ورزی کا الزام لگاتے ہین لیکن زیادۃ اللہ کے بیان کا خلاصہ اوپر درج کیا گیا، اور پھر دس سال کی مدت کے ختم ہونے کے بعد حکومت صقلیہ کی طرف سے جہازون پر چھاپے مارنے اور ساحلی مقامات کے لوٹنے کا جو سلسلہ قائم ہو گیا تھا، کیا ایسے حکومت صقلیہ کی طرف سے شکست عہد کا اعلان نہین بن سکتے؟

مجلس مشاورت مین صقلیہ کے دار الاسلام بنانے کا مسئلہ اور ارکان مجلس کا باہمی اختلاف

حملہ آوری کے فیصلہ کے بعد مجلس مشاورت مین دوسرا مسئلہ یہ زیر بحث آیا، کہ صقلیہ کو صرف باجگذار بنایا جائے، یا مستقل طور پر قابض ہو کر اوس کو دار الاسلام بنا لیا جائے، ارکان مجلس مین اس موضوع پر بھی اختلاف آرا ہوا یہ بحث جاری تھی کہ سحنون بن قادم نے جو اعیان قیروان مین نہایت باوقار تھے، اہل مجلس کو خطاب ... سوال کیا،

---

[۱] معالم الایمان ج ۲ ص ۱۴ و ریاض النفوس در اماری ص ۱۸۰

"صقلیہ اور بلاد روم (اٹلی) کے درمیان کتنے دنوں کا راستہ ہے"؟

جواب ملا:- "بلاد روم (اٹلی) سے صقلیہ دن بھر میں دو تین مرتبہ آجا سکتے ہیں"

پھر پوچھا:- "اور افریقہ سے"؟

کہا گیا:- "ایک دن کا راستہ"

اس کے بعد انھوں نے ان الفاظ میں اپنا مفہوم ادا کیا،

"اگر میں پرند ہوتا تو بھی اس پر پرواز نہ کرتا"

صقلیہ کو دارالاسلام بنانے کا فیصلہ

لیکن قیروان کے اعیان امراء و فقہا کو صقلیہ کے متعلق صدیوں کا جو تجربہ حاصل تھا، اس کی بنا پر مجلس مشاورت کی اکثریت نے اس کے **دارالاسلام** بنانے کا فیصلہ صادر کیا،

رومی قاصدوں کی واپسی

جب افریقہ میں صقلیہ پر حملہ آوری کا آخری فیصلہ صادر ہو گیا تو حکومت صقلیہ کے ایلچی ناکام واپس لوٹ گئے اور وہاں مدافعانہ تیاریاں شروع ہو گئیں،

صقلیہ پر حملہ آوری

اس کے بعد زیادۃ اللہ نے سب سے پہلے اس فیصلہ کی اطلاع فیمی کو دی اور کہلا بھیجا، کہ وہ سوسہ میں اسلامی بیڑے کا انتظار کرے، اس کے بعد خود زیادۃ اللہ جنگی بیڑے کے نظم و ترتیب میں مصروف ہو گیا،

سالار فوج کا انتخاب

جب فوج تیار ہو گئی، تو اسکی سپہ سالاری کے انتخاب کا سوال آیا، اور اس اہم خدمت کے لئے زیادۃ اللہ کی نظر انتخاب قاضی القضاۃ ابو عبداللہ اسد بن فرات بن سنان پر پڑی کیونکہ مجلس شوریٰ میں دراصل انھی کی آخری رائے سے صقلیہ کا حملہ طے پایا تھا، اس لئے ادکی کامیابی میں انھیں جو انہماک ہوتا، وہ کسی دوسرے سے ممکن نہ تھا،

---

۵ نہایۃ الارب نویری ص ۲۴۷

دولتِ اغالبہ صقلیہ

۲۱۲ھ - ۲۹۶ھ
۸۲۷ء - ۹۰۸ء

صقلیہ کی اسلامی حکومت کا بانی اسد بن فرات

۲۱۲ھ - ۲۱۳ھ
۸۲۷ء - ۸۲۸ء

قاضی اسد بن فرات افریقہ کے نہایت ممتاز اہل علم اور امام مالکؒ، قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ وغیرہ جیسے مشاہیر محدثین و فقہاء کے ارشد تلامذہ میں تھے، فقہ مالکی کی مستند ترین کتاب المدونہ کا اصل متن انھی کی تصنیف تھا، اور جیسا کہ ابھی تذکرہ کیا جا چکا ہے، وہ اس وقت افریقہ کے عہدۂ قاضی القضاۃ پر فائز تھے[1]۔

جب قاضی اسد کو اپنے عہدۂ امارت صقلیہ کی خبر ملی تو انھیں اس کے قبول کرنے میں کسی قدر پس و پیش ہوا کیونکہ انھوں نے مسند قضا و افتاء کو چھوڑ کر ملک کی ولایت اور فوج کی امارت کو پسند نہیں کیا، اس لئے زیادۃ اللہ کو مخاطب کر کے عرض کیا،

"مجھے منصب قضا جیسے دینی منصب سے الگ کر کے فوج کی امارت سپرد کی جاتی ہے؟"

زیادۃ اللہ نے ان الفاظ میں اس کا جواب دیا:۔

"تم عہدۂ قضا پر بھی فائز ہو اور لشکر کی امارت بھی تمھارے سپرد کی جاتی ہے، جو اپنے اعزاز اور رتبہ

[1] اسد کے سوانح حیات جلد دوم میں تفصیل سے آئیں گے۔

میں عہدۂ قضا سے زیادہ بلند ہے، میں تمہارے لئے قضا کا انتساب بھی باقی رکھتا ہوں، تمہیں "قاضی امیر" سے خطاب کیا جائے گا،،

اسکے بعد زیادۃ اللہ نے عہدۂ امارت فوج و منصب قضا کی سند لکھ کر اسد کے حوالہ کی اور اس موقع پر اسد کے سوانح نگار فخریہ لکھتے ہیں کہ "یہ ایک تاریخی حقیقت ہے، کہ افریقیہ میں اس سے پیشتر ان دو جلیل القدر عہدوں پر کوئی شخص بیک وقت فائز نہیں ہوا تھا"[1]

معززین اہل علم کی فوج میں شمولیت

اسد بن فرات جیسے ذی علم کے عہدہ سپہ سالاری پر تقرر کے باعث افریقیہ کے معزز اہل علم ان کی ہمرکابی کا شرف حاصل کرنے کیلئے فوج میں شریک ہونے لگے، اور اس میں ایک معتد بہ حصہ ممتاز و معزز اہل علم کا شامل ہو گیا، یہاں تک کہ صرف اسد کی جامع شخصیت کی کشش سے افریقیہ کے مقدس و عزلت گزین صوفیہ بھی اپنے حجروں سے نکل آئے،

ان میں ابو محمد عبد الرحیم بن عبد ربہ ربعی افریقیہ کے ایک نہایت زاہد پاکباز و عبادت گذار بزرگ تھے، انہیں قاضی اسد اور امام سحنون سے شرف تلمذ حاصل تھا، امام سحنون ان کے متعلق خود فرماتے ہیں "میں نے ابن القاسم اشہب، ابن وہب علی بن زیاد اور بہلول بن راشد وغیرہ جیسے بزرگوں کو دیکھا لیکن میں نے ان میں سے کسی کو عبد الرحیم کا ہمپایہ نہیں پایا، میں ان کے ظاہر و باطن دونوں سے آگاہ ہوں، اور ان لوگوں کا صرف ظاہر جانتا ہوں، عبد الرحیم قیروان کے شیوخ حدیث میں تھے، قاضی اسد سے دلی عقیدت رکھتے تھے، جب انکو اسد کے غزوۂ صقلیہ کی اطلاع ملی، تو خود بھی شرکت جنگ کیلئے آمادہ ہو گئے، اور امام سحنون سے مشورہ طلب کیا،

لیکن امام سحنون نے ان کے روانگی صقلیہ سے قیروان کی موجودگی کو زیادہ ضروری قرار دیا، اور بتایا کہ وہ افریقیہ ہی میں رہ کر اپنے خدمت جہاد کا شوق پورا کرنے کے لئے ایک جنگی قلعہ تعمیر [illegible]

[1] معالم الایمان ج ۲ ص ۱۴ اور ریاض النفوس (داؤدی) ص [illegible]

تعمیر اور درستی مین مصروف ہو سکتے ہین، اور یہ خدمت اوس سے زیادہ اہم ہوگی جسقدر وہ صقلیہ کی فتح مین شرکت کرکے انجام دیسکتے ہین، کیونکہ اس قلعہ سے افریقیہ کے فوجی استحکام مین بہت کچھ اضافہ کے توقعات وابستہ تھے،

شیخ عبدالرحیمؒ نے امام سحنون کے یہ خیالات قاضی اسد سے بیان کئے، انھون نے بھی اس رائے کو پسند کیا، پھر زیادۃ اللہ کے سامنے یہ پیش کیا گیا، اور اس نے بھی اس کی تائید کی، چنانچہ جسوقت قاضی اسد کو صقلیہ کی ولایت کا فرمان سپرد ہوا شیخ عبدالرحیم کو ایک فرمان کے ذریعہ سے قصر زیاد کی اصلاح و تعمیر کی خدمت سپرد کیگئی، اور اس بنا پر سرزمین صقلیہ ان کے ورود سے مشرف نہ ہو سکی[1]،

لشکر کی روانگی اور معززین شہر و اعیان حکومت کی مشایعت

اس کے بعد زیادۃ اللہ نے افریقیہ کے ساحلی شہر سوسہ کی طرف لشکر کی روانگی کا حکم دیا، اسکے ساتھ معززین شہر اور تمام ارکان حکومت مین یہ اعلان کردیا، کہ ان مین کا ہر شخص امیر فوج کی مشایعت کیلئے لشکر کے ساتھ ساتھ سوسہ تک جائے، چنانچہ یہ عظیم الشان لشکر بڑے کروفر اور سازو سامان سے قیروان سے روانہ ہوا، اور امیر فوج کی مشایعت کیلئے قیروان کے اعیان، معززین اور اہل علم کی ایک بڑی جماعت فوج کے ساتھ ہمرکاب ہوئی، اور پھر فرمان شاہی کی بجا آوری کے لئے ارکان حکومت مین سے ہر متنفس امیر لشکر کے همراہ تھا، اور عام باشندگان کا ایک بڑا مجمع بھی جوش و خروش سے نعرے لگاتا ہوا ساتھ ساتھ جارہا تھا، یہان تک کہ دس ہزار چیدہ سپاہیون کا یہ لشکر اسی مرتب جلوس کی شکل مین سوسہ پہنچا،

لشکر کی روانگی

جب جہازون کے لنگر اٹھانے کا وقت آیا، تو جوش و خروش کا ایک عجیب عالم پیدا ہوگیا، فوجی باجے بجنے لگے، جہازون کے پھریرے کھول دیے گئے، جو ہوا مین لہرانے لگے، دس ہزار سرکف جانباز مجاہدین عزوشان کے ساتھ عرشہ جہاز پر کھڑے اپنی آبدار تلوارون کو بار بار جنبش دیتے ہین، ساحل پر امرا و اعیان حکومت اپنے زرق برق ملبوسات مین ایستادہ کھڑے ہین، اور عوام کا انبوہ کثیر

[1] ریاض النفوس للمالکی ص ۱۸۵، ۱۸۶،

اپنے فلک شگاف نعرے مار رہا ہے، اور فتح صقلیہ کی دعا بار بار زبانوں پر آ رہی تھی، یہی خیرہ کن نظارہ نگاہوں کے سامنے تھا، کہ اسی جوش و خروش کے عالم میں امیر فوج عرشہ جہاز کے سامنے آیا، اور ایک الوداعی تقریر کی، جو فخر و غرور، اور شان و شوکت کے اظہار کے بجائے عجز و نیاز، اور پند و نصائح سے لبریز تھی،

اس تقریر کا ایک حصہ بعض مورخین نے نقل کیا ہے، جس میں حمد و ثنا کے بعد یہ الفاظ ہیں :-

"یا معشر الناس! میرے آباؤ اجداد آج تک کبھی والی مقرر نہیں ہوئے، انھیں کبھی بھی یہ سرفرازی نصیب نہیں ہوئی، اور میں بھی اس منصب جلیلہ پر فائز نہ کیا جاتا، اگر علم کو ذریعہ نہ بناتا، اسلئے علم کی تحصیل و تدوین میں سعی و کوشش کرو اسی میں جانفشانی کرو اور اسی کے ہو رہو، اس راہ میں مصائب و مشکلات کا سامنا ہوتا ہے تمھیں ہلکان نہ ہونا چاہئے، مردانہ وار مقابلہ کرو، اسی کو تم دین و دنیا دونوں میں سربلند ہو سکتے ہو۔"[1]

الوداعی تقریر کے بعد جہازوں نے لنگر اٹھایا، اور یوم شنبہ ۱۶ ربیع الاول ۲۱۲ھ کو یہ اسلامی بیڑا صقلیہ کو دارالاسلام بنانے کیلئے روانہ ہو گیا،

یہ بیڑا تقریباً سو جنگی جہازوں پر مشتمل تھا، جس میں سات سو سوار اور دس ہزار پیادہ فوج تھی، اسلامی بیڑے کے پیچھے پیچھے فیمی کے باقی ماندہ جہاز بھی اپنے قوم و ملک سے اپنی غداری کا مزید ثبوت بہم پہنچانے کیلئے افریقہ سے صقلیہ چل کھڑے ہوئے[2]

ساحل صقلیہ پر فوج کی آمد وہاں بلا مزاحمت قبضہ

اب تک افریقہ سے جس قدر اسلامی بیڑے جاتے تھے وہ زیادہ تر شہر سرقوسہ پر حملہ آور ہوتے تھے، اسد نے یہ پامال راستہ اختیار نہیں کیا، اور فی

[1] معالم الایمان ج ۱ ص ۵ ، ریاض النفوس ج ۱ ، ص ۱۸۴ ، ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۵ البیان المغرب (ترجمہ) ص ۱۳۵

[2] نہایۃ الارب (ج) ... ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۷ وغیرہ،

حکمت عملی سے ایک ایسے شہر کا رخ کیا، جو بلا مزاحمت قبضہ میں آگیا، چنانچہ اسلامی بیڑا سوسہ سے تین دن کا راستہ طے کرکے یوم سہ شنبہ ۱۸ ربیع الاول ۲۱۲ھ مطابق ۱۷ جون ۸۲۷ء کو ساحل شہر مازر میں لنگر انداز ہوگیا[1]،

اسلامی لشکر پورے جوش وخروش سے ساحل پر اترا اور شہر پر بغیر مزاحمت قابض ہوگیا اس کے بعد اسد بن فرات نے مازر میں اپنی مورچہ بندی کی، اور یہیں بیٹھ کر دشمنوں کا انتظار کرنے لگا تین دن اسی انتظار میں گذر گئے۔ سامنے سے فوج کا ایک چھوٹا سا دستہ آتا دکھائی دیا، لوگ سمجھے کہ رومیوں کا مقدمۃ الجیش آپہنچا، جوش وخروش سے ہتھیار سنبھال لئے، اور حملہ آوری کے لئے پر تول رہے تھے کہ معلوم ہوا کہ یہ فیمی کا کوئی وفادار معاون دستہ ہے،

پیشقدمی مجاہدین اسلام نے بیتابانہ شوق جہاد میں تین دن مازر میں گذار دئے معلوم ہوا کہ رومی اس شہر کو چھوڑ کر کسی اور جگہ مورچہ جما رہے ہیں، آخر اسد نے شہر کے قلعہ پر اسلامی پرچم بلند کردیا، اور ابوذکی کنانی کو مازر کا گورنر مقرر کیا، اور یہاں اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈال کے مزید فتوحات کے لئے پیشقدمی کی، اسلامی لشکر کوچ کرتا ہوا مقام مرج میں پہنچا، تو دشمنوں کی فوج سامنے دکھائی دی اور مجاہدین بھی وہیں خیمہ زن ہوگئے[2]،

حکومت صقلیہ کی مدافعانہ تیاریاں جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ صقلیہ میں فیمی کے خلاف بلاطہ کی فوجکشی خود بلاطہ کی قوت بازو پر مشتمل نہ تھی، بلکہ حکومت بیزنطی کی ہر قسم کی امداد شامل تھی، اور اسی کے ایماء سے اوس نے اسکے خلاف خروج کرکے جزیرہ پر قبضہ کیا تھا، اور پھر بیزنطی علم کو جزیرہ میں سربلند کردیا تھا اور خود ایک گورنر کی حیثیت سے زمام حکومت سنبھال لی تھی،

---

[1] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۱۳ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۶، نہایۃ الارب در اماری ۲ ص ۴۲۴ [3] نہایۃ الارب۔ اماری ص ۴۸،

اسلئے جب اس کو اسلامی لشکر کی حملہ آوری کی اطلاع ملی، تو اس نے تمام حالات کی روداد قسطنطنیہ بھیج دی، اور اسلامی فوجکشی کے مقابلہ کیلئے امداد طلب کی[۱]

لیکن حکومت بزنطی اسوقت اپنے داخلی مشکلات میں گھری ہوئی تھی، شہنشاہ مائیکل کے خلاف جو قسطنطین ششم کی لڑکی سے شادی کرکے تخت حکومت پر غاصبانہ قابض ہوا تھا، جابجا بغاوتیں برپا تھیں[۲] اس کے باوجود اوس نے صقلیہ کی طرف فوری توجہ کی، اور جہان تک خود اس کی استطاعت مین تھا، ایک رومی بیڑا مرتب کرکے قسطنطنیہ سے صقلیہ روانہ کیا[۳] لیکن وہ اسلامی فوج کا مقابلہ کرنے کیلئے کافی نہ تھا، اس لئے اس نے حکومت وینس سے مدد طلب کی، اور دونون کے جہازون کا مشترک بیڑا ۲۱۲ھ مین صقلیہ پہنچا[۴] اور اس طریقہ سے تین تین حکومتون قسطنطنیہ، وینس اور صقلیہ کا مشترکہ عظیم الشان لشکر اسلامی لشکر کے مقابلہ کیلئے مقام مرج پر ڈیرے ڈالے ہوئے تھا،

مرج مین ان تینون حکومتون کی فوج کی تعداد ایک لاکھ پچاس ہزار تھی، جس کی کمان بلاطہ کے ہاتھ مین تھی، اور ان کے مقابلہ مین اسلامی امیر فوج کے پاس صرف دس ہزار سپاہی تھے[۵]

فیمی کی اسلامی لشکر سے علیحدگی

اس لئے اس موقع پر فیمی کی مختصر سی جمعیت بھی اسلامی لشکر کیلئے معاون ثابت ہوئی، لیکن فیمی اگرچہ دربار حکومت افریقیہ مین اپنے تاج و تخت سے دستبردار ہوچکا تھا، مگر دل میں درپردہ اوس کے دل مین تاج و تخت کی ہوس باقی تھی، اور وہ ابھی تک اسی امید موہوم مین اسلامی فوج کے ہمرکاب تھا،

---

۱ ابن اثیر، ج ۷ ص ۲۳۶، وابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۸، ۲ اسٹوری آف دی نیشنس، ج ۰ ... بزنطائن ایمپائر، ص ۲۰۸، ۳ ابن اثیر ج ۷ ص ۲۳۶، وابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۹، ۴ مقالہ جان بری دریاگوکی مضامین ج ۲ ص ۲۶، ۵ ریاض النفوس درا ماری ص ۳۸۱، ونہایۃ الارب درا ماری ص ۴۳۹، تاریخ تو[...] حسین بن محمد درا ماری ص ۱۴۵، کتاب المونس ص ۴۸،

Marfat.com

اگرچہ افریقیہ مین صقلیہ کے دار الاسلام بنائے جانے کی تجویز کی وجہ سے پہلے کسی قدر مایوس ہوچکا تھا تاہم اوسکو امید تھی کہ ممکن ہے قسمت کا آخری پانسہ پلٹ جائے، اور شاید بلاطہ کے شکست کھانیکے بعد اہل جزیرہ کی مدد سے وہ اسلامی لشکر کو شکست دیسکے لیکن جب وہ مقام مرج مین پہنچا، اور رومیون کی عظیم الشان فوج سامنے نظر آئی، تو اسکی وہ رہی سہی امید بھی جاتی رہی کیونکہ وہ ایک مدت دراز تک حکومت بزنطی کے ایک ملازم کے طور پر کام کرچکا تھا، اس لئے رومی حکومت کی ہیبت و عظمت اوسکے دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھی جسکی وجہ سے وہ یہ تصور نہ کرسکتا تھا کہ رومیون کے اس عظیم الشان لشکر کے مقابلہ مین مسلمانون کی مختصر سی دس ہزار فوج میدان جیت لیگی، اسلئے اس کے تاج و تخت کے تمام منصوبے خواب پریشان ثابت ہوئے اور مسلمانون کیساتھ دوش بدوش میدان جنگ مین اوترنا اوسکو باعث ہلاکت نظر آیا، اور اسی نقطۂ نظر سے جنگ کی شرکت اوسکو بے سود نظر آنے لگی،

فیمی کی یہ کنارہ کشی اسلامی لشکر کے لئے اور زیادہ نازک صورت حال پیدا کررہی تھی، لیکن اگر وہ میدان جنگ مین شریک ہوتا، اور عین موقع پر غداری کرکے بزدلی دکھاتا، تو یہ زیادہ خطرناک ہوتا، اسلئے اسدنے اس صورت حال پر غور کرکے اس کے متعلق ایک مختتم فیصلہ کرلینا چاہا، چنانچہ اسدنے اسلامی لشکر سے فیمی کی جمعیت کی علحدگی کا فیصلہ کیا جسکو اوسنے بھی غنیمت خیال کیا، اور بخوشی منظور کرلیا،

لیکن اب اس جماعت کیلئے دوسری دشواری یہ پیش آئی، کہ کہان جائے اور کیا کرے، اسدنے اسکو اسلامی خیمہ مین رہنے کی اجازت دیدی لیکن ساتھ ساتھ یہ ہدایت کردی کہ بطور امتیاز اپنے سرون پر جنیش لگالین، کہ شاید کوئی مجاہدان مین سے کسی سپاہی پر شب کی تاریکی مین دشمن کا آدمی سمجھکر حملہ کربیٹھے، چنانچہ اسی فیصلہ کے بموجب فیمی کے سپاہیون نے ایک امتیازی نشان اپنے سرون پر لگالیا۔[1]

---

[1] اعمال الاعلام ص ۲۷، معالم الایمان ج ۲ ص ۱۵، ریاض النفوس ورق مالکی ص ۱۸۳، نہایۃ الارب مطبوعہ ص ۴۲۰،

صقلیہ کا پہلا میدان

پھر اسد نے اسلامی لشکر کی صف بندی کی، لوائے جنگ خود اپنے ہاتھ مین لیکر آگے بڑھے، مسلمان سپاہی رومیون کے ٹڈی دل فوج سے لرزہ براندام تھے، ایک طرف ڈیڑھ لاکھ فوج کا سیلاب امنڈ رہا تھا، دوسری طرف دس ہزار بے وطن سپاہی صف درصف کھڑے تھے، اسد کو اس کا اندازہ ہوا، تو وہ جوش و خروش سے سامنے آئے، بلند آواز سے سورۂ یٰسین تلاوت کی، اور پھر اپنے مجاہدین کو خطاب کیا، اور نہایت برمحل اور ہمت افزا خطاب کیا، کہ اسلامی فوج کی ہمت و شجاعت مین غیر معمولی اضافہ ہوگیا، اور انھین نظر آنے لگا کہ یہی لوگ ہین جو [illegible] بھاگ آئے ہین، اور مجاہدین کی تشنہ تلوارین پیاس بجھانے کے لئے ادھر اودھر انھین تلاش کرتی ہین، جو آج اتفاق سے سب کے سب یکجا مل گئے ہین، اسلئے آج ان تلوارون کو اپنی خون آشامیون کا خوب موقع ملیگا، اسد کے وہ برمحل جملے یہ تھے:

"مجاہدو! یہ ساحل کے وہی لوگ ہین، جو روپوش ہو گئے یہان جمع ہو گئے، یہ تو تمھارے بھاگے ہوے غلام ہین، ان کو دیکھ کر خائف نہ ہو جانا،"

اسد اس فقرے کو تمام کرتے ہی گنگناتے ہوے آگے بڑھے، اور رجز خوانی کرتے رومیون پر ٹوٹ پڑے، مجاہدین نے بھی تلوارین سنبھالین، اور فوج کے اس جنگل مین گھس گئے اور گھمسان کی لڑائی ہونے لگی، رومیون نے بار بار اسد پر حملہ کیا، اور انھین پر پے در پے حملے کرتے گئے، جس کا وہ نہایت پامردی سے جواب دیتے رہتے، اور گو زخمون سے چور چور ہو گئے، مگر لوائے جنگ ہاتھ سے نہ چھوٹا، یہان تک کہ جس ہاتھ مین جھنڈا تھا، وہ خون سے تر ہو گیا، مگر اسد نے اسکو سرنگون نہ ہونے دیا،

آخر رومیون کے پاے ثبات مین لغزش آئی، ٹڈی دل فوج درہم برہم ہونے لگی، اور خیمہ و خرگاہ چھوڑ کر بھاگنے لگے، اور صقلیہ کا پہلا میدان مسلمانون کے ہاتھ آیا، رومی فوج کا ایک کثیر

Marfat.com

حصہ کام آگیا، میدان کارزار مین بہت سے رومی پڑے دم توڑتے نظر آئے، بہت سے قیدی گرفتار ہوئے، بیشمار مال غنیمت جسمین مویشیون اور سامان رسد کا وافر حصہ تھا، اسلامی لشکر کے ہاتھ آیا، اور صقلیہ کی پہلی معرکہ آرائی مسلمانون کے لیے بہتر فال نیک انجام کو پہنچی،

اس پہلی معرکہ آرائی مین سب سے نمایان کارنامہ خود امیر لشکر اسد کا تھا، میدان جنگ کا وہ مذکور بالا نقشہ اتفاق سے اس جنگ کے ایک چشم دید راوی ابن ابی الفضل کی زبانی تاریخون مین مذکور ہے جو خود اس جنگ مین شریک تھے[۱]

زیادۃ اللہ نے اسد کے فتح و ظفر کا مژدہ خلیفۂ وقت مامون کو بھیجا، اور اسکی شہرت تمام عالم اسلامی مین پھیل گئی،

رومیون کی فوجی طاقت مین ابتری

رومی اپنی ڈیڑھ لاکھ کی جمعیت لیکر آگے بڑھے تھے، اور انھین یقین کامل تھا، کہ مٹھی بھر اسلامی لشکر کو اپنے گھوڑون کی ٹاپ سے کچل دین گے، اور وہ اپنے اسی غرور و پندار مین پورے ساز و سامان اور مکمل فوجی طاقت (رسالہ) معرکہ آرائی مین میدان جنگ مین اتر پڑے تھے، اس لئے جب انہین اسمین شکست نصیب ہوئی، تو یہ کسی ایک معرکہ مین شکست نہین تھی، بلکہ رومیون کی پوری فوجی قوت کی تباہی و بربادی تھی، یہانتک کہ گورنر صقلیہ بلاطہ اسی جنگ سے دل برداشتہ ہو کر سرزمین صقلیہ چھوڑ بیٹھا، اور قلوریہ جا کر پناہ گزین ہوا، اور سرقوسہ کی زمام حکومت یہان کے مذہبی پیشوا بطارقہ کے ہاتھ مین آگئی، اور صقلیہ کی حفاظت خود اہل صقلیہ کو کرنی پڑی،

اسلامی لشکر کی پیشقدمی

دوسری طرف اسلامی لشکر پیشقدمی کرتا ہوا مرج سے، کیلامی پہنچا، لیکن یہان کوئی جماعت مقابلہ کے لئے نہین نکلی، اس لئے اسلامی لشکر نے فتوحات کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے کنیسہ مسلقین مین آکر ڈیرے ڈالے،

---

[۱] معالم الایمان ابن ناجی ج ۲ ص ۱۰

Marfat.com

جزیہ کی ادائی پر صلح

یہین اہل صقلیہ کی ایک بہت بڑی جماعت جسکے سرخیل بطارقہ تھے قلعہ کراث سے نکلکر اسد کی خدمت مین حاضر ہوکر طالب امان ہوئی، اسد نے جزیہ کی ایک رقم متعین کی، اور اسکو ان لوگون نے برضا و رغبت قبول کیا، اور مامون ہوکر واپس چلے گئے،

اسد جن مقامات کو بزور شمشیر فتح کرچکے تھے انھین کے حدود مین ٹھہر گئے، کیونکہ کراث سرقوسہ کا حفاظتی قلعہ تھا، اور یہان کی نمایندہ جماعت حکومت سرقوسہ کی نمایندہ تھی، اسلئے اسلامی اصول جنگ کے مطابق اس جزیہ کی ادائی کے بعد اسلامی حملون کا سلسلہ موقوف ہوگیا، اہل جزیرہ بھی اسلامی حکومت افریقیہ کے قریب ہونے کی وجہ سے اسلامی اصول و احکام سے واقف تھے، اب وہ پورے طور پر مطمئن تھے، کہ دنیا کی کوئی طاقت ان پر حملہ آور نہین ہوسکتی،[۱]

فیمی کی سازش اہل سرقوسہ سے

لیکن یہ صلح زیادہ دنون تک قائم نہ رہ سکی، کیونکہ از منہ نژاد فیمی یہان اسلامی حکومت کے قیام و استحکام کے قطعی خلاف تھا، اسلئے اس کے خلاف خفیہ سازشون مین مصروف ہوگیا اور باشندگان کراث کو خفیہ طور پر اسلامی حکومت کے خلاف برانگیختہ کرکے آمادہ جنگ کرنے لگا،

شکست صلح

فیمی کو اہل صقلیہ مین اگرچہ اب کوئی رسوخ حاصل نہ تھا لیکن اسوقت اہل صقلیہ کا کوئی صحیح رہنما نہ تھا، اسلئے انھون نے فیمی کے مشورہ کو قبول کرلیا، اور جنگی تیاریون مین مصروف ہوگئے قلعہ کو ہر چہار طرف سے مستحکم کیا، پھر قرب و جوار کے تمام گرجون کے زر و جواہر لیکر قلعہ مین محفوظ کرکے اور قلعہ بند ہوکر مقابلہ کرنے کیلئے مضافات شہر سے رسد کا کافی سامان بہم پہنچا لیا، اور اسطرح کراث کی وہ صلح محض چند روزہ ثابت ہوئی،

۱؎ ابن اثیر ج ۶ ص ۲۲۶، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹، نہایۃ الارب ورق ۲۰۸ ... نہایۃ الارب دار ماری ص ۲۲۹، اس واقعہ کو متعدد مورخین نے لکھا ہے، اور سب کے بیان مین کچھ نہ کچھ اختلاف ہے، ابن خلدون

Marfat.com

اسد اہل جزیرہ کی عہد شکنی اور جنگی تیاریوں سے غافل نہ تھا انکو دشمنوں کی تمام نقل وحرکت کی اطلاع ملی لیکن مصلحت کا خیال کرکے فیمی کو چھیڑنا مناسب نہ سمجھا، اور خود اپنی پیشقدمی شروع کردی اور سب سے پہلے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے ملک کے اطراف وجوانب میں بھیج دئیے، اور خود بڑھکر سرقوسہ کا محاصرہ کرلیا لیکن اہل جزیرہ اپنی مکمل تیاریوں کے بعد پہلے ہی قلعہ بند ہو چکے تھے۔

سرقوسہ کا محاصرہ

لشکر اسلام سرقوسہ کے قرب وجوار پر قبضہ کرتا ہوا اسکے شہر پناہ کے نیچے پہنچا، سرقوسہ جغرافیائی حیثیت سے گویا ایک قلعہ تھا تین طرف سے سمندر سے گھرا ہوا تھا، اور اسکا شمالی حصہ خشکی سے ملا ہوا تھا، اور صدر دروازہ اسی جانب تھا، اسد نے اس کی جغرافیائی حیثیت کو مدنظر رکھ کر اسکو دونوں طرف سے گھیر لیا، خود صدر دروازہ کی طرف ڈیرے ڈالے، اور فوج کا ایک حصہ سمندر کی طرف بھیجا، اور اسلامی جہاز سواحل پر متعین کر دیے

حسن اتفاق سے اسی اثنا میں افریقیہ سے امدادی فوج آگئی، اس کمک سے محاصرین کو بڑی تقویت حاصل ہوئی لیکن دوسری طرف محصورین کی امدادی فوج بلرم سے آ پہنچی، اب نقشہ جنگ اس طرح قائم ہوا کہ اسد کو ایک طرف محصورین کو شکست دیکر شہر میں داخل ہونا تھا یا یوں کہا جائے کہ

(بقیہ حاشیہ ص ۱۳۷) صرف اسی قدر لکھا ہے کہ اہل جزیرہ نے [illegible] سے صلح کی [illegible] اور جزیہ دینے سے انکار کردیا، اس بیان میں فیمی کا کوئی ذکر نہیں ہے، ابن اثیر اس کو اس اسلوب میں لکھتا ہے کہ اہل جزیرہ نے مکروفریب سے صلح کی، اسی اثنا میں فیمی [illegible] کی حرکت سے مزید تقویت پہنچی لیکن [illegible] واقعہ کو [illegible] کیا ہے اور ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ ان روایتوں میں کوئی ایسا اختلاف نہیں پایا جاتا [illegible] کی لیکن باشندگان جزیرہ نے [illegible] فیمی کی انگیخت سے جنگ [illegible] غلطی کی [illegible] لوٹ مار [illegible] جمہوریت [illegible] مشابہ ہوگئی [illegible]

ایک طرف محصورین کی منجنیقوں کی زد پڑتی، دوسری طرف بلرم کی رومی فوج اسد کو گھیرے ہوئے تھی، اسد نے موقعِ جنگ کا اندازہ کرکے اپنے گرداگرد ایک وسیع خندق کھدوائی، اور اس کے آگے بڑھکے ایک بہت بڑی کھائی تیار کرائی،

اسد کی اس حکمتِ عملی سے بلرم کی حملہ آور رومی فوج کا کامیابی سے راستہ رک گیا، اس نے کھائی اور خندق کے عبور کرنے کی متعدد ناکام کوششیں کیں، لیکن ہر مرتبہ ناکامی ہوئی، اور ان کوششوں میں بہت سے رومی کھائی میں گر گر کے ضائع ہوتے گئے، اور بالآخر اسی طریقہ سے اس حملہ آور جماعت کی قوت ٹوٹ گئی،

جب رومیوں کی حملہ آور جماعت کی قوت ٹوٹ چکی تو اسد نے محاصرہ میں اور زیادہ سختی برتی، اور تنگ ہوکر محصورین کو طالبِ امان ہونا پڑا، اسد اس استدعا کے قبول کرلینے پر مائل ہوچکے تھے، لیکن اسلامی لشکر کے دیگر اصحابِ حل وعقد نے اہلِ سرقوسہ کی پہلی غداری کو پیشِ نظر رکھا، اور اس قسم کی صلح کی سخت مخالفت کی اور سرقوسہ پر فاتحانہ قبضہ کرنے کو ترجیح دی، مجبوراً اسد نے مذاکرۂ صلح کو موقوف کردیا، اور سلسلۂ محاصرہ بدستور جاری رہا،

لیکن جب محاصرہ طویل ہوا، تو محصورین کے ساتھ محاصرین بھی مشکلات میں گھر گئے، کیونکہ محاصرہ کے میدان کا جو نقشہ تھا، وہ بلرم کے رومی لشکر کے ضعیف ہوجانے کے باوجود بھی قائم تھا، رومی لشکر اب اگرچہ حملہ آوری کی قوت نہیں رکھتا تھا، تاہم محاصرین کا محاصرہ اب بھی کررہا تھا، اور خود اسلامی لشکر اس وقت اپنے تمام مفتوحہ علاقہ سے الگ تھا، ان سے اس کو کوئی امداد حاصل نہیں ہورہی تھی، لشکر کے ساتھ جسقدر سامانِ رسد تھا، رفتہ رفتہ اس میں کمی ہوتی گئی، اور کھانے کے لئے گھوڑے ذبح کرنے کی نوبت آگئی،

اس صورتِ حال سے اسلامی لشکر میں بددلی پیدا ہوئی، اور ایک جماعت اس قدر دل برداشتہ ہوئی کہ اسکو

Marfat.com

افریقیہ کی واپسی کا خیال پیدا ہوگیا چنانچہ ایک ممتاز اہل علم ابن قادم کو نمایندہ بناکر اسد کے پاس بھیجا گیا، اور انھون نے پرزور طریقہ سے اپنا مطالبہ پیش کیا،

یہ موقع اسد کے لئے نہایت نازک تھا، اگر مطالبہ منظور نہ کیا جائے تو اسلامی لشکر مین فتنہ انگیزیان ہوتی ہیں، اور اگر مطالبہ قبول کرلیا جاتا ہے تو جزیرہ مین مسلمانون کی تمام جانفشانیون کا خاتمہ ہوجاتا ہے علاوہ ازین محاصرہ اس قدر طول پکڑ گیا تھا، کہ محصورین بھی بڑی حد تک عاجز آگئے تھے، اور اسی لئے انھون نے صلح کی خواہش بھی ظاہر کی تھی، اس لئے اس موقع پر محاصرہ کا اٹھالینا دانشمندی کے سراسر خلاف تھا، اس بناپر اسد نے اس جماعت کے فتنہ کو دبانا چاہا، اور ابن قادم کو جواب دیا:-

"مین مسلمانون کی جنگی خدمت کو نقصان نہین پہنچانا چاہتا، حالات ایسے نہین کہ واپسی کا قصد کیا جائے ابھی اسلامی لشکر مین بہت کچھ خیر و برکت باقی ہے"

اسد کا یہ خشک جواب ابن قادم کی جماعت کو مطمئن نہ کرسکا، اور وہ لوگ اپنے اصرار پر قائم رہے، جب اس جماعت کا اصرار زیادہ بڑھا، تو اسد نے جہازون کے جلادینے کی دھمکی دیکر [illegible] ابن قادم نے اسد سے گستاخانہ طرز خطاب اختیار کیا، اور کہا:-

"[illegible] عثمان بن عفان قتل کردیئے گئے تھے"

ابن قادم کے یہ الفاظ اسلامی لشکر مین فتنہ عظیم برپا کردیتے لیکن اسد نے اس کا فوری تدارک کیا، اور ابن قادم کو گرفتار کرکے پاداش جرم مین چند کوڑے لگوائے، یہ سزائے تازیانہ موثر ثابت ہوئی، شورش رفع ہوئی، اور ہر شخص اطاعت و انقیاد سے اپنا فرض انجام دینے لگا، اور محاصرہ بدستور جاری رہا[1]،

غرض سرقوسہ کا محاصرہ یونہی قائم رہا، محاصرین اپنے سامان رسد کی وجہ سے پریشانیون مین مبتلا تھے

[1] معالم الایمان ج ۲ ص ۱۵، و ریاض النفوس ورق ... ص ۱۸۰،

اور محصورین محاصرہ کی سختیاں برداشت کرتے کرتے عاجز آچکے تھے، موقع موقع پر لڑائیوں کا سلسلہ جاری تھا، چند تیر ادھر سے آجاتے، اور چند ادھر پھینک دئے جاتے، اور کبھی کبھی دست بدست لڑائی کی نوبت بھی آجاتی،

حالت محاصرہ میں اسد کی وفات: محاصرہ کے یہی حالات قائم تھے، کہ اسلامی لشکر پر ایک ... کا جو سلسلہ قائم تھا، اسی میں اتفاق سے امیر لشکر اسد بھی زخمی ہو گئے ... کاری تھا، کہ اس سے جانبر نہ ہو سکے، اور انہی زخموں سے حالت محاصرہ ہی میں ماہ ربیع الآخر ... میں انتقال ہو گیا، اور فاتح صقلیہ اسی سرزمین میں تہ خاک ہوا جسکو وہ اپنے فتوی اور ... دار الاسلام قرار دے چکا تھا،

مسلمانوں نے یادگار کے طور پر قبر پر ایک مسجد تعمیر کر دی

اسد کی وفات سے افریقیہ میں بھی گھر گھر صف ماتم بچھ گئی تھی، خود زیادۃ اللہ کو اس کا نہایت غم ہوا، قیروان میں بطور یادگار ایک مسجد تعمیر کی گئی، اور وہ قدیم شکستہ حال نشانی آج تک کھڑی ہوئی ہے، اس پر "اسد بن فرات" کندہ ہے، اس کی تصویر میری نظر سے گذری ہے، مسجد کا طرز تعمیر نہایت سادہ ہے[۱]

[۱] ریاض النفوس در مالکی ص ۱۸۱ و معالم الایمان ج ۲ ص ۲۷ و مقالۂ محمد بن ابی شنب در یادگاری مقامات ... ص ۹۲، اسد بن فرات کی وفات کے متعلق مورخین میں باہم شدید اختلاف ہے ہم نے سب کو سامنے رکھکر ان لوگوں کے ... کے بیان کو قبول کر لیا ہے کیونکہ مجموعی طور پر دیگر ممتاز مورخین کے بیانات سے بھی انہی کی تائید ہوتی ہے، اسد کی وفات کے سلسلہ میں یہ اختلاف تین چیزوں میں ہے، پہلا مہینہ کی تعیین میں، دوسرا مقام وفات میں، اور تیسرا اختلاف مرض الموت میں ہے، مہینہ کے اختلاف کے متعلق نقشہ یہ ہے:

نہایۃ الارب نویری ، ماہ شعبان

اسد کا زمانۂ ولایت — اسد کا زمانۂ ولایت اگرچہ صرف ایک سال اور چند دن رہا لیکن واقعات و نتائج کے اعتبار سے نہایت اہم تھا، ان کے زمانۂ ولایت مین مازر کو دارالحکومت قرار دے کر اسلامی حکومت کی تشکیل کی گئی، حدود حکومت مین مازر اور اس کے مضافات داخل تھے، علاوہ ازین مازر سے سرقوسہ تک کا جس قدر دیہی علاقہ تھا، اور اس مین جو جو ممتاز اور اہم قلعے تھے، وہ سب مسلمان ختم کر چکے تھے؛

(تحقیق ... ابن اثیر) البیان المغرب ابن عذاری - رجب

تاریخ نویری - ربیع الثانی

کتاب المونس،

چونکہ نویری اور ابن عذاری کا بیان اپنے طور پر منفرد تھا، اور موخر الذکر دونون روایتون سے ریاض النفوس و معالم کی تائید ہوتی ہے، اسلئے اسی کو قبول کیا گیا،

و مرض الموت کے بیان مین ایک طرف ابن اثیر ہے اور دوسری طرف دیگر مؤرخین ہین، واقعہ یہ ہے کہ اسد کی وفات کے بعد ہی اسلامی لشکر مین وبا پھیل گئی، اور دونون کا زمانہ اسقدر قریب ہے کہ ابن اثیر کو غلط فہمی ہوئی کہ اسد کا انتقال بھی اسی وبا مین ہوا، اور اس نے اونکی وفات کے متعلق یہ فقرہ لکھا،

هلك فيه امير العسكر" اسی وبا مین امیر لشکر کا انتقال ہوا،

لیکن ابن اثیر کے اس بیان کے خلاف ایک طرف ابن عذاری کی یہ تصریح ہے کہ اسلامی لشکر مین وبا اسد کی وفات کے بعد پھیلی ہے، ان دونون بیانون مین موخر الذکر اسلئے مستند ہے کہ ابن اثیر نے اپنی الکامل مین صقلیہ کے واقعات ضمناً درج کئے ہین، اور ابن عذاری نے مخصوص مغرب کے حالات مین کتاب لکھی ہے، وہ خود افریقہ کا رہنے والا ہے، اور اسکے ماخذ مین اپنی کتابین ہین جو مخصوص افریقیہ ہی کے متعلق لکھی گئین، اسلئے اس معاملہ مین بالعموم اسی کی روایت صحیح تر سمجھی جائیگی،

اور پھر اوس کی مزید تائید ریاض النفوس، و معالم الایمان سے ہوتی ہے، جو بہ تشریح بتلاتے ہین کہ

Marfat.com

اسد بن فرات ہی کی شخصیت تھی جس نے ابن قادم کے اٹھائے ہوئے فتنہ کو اپنے عزم و قوت سے دبا دیا ورنہ صقلیہ کی تاریخ کسی اور رنگ میں ہوتی،

اسد نے اسلامی حکومت کی تشکیل کے بعد فتوحات کے متعلق وہی روش اختیار کی جو تمام ممالک مفتوحہ میں مسلمانوں کی عام روش تھی یعنی جزیرہ صقلیہ میں قیام حکومت کے بعد پورے جزیرہ کو زیر اطاعت لانا جسکی دو شکلیں تھیں، جو مقامات صلح و آشتی سے مفتوح ہوتے وہ اسلامی حکومت کے

(بقیہ حاشیہ ص ۱۴۲) ہیں کہ وہ زخموں سے جانبر نہ ہو سکے، اور اسی سے ان کی وفات ہوئی۔ ان کا بیان یہ ہے۔

وتوفی من جراحات اصابتہ شدیدۃ وھو محاصر لسرقوسہ، ان سخت زخموں سے جو انہیں محاصرۂ سرقوسہ میں لگے انہوں نے وفات پائی،

اس موقع پر یہ بھی فراموش نہ کرنا چاہئے کہ ابن اثیر کا موضوع بحث عام تاریخ ہے، جسمیں کسی شخص کی وفات ضمنی طور پر درج ہوگی، اور موخر الذکر دونوں کتابیں مخصوص علمائے افریقیہ کے سوانح حیات میں لکھی گئی ہیں؛ اس لئے اسد بن فرات قاضی القضاۃ افریقیہ کی وفات کا زیادہ مستند حال انھی میں ہو سکتا ہے؛

تیسرا اختلاف مقام دفن یا مقام موت میں ہے، اس اختلاف میں ایک طرف ابن خلدون ہے، اور دوسری طرف تمام مورخین مثلاً ابن اثیر، نویری، ابن عذاری، ابن الابار قضاعی، ابن ابی دینار قیروانی، حسین بن محمد بن وادران اور ابو عبداللہ مالکی وغیرہ ہیں،

ابن خلدون اسد کا مقام وفات یا مقام دفن شہر بلرم کو قرار دیتا ہے، اور یہ تمام مورخین نواحی سرقوسہ لکھتے ہیں لیکن اس موقع پر ابن خلدون کو ایک دلچسپ غلط فہمی ہوئی، اور اسکی بنیاد اور بھی زیادہ پر لطف ہے،

ابن خلدون نے صقلیہ کے حالات زیادہ تر ابن اثیر سے لئے ہیں، اور اسکی وجہ سے دونوں کی عبارتیں بھی اکثر جگہ ملتی جلتی ہیں، اس موقع پر ابن خلدون کی غلط فہمی کی بنیاد صرف ابن اثیر کی ایک عبارت پر ہے؛ اور اس عبارت میں ایک لفظ کو غلطی سے دوسرے نسخے میں پڑھ لینے کی وجہ سے غلطیوں کی ایک عظیم الشان عمارت کھڑی ہو گئی، ابن اثیر سرقوسہ کے محاصرہ کے متعلق لکھتا ہے:-

زیر حمایت تھے، اور ان کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جاتا تھا جو جزیہ ادا کرنے والی قومون کے ساتھ کیا جاتا ہے، لیکن جو مقامات جنگ پر اوتر آئین، اور انھین بزور شمشیر فتح کیا جائے، تو وہ اسلامی حکومت کے دائرہ حکومت مین داخل ہون گے، اور بطور اسلامی حکومت کی رعایا کے ان کو حقوق عطا کئے جائین گے،

اسد خود فقہ کے مدون تھے، اور ایک مدت تک عہدۂ قضا پر فائز رہ چکے تھے، اسلئے فطرۃً

(بقیہ حاشیہ ص ۱۴۳) دحاصروا امر قوسہ براً و بحراً ولحقتۃ الامداد من افریقیۃ فسار البھم والی بلرم فی عساکر کثیرۃ فخندق المسلمون علیھم وحفروا خارج الخندق حفراً کثیرۃ فحمل الروم علیھم (ج ۶ ص ۱۴۲)

اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانون نے سرقوسہ کا بری و بحری محاصرہ کر لیا، اسی اثنا مین انھین افریقہ سے کمک پہونچی، اس کے بعد بلرم کا گورنر (والی) ایک کثیر فوج کے ساتھ مسلمانون کی طرف چلا، مسلمانون نے مدافعت کے لئے ایک خندق کھودی۔ اور پھر اس خندق کے آگے ایک کھائی تیار کی اسکے بعد رومیون نے حملہ کیا،

لیکن ابن خلدون اس عبارت مین سے لفظ "والی" کو جسکو ہم نے واوین مین دیا ہے، اور جس سے ابن اثیر کی مراد بلرم کا رومی گورنر ہے) "والی، کے معنی بین لینے کے بجائے والی کے حرف "ولو" کو واو عاطفہ سمجھا، اور پھر "والی" کے دوسرے ٹکڑے "الی"، کو حرف جار سمجھا، اس تجزیہ کے بعد افریقہ سے جو کمک آئی تھی، اسکو دو حصون مین منقسم کیا، ایک کو سرقوسہ بھیجا، اور دوسرے کو بلرم کی طرف روانہ کر دیا، اور پھر ابن اثیر کے آخری فقرے فحمل الروم علیھم کی بنا پر رومیون کی کوئی دوسری جمعیت محاصرین سرقوسہ کے سر پر لا کھڑی کر دی، میرے ان قیاسات کی تائید ابن خلدون کے اون جملون سے ہوتی ہے جنھین اوس نے ابن اثیر سے ان بنیادون پر واقعات اخذ کرکے ان کو اپنے پیرایۂ بیان مین ادا کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے،۔

وحاصروا امر قوسہ براً و بحراً ولحقتہ الامداد من افریقیہ وحاصروا بلرم وزحف الروم الی المسلمین وھم یحاصرون سرقوسہ

ہان یہ بھی ممکن ہے کہ ابن خلدون کے اس بیان پر الگ سے اعتماد کیا جائے، اور بلرم کا محاصرہ اسد کے دور قیادت

صلح پسند طبیعت پائی تھی، اور ان کی خواہش تھی کہ جزیرہ کے تمام مقامات صلح وآشتی سے زیر کیے جائیں اور سب قبول جزیہ کی شرط منظور کرلیں، اسی بنا پر انھوں نے اہل مرج کی پہلی صلح بآسانی منظور کرلی، اور جب اہل سرقوسہ نے محاصرہ سے زچ ہونے کے بعد صلح کی دوبارہ درخواست کی، تو اس کے قبول کرنے پر فوراً آمادہ ہوگئے، لیکن دیگر اصحاب حل وعقد کی مخالفت کی وجہ سے باز آنا پڑا، اسد نے جزیرہ میں جس طریقہ پر صلح وجنگ کی بنیاد قائم کردی تھی، ایک زمانہ دراز تک وہی قائم رہی، چنانچہ ہمیشہ یہی ہوتا رہا، کہ جو مقامات جزیہ کی ادائی منظور کرلیں، وہ آزاد اور اسلامی

(بقیہ حاشیہ ص ۱۴۴) میں تسلیم کرلیا جائے، لیکن یہ پھر بلا استثنا تمام عرب ویورپین مورخین کے بیان کے مخالف ہوگا اور اس لئے اسکو قطعاً نظر انداز کرنا پڑے گا، تمام مورخین نے بلرم کا محاصرہ اسد کی وفات کے بعد لکھا ہے،

اس موقع پر ایک شبہہ کا ازالہ بھی ضروری ہے، وہ یہ کہ ابن خلدون کا یہ مصری مطبوعہ نسخہ نہایت ناقص ہے، اس میں اسد کی وفات کے متعلق یوں مذکور ہے:-

"ومات اسد بن فرات امیرهم ودفن بمدینة قصریانه"

اس سے یہ دھوکا نہ ہو کہ ابن خلدون نے اس کا مدفن قصریانہ بتایا ہے، بلکہ یہاں پر طباعت کی غلطی ہے اور ایک مستقل عبارت درج ہونے سے رہ گئی ہے، ابن خلدون کے صحیح نسخہ میں "ودفن بمدینة" کے بعد یوں ہے:

"بلرم ودوی علی المسلمین بعد ذٰلک محمد بن ابی الجواری ووصل اسطول الروم من القسطنطنیه فاعتزم المسلمون علی الاقلاع الی افریقیه فاعترضهم اسطول الروم فرجعوا واحرقوا المراکب واستماتوا وحاصروا اسدینة المازر (میناؤ؟) ثلثة ایام فملکوها ثم حصن کرکنت کذلک ثم ساروا الی مدینه "قصریانه"

یہی قصریانہ ہے جو مطبوعہ نسخہ میں درمیان کی مذکورہ عبارت متروک ہوکر "ودفن بمدینة" سے ملحق ہوگیا ہے، چنانچہ اس کے بعد ہی مطبوعہ نسخہ میں یہ عبارت ملیگی،

"ومعهم القائد الذی جاء یستنجدهم فخادعه اهل قصریانه (ج ۴ ص ۱۹۷)

حکومت کے دائرہ سے باہر سمجھے جائیں، اور جو مقامات بزور شمشیر فتح ہوں، وہ اسلامی دائرہ حکومت میں داخل کر لیے جائیں،

اگرچہ اسی نظام کی بدولت اسلامی حکومت صقلیہ کو ہمیشہ بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا جس کی تفصیل آیندہ آئیگی، تاہم اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ نوع انسانی کی فلاح وبہبود کیلئے یہی طریقہ مناسب تھا، اور اسی میں خونریزی کے امکانات کم تھے،

اسد کی جانشینی — اسد کی وفات کے بعد امیر محمد بن ابی الجواری کو اسلامی لشکر نے باتفاق اپنا امیر منتخب کر لیا اور اسی نے حکومت اور فوج سنبھال لی۔[1]

محمد بن ابی الجواری جانشین اسد

۲۱۳ھ ۸۲۸ء - ۲۱۴ھ ۸۲۹ء

اسلامی لشکر میں ابتری — امیر محمد بن ابی الجواری کا انتخاب اصحاب حل وعقد اور عام اسلامی لشکر کے اتفاق سے عمل میں آیا تھا، ابن ابی الجواری نہایت خوش تدبیری سے محاصرہ کے کامیاب بنانے میں مصروف ہوگیا، اور ایسی ساعت آپہنچی کہ اہل سرقوسہ سخت پریشان حال ہوگئے اور محاصرہ کی سختیاں ان کے لئے ناقابل برداشت ہوگئیں، لیکن بخت و اتفاق کہ اسلامی لشکر میں خونریزی شروع ہوئی، اور ایسا اختلال وانتشار پھیلا کہ ابن ابی الجواری کیلئے اس کا مقابلہ نہایت دشوار ہوگیا، کیونکہ اسد کی وفات سے فوج میں بسی ابتری پیدا ہوگئی تھی کہ اس کا سارا نظام درہم برہم ہوگیا تھا، اور وہ اپنے مشاغل سے ایسی غافل ہوگئی تھی، کہ مفتوحہ شہروں کے وہ تمام معززین وامرا وسپہ سالار جو اسلامی لشکر میں بطور یرغمال نظربند تھے، موقع پا کر فرار ہوگئے،[2] اور اسلامی لشکر کی بدنظمی وانتشار کا چرچا ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ گیا،[3]

---

[1] ریحن النفوس درامار ی ص ۱۸۱ وغیرہ [2] نہایۃ الارب درامار ی ص ۴۲۹ [3] البیان المغرب ترجمہ ص ۱۲۹،

اور اتنے دنوں میں جو کچھ رعب وداب اور اثر پیدا ہوا تھا، وہ بالکل زائل ہو گیا،

اسلامی لشکر میں وبا اسی اثنار میں اسلامی لشکر ایک دوسری مصیبت میں مبتلا ہوا۔ اسد نے بلرم کی حملہ آور فوج کی بربادی کے لئے جو کھائی کھدوائی تھی، وہ رومیوں کی لاشوں سے پٹ گئی تھی، اور پھر ان کے سڑنے کی وجہ سے آب وہوا خراب ہو گئی جس سے اسلامی لشکر میں سخت وبا پھیل گئی جس سے مجاہدین اور آزمودہ کار افسروں کی نہایت عزیز جانیں تلف ہو گئیں۔

حکومت بیزنطی کی امدادی فوج اسلامی لشکر ابھی اپنی انہی پریشانیوں میں مبتلا تھا کہ اسے یہ وحشت انگیز خبر پہنچی کہ حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کا ایک نہایت عظیم الشان لشکر جو متعدد جنگی بیڑوں اور آزمودہ کار بری فوجوں پر مشتمل ہے مسلمانوں سے جزیرہ کو خالی کرانے کیلئے یہاں آپہنچا ہے، اور وہ عنقریب اسلامی لشکر پر ٹوٹنے والا ہے، ان سب واقعات نے ملکر مسلمانوں کو دل شکستہ کردیا اور ان میں افریقہ کی واپسی کا پھر خیال پیدا ہو گیا، اور نیمی نے اپنے ساز وباز سے انہیں پورے طور پر افریقہ کی واپسی پر آمادہ کرلیا،

مجاہدین کی مایوسی اور افریقہ کی روانگی کا قصد ابن ابی الجواری اس نئے فتنے کا مقابلہ نہ کرسکا، اور خود اس کے پیش نظر بھی یہ سب خطرات موجود تھے، آخر وہ سرقوسہ کا محاصرہ اٹھا لینے پر مجبور ہو گیا، اور افریقہ کے قصد سے ساحل کی طرف روانہ ہو گیا، جہاں اسلامی جہاز انتظار میں کھڑے ہوئے تھے یہاں پہنچکر حسرت نصیب لشکر جہازوں پر سوار ہوا، اور نہایت خاموشی سے بادبان کھولکر جہازوں کا رخ افریقہ کی طرف پھیر دیا گیا،

مجاہدین کا اپنے جہازوں کو جلا دینا اور مرنے مارنے پر تیار ہو جانا لیکن ابھی لنگر اٹھائے جارہے تھے، کہ بیزنطی جہاز سامنے سے نمودار ہوئے اور مجاہدین کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے، اور اس صورت حال کو ان سے بجز موت کے کوئی دوسرا راستہ باقی نہ رہا، اور یہ واقعہ ان کے لئے ایک تازیانۂ عبرت ثابت

Marfat.com

ہوا۔ اور ذلت و رسوائی کا ایسا احساس ہوا کہ یکایک ایک حیات تازہ پیدا ہوئی، و تمام مجاہدین جوش و خروش سے دیوانہ وار جہازوں سے کود پڑے۔ اب انہیں حیات و ممات کا مستقل فیصلہ کرنا تھا، چنانچہ چند لمحہ توقف کے بعد نہایت گرمجوشی سے آگے بڑھے اور اپنے جہازوں پر چھپٹ پڑے، اور اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے تمام جہازوں میں آگ لگا دی[1]،

یہ واقعہ اسلامی تاریخ صقلیہ کا یادگار واقعہ ہے، جہازوں کے شعلہ زن تختے سمندر میں ادھر اودھر تیر رہے تھے، اور ساحل پر مجاہدین اور سطح سمندر پر رومی کھڑے ہوئے اس نظارہ کو دیکھ رہے تھے، مجاہدین صقلیہ نہایت خاموشی سے جہاز کے ایک ایک تختہ کی بربادی کا تماشہ دیکھتے جاتے اور افریقہ کی واپسی کی آخری سے آخری موہوم امید کو منقطع کرتے جاتے، یہانتک کہ ساحل کا ایک ایک اسلامی جہاز غرقاب ہوگیا، اور افریقہ کے مجاہدین مرنے مارنے پر تیار ہو کر صقلیہ کو مادر وطن سمجھ کر اوس کے آغوش میں بیٹھ گئے، اب یہ جزیرہ رومی و بیزنطی تھا، اور نہ اصطلاحی طور پر دارالاسلام بلکہ حقیقی معنوں میں ایک اسلامی جزیرہ تھا، اس کی حفاظت وطن کی حفاظت تھی، اسکی ترقی وطن کی ترقی تھی، اسکی فلاح وطن کی فلاح تھی، اور اوسکی بہبودی وطن کی بہبودی تھی، افریقہ کی مجلس مشاورت نے اس کو دارالاسلام بنانے کا فیصلہ کیا تھا، وہ اصحاب حل و عقد کا فیصلہ تھا، او صقلیہ میں آکر ان جانفروشوں نے وطن بنانے کا فیصلہ کیا، یہ بسنے والوں کا اپنے گھر کے متعلق فیصلہ تھا، اب یہ چند نفوس مسلمانان عرب و افریقہ نہیں بلکہ صقلیہ کے مسلمان تھے، اور حقیقی معنوں میں آج کی تاریخ سے وہ صحیح طور پر مسلمانان صقلیہ کے نام سے موسوم کئے جائیں گے،

| مینأو (مینیو) پر قبضہ | اس کے بعد مجاہدین نے فتوحات کا دائرہ وسیع کرنے کیلئے فوری پیشقدمی

شروع کر دی، اور ساحل سے اسی جوش و خروش میں شہر مینأو (MINEUN) کی طرف کوچ

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۳۲۷، ابن خلدون و اماری ص ۱۷۸ و نہایۃ الارب و اماری ص ۴۲۶ و تاریخ عرب سید و سدیو ص ۲۴۴

کیا، اور پہونچتے ہی تین دن کی معمولی لڑائی کے بعد قلعہ پر قبضہ کرلیا،

اس کے بعد فوج کا ایک بڑا دستہ جرجنت روانہ ہوا، یہان بھی معمولی لڑائی کے بعد تسلط ہوگیا، اور مسلمانون نے ان دونون شہرون مین سکونت اختیار کرلی، گویا اسوقت صقلیہ کے بڑے شہرون مین سے تین اہم شہر مازر، جرجنت اور مینأو مین اسلامی آبادیان قائم ہوگئین[1]،

قصریانہ کا محاصرہ

اسلامی لشکر ان شہرون پر تسلط حاصل کرکے آگے بڑھا اور صقلیہ کے مشہور و مستحکم قلعہ نما شہر قصریانہ کی دیوار کے نیچے ڈیرے ڈال دیئے، قصریانہ کو فوجی نقطۂ نظر سے جو اہمیت حاصل تھی اس کا تذکرہ جغرافی حالات مین گذر چکا ہے، اسلئے اسی بے سروسامانی مین قصریانہ کی تاخت مسلمانون کی عدیم النظیر اولو العزمی کا پتہ دیتی ہے،

فیمی کا قتل اور اس کی تفصیلات

مجاہدین اسلام اپنے حملہ کی تیاریون مین مصروف تھے، کہ اسی مہم کے سلسلہ مین ایک اہم واقعہ پیش آگیا، اور وہ ارمنی نژاد فیمی کا قتل ہے،

فیمی کے قتل کی تفصیلات اسکی کردار و سیرت کی طرح کچھ کم عبرت انگیز نہین، وہ جہازون کے نذر آتش ہونے سے پیشتر تک اپنی اسی حکمت عملی پر کاربند اور مسلمانون کے خلاف خفیہ ریشہ دوانیون مین اوسی طرح مصروف تھا، کیونکہ اس کے اصل حریف بلاطہ کی شکست کے بعد اہل جزیرہ مین ایسا صاحب اقتدار شخص موجود نہ تھا جو اس کا مدمقابل ہوتا، اسکی کامیابی کی راہ مین صرف اسلامی لشکر حائل تھا، اس لئے اس کے خلاف اس نے اپنی خفیہ ریشہ دوانیان شروع کردی تھین، لیکن جب حکومت بزنطی قسطنطنیہ سے عظیم الشان لشکر آپہنچا، تو اس کے تمام منصوبے پھر ایک مرتبہ خاک مین مل گئے، اس لیئے اس جدید صورت حال سے متاثر ہوکر اوس نے اپنی روش بدل دی، اور اب اس کو اپنی فلاح اسی مین نظر آئی، کہ مسلمانون سے اشتراک عمل کرے، اور حکومت بزنطی کے صقلیہ کی بازیافت کی کوششون

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۷ و نہایۃ الارب در اماری ص ۴۲۲،

کو کامیاب نہ ہونے دے کہ اگر مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی تو ممکن ہے اسی وسیلہ سے اس کو صقلیہ کے کسی صوبہ کی گورنری مل جائے، اور دوسری طرف ابن ابی الجواری نے بھی اسلامی لشکر کے موجودہ حالات کا اندازہ لگا کر اس کو سابق والی صقلیہ کی حکمت عملی کے خلاف اپنی معیت میں لے لیا چنانچہ قصریانہ کی اس مہم میں وہ بھی ساتھ ساتھ موجود تھا، اور اسکی اس روش سے صقلیہ کے عیسائی اسکے دشمن ہو گئے چنانچہ جب قصریانہ پہنچے تو اسکے خلاف اہل شہر نے ایک ایسی سازش تیار کی جس کہ اسکی زندگی کا خاتمہ ہو گیا، وہ لوگ اس کے اصل جذبات سے آگاہ تھے، اسلئے اوس کو کیفر کردار تک پہنچانے کیلئے ایسا راستہ اختیار کیا جس پر اسکو اعتماد ہو سکے چنانچہ وہ لوگ اس مقصد کیلئے نہایت پوشیدہ طریقہ پر اوس کے پاس آئے اور زمین بوس ہو کر آداب شاہی بجالائے اور پھر گفتگو و بحث کے بعد اس کو اپنی اطاعت و انقیاد کا یقین دلایا، اور پھر خفیہ معاہدہ ہوا کہ پہلے اس جزیرہ کو حکومت بزنطی سے آزاد کرایا جائے، پھر عربوں سے آیندہ سمجھ لیا جائے گا، فیمی کو اس خفیہ معاہدہ سے پھر اپنی خود مختار حکومت کے سبز باغ نظر آنے لگے، اور تجویز کو پورے طور پر عملی جامہ پہنانے کیلئے مشاورت کا دوسرا دن مقرر ہوا، اور اس مرتبہ خود فیمی کو چند آدمیوں کے ہمراہ شہر میں بلایا گیا چنانچہ وہ حسب تجویز شہر میں پہنچا، باشندگان شہر بطور اظہار عقیدت پھر زمین بوس ہو گئے، وہ جوش مسرت سے آگے بڑھا، اس وقت بے نیام ننگی تلواروں نے یکبارگی چمک کر استقبال کیا، اور ایک ہی وار میں اس کا سر تن سے جدا ہو گیا،

فیمی کے قتل سے ایک طرف اہل شہر کا جوش انتقام ٹھنڈا ہوا، اور دوسری طرف اسلامی لشکر کو اپنے مار آستین سے نجات ملی، وہ جس قسم کی سازشوں سے اسلامی لشکر میں رہ کر مسلمانوں کو تباہ کرنا چاہتا تھا خود انہی سازشوں کا شکار ہو گیا،[1]

میدان قصریانہ میں ایک خونریز معرکہ

اسلامی لشکر قصریانہ کی پہاڑی کے دامن میں خیمہ زن تھا کہ قسطنطنیہ کا امدادی بزنطی لشکر تعاقب میں یہاں آ پہنچا، یہ ایک عظیم الشان لشکر تھا، کیونکہ میکائل ثانی نے اہتمام سے اسکو

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۷، نہایۃ الارب درامار ی ص ۲۲-۲۲۳، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹،

Marfat.com

کیا تھا، اور اسپین رومیون کے علاوہ ارمینیون اور حکومت وینس کی امدادی فوجین بھی شامل تھین،[1]

بزنطی لشکر کی کمان ایک مشہور جنگ آزما بطریق تیموڈوٹس (جسکو عرب تودھا لکھتے ہین) کے سپرد تھی، علاوہ ازین بہت سے مشہور بطریق وراہب اپنی اپنی تلوارین سنبھال کے میدان مین اوتر آئے تھے،

رومیون کی شکست فاش

تیموڈوٹس قصریانہ کے سامنے آتے ہی صف آرا ہوگیا اور فوراً جنگ کا سلسلہ شروع ہوگیا، بزنطی لشکر اگرچہ بڑے ساز وسامان اور دم خم سے بھیجا گیا تھا لیکن قصریانہ کا یہ پہلا میدان مسلمانون کے ہاتھ رہا، مجاہدین جوش وخروش سے آگے بڑھے، اور چشم زدن مین رومی کشتون کے پشتے لگا دئے، رومی اس مقابلہ کی تاب نہ لاسکے، اور میدان جنگ مین بہت سے لاشے تڑپتے چھوڑ کر فرار ہوگئے، اور اسی عالم فرار مین مسلمانون کے ہاتھ بہت سے قیدی آئے جنمین نو کی تعداد مین صرف بطارقہ تھے،

قصریانہ کا محاصرہ اور مضافات شہر مین اسلامی حکومت کا قیام

اس شکست کے بعد بزنطی لشکر کے باقی ماندہ حصہ نے قصریانہ کی چہار دیواری مین محصور ہوکر دروازے بند کرلئے، اور اسلامی لشکر نے اس کے جواب مین قصریانہ کی پہاڑی کے دامن مین پختہ مکانات بنالئے، اور مال غنیمت کے خمس سے خاندان اغلبیہ کے سکے بنوا کر رائج کردیئے، مجاہدین دامن قصریانہ مین بود وباش اختیار کرکے ایک طرف اسکی فتح کے منصوبون مین لگے رہے، اور دوسری طرف اس شہر کو اس تمام علاقہ سے بے تعلق کرکے سب کو اسلامی اقتدار کے ماتحت لانے کیلئے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے مضافات مین بھیجتے رہے،[2]

امیر لشکر ابن ابی الجواری کی وفات

لیکن افسوس ہے کہ قصریانہ کی مہم ابھی یونہی ناتمام تھی، اور مجاہدین جو اسد بن فرات کی جدائی کو ابھی نہین بھولے تھے، کہ دست اجل نے ان کے قائم مقام محمد بن ابی الجواری کو بھی

[1] نہایۃ الارب درا ماری ص ۲۴۳، و یادگاری مضامین مقالہ جان بری ج ۲ ص ۲۷، [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۴۰، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹، و نہایۃ الارب درا ماری ص ۲۴۳، و اخبار الاندلس ج ۲ ص ۱۱۹

اوائل ۲۱۴ھ میں ان سے چھین لیا، اور اسلامی لشکر نے اس کی وفات کے بعد زہیر بن غوث کو اپنا امیر مقرر کیا،

زہیر بن غوث جانشین ابن ابی الجواری

۲۱۴ھ تا ۲۱۷ھ

مسلمانوں کی پسپائی

زہیر بن غوث آزمودہ کار افسروں میں تھا، اس نے امارت سنبھال کر ابن ابی الجواری کے نقش قدم پر چلنا چاہا، لیکن امارت کے بدلتے ہی اگرد و نواح کے حالات بھی بدل گئے تھے، بیزنطی سالار تھیوڈوٹس نے ابن ابی الجواری کی وفات سے پورا فائدہ اوٹھایا اور موقع پا کر قصریانہ سے نہایت خاموشی اور حکمت عملی سے نکل آیا، اور مجاہدین کے عقب میں ڈیرے ڈال دئے، زہیر اس واقعہ سے قطعًا نابلد تھا، چنانچہ قدیم روش کے مطابق قصریانہ کے مضافات پر قبضہ جمانے اور سامان رسد فراہم کرنے کے لئے ایک چھوٹا سا دستہ روانہ کیا، یہ ابھی اثنائے راہ میں تھا کہ سامنے سے عظیم الشان بیزنطی لشکر نمودار ہوا، اور دونوں میں اچانک مڈبھیڑ ہوگئی، اسلامی دستہ نے پامردی سے مقابلہ کیا، لیکن ایک مختصر دستہ پوری فوج کا کیا مقابلہ کرتا، نہایت فاش شکست کھائی، اور دوسرے دن بقیۃ السیف حصہ قصریانہ واپس آگیا، اس کے بعد جنگ کا نقشہ بدل گیا، تھیوڈوٹس اپنی فوج لئے آگے بڑھا، زہیر نے بھی اپنی فوج آگے بڑھایا، اور دونوں فوجیں آمنے سامنے صف آرا ہوگئیں، تھوڑے ہی وقفہ میں گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی، اور مسلمانوں کو اپنی شومئی قسمت سے شکست اوٹھانی پڑی، اور رومیوں نے اپنی پہلی شکست کا پورا پورا بدلہ لیلیا، اور تقریبًا ایک ہزار مجاہدین اس جنگ میں شہید ہوگئے،[۱]

شکست خوردہ اسلامی فوج قصریانہ کی چھاؤنی میں واپس آئی، رومیوں نے موقع کو مغتنم

قصریانہ کا محاصرہ

۱ [illegible]

اور تعاقب کیا، اب زہیر کے سامنے دو صورتیں تھیں، یا تو قصریانہ کی چھاؤنی میں محصور ہو جائے، یا جرجنت وغیرہ میں سے ایسے مقام کی طرف کوچ کرے، جہاں مسلمانوں کی تازہ دم فوج کی امداد حاصل ہو سکے، لیکن دوسری صورت اختیار کرنے میں قصریانہ کے مضافات کی تمام فتوحات ہاتھ سے جاتی تھیں اور محاذ جنگ جرجنت وغیرہ بنجاتا تھا، اسلئے اس نے پہلی صورت کو ترجیح دیا، اور شہر بند ہو کر بیٹھ رہا، اس وقت اسلامی لشکر کا پڑاؤ کھلے میدان میں تھا، صرف سکونت کے لئے کچھ مکان تعمیر کر لئے گئے تھے، وہ قلعے نہ تھے کہ قلعہ بند ہونے کا امکان ہوتا، اسلئے زہیر نے اس پورے رقبہ کا احاطہ کر کے گرداگرد خندق کھود لی،

لیکن اس کا یہ طرز عمل کسی طرح دانشمندانہ نہیں کہا جا سکتا، اس نے اس موقع پر اسد کے طرز عمل کی پیروی کی تھی، لیکن اسد اور زہیر کی فوج اور سامان رسد میں زمین و آسمان کا فرق تھا، اسد تازہ دم تھے، اور محاصرہ کی پوری تیاریوں کے ساتھ محاصر تھے خصوصاً سامان رسد کا وافر ذخیرہ ان کے پاس تھا، لیکن زہیر کا لشکر ایک زمانہ سے محاصرہ کئے ہوئے تھا، سامان رسد مضافات سے حاصل ہوتا تھا، محصور ہونے کے بعد یہ سلسلہ باقی نہیں رہ سکا، پھر علاوہ ازیں اسوقت رومیوں کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے، وہ دو لڑائیوں میں اسلامی لشکر کو زیر کر چکے تھے اور اسد کا لشکر مظفر و منصور محاصر و محصور تھا اور زہیر کو مفتوح و مغلوب ہو کر محصور ہونا پڑا،

چنانچہ رومیوں نے ہر چہار طرف سے گھیر لیا، حالانکہ زہیر کے خیال میں جرجنت کی سمت محفوظ تھی، اور وہ وہیں سے سامان رسد کی لو لگائے بیٹھا تھا، امید کی یہ آخری شعاع بھی جاتی رہی، اور تھوڑے ہی دنوں میں گھوڑے ذبح کر کر کے کھانے کی نوبت آگئی[1]

پسپائی جب مجاہدین کے آلام و مصائب انتہا کو پہنچ گئے تو ایک دن جان پر کھیل کر شہر سے نکل کر مارنے کا

---

[1] نہایۃ الارب ج ۱ ماری ص ۔۔۔ ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۰

فیصلہ کیا بخت واتفاق کہ رومیون کو اسکی بھی پہلے سے خبر لگ گئی، اور وقت مقررہ سے پہلے اپنے تمام خیمہ وخرگاہ تنہا چھوڑ کے قرب وجوار مین جا چھپے، اسلامی لشکر وقت مقررہ پر پورے جوش سے خندق کے پار ہوا، اور مجاہدین تکبیر کا غلغلہ بلند کرتے ہوئے ایک ہی جست مین ان کے خیمون مین جا گھسے مگر وہان سب خالی پڑے تھے، مجاہدین اس واقعہ سے حیران وششدر تھے کہ رومی کمین گاہون سے نکل کر ٹوٹ پڑے، اور دم کے دم مین سینکڑون لاشین گرادین، اور لشکر کا بہت بڑا حصہ ضائع ہوگیا، جو کچھ بچے کھچے سپاہی تھے انھون نے مِناؤ کا راستہ پکڑا[1] اور اسی قلعہ مین جاکر دم لیا[2]،

قصریانہ کی یہ شکست تمام مسلمانانِ صقلیہ کے لئے نہایت دردانگیز تھی، کیونکہ مازر، جرجنت اور مِناؤ وغیرہ مین جو اسلامی آبادیان تھین وہ اسی لشکر جرار کے دم سے قائم تھین، اس لئے اس شکست سے ان تمام مقامات پر عام تہلکہ مچگیا،

چنانچہ بیزنطی لشکر نے ان مفرور سپاہیون کے نقش قدم پر کوچ کیا، اور مِناؤ پہنچ کے شہر کا نہایت سختی سے محاصرہ کرلیا، اب مسلمانانِ مِناؤ کو امداد کی جو کچھ توقع تھی، وہ مسلمانانِ جرجنت سے تھی، کہ وہی ان کے قریب تر تھے ورنہ خود ان کی مختصر جمعیت رومی محاصرین کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھی لیکن مسلمانان جرجنت کیلئے بقول ابن خلدون اپنی امکانی کوششوں کے باوجود قلعہ مِناؤ کے مسلمان محصورین تک پہنچنا دشوار تھا اسلئے ان لوگون نے ایک دوسری تدبیر اختیار کی، اور قصریانہ کے واقعات سنتے ہی جرجنت کے تمام فوجی استحکامات منہدم کردئے، اور خود شہر چھوڑ کر مسلمانانِ مازر سے جا ملے، کہ مسلمانانِ صقلیہ کی جمعیت پریشان کسی قدر یکجا ہوجائے، کیونکہ جرجنت بہ نسبت دیگر مقامات کے مِناؤ سے قریب تھا، اور رومیون کے لئے بہ خوبی ممکن تھا کہ مِناؤ کے محاصرہ کو مکمل کرکے جرجنت کو بھی گھیر لیتے، اور اس وقت جرجنت کی مختصر جمعیت بھی مقابلہ سے عاجز رہتی[3]،

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۲۳۸، [2] ابن اثیر ج ۷ ص ۲۳۸، [3] ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹، ابن اثیر کے الفاظ یہ ہین

ان حالات میں مسلمانان بیناو سخت مشکلات میں گھر گئے، امداد کی جو کچھ توقع تھی، وہ بھی قطعی سے منقطع ہوگئی، خود ان کی جمعیت ایسی نہ تھی، کہ کھل کے مقابلہ کر سکتے، پھر شہر کے عیسائیوں سے الگ خطرات تھے۔

رفتہ رفتہ سامان رسد میں کمی ہوتی گئی، پہلے شہر میں جو کچھ اندوختہ تھا، صرف کرتے رہے، پھر مویشیوں کو ذبح کرکے کھاتے رہے، اور جب یہ سب کچھ ختم ہوگیا، تو شہر کے کتوں کو پکڑ پکڑ کے کھانا شروع کیا، مگر پھر بھی فاقہ کشی سے نجات نہیں ملی، اور اسی آزمائش میں بہت سے مجاہدین نے تڑپ تڑپ کے جان دیدی، ان تمام آلام و مصائب کے باوجود پائے ثبات میں لغزش نہ آئی اور اسلامی غیرت

(بقیہ حاشیہ ص ۱۵۴) وسار والی مازر ولم یقدر علی نصرۃ اخوانہم (مازر چلے گئے، اور اپنے بھائیوں کی مدد کے لئے نہیں پہنچ سکے،) اور ابن خلدون لکھتا ہے، وتعذر علیہما الوصول الی اخوانہم (اپنے بھائیوں تک پہنچنا ان کے لئے ناممکن ہوگیا،) لیکن مسٹر اسکاٹ نے اس واقعہ کو دوسرے رنگ میں لکھا ہے، کہ جو مجاہد باقی رہ گئے تھے، قلعے مسلمان جا بجا فتح کرکے اپنے قبضہ میں کر چکے تھے، وہاں کے باشندوں نے غدر کرکے ان دستوں کو جو حفاظت کے لئے رکھے گئے تھے قتل کر ڈالا، یہ کیفیت تھی، کہ اگر کوئی عمامہ باندھے نظر آجاتا، تو تمام علاقہ غیظ و غضب میں آجاتا تھا، اور لڑنے بھڑنے پر تیار ہوجاتے تھے، یہ صحیح ہے کہ سرزمین صقلیہ اس وقت مسلمانوں کے لئے نہایت تنگ ہو رہی تھی، اور یہ بھی صحیح ہے کہ جرجنت مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا، اور اس کے ساتھ اس کے قلعے بھی جاتے رہے، لیکن وہاں کے باشندوں نے غدر نہیں کیا، اور نہ یہاں اسلامی دستے تہ تیغ کیے گئے۔

جرجنت کو مسلمانوں نے حفظ ما تقدم کے طور پر خود خالی کر دیا تھا، اگر باشندگان جرجنت غدر کرتے، اور مسلمانوں کی جان کے لالے پڑ جاتے، تو وہ سراسیمہ ہوکر فرار ہوتے، غدر و ہنگامہ میں یہ کیونکر ممکن ہے، کہ شکست خوردہ فریق شہر کے استحکام کو ویران و مسمار کردے، اس کو تو پہلے اپنی جان بچانے کی فکر ہوگی،

Marfat.com

جمعیت نے اجازت نہ دی کہ سپر ڈال کر رومیوں سے طالب امان ہوں،

تائید غیبی مسلمانان بیناو اسی دور ابتلا میں موت کا مردانہ وار مقابلہ کر رہے تھے، کہ دریای رحمت جوش میں آیا، اور دو مختلف سمتوں سے مجاہدین کی دو جماعتیں ساحل صقلیہ پر اوتریں، اور مسلمانان صقلیہ کے لئے تائید غیبی ثابت ہوئیں، ان دونوں جماعتوں میں سے ایک مجاہدین اندلس کی جمعیت تھی، جو سرفروشانہ جہاد کے لئے نکلی تھی، اور دوسری جماعت زیادۃ اللہ کی فرستادہ امدادی فوج پر مشتمل تھی،

اندلسی بیڑا صقلیہ میں اندلس میں اسوقت اموی حکومت کا جاہ وجلال تھا، اور تخت حکومت پر عبدالرحمن ثانی جلوہ افروز تھا، اس کی بحری قوت نہایت مستحکم تھی، اور اس کے جہاز ہر سال خاص خاص موسموں میں بحر روم کا چکر لگاتے تھے، حسن اتفاق کہ انہی میں کا ایک بیڑا اصبغ بن وکیل المعروف بہ فرغلوش کی سرکردگی میں صقلیہ کے ساحل پر ٹھہر گیا، اس کے جہازوں کی تعداد ابن عذاری کے بیان کے مطابق تقریبا ۳۰۰ تھی، اور اواخر ۲۱۴ھ / ۸۲۹ء میں صقلیہ پہنچا تھا،

افریقیہ کی کمک دوسری طرف انہی دنوں امیر زیادۃ اللہ کو افریقیہ کی بغاوتوں سے کلیۃً نجات مل گئی، اور اس کو بھی مسلمانان صقلیہ کی زبون حالت کی طرف توجہ کرنے کا موقع ملگیا، چنانچہ اس نے ایک کمک سلیمان بن عافیہ طرطوسی کی سرکردگی میں صقلیہ روانہ کی، یہ بیڑا جمادی الآخری ۲۱۵ھ / ۸۳۰ء میں صقلیہ پہنچا، مسٹر [illegible] اس بیڑے کے متعلق لکھتے ہیں:-

"امیر زیادۃ اللہ ...... نے تین سو جہازوں کا ایک زبردست بیڑا، اور بیس ہزار آدمی اس طرف روانہ کئے، یہ بیڑا ۸۳۰ء میں افریقیہ کے بندر سے چلا تھا، ایسا بہت کم اتفاق ہوا ہوگا کہ اتنی بڑی فوج جس میں اس قدر مختلف قبائل کے آدمی جمع ہوں، ایک ہی سپہ سالار کے ماتحت کام کیا ہو(؟) دریائے نیل سے لیکر بحر اوقیانوس تک کے وحشی بربری، اپنی فطری وحشت وخونخواری کے ساتھ اس میں

موجود تھے، یمن کے جلاوطن، ایران کے پناہ گزین، یونان کے مفرورین اور ہر قبیلے کے اندلسی اس بیڑے مین اپنے جزیرہ نما کو خیر باد کہکر داخل ہوگئے تھے اور امیر زیادۃ اللہ نے اپنی غیر معمولی حکمت عملیون سے امیدون کے سبز باغ دکھا کر باشندگان تیونس کو بھی اس فوج مین داخل کرلیا تھا، حالانکہ یہ وہ لوگ تھے جو چند روز پیشتر ان کے مقابلہ مین شمشیر بکف تھے،

اندلسی امیر البحر بطور اسلامی سپہ سالار صقلیہ

اس وقت مسلمانان صقلیہ کی سب سے اہم ضرورت محصورین مینائو کی امداد کرکے ان کو مصیبتون سے نجات دلانا تھا، اندلسی جمعیت نے اس مین اس شرط پر شرکت منظور کی، کہ حملہ آور لشکر کی کمان اندلسی سپہ سالار، فرغلوش کے ہاتھ مین دیجائے، مسلمانان افریقیہ نے اسکو قبول کرلیا، اور افریقیہ و اندلس کی مشترکہ فوج فرغلوش کی سرداری مین مینائو روانہ ہوگئی،

محصورین مینائو کی امداد کے لئے فوج کی روانگی اور ملک مین غارتگری

اثناے راہ مین جس قدر قلعے اور فوجی چھاؤنیان ملتی گئین، مجاہدین سب پر چھاپے مارتے، اور لوٹ مار مچاتے مینائو پہنچے، اور محاصرین سے مقابلہ شروع ہوگیا، رومیون کے لئے یہ ایک ناگہانی افتاد تھی، تھیوڈوٹس نے [illegible] اور خود جان سے مارا گیا، اور بچے کچھے بیزنطی سپاہی ادھر ادھر منتشر ہوگئے، مینائو کے رومی باشندون نے محصورین کو کافی اذیتین پہنچائی تھین، مجاہدین نے جوش انتقام مین شہر مین آگ لگادی، اور پورا قلعہ مسمار کردیا، اور جس طرح پچھلے دو سال مسلمانون کے لئے نہایت سخت گذرے، ویسے ہی یہ وقت رومیون کے لئے سخت دشوار ہورہا تھا، اور اندلس اور افریقیہ کے سپاہیون نے چند ہی دن مین ان تمام مظالم کا بدلہ لے لیا جو دشمن مسلمانون پر اب تک کرچکے تھے، اور علاوہ ازین اسوقت فوج کی کمان بھی فرغلوش کے ہاتھ مین تھی جس کا مقصد لوٹ مار، اور غارت گری کے علاوہ اور کچھ نہ تھا، اس لئے اس وقت مینائو تک سارا ملک مجاہدین کا جولانگاہ تھا، اور چند ہی دنون مین سخت تباہی و بربادی پھیل گئی،

فتح غولیہ

جب لوٹ مار سے کچھ فرصت ملی تو پیشقدمی کا سلسلہ شروع ہوا، اور مجاہدین مینائو کو زیر کرکے

Marfat.com

سب سے پہلے غلولیہ میں آکر خیمہ زن ہوئے اور محاصرہ کے بعد بزور شمشیر اس پر قابض ہوگئے،

اسلامی لشکر میں وبا | لیکن غلولیہ پہنچ کر حوادث کا پھر ایک جھونکا آیا، اور پیش قدمی کا سلسلہ عارضی طور پر ملتوی ہوگیا، چنانچہ غلولیہ آئے ہوئے ابھی چند ہی دن گذرے تھے کہ اسلامی لشکر میں وبا پھوٹ پڑی، اور سالار فوج اصبغ بن وکیل و دیگر کار آزمودہ قائدین اس کے نذر ہوگئے،

اینجماعت کی پسپائی | اس واقعہ سے مسلمانوں میں پھر بد دلی پیدا ہوگئی، جو لوگ فوج میں محض مال غنیمت کے حرص میں شریک ہوگئے تھے، ان کی ہمتیں پست ہوگئیں، اور جان بچانے کیلئے فرار ہوئے، اسی سراسیمگی میں رومیوں کا ایک دستہ عقب سے نکل آیا، اور ان مفرورین پر ٹوٹ پڑا، جس سے بہت سے سپاہی ضائع ہوگئے اور بقیۃ السیف نے افریقیہ واندلس کی راہ لی،

محاصرۂ بلرم | جب فوج میں کچھ سکون پیدا ہوا، تو پیشقدمی کا سلسلہ پھر شروع ہوگیا، اس مرتبہ صقلیہ کے ایک اہم شہر بلرم کا رخ کیا گیا، جو صقلیہ کا مشرقی دار الحکومت تھا، لشکر اسلام غلولیہ سے اواخر جمادی الاخری ۲۱۵ھ میں روانہ ہوا، اور مشرقی دار الحکومت بلرم کا محاصرہ کرلیا، بلرم صقلیہ کا کوئی معمولی شہر نہ تھا، اس پر زمانہ قبل تاریخ سے دور حاضر تک مختلف دور گذر چکے تھے، اور ہر دور میں اس کو نمایاں حیثیت حاصل رہی تھی، کبھی یہ صوبہ کا دار الحکومت رہا، اور کبھی مرکزی حکومت کا پایۂ تخت بنایا گیا، اسلئے شہر کے تمام جنگی استحکامات مکمل تھے، اس لڑائی تدر اس کا محاصرہ دشوار تھا،

چنانچہ مجاہدین کو بھی اس کے محاصرہ میں دشواری پیش آئی، اور اسی حالت میں ایک طویل زمانہ گذر گیا، لیکن ان لوگوں نے نہایت ہمت و استقلال سے محاصرہ کو قائم رکھا، اور عزم و استقلال کا نمایاں جوہر دکھایا کہ شہر میں روز بروز کمزور ہوتے گئے،

اگرچہ یہ بھی امر واقعہ تھا کہ اس وقت جزیرہ کی بزنطی حکومت بے دست و پا ہورہی تھی، میکائیل ثانی شہنشاہ قسطنطنیہ جو صقلیہ کی مہموں کی خبر رکھتا، اور حسب ضرورت امداد کرتا رہتا تھا، انتقال کرچکا تھا،

اور اس کا جانشین تھیوڈوسیس [illegible] عیش و عشرت میں مصروف تھا، اور چونکہ صقلیہ میں جو بیزنطی فوج تھی، وہ برباد ہو چکی تھی، اس لئے گورنر بلرم کو کسی طرف سے کوئی امداد نہیں ملی لیکن اس کے باوجود شہر خود اس قدر مستحکم اور وہاں سامان رسد کی اس قدر فراوانی تھی کہ گورنر نے کامل ایک سال تک حملہ کے مقابلہ کیا،

فتح بلرم لیکن جب محصورین کی تمام قوتیں صرف ہو گئیں اور گرسنگی و تشنگی سے صدہا جانیں تلف ہو گئیں، اور اس کے ساتھ مجاہدین کسی طرح محاصرہ سے دستبردار ہونے پر آمادہ نظر نہیں آئے، تو ایک دن اچانک بلرم کا صدر دروازہ کھلا، اور گورنر دست التجا بڑھائے اسلامی سپہ سالار کی خدمت میں حاضر ہوا، اور شرائط صلح پیش کیں، جو درحقیقت صلح کی درخواست کے بجائے مجاہدین کی فتح و ظفر کا اعتراف اور محصورین کیلئے رحم و کرم کی درخواست تھی، چنانچہ گورنر کی درخواست کے بموجب حسب ذیل امور منظور کئے گئے،

(۱) گورنر اور اس کے اہل و عیال کی جان بخشی کی گئی،

(۲) گورنر کو اپنی دولت و ثروت یہاں سے منتقل کرنے کی اجازت دی گئی،

(۳) فوج کے سپاہیوں کو گرفتار کرنے کے بجائے یہاں سے چلے جانے کی اجازت دی گئی،

ان شرائط کی تکمیل کے بعد مجاہدین فتح و ظفر کا شادیانہ بجاتے ہوئے بلرم میں داخل ہوئے،

بلرم کی بے رونقی لیکن جب مسلمان شہر میں پہنچے تو شہر کی آبادی کا تقریباً خاتمہ ہو چکا تھا، چنانچہ جس وقت مسلمانوں نے اس کا محاصرہ کیا تھا، اس کی آبادی ستر ہزار تھی، لیکن جب وہ اس شہر میں داخل ہوئے، تو تین ہزار آدمیوں سے بھی کم تھے، عرب مورخین کا خیال ہے کہ محاصرہ [illegible] سب کی سب بھوک سے ضائع ہو گئیں، لیکن اس موقع پر مسٹر اسکاٹ کا یہ بیان زیادہ قابل قبول ہے کہ اکثر باشندے گورنر بلرم کے ساتھ قسطنطنیہ چلے گئے ہوں گے، مسٹر اسکاٹ بلرم کی فتح پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بلرمو کے قبضے میں آجانے سے چونکہ موقع جنگ اچھا مل گیا اس لئے مسلمانوں کی حالت میں روزافزوں ترقی ہونے لگی، اب اُن کو یہ ضرورت باقی نہ رہ گئی تھی، کہ وہ چھوٹے چھوٹے کمزور قلعوں اور پوروون میں اپنا سر چھپاتے پھرتے، قطع نظر اس کے اب وہ بندر ان کے قبضہ میں تھا جس کو ہر فاتح قوم ترقی دیتی چلی آئی ہے، اس بندر پر قابض ہوجانے میں وہ فائدہ تھا، جو تمام فوائد پر فوقیت رکھتا تھا اسکی وجہ سے افریقیہ کے ساتھ رسل و رسائل میں آسانی اور سرعت پیدا ہو گئی قسطنطنیہ سے اتنی جلد امداد نہیں آ سکتی تھی جتنی کہ افریقیہ سے سامان رسد اور کمک پہنچ سکتی تھی،

اس نئی فتح سے ایسا بہتر علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تھا کہ اگر اکمل طریقہ زراعت بھی اختیار کیا جاتا، تو بادنی محنت ایسی فصلیں اٹھائی جا سکتی تھیں کہ اچھی خاصی فوج کیلئے کافی تھیں علاوہ اور فوائد کے جو فی نفسہ کچھ کم نہ تھے یہی اثر کیا کم تھا کہ بلرمو جیسا مقام مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تھا، سواحل بحر روم پر اس شہر سے زیادہ کوئی شہر مشہور نہ تھا، اہالی فونیشیا نے اس کی بنیاد رکھی تھی، زمانہ قدیم کا سب سے بڑا بازار یہی تھا اگر زمانہ قدیم قرون وسطیٰ کے تمام تجارتی شہروں پر اسکو فوقیت دیجائے تو بالکل بجا تھا، اس کی جائے وقوع ایسی تھی، کہ جس قوم کے ہاتھ میں یہ مقام ہوتا، اس کے لئے تمام صقلیہ پر قبضہ کرلینا آسان تھا،"

تشکیل حکومت کا خیال | بلرم کی اسی جغرافی و تاریخی اہمیت سے اسکی فتح مسلمانوں کے لئے نمایاں نتائج پیدا کرنے کا ذریعہ بنی کیونکہ اولاً اسکے زیر اقتدار آجانے سے مازر وغیرہ کا علاقہ ملاکر مسلمانوں کے حدود حکومت میں اس قدر وسعت ہوگیا جو کسی زمانہ میں قرطاجنہ وغیرہ کی حکومت صقلیہ کے زیر اقتدار تھا، اور اسکی وجہ سے حکومت بزنطی کو بھی صقلیہ میں اسلامی حکومت کے قیام و وجود کو تسلیم کرنا پڑا، اور اسی کے بعد رومیوں کی آیندہ جو کوششیں ہوئیں، وہ صقلیہ سے اسلامی حکومت کے استیصال کی نہیں، بلکہ مزید فتوحات کے روکنے کیلئے، اور اسی کے ساتھ اب مسلمانوں کے لئے بھی وہ وقت آپہنچا کہ صقلیہ کی اسلامی حکومت

Marfat.com

کی باضابطہ تشکیل کی جائے، اور فتوحات میں اضافہ کرنے کے علاوہ ملکی نظم و نسق کا سلسلہ بھی قائم کیا جائے، چنانچہ فوج کے اصحاب حل و عقد اس مرحلہ کے طے کرنے مین مصروف ہو گئے،

افریقیون اور اندلسیون مین نزاع باہمی

جب تشکیل حکومت کا وقت آیا، اور وقتی طور پر گورنر کا انتخاب ہونے لگا، تو بدقسمتی سے خود اسلامی لشکر مین اختلاف رونما ہو گیا، یہ باہمی نزاع افریقیون اور اندلسیون کے درمیان پیدا ہوئی، کیونکہ فوج مین اوس اندلسی جماعت کی کافی تعداد ابھی تک موجود تھی، جو اصبغ بن وکیل کی سرکردگی مین آئی تھی، اور جس نے محصورین میناؤ کی عداب کے خاتمہ مین افریقیہ کی فوج کے دوش بدوش خدمات انجام دی تھے، اور چونکہ میناؤ اور غلولیہ کا معرکہ اصبغ بن وکیل کی سرکردگی مین سر ہوا تھا، اور اسکے بعد بلرم کی فتح ظہور پذیر ہوئی، اس لیے یہ جماعت یہ تمام کارنامے اپنی طرف منسوب کرتی تھی، اور صقلیہ کی اسلامی حکومت کو حکومت امویہ اندلس کا ایک جزو بنانا چاہتی تھی، اس لئے اس موقع پر اگر اغلبی تاجدار زیادۃ اللہ کے ان نشاروں مین سخت برہمی پیدا ہو گئی تو یہ کچھ خلاف توقع نہ تھا، کیونکہ افریقیون کو جزیرہ مین نہ صرف غلبہ حاصل تھا، بلکہ اغلبی حکومت ہی نے فتوحات کی ابتدا کی تھی، ہزارون افریقی اسی راہ مین شہید ہوئے تھے، اغلبی سکہ یہان رواں ہو چکا تھا، اور فتح بلرم مین بھی افریقیون کو غلبہ حاصل تھا،

اس لئے اندلسیون کے اون احسانات کے باوجود افریقی اس پر کسی طرح آمادہ نہ ہو سکتے تھے کہ وہ صقلیہ کی حکومت سے دستبردار ہو جائین، لیکن حسن اتفاق کہ یہ باہمی نزاع صرف باتون تک محدود رہی، اور بالآخر رفتہ رفتہ اندلسیون کو اپنے دعوی سے دستکش ہونا پڑا،

اور اسکے بعد زیادۃ اللہ نے شاہی خانوادہ اغلبیہ کے ایک ممتاز رکن محمد بن عبداللہ بن الاغلب کو صقلیہ کے لئے نائب السلطان مقرر کیا، جس نے ۲۱۷ھ میں زمام ولایت سنبھالی[1]

[1] نہایۃ الارب ورق ۱۰۸ ر، ص ۸۴، ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۸، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹ البیان المغرب (ترجمہ اردو)

Marfat.com

محمد بن عبداللہ بن الاغلب والی صقلیہ اوّل

۲۱۶ھ تا ۲۲۱ھ
۸۳۱ء تا ۸۳۵ء

محمد بن عبداللہ پہلا اغلبی شاہزادہ ہے، جو ۲۱۶ھ / ۸۳۱ء کے اوائل میں صقلیہ پہنچا، یہ ابراہیم بانی دولت اغالبہ کا پوتا اور زیادۃ اللہ موجودہ فرمانروا کے وقت کا بھتیجا تھا، افریقیہ میں خانوادہ اغالبہ کی کامیابی کا اصل راز تمام افراد خاندان کا انتظام حکومت سے وابستہ رہنا تھا، اگر انہیں میں کی ایک شاخ اورنگ حکومت پر تھی تو کوئی دوسری عہدہ سپہ سالاری پر، اور اسی طرح مختلف سلسلہ خاندان مختلف اہم صوبوں کی ولایت کے اہتمام پر مامور تھے، اور اسی سلسلہ میں محمد بن عبداللہ کے ولایت صقلیہ پر مامور ہونے سے اغالبہ کی ایک شاخ کے سپرد صقلیہ کی ولایت بھی ہو گئی، چنانچہ اسی وجہ سے ابن الابار صاحب الحلۃ السیراء کا بیان ہے کہ اغالبہ میں سے بنو عبداللہ صقلیہ کی ولایت پر مامور تھے، چنانچہ عبداللہ [illegible] کا پورا خاندان صقلیہ میں [illegible] پذیر ہو گیا۔

صقلیہ میں بنو عبداللہ کے برسراقتدار آجانے کے بعد ایک اہم تغیر یہ ہوا، کہ صقلیہ کا والی بہ نسبت پہلے کے خودمختار ہو گیا، اور اس کا تعلق افریقیہ سے گویا محض ایک رسمی طور پر باقی رہ گیا، ورنہ درحقیقت اب یہ سمجھا جانے لگا کہ جس طرح ابراہیم کے ایک لڑکے کو افریقیہ میں حق فرمانروائی حاصل ہے اسی طرح اس کے دوسرے لڑکوں کو صقلیہ پر حق فرمانروائی عطا کیا گیا ہے۔

اس لئے صقلیہ میں بنو عبداللہ کے عہد حکومت کے آغاز سے صقلیہ کی تاریخ کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے، ابو عبداللہ اسد بن فرات سے زہیر بن غوث تک اگرچہ تین والی گذر چکے تھے لیکن

---

۱ افریقیہ مانسیہ ص ۱۰۶، ص ۲۹۔ ۲ تاریخ جزیرہ صقلیہ تحت حکم المسلمون (امارى) ص ۱۲۶، انبا الاندلس ۲۲

۲۰ تا ۲۳ والحلۃ السیراء (امارى) ص ۳۲۷ ۳ الحلۃ السیراء (امارى) ص ۳۲۷

Marfat.com

یہاں معنون میں صقلیہ کا سب سے پہلا والی ہو گا اسی کے عہد حکومت سے صقلیہ میں تشکیل حکومت کے بعد اسلامی حکومت کا نظم و نسق جاری ہوا اور اسی لئے ہم نے اسکو والی صقلیہ اول کا خطاب دیا ہے۔

صقلیہ میں اسلامی نظام حکومت کی تشکیل

بلرم کے مفتوح ہونے کے بعد زیادۃ اللہ نے کچھ دنوں کے لئے فتوحات کا سلسلہ روک دیا، اور عمال حکومت کی تمام قوتوں کو حکومت کے نظم و نسق میں صرف کرنے کا حکم دیا، چنانچہ محمد بن عبد اللہ کے عہد حکومت سے صقلیہ میں سب سے اہم تغیر جو پیش آیا وہ یہ تھا کہ اب صقلیہ میں سول اور فوجی نظام کے دو جداگانہ صیغے قائم کر دئے گئے، حکومت کا نظم و نسق والی کے سپرد ہوا، اور فوج کی نگرانی امیر لشکر کے سپرد کی گئی، جو والی صقلیہ کے ماتحت تھا۔

اس کے دور حکومت کے آغاز کے ساتھ ہی بلرم اسلامی حکومت کا پایۂ تخت قرار پایا، اس لئے والی صقلیہ کا یہی مستقل مستقر بن گیا، بلرم کے ماتحت ایک نہایت زرخیز علاقہ تھا، وہ سب اس وقت اسلامی حکومت کے ماتحت تھا، اسی طرح مازر اور اس کے مضافات پر بھی اسلامی اقتدار تھا، اب اسلامی حکومت کے قیام و بقا میں انہی دونوں مقامات کے زرخیز علاقے معاون ثابت ہوئے، والی صقلیہ نے قدیم اصول کے ماتحت یہ پورا علاقہ مجاہدین اور قائدین فوج کو دے دیا، فوج کے قائد اور سپاہی اسکی زمینداریوں اور کاشتکاریوں کے مالک بن گئے، اور یہی ان کی فوجی خدمت کا صلہ قرار پایا، یعنی ان کی تنخواہیں بصورت زر نقد کے بجائے بصورت زمین دی گئیں اور جب فوجی خدمت کی ضرورت پیش آتی تو قائدین اپنی اپنی حیثیت کے مطابق فوجیں لئے ہوئے دار الحکومت میں حاضر ہو جاتے۔

چنانچہ صقلیہ میں جب تک اسلامی حکومت قائم رہی، فوجی تنخواہوں کی ادائی اور حسب ضرورت فوج جمع ہو جانے کا یہی طریقہ جاری رہا۔

دار الحکومت کی ترقی [illegible]

والی صقلیہ نے پیش نظر اس فوجی نظم و نسق کے ماسوا [illegible]

Marfat.com

تمدنی ترقی بھی تھی، چنانچہ بلرم جب سے دار الحکومت قرار دیا گیا، اس کی آبادی مین بھی نمایان تغیر ہوتا گیا بلرم اسلامی دورِ حکومت مین جس شان وشوکت کا عظیم الشان شہر تھا، اس کا نقشہ دوسری جلد مین تفصیل سے ان شاء اللہ دست ہم یہان پر مسٹر اسکاٹ کے ایک بیان کو نقل کرتے ہین جسمین اختصار وجامعیت سے ان تبدیلیون کا خوش اسلوبی سے تذکرہ کیا گیا، وہ لکھتے ہین:۔

"مسلمانون نے اپنی رسم کے مطابق ہر ایک مذہب والون کے لئے الگ الگ محلے مخصوص کر دیئے ہر قسم کی تجارت کے لئے بازار جدا جدا کر دئے، یہ معلوم ہوتا تھا، کہ بلرم یورپ کا شہر نہین ایشیا کا ہی اٹلی اور یہ بڑی بے ڈھنگے بدصورت لباس کی جگہ ڈھیلے ڈھالے ہوا مین اڑتے ہوئے لباس اور اونچے اونچے عمامے نظر آنے لگے، حرم سراؤن کی برقعہ پوش خواتین پر تکلف لباس پہنے ہوئے خواجہ سراؤن کے ساتھ بازارون مین چلتی پھرتی دکھائی دیتی تھین، یا جھروکون مین سے نہایت شرمگین آنکھون سے جھانکتی نظر پڑجاتی تھین، وہ بارکش جانور جو صرف ایشیا ہی مین نظر آتے تھے، قطار در قطار شہر مین گذرتے دکھائی دیتے تھے، اور صحرا کے قافلون کا نظارہ پیش کرتے تھے، یہ نظارے اب کچھ ایسے عام ہو گئے تھے کہ کوئی ان کی طرف اعتنا بھی نہ کرتا تھا، ہر جگہ نہرین، پل، فوارے پھیل گئے، کھجورون کے درخت اتنے بڑھ گئے، کہ بلرمو کے مضافات وادی نیل وفرات کی تصویر بن گئے، افسران فوج کے مکانات اور دولتمند تاجرون کے محلات، اور پائین باغون کو دیکھ دمشق واشبیلیہ یاد آجاتے تھے، عربی جوہر قابل کو اپنی تہذیب پھیلانے اور اپنی قابلیت دکھانے کے لئے بلرمو سے بہتر کوئی میدان نہین ملتا تھا،

چند مہینون کے قبضے کے بعد یہ معلوم ہوتا تھا، کہ بلرمو ہمیشہ ہی سے مسلمانون کے قبضہ مین چلا آتا ہے، وقت وموقع کے لحاظ سے بلرمو ایک طاقتور اسلامی دار السلطنت بننے کے لئے نہایت موزون تھا، یہین ایسی سلطنت کی داغ بیل پڑی کہ جس سے زمانہ آیندہ مین دنیائے مسیحی کی سب سے بڑی سلطنتون کی تہذیب متاثر ومستفیض ہونے والی تھی، (ج ۲ ص ۲۴)

Marfat.com

فوجی پیشقدمیون کا آغاز اور میدانِ قصریانہ کی معرکہ آرائیان

محمد بن عبداللہ والی صقلیہ کامل دو سال تک تشکیل حکومت اور ملکی نظم و نسق مین مصروف رہا جب حکومت کی تمام چولین اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئین تو پھر فوجی پیشقدمیون کے سلسلہ کا آغاز ہوا،

مسلمانون کی پچھلی ہزیمت کا سلسلہ قصریانہ سے شروع ہوا تھا، اور شدید محاصرہ کے باوجود فتح نہ ہو سکا تھا، علاوہ ازین اس وقت اسلامی حدود حکومت سے صقلیہ کے اہم شہرون مین سب سے قریب کا شہر بھی تھا، اس لئے فوجی پیشقدمی کا آغاز بھی یہین سے کیا گیا، اور ۲۱۹ھ مین اسلامی لشکر قصریانہ پہنچا رومیون نے شہر سے نکل کر قصریانہ کے سامنے میدان مین صف آرائی کی، اس وقت دونون فوجین کامل دو سال تک آرام کرنے کے بعد میدان مین اوتری تھین، اس لئے دل کھول کے لڑین، بالآخر نہایت سخت کشت و خون کے بعد رومیون کو پسپا ہونا پڑا، اور ہزیمت خوردہ فوج قلعہ مین پناہ گزین ہوئی اور شہر کے دروازے بند ہو گئے،

مسلمانون نے شہر کا محاصرہ کر لیا، قصریانہ کے قدرتی فوجی استحکام ایسے نہ تھے کہ محاصرین انھین نقصان پہنچا کر شہر پر قبضہ کر سکتے، ایک زمانہ تک محاصرہ کئے ہوئے پڑے رہے جب فصل بہار آئی تو رومیون نے خود پیشقدمی کی اور شہر سے نکل کر میدان مین صفین جمائین، دونون مین دوبارہ مقابلہ ہوا اور اس مین بھی مسلمان ہی فتحیاب ہوئے[1]

۲۲۰ھ ۸۳۵ء اس جنگ کے بعد غالباً اسلامی لشکر بلرم لوٹ آیا، اور اس کے بعد ہی دوسرے سال مین پھر ایک عظیم الشان لشکر قصریانہ روانہ ہوا اس کی کمان خود والی صقلیہ محمد بن عبداللہ کے ہاتھ مین تھی، رومی بھی اسی حیثیت کے ساز و سامان کے ساتھ باہر نکلے، دونون فوجین صف آرا ہو گئین اور ... خونریز جنگ کے بعد رومیون کو اس مرتبہ بھی پسپا ہونا پڑا، اس گھمسان کی جنگ مین مجاہدین نے ...

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۲۸،

Marfat.com

کے لشکرگاہ تک پہنچ گئے، وہ بدحواس ہو کے قلعہ میں بھاگ گئے، لشکرگاہ کا سارا خیمہ و خرگاہ و ساز و سامان مجاہدین کے ہاتھ آیا، اور اتفاق سے اسی دار و گیر میں قصریانہ کے کسی معزز بطریق کی بیوی اپنے بچے سمیت مسلمانوں کے ہاتھ اسیر ہو گئی، اور لشکر بلرم واپس چلا آیا۔[1]

اس عہد میں رومی صقلیہ کی حالت اور مسلمانوں کے نقشۂ جنگ میں تبدیلی

والی صقلیہ کو قصریانہ کی ان تاختوں سے ایک اہم تجربہ حاصل ہوا، وہ یہ کہ اب صقلیہ کی اسلامی حکومت کو اسقدر استحکام حاصل ہو گیا تھا کہ یہاں کوئی دوسری ایسی منظم طاقت باقی نہیں رہ سکتی، جو اپنا نظام قائم رکھ کر کسی چھوٹے سے علاقہ کو بھی حدود حکومت قرار دے سکے، اور کسی باضابطہ قانونی حکومت کا سکہ رواں رکھے، کیونکہ اب صورت حال یہ پیدا ہو گئی کہ صقلیہ کے ہر بڑے شہر میں ایک حکومت قائم تھی اور ہر شہر اپنی حفاظت کا واحد ذمہ دار تھا، صرف دارالحکومت سرقوسہ میں حکومت بیزنطی برائے نام قائم تھی اور رومی گورنر وہیں قیام پذیر تھا لیکن یہاں کے ہر ایک شہر میں کچھ قدرتی حفاظت کے سامان اور کچھ مختلف فاتح قوموں کے جنگی استحکامات ایسے تھے کہ رومی سالہا سال تک قلعہ بند رہ کر منظم سے منظم طاقت کا مقابلہ کر سکتے تھے، اسلئے اس صورت حال کے قائم ہو جانے کے باوجود شہروں کا مفتوح ہونا آسان نہ تھا، جب مسلمانوں نے یہ حالت دیکھی تو اپنے نقشۂ جنگ میں تبدیلی پیدا کی، اور ایک جدید حکمت عملی اختیار کی، کہ وہ اپنی بے پناہ فوج کو پورے جزیرہ میں مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک جہاں چاہتے بھیج دیتے، اور جس شہر کا محاصرہ کرنا چاہتے کر لیتے، جب جنگ کا یہ نقشہ قائم ہوا تو لشکر اسلام کے سامنے پورے جزیرہ میں بجز اتفاقی حوادث کے کوئی قوت سد راہ نہیں ہوتی، وہ جہاں چاہتے چلے جاتے، اور جس علاقہ کو چاہتے تاراج کر دیتے، جب کسی شہر کے محاصرہ کی نوبت آتی، تو وہاں کے رومی باشندے قلعہ سے نکل کے مقابلہ کرتے

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۲۸ و تاریخ مغرب ابن عذاری ترجمہ ص ۱۴۱،

Marfat.com

چنانچہ محمد بن عبد اللہ والیِ صقلیہ اسی حکمت عملی پر گامزن ہوگیا، گویا بہ الفاظ دیگر صقلیہ کے تمام زرخیز علاقے اس کے دسترس میں تھے۔ تمام دیہی آبادیاں اسکے زیر حکم تھیں جن پر وہ اپنی معمولی تاختوں کے بعد سالانہ خراج بھی آسانی سے وصول کر لیتا،

چنانچہ صقلیہ میں اس کے بعد یہی صورت حال قائم ہوگئی کہ اسلامی عہدِ حکومت کے سرحدوں پر مختلف سمتوں میں فوجی دستے روانہ کیے جاتے، اگر وہ جزیہ بطور خراج دینا منظور کرتے تو انہیں امان ملتی، اور اگر مقابلہ کرتے، تو بزور شمشیر زیر نگین کیے جاتے، اسی کے ساتھ اگر کسی شہر کا محاصرہ کیا جاتا، اور شہر مفتوح ہو جاتا، لیکن اثنائے فتح میں زیادہ دشواریاں پیش آتیں تو حسب ضرورت شہر کے فوجی استحکام کو منہدم کر دیا جاتا، اور باشندگان شہر کو پرامن شہری کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جاتا،

چنانچہ محمد بن عبد اللہ کے عہدِ حکومت سے اسی قسم کا سلسلہ تقریباً نصف صدی تک جاری رہا، اور آیندہ صفحات میں اسی کی تفصیل نظر آئے گی،

نواحِ طبرمین پر فوج کشی، اسی حکمت عملی کے بموجب محمد بن عبد اللہ نے سنہ ۲۲۲ھ میں قصریانہ سے مراجعت کے بعد بلرم سے دور افتادہ ایک اہم شہر طبرمین کے مضافات پر تاخت کرنے کیلئے ایک لشکر مرتب کیا، سپہ سالاری کے عہدہ پر محمد بن سالم سرفراز تھا، اور اسی کی کمان میں لشکر طبرمین کے نواح میں روانہ کیا گیا، طبرمین کے متعلق بتایا جا چکا ہے کہ یہ صقلیہ کے مشرقی ساحل پر لب سمندر آباد تھا، اس کے آس پاس کی سرزمین نہایت زرخیز تھی۔ اور نہایت اچھی زراعت ہوا کرتی تھی، امیر محمد بن سالم کی تاخت اسی نواح میں جاری ہوئی اور اسکو ان تمام حملوں میں نہایت اچھی کامیابی حاصل ہوئی اور مال غنیمت کا وافر حصہ اسلامی لشکر میں جمع ہوگیا،

اسلامی سپہ سالار کا قتل لیکن امیر محمد بن سالم کی مہم جاری تھی کہ اسلامی لشکر میں اختلاف پیدا ہوگیا، اور ایک جماعت سپہ سالاری مخالفت پر آمادہ ہوگئی، اور موقع پا کر اس کو قتل کر ڈالا، قاتلوں

Marfat.com

کی یہ ناسزاوار حرکت حد درجہ قابل گرفت تھی، پھر اس شوریدہ سر جماعت سے اس سے بھی زیادہ ننگِ اسلام حرکت یہ سرزد ہوئی کہ پاداشِ عمل کے خوف سے اسلامی لشکر کے خیمہ سے فرار ہوگئی، اور رومیوں کے کیمپ مین پناہ لی۔[1]

افریقیہ سے سپہ سالار کی آمد | جب محمد بن سالم کی شہادت کی خبر افریقیہ پہنچی۔ تو زیادۃ اللہ والیِ افریقیہ نے اس کے بجائے فضل بن یعقوب کو اس عہدہ پر سرفراز کرکے ایک لشکر کے ساتھ صقلیہ روانہ کیا۔[2]

نواحیِ سرقوسہ پر متعدد حملے | فضل بن یعقوب کو آتے ہی نواحیِ سرقوسہ کی مہم سپرد ہوئی، وہاں پہنچ کے اس کے قرب جوار مین مختلف مقامات پر چھاپے مارے، اور کثیر مالِ غنیمت لیکر بلرم واپس آگیا،

لشکر کی مراجعت کے بعد اسی سال ۲۲۵ھ مین ایک دوسرا لشکر اسی نواح مین روانہ ہوا اس کی کمان خود والیِ صقلیہ محمد بن عبداللہ کے ہاتھ مین تھی، چنانچہ یہ لشکر سرقوسہ کے نواح مین پہنچا اور اس کے قرب و جوار کے متعدد قلعون پر چھاپے مارے، اور جو کچھ مالِ غنیمت کے طور پر قبضہ کرلیا،

باشندگانِ سرقوسہ کا جوابی حملہ | نواحیِ سرقوسہ مین مسلمانون کے ان دونون پے در پے حملون سے اس علاقہ مین عام تباہی

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۵، مسٹر اسکاٹ نے غلطی سے اس واقعہ قتل کو محمد بن سالم کے بجائے ابو فہر محمد بن عبداللہ کی طرف منسوب کردیا ہے جو صحیح نہین ہے، ابن اثیر کے اصل الفاظ یہ ہین، ثم سیر محمد بن عبداللہ عسکراً الی ناحیۃ طبرمین، علیھم محمد بن سالم۔

[2] ہم اس سے پیشتر سول و فوجی صیغون کے جداگانہ نظام قائم ہونے کا تذکرہ کر آئے ہین، کہ اب سپہ سالار کا تقرر بھی بالعموم افریقیہ ہی سے ہونے لگا، چنانچہ محمد بن سالم کی وفات کے بعد فضل بن یعقوب کا یہ تقرر اسی حیثیت سے عمل مین آیا، ابن اثیر کے اصل الفاظ یہ ہین، فقتلوہ ولحقوا بالروم فارسل زیادۃ اللہ من افریقیۃ فضل بن یعقوب موضعہ،

پھیل گئی اور سرقوسہ کی شہری فوج مجبور ہو کے میدان میں نکل آئی، چنانچہ جب مجاہدین مال غنیمت سے لدے پھندے برم واپس جا رہے تھے، تو دوسری طرف سے رومی لشکر نمودار ہوا، اسکی کمان خود بطریق صقلیہ کے ہاتھ میں تھی، جو حکومت بیزنطی کی طرف سے والی صقلیہ تھا،

مسلمانون کی ایک کامیاب جنگی حکمت عملی،

مسلمانون نے اس موقع پر ایک جنگی حکمت عملی اختیار کی، اتفاق وقت سے دونون فوجون کا آمنا سامنا ایسے مقام پر ہوا کہ مسلمانون کے سامنے ایک وسیع رقبہ مین گھنا جنگل لگا ہوا تھا، مسلمان اسی جنگل مین گھس کے روپوش ہو گئے، یہ جنگل اسقدر گنجان اور گھنا تھا کہ رومیون کے لئے یہ قطعاً ناممکن تھا کہ وہ اس مین گھس کے مسلمانون سے فرداً فرداً نبرد آزما ہوتے، اسلئے رومیون نے وہین پر انتظار مین ڈیرے ڈالدئے،

اسی انتظار مین شام کا وقت آپہنچا، آخر پوری فوج کی فوج کبتک مسلح رہ سکتی تھی، رومی گورنر نے سہ پہر کے وقت اپنی فوج کو کمر کھولنے کی اجازت دیدی، اور سب لوگ غیر مسلح ہو کے ادھر ادھر پڑ رہے،

ادھر مجاہدین رومیون کی نقل و حرکت کی پوری دیکھ بھال کر رہے تھے، یہ موقع تاک کے نہایت جوش و خروش سے یکبارگی جنگل سے ٹڈی دل کی طرح رومی لشکر گاہ پر ٹوٹ پڑے، ان کے لئے یہ ناگہانی مصیبت تھی، اتنا وقفہ نہ تھا کہ مسلح ہوتے، اسی سراسیمگی مین عام بھگدڑ پڑ گئی، تشنہ لب عربی تلوارون کی سیرابی کا موقع آیا، ہزارون سورما سپاہی قتل کئے گئے، اسی اثنا مین رومی گورنر فرار ہونے کیلئے اپنے گھوڑے پر سوار ہوتا دکھائی دیا، اور ابھی چند ہی قدم جانے پایا تھا کہ نیزہ باز مجاہدین نے آلیا، اور ایسا تاک کے نشانہ لگایا کہ زخم کھا کر گھوڑے سے نیچے گرا، مسلمان جھپٹنے ہی والے تھے کہ چند جانباز رومی جنہون نے اپنی جانون پر کھیل کر گورنر کی جان بچالی، اور اسکو گھوڑے پر لادکے فرار ہو گئے، اور جنگل کے سامنے فوج کا جو نیا جنگل آباد ہو گیا تھا، وہ دم کے دم مین صاف ہو گیا،

Marfat.com

اسلامی لشکر منظفر و منصور بلرم واپس آیا، اندوسی لشکر گاہ کے تمام خیمہ و خرگاہ اور آلات جنگ مسلمانوں کے ہاتھ آئے، عرب مورخین اس واقعہ کو نہایت اہمیت دیتے ہیں، اور اسکو واقعۂ عظیمہ سے تعبیر کرتے ہیں[۱]

امیر محمد بن عبد اللہ کی معزولی اور اس کی جانشینی

لیکن اسکے بعد ہی محمد بن عبد اللہ والی صقلیہ کو اپنے عہدہ سے دستکش ہونا پڑا، مگر اوس نے یہ جگہ کسی غیر کے لئے نہین خود اپنے حقیقی بھائی ابو الاغلب ابراہیم کے لئے خالی کی تھی، محمد کے معزول ہونے کا سبب عرب مورخین نہین بتاتے، لیکن غالبًا مسٹر اسکاٹ کا یہ بیان صحیح ہوگا، کہ صقلیہ مین قبائل کی باہمی کشمکش شروع ہو گئی تھی[۲]، خصوصًا امیر محمد بن سالم کا واقعۂ قتل (اس کا کچھ کم ثبوت نہیں ہے) اس لئے اس وقت صقلیہ مین کسی آزمودہ تجربہ کار شخصیت کی ضرورت تھی، اور اسوقت افریقیہ مین ابو الاغلب سے زیادہ موزون کوئی دوسری موجود نہ تھی، اس لئے اسی کا انتخاب عمل مین آیا[۳]

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۹، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹ [۲] اخبار اندلس ج ۲ ص ۲۵ [۳] مسٹر اسکاٹ نے ابو الاغلب کو فضل بن یعقوب کے بجائے بتایا ہے، کیونکہ ان کے خیال مین محمد بن سالم کے بجائے محمد بن عبد اللہ والی صقلیہ قتل کیا گیا تھا، فضل اسی کی جگہ پر افریقیہ سے آیا تھا، مسٹر اسکاٹ کے اس بیان کی تغلیط ہم اس سے پیشتر کر چکے ہیں، فضل ابو الاغلب کے عہد مین بھی سپہ سالاری کے عہدے پر بدستور سرفراز رہا، چنانچہ متعدد مہمین اس عہد مین بھی اسکی سرکردگی مین انجام پائین، ہمارے عرب مورخین کو محمد بن عبد اللہ اور ابو الاغلب ابراہیم بن عبد اللہ کی شخصیتون مین کافی التباس ہو گیا ہے، اور بہر حنید کہ ہر ایک سے کچھ نہ کچھ عجیب غلطی ہوگئی ہے

ابن اثیر اور اس کے متبعین ابن خلدون اور ابو الفداء وغیرہ نے اگرچہ ۲۳۶ھ مین ابو الاغلب کے عہدۂ ولایت پر متمکن ہونے کا تذکرہ کیا ہے، لیکن جب صقلیہ مین اس کی وفات ہوتی ہے اور اس کا زمانۂ ولایت ختم ہوتا ہے تو اس کے نام کے بجائے محمد بن عبد اللہ سابق والی کا نام لیتے ہین، گویا اس بیان سے محمد بن عبد اللہ ۲۱۶ھ یا ۲۱۷ھ سے ۲۳۶ھ یا ۲۳۷ھ تک والی رہا، ان کا یہ دونون متناقض بیان یہ ہے، ابن اثیر ۲۲۲ھ

ابوالاغلب ابراہیم بن عبد اللہ بن الاغلب والی صقلیہ (۲)؛

۲۲۱ھ ۸۳۵ء - ۲۳۶ھ ۸۵۰ء

افریقیہ سے ابوالاغلب کی روانگی اور ایک رومی بیڑے کا اچانک حملہ

ابوالاغلب ابراہیم سابق والی صقلیہ محمد کا حقیقی بھائی تھا۔ یہ رمضان ۲۲۱ھ ۸۳۵ء میں افریقیہ سے روانہ ہوا، ابھی اثنائے راہ میں تھا، کہ مشکلات سے اس کو دوچار ہونا پڑا، اولاً سمندر میں اتفاقاً ایک سخت طوفان آگیا، اور اس کے جہاز کے ٹکڑے ٹکڑے اڑ گئے، اور دوسرا جہاز بدلنا پڑا، اور پھر اس مصیبت سے پوری طرح نجات حاصل نہیں ہوئی تھی، کہ دوسری ناگہانی افتاد آپڑی، اور اس کے بیڑے کو رومی قزاقوں کے ایک بیڑے نے اچانک آکر گھیر لیا، اور

(بقیہ حاشیہ ص ۱۷۰) کے سلسلہ میں لکھتا ہے:-

ثم سار واسنة عشرين ومائتين أميره محمد بن عبد الله الى قصريانه	پھر ۲۲۰ھ میں یہ لشکر قصریانہ روانہ ہوا، اور اس کا امیر محمد بن عبد اللہ تھا،

اس کے بعد لکھتا ہے،

وسير زيادة الله عن افريقية الى صقلية ابا الاغلب ابراهيم بن عبد الله اميرا عليها (ج ۱ ص ۱۰۹)	اور زیادۃ اللہ نے افریقیہ سے ابراہیم بن عبد اللہ کو صقلیہ کا امیر بنا کر بھیجا،

اور پھر والی صقلیہ کی وفات کے متعلق لکھتا ہے:-

وكان الامير على صقلية ... محمد بن عبد الله بن الاغلب فتوفي في رجب سنة ست وثلاثين ومائتين وكان مقيما بمدينة بلرم لم يخرج منها انما كان اخرج الجيوش والسرايا (ج ۱ ص ۴)	اور صقلیہ کی امارت پر محمد بن عبد اللہ بن اغلب سرفراز تھا، اس نے رجب ۲۳۶ھ میں وفات پائی، یہ برابر شہر بلرم میں مقیم رہا، خود کبھی فوج کے ساتھ نہیں نکلا، لشکر اور فوجی دستے برابر بھیجتا رہتا تھا،

Marfat.com

[illegible] چند جہاز جلا ڈالے، اس نے ان حملہ آوروں کا مقابلہ کیا، اور اس کے ایک فوجی افسر محمد بن سندی نے رومی بیڑے کا تعاقب کیا، اور رومی قزاق جان بچا کر فرار ہوگئے، محمد بن سندی ان کے تعاقب میں [illegible] چلا گیا، آخر جب شب کی سیاہ چادر درمیان میں حائل ہوگئی، تو یہ سلسلہ ختم ہوا، اور والیٔ صقلیہ کا بیڑا بخیر و خوبی بلرم پہنچا،

ابوالاغلب کی خود مختاری ابوالاغلب ابراہیم نہایت ہوشمند فرمانروا تھا، زیادۃ اللہ نے اس کو اس کے بھائی محمد سے بھی زیادہ خود مختار بنا کر صقلیہ بھیجا تھا، اور گویا اس کو صقلیہ کی عنانِ حکومت ایک مطلق العنان خود مختار فرمانروا کی حیثیت سے تفویض ہوئی تھی، اور اسی حیثیت سے اس نے نظام

(بقیہ حاشیہ ص ۱۷۱) ابن اثیر کے یہ سب بیانات صحیح ہیں، جو کچھ غلطی ہے وہ صرف یہ کہ تذکرہ وفات میں ابوالاغلب کا نام لکھنے کے بجائے محمد بن عبداللہ کا نام لکھ گیا ہے، ورنہ ابوالاغلب کے پورے دورِ حکومت کے حالات میں وہ برابر والیٔ صقلیہ کی حیثیت سے ابوالاغلب ہی کا نام لکھتا رہا ہے، اور محمد بن عبداللہ کا کسی ایک جگہ بھی تذکرہ نہیں آیا ہے،

ابن عذاری کی عجیب غلطی دوسری ہے، وہ پہلے سنہ ۲۱۲ھ کے حوادث میں محمد بن عبداللہ کے ولایتِ صقلیہ [illegible] کا تذکرہ کرتا ہے لیکن اسکی کنیت کے ساتھ نہیں،

[illegible]

[illegible]

سنہ [illegible] میں ابو فہر محمد بن عبداللہ تمیمی صقلیہ گیا، اور عثمان بن قرہب وہاں سے بھاگ گیا،"

یہیں سے اس کی غلطی شروع ہو جاتی ہے، غالباً ابو فہر کی کنیت یا محمد بن عبداللہ تمیمی" کے نام سے افریقیہ کا کوئی دوسرا قائد تھا اور وہ افریقیہ کی بغاوتوں کے فرو کرنے پر مامور ہوا، اسی کو اس نے صقلیہ کی طرف منسوب کر دیا ہے، ورنہ ابھی تک صقلیہ میں "عثمان بن قرہب" نامی کوئی شخص روشناس نہیں ہوا تھا، لیکن ابن عذاری نے ان دونوں شخصیتوں میں التباس پیدا کر دیا، اور محمد بن عبداللہ کی سنہ ۲۱۲ھ سے سنہ ۲۱۵ھ تک افریقیہ کی بغاوتوں میں

حکومت سنبھالی،

بحری حملہ کا آغاز اور اس کے وجوہ

ابو الاغلب نے اثنائے سفر میں رومی قزاقوں کی کثرت دیکھی [illegible] سنبھالتے ہی سب سے پہلے بحری تیاری شروع کی تاکہ وادیٔ صقلیہ کے سواحل [illegible] پر جو رومی قزاقوں کے بیڑے منڈلا رہے ہیں، ان کا خاتمہ کرے۔ علاوہ ازیں اس بحری حملہ سے اس نتیجہ تک پہنچا، کہ بحر روم کے ان تمام جزائر کو جو صقلیہ و افریقیہ کے درمیان واقع ہیں اسلامی حکومت کے زیر اقتدار رہنا چاہیے تاکہ ان دونوں ممالک میں رسل و رسائل اور آمد و رفت میں [illegible]

(بقیہ حاشیہ ص ۱۷۲) مشغول دکھایا ہے، حالانکہ افریقیہ کی ولایت پر ۲۱۱ھ سے ۲۲۶ھ تک زیادۃ اللہ متمکن رہا، وہ ابو فہر یا محمد بن عبد اللہ تمیمی ہے۔ وہ محمد بن عبد اللہ بن اغلب تو اس پورے دور میں افریقیہ کے بجائے صقلیہ میں موجود تھا،

اس کے بعد ابن عذاری ۲۲۳ھ کے حوادث میں لکھتا ہے:۔

"اسی سال صقلیہ کے امیر محمد بن عبد اللہ بن اغلب نے فوج کشی کی"

اور پھر ابو الاغلب کی ولایت کا تذکرہ اسی ذیل میں یوں کرتا ہے:۔

"اسی سال ابن اغلب صقلیہ کا امیر ہوکر ماہ رمضان میں وہاں کے صدر مقام [illegible]

ابن عذاری کے یہ دونوں بیانات اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں، لیکن تاریخ ابن عذاری کے اردو مترجم مولوی محمد جمیل الرحمٰن ایم اے نے ۲۱۱ھ سے ۲۱۹ھ تک کے حوادث افریقیہ اور ابن عذاری کے اس تسامح کی وجہ سے [illegible] میں ابن اغلب کے پہلے "محمد بن عبد اللہ" قوسین میں بڑھا دیا ہے، یہ صحیح نہیں ہے، اس کو ابراہیم بن عبد اللہ [illegible] ہونا چاہیے تھا، کیونکہ [illegible] سے ابن عذاری [illegible] عہد حکومت تک والی صقلیہ کا یہاں تذکرہ آیا ہے [illegible] لکھا ہے [illegible]

اسی طرح اس کی وفات کے متعلق حوادث ۲۳۶ھ میں لکھتا ہے:۔

"ابو الاغلب ابراہیم بن عبد اللہ بن اغلب صاحب صقلیہ کی وفات پر اہل صقلیہ نے عباس بن فضل کو امیر بنایا"

کے مشکلات و موانع پیش نہ آئیں،

سب سے پہلی بحری جنگ

چنانچہ اس نے سب سے پہلے ایک عظیم الشان بیڑا تیار کر کے اپنے اوسی حملہ آور بیڑے کے تعاقب میں روانہ کیا، اسلامی بیڑا کچھ دور نکلا تھا کہ وہ بیڑا نظر آ گیا، اور بحری جنگ شروع ہو گئی، یہ اسلامی بیڑا اس عہد تک کے ترقی یافتہ سازوسامان سے آراستہ تھا، چنانچہ نار یونانیہ سے جس سے دشمنوں کے جہازوں اور قلعوں پر آگ برساتے تھے، آتش باری کی گئی، رومی بیڑا اس کی تاب مقاومت نہ لایا، اور مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہو گیا اور اسلامی بیڑا مظفر و منصور صقلیہ واپس آیا ابوالاغلب

(بقیہ حاشیہ ص ۱۷۳) اس لئے ابن عذاری کو اگرچہ محمد بن عبداللہ اور ابراہیم بن عبداللہ ان دونوں بھائیوں کے نام میں التباس نہیں ہوا ہے اور اپنی اپنی جگہ اس نے ان دونوں کا صحیح صحیح تذکرہ کیا ہے تاہم محمد بن عبداللہ کا نام افریقیہ کے دوسرے فاتح کے نام سے ملتبس ہو گیا ہے،

ابن اثیر اور ابن عذاری کی طرح دوسرے عرب مورخین سے بھی کچھ نہ کچھ تھوڑی بہت غلطی ہو گئی ہے لیکن ہم طوالت بیان کی وجہ سے سب کو نظرانداز کرتے ہیں البتہ ان تمام عرب مورخین میں سب سے صحیح بیان کتاب الحلۃ السیراء کا ہے اس میں خانوادہ کے تفصیلی شجرہ نسب کی تحقیق کی گئی ہے اس میں یہ دونوں شخصیتیں عبداللہ کے دو لڑکوں کی حیثیت سے جدا جدا ہیں پہلے محمد کے ۲۰۶ھ میں صقلیہ کے والی ہونے کا ذکر ہے پھر ابراہیم کی ولایت صقلیہ کا تذکرہ کیا گیا ہے اور اس کے طویل عہد حکومت کا خاص طور پر تصریح ذکر ہے اور یہی بیان مورخین کی تمام التباسات کی حقیقت کھول دیتا ہے، (الحلۃ السیراء در امارتی ۳۲) ان کے سوا ایک جدید الشیوع "کتاب اعمال الاعلام فیمن بویع قبل الاحتلام" کا اقتباس نظر سے گذرا، اس بیان سے صاحب الحلۃ السیراء کے بیان کی پوری پوری تائید ہوتی ہے، وہ لکھتا ہے، —

ولی زیادۃ اللہ بن ابراہیم (الی) اخیہ ابا الاغلب بن عبداللہ بن ابراہیم علی صقلیۃ ... فوصل الی صقلیۃ فی شہر رمضان سنۃ احدی عشرۃ ومأتین (یادگاری مضامین اماری ج ۲ ص ۲۷۴)

امیر زیادۃ اللہ بن ابراہیم نے اپنے بھتیجے ابوالاغلب بن عبداللہ کو صقلیہ کا والی بنایا ...... ماہ رمضان ۲۱۱ھ میں صقلیہ پہنچا،

Marfat.com

نے جوشِ انتقام میں تمام اسیر قزاقوں کی گردنیں اڑا دیں،

جزائر پر حملے رومی بیڑے سے انتقام لینے کے بعد ابن الاغلب نے ان جزائر پر توجہ کی جو افریقیہ اور صقلیہ کے درمیان واقع تھے، چنانچہ سب سے پہلی نظرِ انتخاب جزیرہ قوصرہ پر پڑی، یہ جزیرہ افریقیہ اور صقلیہ دونوں کے وسط میں واقع تھا، یہ اس سے پہلے بھی مسلمانوں کے قبضہ میں رہ چکا تھا، اور امیر معاویہ کے [illegible] بن مروان کے زمانہ تک اس پر اسلامی پرچم لہراتا رہا، سنہ [illegible] میں صقلیہ سے بیڑا روانہ ہوا اور [illegible] قوصرہ سے کچھ دور ہی پر ایک رومی بیڑا نظر آیا، جو فوراً گرفتار کر لیا گیا، اس بیڑے میں بہت سے رومی سپاہی سوار تھے، انہی کے ساتھ افریقیہ کا ایک جانا پہچانا عیسائی بھی تھا، سب گرفتار کر کے صقلیہ لائے گئے، اور ان سب کی گردنیں بھی اڑا دی گئیں

جزائر پر قبضہ اس کے بعد اسی سال ابو الاغلب نے جزیرہ کی ایک اندرونی مہم سے فارغ ہو کر ایک دوسرا جنگی بیڑا صقلیہ کے قرب جوار کے تمام جزائر پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا، اس مہم میں بحر روم کے [illegible] اہم جزیرے خاصی تعداد میں زیر اقتدار آئے اور اسلامی بیڑا مالِ غنیمت سے لدا پھندا صحیح و سلامت واپس آگیا،

بحر روم پر اقتدار اس کے بعد ایک ایسے وقت میں جب ایک اندرونی جنگ میں مسلمانوں کو شکست نصیب ہو چکی تھی، ایک بحری جنگ میں نہایت اہم کامیابی حاصل ہوئی، اور مسلمانوں نے رومیوں کے [illegible] بڑے جنگی جہاز مع سپاہیوں کے گرفتار کر لئے، اور اس بحری جنگ سے رومی جہازوں سے سمندر کی سطح صاف ہو گئی، اور بحر روم میں رومیوں کی بحری قوت کا گویا اس وقت تک کے لئے [illegible] کہ قسطنطنیہ سے نئے جنگی بیڑے نہ آ جاتے،

ل اعمال الاعلام دیا دکاری مصاری ج [illegible] ص [illegible] و البیان المغرب (ترجمہ) ص ۲۴۴ و ابن اثیر ج ۶ ص ۲۴۴ و ابن خلدون ج ۴ ص [illegible] [illegible] لکھا ہے [illegible] معجم البلدان ج [illegible] ص [illegible] [illegible]

ان جزائر کے مفتوح ہونیکو بھی بعض یورپین مورخین عجب انداز مین بیان کرتے ہین کہ

"قرب وجوار کے جزائر جواب تک صقلیہ کی توابعات کو نہین پہنچے تھے، جنگل و بیابان بنادیے گیے"

لیکن سسلی کی پوری قدیم تاریخ شاہد ہے کہ یہ جزائر بالعموم اسی طاقت کے زیر اثر رہے جو

صقلیہ مین فرمانروا رہی اور جب صقلیہ مین دو دو علحدہ حکومتین قائم ہوئین تو مشرقی ساحل کی حکومت ہردم

کے مشرقی جزائر پر قابض رہی، اور مغربی ساحل کی حکومت مغربی جزائر پر حکمرانی کرتی رہی، اسلیے جب

صقلیہ مین اسلامی حکومت کو اقتدار حاصل ہوا تو یک نہ ایک دن جزائر کو بھی تسخیر ہونا تھا،

اور مسلمانون نے کوئی ایسا اقدام نہین کیا جو اس سے پہلے نہین کیا جا چکا ہے، انھون نے اپنے پیشرو حکمران

سلطنتون کے نقش قدم کی پوری پوری پیروی کی۔

جزیرہ مین پیشقدمیان

ابوالاغلب نے اس جزیرہ نما کے ساتھ ساتھ ان جزائر کی طرف بھی توجہ کی

چنانچہ قوصرہ سے اسلامی بیڑے کی واپسی کے بعد اسی سال ۲۲۰ھ مین کوہ آتش فشان اٹنا کے اطراف

مین ایک فوج روانہ کی، جس نے متعدد قلعون پر قبضہ کرلیا، اور پھر کثیر مال غنیمت کے ساتھ

بلرم لوٹ آئی،

اسکے بعد پھر اسی نواح مین دوسری مرتبہ فوجکشی کی گئی، اور اسمین اس نواح کے کچھ اور قلعے

زیر کیے گئے، اور اس مرتبہ بھی کثیر مال غنیمت ہاتھ آیا، اور فوج مظفر و منصور واپس آگئی،

یہ علاقہ ان پے درپے حملون مین بہت کچھ تباہ و برباد ہوا، کیونکہ قلعون اور شہری آبادی کے

رومیون نے اسلامی لشکر سے مقابلہ کیا، اور اسی پاداش مین ان کو سخت سزائین بھگتنی

پڑین، چنانچہ پہلے حملہ مین ایک وسیع علاقہ کی ہری بھری کھیتی برباد کردی گئی تھی، اور پھر

دوسری مہم جب ان کے مصائب [illegible] ہاتھ

سے ضائع ہونے لگے تھے، [illegible]

سستے سستے داموں پر بلرم وغیرہ میں فروخت کئے گئے،

نواح کی انتہائی تباہ کاری کے بعد ایک غیر معروف مقام قسطلیاسہ کی طرف فوج کشی کی گئی، فوج کا دستہ عبدالسلام بن عبدالوہاب کی زیر کردگی تھا، حملہ آوروں کو یہاں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی اور مال غنیمت اور بہت سے قیدی ہاتھ آئے لیکن واپسی کے وقت کسی طرف سے کوئی رومی لشکر نکل آیا اور معمولی آویزش کے بعد مسلمانوں کو شکست ہوئی، امیر لشکر عبدالسلام بھی گرفتار ہو گیا، بعد میں فدیہ دیکر رہا کرایا گیا۔[1]

محاصرہ قصریانہ اس کے بعد ۲۴۳ھ میں اسلامی لشکر پھر بلرم سے روانہ ہوا اور قصریانہ کے دامن میں خیمہ زن ہو گیا، شہر کی فوج باہر نکلی اور دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں، اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی، مگر یہ بھی حوصلہ شکن ثابت ہوا، اور مسلمانوں کو سخت ہزیمت اٹھانی پڑی اور مسلمان نبرد آزما بہادروں کی ایک جماعت کام آئی لیکن اس شکست کے باوجود اسلامی لشکر محاصرہ سے دستبردار نہیں ہوا اور بڑا لگن جمعیت یکجا کر کے محاصرہ جاری کر دیا،

شہر پر قبضہ اسی حالت محاصرہ میں ایک عرصہ گزر گیا اور بارشوں کا موسم آگیا، اتفاق سے ایک اندھیری رات میں ایک مسلمان سپاہی نے ایک رومی کو شہر کی طرف جاتے دیکھا مسلمان سپاہی خاموشی سے اس کے پیچھے پیچھے چلا گیا، اور فصیل کے قریب پہنچ کر اس کو ایک مخفی راستہ سے شہر میں داخل ہوتے دیکھا، اور واپس آکر اس واقعہ کی اطلاع اپنے امیر لشکر کو دی جس نے اسی وقت فوج کو تیاری کا حکم دیا، اور پوری فوج اسی مسلمان سپاہی کی رہبری میں روانہ ہوئی اور اسی مخفی راستہ سے سب لوگ فصیل کے پار ہو گئے، اور پہنچتے ہی نعرہ تکبیر مارا، اور بعض شہر پر قابض ہو گئے، جو اندرون شہر اور بیرونی فصیل کا درمیانی حصہ تھا، لیکن اس کی فتح قصریانہ کی فتح نہیں تھی،

[1] ابن عذاری میں یہ واقعہ ۲۴۲ھ میں مذکور ہے،

Marfat.com

رومی فوج شہر مین محصور ہوگئی، اس کی فصیل بھی کسی مستحکم قلعہ کی فصیل سے کم نہ تھی، لیکن جب ربض شہر مسلمانون کے قبضہ مین آچکا تھا، تو اندرون شہر مین کبتک قلعہ بند رہ سکتے تھے، اس لئے طالب امان ہوئے، اور امیر لشکر نے ان کو امان دی، اور اس کے معاوضہ مین بہت کچھ مال و دولت ہاتھ آیا، اور لشکر اسلام بلرم واپس چلا آیا،

جفلوذی کا محاصرہ اور بیزنطی بیڑے سے مقابلہ

مہم قصریانہ کے بعد اسلامی لشکر نے ۲۲۳ھ مین ایک ساحلی شہر جفلوذی کا محاصرہ کیا، لیکن اسی اثنا مین حکومت بیزنطی کا ایک عظیم الشان بیڑا قسطنطنیہ سے آکر ساحل پر لنگر انداز ہوگیا، اسلامی لشکر جفلوذی کا محاصرہ اٹھا کر اس تازہ دم رومی لشکر کو روکنے کیلئے روانہ ہوگیا، اور دونون فوجون مین کشت و خون کا بازار گرم ہوگیا،

والی افریقیہ زیادۃ اللہ کا انتقال،

اسی اثنا مین مسلمانان صقلیہ پر ایک ناگہانی افتاد پڑی یعنی بروز شنبہ ۱۴ رجب ۲۲۳ھ کو افریقیہ و صقلیہ کا بیدار مغز فرمانروا زیادۃ اللہ بن ابراہیم کا دار الحکومت قیروان مین انتقال ہوگیا،

والی افریقیہ کے انتقال سے صقلیہ مین سراسیمگی

اس حادثہ کی خبر سے مسلمانان صقلیہ پر ایک بجلی گر پڑی، اور حالت اضطراب مین فوجکشی چھوڑ کر بلرم مین سراسیمہ ہوکر بیٹھ رہے، یہ وقت مسلمانان صقلیہ کے لئے نہایت نازک تھا، ۲۲۱ھ کے بعد سے مسلمانون کو افریقیہ سے کوئی کمک نہین پہنچی تھی، اور اس وقت سے اس وقت تک متعدد معرکۃ الآرا لڑائیاں ہوچکی تھین، اور ادھر رومیون کا زبردست تازہ دم لشکر قسطنطنیہ سے آیا تھا، اس لئے ایسے نازک موقع پر ایک ایسے فرمانروا کا سانحۂ ارتحال جو خود فتح صقلیہ کا بانی تھا، نہایت اندوہگین ثابت ہوا، کہ معلوم نہین افریقیہ کا نیا فرمانروا بھی ان بحری مہمون سے ویسی ہی دلچسپی لیتا ہے، جیسی کہ زیادۃ اللہ کو تھی، یا جدید والی کوئی نئی حکمت عملی اختیار کرتا ہے،

Marfat.com

زیادۃ اللہ کا زمانہ اور جانشینی	زیادۃ اللہ نے ۲۱ سال ۷ مہینہ حکومت کی، اور خلیفہ معتصم عباسی کے عہد میں ۵ سال ۹ ماہ اور ۲ دن کی عمر میں انتقال کیا، اور اس کے بجائے اس کا بھائی ابو عقال

اغلب بن ابراہیم بن اغلب افریقہ کی ولایت پر سرفراز ہوا[1]

ابو عقال اغلب بن ابراہیم بن اغلب والی افریقہ

سنہ ۲۲۳ھ تا ۲۲۶ھ
سنہ ۸۳۷ء تا ۸۴۰ء

صقلیہ میں عام بغاوت	ابو عقال والی افریقہ عنان حکومت سنبھالتے ہی افریقہ کے نظم و نسق میں ایسا مشغول

ہوا، کہ صقلیہ کی طرف کوئی توجہ نہ کرسکا، اور زیادۃ اللہ کی وفات کا صقلیہ پر جو گہرا اثر پڑا تھا، ابو عقال کی عدم توجہی سے اوس کو مزید تقویت پہنچ گئی،

اور اس لئے مسلمانان صقلیہ میں زیادۃ اللہ کی وفات سے عام سراسیمگی پھیلنے، اور ابو عقال کی غفلت سے بیزنطی بیڑے کے مقابلہ میں افریقہ سے کسی کمک کے نہ آنے سے اولًا تو مسلمانان صقلیہ کی پیشقدمیاں ملتوی ہوگئیں، دوسرے ان حالات سے صقلیہ کے رومیوں نے فائدہ اوٹھایا، اور اسلامی حکومت سے سرکشی کرکے اکثر جگہ علم بغاوت بلند کردیا،

افریقہ سے کمک اور صقلیہ میں امن و امان	لیکن یہ حالت کچھ زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہی ابو عقال نے افریقہ کے معاملات سے فرصت پاتے ہی صقلیہ کی طرف توجہ کی، اور ۲۲۴ھ ۸۳۸ء میں ایک عظیم الشان

کمک روانہ کی، اس لشکر کے ساحل پر قدم رکھتے ہی حالات بدلنے لگے، اور اس کمک کی خبر جزیرہ میں جیسے ہی پھیلی، اس کا فوری اثر یہ ظاہر ہوا، کہ وہ تمام قلعہ نما شہر جو موقع پاکر سرکش ہوگئے تھے، طالب امان ہوئے، اور ۲۲۵ھ ۸۳۹ء میں ان سب پر پھر سے اسلامی پرچم لہرانے لگا، ان میں سے

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۲۹، ۲۴۰، ۲۵۰، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۰، ابن عذاری (ترجمہ اردو) ص ۱۴۲، ۱۴۱

قلعہ بلوطا، ابلاطنو، قرلیون، اور مرو وغیرہ کے نام تاریخون مین مذکور ہین۔[1]

جنوبی اٹلی یہ قلعے زیرنگین ہو رہے تھے کہ اسی سال ۲۴۵ھ مین اتفاقاً ابوالاغلب کو بیرون جزیرہ کی سیاسیات مین الجھ جانا پڑا، صقلیہ کے شمال مین آبنائے میسنا کے اس پار جنوبی اٹلی کی جو جغرافیانہ حیثیت ہے، وہ اس سے پہلے گذر چکی ہے، اس وقت یون تو یہان چھوٹی چھوٹی متعدد خودمختار حکومتین قائم تھین لیکن اگر ان کو ادبی حیثیت سے تقسیم کیا جائے تو شاہزادگان لمبارڈ میں سے بینوینٹم (BENEVENTUM) زیادہ تر اٹلی کے جنوبی حصہ پر حکمران تھے، اور پھر نیپلس گے اٹیا، سارینٹو، اور املفی کی چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستین الگ الگ قائم تھین، نیز حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کے قبضہ مین بھی ملک کا ایک حصہ تھا، مسٹر الیور تھیچر بی ایچ ڈی نے ایک سلسلۂ بیان مین اس عہد کے اٹلی کی سیاسی حالت کا اجمالی تذکرہ کیا ہے، یہی حالات اس وقت سے جب کہ مسلمانون کا اٹلی سے تعلق پیدا ہوا، اور اس وقت تک جب یہ سلسلہ منقطع ہو گیا، یہان قائم رہے، اس لئے اس کو ذیل مین نقل کیا جاتا ہے، جس سے یہان کی سیاسی حالت کا ایک عام خاکہ سامنے آجاتا ہے، وہ لکھتے ہین:-

"نوین صدی کے وسط مین اہل اسلام سسلی پر قابض ہو گئے تھے، اور اصلی اٹلی کے بعض مقامات بھی ان کے تصرف مین آگئے تھے، (جس کا تفصیلی تذکرہ آیندہ صفحات مین آتا ہے) جنوبی اٹلی کا اہم حصہ اب تک شہنشاہ قسطنطنیہ کے زیرنگین تھا، اور اسی کے عمال اس پر حکمران تھے، مشرقی ساحل پر اس کے یہ علاقے شمالاً کوہ گارگنو تک پھیلے ہوئے تھے، اور مغرب مین سلرنو تک اس علاقہ کے شمال میں بعض خودمختار یا نیم خودمختار ریاستین قائم تھین، مثلاً سلرنو، املفی، نیپلس، کیپوا، بینونٹم، اور سپولیٹو وغیرہ جن پر اب تک (یعنی عہد اسلامی کے آخر تک) نہ شہنشاہ جرمنی کا قبضہ ہونے پایا تھا، نہ شہنشاہ یونان کا، ان ریاستون کے والی یا تو باہم جنگ آزمائی

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۵۰ و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۰ وغیرہ

Marfat.com

کرتے رہتے تھے، اور یا اپنے ہمسایہ یونانیون اور مسلمانون سے مصروف پیکار رہتے تھے، ان کے قلمرو مین سخت ابتری و بدنظمی پھیلی رہتی تھی، اور ان کا کوئی سیاسی وجود قائم نہین تھا،

حکومت نیپلس اور اسلامی حکومت صقلیہ مین رشتۂ اتحاد — یہان کے ان حکمرانون مین سے نیپلز کے مقامی حکومتون مین سب سے زیادہ طاقتور تھے، اور وہ اپنی دوسری ہمسایہ ریاستون پر دندان آز تیز کرتے رہتے تھے،

اس کا یہ قدرتی نتیجہ ہوا کہ ان ریاستون کی توجہ صقلیہ کی نوخیز اسلامی حکومت کی طرف ہوئی اور ان مین سے حکومت نیپلس نے اسلامی حکومت صقلیہ کے سامنے دست مصالحت بڑھایا، اور دونون مین رشتۂ اتحاد قائم ہوگیا، اور ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی امداد و اعانت کا معاہدہ طے پایا،

جب اٹلی مین اس معاہدہ کی خبر پھیلی، تو مسیحی طاقتون نے اس کے فسخ کرنے پر زور دیا اور خصوصًا کلیسائے روما نے اس کے خلاف اپنی تمام کوششیں صرف کردین لیکن نیپلس اپنے معاہدہ پر قائم رہا جس سے ایک طرف حکومت نیپلس کی بنیادین استوار ہوئین اور دوسری طرف مسلمانون کو صقلیہ کے شمالی ساحل خصوصًا آبنائے میسینا پر قبضہ کرلینے مین آسانیان پیدا ہوگئین،

حکومت نیپلس کی مدد — چنانچہ جب حکومت لمبارڈ کے فرمانروا سیکارڈس نے اسی سال ۲۲۵ھ / ۸۳۹ء مین نیپلس کا محاصرہ کیا، تو ابوالاغلب نے نیپلس کی امداد کیلئے صقلیہ سے ایک جنگی بیڑا روانہ کیا جس نے وہان نمایان خدمت انجام دی، اور سیکارڈس کو محاصرہ سے دستبردار ہونا پڑا، اور مجبور ہو کر اس شرط پر صلح کی کہ نیپلس کے تمام قیدی بغیر زر فدیہ ادا کئے رہا کردئے جائینگے،

جنوبی اٹلی کے مقبوضات — اسلامی بیڑا نیپلس کی جنگ سے ... کے بعد حکومت بیزنطینی کے مقبوضات ... اٹلی

کی ۔۔۔ روانہ ہوا جنوبی اٹلی کا مشہور صوبہ قلوریہ (کلبریہ) اس وقت حکومت بیزنطی کے ماتحت تھا چنانچہ اسلامی بیڑے نے یہاں تاختین کین، اور اس مین نمایان کامیابی حاصل ہوئی، اسی ۔۔ مین حکومت بیزنطی کا بیڑا اس کی مدافعت کے لئے قسطنطنیہ سے آپہنچا، دونون مین ۔۔ت بحری جنگ ہوئی، اور بیزنطی بیڑا نقصان اوٹھا کر قسطنطنیہ واپس گیا،

بیزنطی اور اسلامی بیڑون کی یہ معرکہ آرائی اٹلی کے مشرقی ساحل پر بحر ایونین (IONIAN SEA) مین ہوئی تھی، اور اس فتحمندی کا اہم نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ جنوبی اٹلی کے شمالی ساحل کا مشہور شہر برنڈیزی (BRINDISI) پر عربی پرچم لہرانے لگا، پھر آگے بڑھکر مسلمان بندرگاہ باری (BARI) پر بھی قابض ہو گئے،

اس کے بعد اسلامی بیڑا صوبہ اپولیا مین داخل ہوا، اور بحر اڈریاٹک (ADRIATIC SEA) کی ایک اہم بندرگاہ پر قابض ہو گیا، عربون کا یہ قبضہ جغرافی جائے وقوع کے لحاظ سے نہایت اہم تھا، اب ایک طرف بائین ہاتھ پر اون کے سامنے اٹلی کا مشرقی صوبہ تھا، اور دوسری طرف یونانی اور ڈلماشیا کے سواحل ان کا انتظار کر رہے تھے،

چنانچہ ان کامیابیون کے بعد اٹلی کے مشرقی صوبے پورے طور پر اون کے مطیع ہو گئے، انھون نے آگے قدم بڑھایا، اور ڈلماشیا (ساحل اسٹریا) پہنچے، اور یہان تاخت و تاراج کیا،

دوسری طرف جزائر یونان سیلیسی وغیرہ سے حکومت بیزنطی نے اپنی توجہ ہٹالی تھی اس ۔۔ بھی ان کے تاخت و تاراج کے میدان بنے،

اور پھر کپوا (CAPUA) مین پہنچے، اور اس کو غارت کیا، اور اس کے بعد گیرگلیانو (CARIGLIANO) پر ایک نئی آبادی قائم کی تاکہ ان مقبوضات کی حفاظت ہو سکے، اور اٹلی

ریاستوں پر اسلامی طاقت کا سکہ جما رہے،

اور انہی فتحمندیوں پر ۲۲۵ھ ۸۳۹ء میں اس مہم کا خاتمہ ہوا، ابن اثیر اس کو فتح عظیم سے تعبیر کرتا ہے،[1]

اندرون جزیرہ میں فتوحات: ابوالاغلب بیرونی مہموں سے فرصت پا کے پھر اندرون جزیرہ کی طرف متوجہ ہوئے ۲۲۶ھ کے دور اختلال میں قصریانہ نے اپنی پچھلی مصالحت کا خاتمہ کر دیا تھا، اس لئے اسلامی مہموں کا پھر یہیں سے آغاز ہوا، اور اسلامی لشکر نے ۲۲۶ھ ۸۴۰ء میں قصریانہ کا رخ کیا، اور شہر کا محاصرہ کر لیا لیکن رومی شہر کے باہر نہیں نکلے، اس لئے مسلمان چند دن انتظار کے بعد مقابلہ سے مایوس ہو گئے اور محاصرہ اٹھا کر تاخت و تاراج کیلئے آگے نکل گئے،

قصریانہ سے کوچ کر کے کوہ اٹنا کے دامن میں پہنچے، اور یہاں کے بہت سے مقامات پر قبضہ کر لیا، منجملہ انکے ایک مقام نیاج تھا، جو کوہ اٹنا کے جانب شمال ۵ میل پر آباد تھا، اور دوسرا علاقہ غیران تھا، جو چالیس غاروں پر مشتمل تھا، اس فوجکشی میں یہ پورا علاقہ عربوں کے زیر نگین آگیا، اور اسطرح عرب تقریباً جزیرہ کے تہائی حصہ پر قابض ہو گئے،

اس کے بعد ابوالاغلب نے تھوڑے سے وقفہ کیلئے جنگ کا سلسلہ روک دیا، اور اسی اثنا میں مختلف ممالک سے تجارتی تعلقات قائم کئے گئے، جن سے صقلیہ میں تجارت، صنعت اور حرفت کو روز افزوں ترقی حاصل ہوئی،

مسٹر اسکاٹ اس عہد پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

۸۴۰ء ۲۲۶ھ کے آخر میں جزیرہ صقلیہ کے تہائی حصہ پر عرب قابض ہو گئے، اور اس کی دولت ...

---

[1] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۶، ۲۹، تاریخ یورپ لیور تھیچر فرڈینینڈ شمڈل شائع کردہ جامعہ عثمانیہ ص ۴۱۲،
تاریخ عرب موسیو سدیو ص ۲۴۵، ابن اثیر ج ۶ ص ۱۵۲، و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۲، عرب مورخین ۲۲۵ھ لکھتے ہیں، اور یورپین مورخین ۸۳۹ء، یہ دونوں سنہ ایک دوسرے کے مطابق ہیں،

Marfat.com

رہی کہ گویا یہ لوگ صرف قتل و غارت ہی کے لئے آئے تھے، بلکہ نظر آنے لگا، کہ ان کا قبضہ و تصرف مستقل ہے چند روز تک لڑائی ملتوی رکھنے کا معاہدہ ہوگیا، یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ یہ معاہدہ بزنطی حکومت سے خائف ہو کر کیا گیا تھا، بہر حال اس سے طرفین کو گونہ اطمینان ہوگیا، خاص کر رعایا کو کیونکہ وہ کم از کم عارضی طور پر آئے دن کی مصیبت سے بچ گئی، ادھر مصر و افریقہ اور اندلس سے جو تجارت بڑھی تو یہ معلوم ہونے لگا کہ اب کم تجارت کے لحاظ سے تو اس جزیرے کے دن پھرنے والے ہیں اور اس قلیل عرصہ میں حکومت صقلیہ کی طاقت و رعب و داب میں بھی اتنا اضافہ ہوگیا کہ اس کے قدیم اور قدرتی دشمن والیان آمرو ابنائے مسینا نے بڑی خوشامد سے ان کے حلیف بننے کی خواہش کی[1]"

والی افریقہ کی وفات | اسلامی فوج میناج کی مہم کر چکی تھی کہ افریقہ سے ابو عقال اغلب والی افریقہ کی وفات کی خبر پہنچی، اس نے بروز پنجشنبہ ۲۲ ربیع الآخر ۲۲۶ھ کو وفات پائی، مدت ولایت صرف ۲ سال ۷ مہینہ اور ۸ دن ہے، اگرچہ اس کا زمانہ ولایت بہت ہی کم رہا لیکن اس نے اس قلیل عرصہ میں اپنی اوس کمک سے جو ۲۲۳ھ میں صقلیہ بھیجی تھی، صقلیہ کو اس قدر اہم فوائد پہنچائے کہ اسلامی حکومت صقلیہ کی بنیاد استوار کرنے میں اس کا حصہ بہت نمایاں ہوگیا، اور اس نے اپنے اسی قلیل زمانہ حکومت میں صقلیہ کی مہموں کی کامیابی اور ان کے نتائج بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے۔

جانشین | اس کی وفات کے بعد اس کا لڑکا ابو العباس محمد بن اغلب سریر آرائے حکومت ہوا[2]،

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۵۳، و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۰، و اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۶،

[2] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۶۳،

ابوالعباس محمد بن اغلب والی افریقیہ

۲۲۶ھ تا ۲۴۲ھ
۸۴۰ء تا ۸۵۶ء

ابوالاغلب ابراہیم کی ولایت صقلیہ پر برقراری

جدید والی افریقیہ ابوالعباس محمد بن اغلب، والی صقلیہ ابوالاغلب ابراہیم کا چچازاد بھائی تھا، اس نے ابوالاغلب کو صقلیہ کی ولایت پر بدستور برقرار رکھا،

فتح مسینا

اور جب معاہدہ کی وہ عارضی مدت پوری ہوگئی، تو ۲۲۶ھ میں صقلیہ کی فتوحات کے لئے ایک لشکر فضل بن جعفر ہمدانی کی سرکردگی میں افریقیہ سے روانہ کیا، اور فضل اپنے لشکر کو براہ راست مسینا لایا،

مسینا مشرقی ساحل کے شمالی زاویہ میں ساحل پر واقع تھا، اور مغرب کی طرف پہاڑیوں کا سلسلہ قائم تھا جس سے اس کی قدرتی حد بندی ہوگئی، آبنائے مسینا کو عبور کرکے اس کے بالمقابل دوسری طرف جنوبی اٹلی کا مشہور شہر ریو اپنی فلک بوس عمارتوں کے ساتھ کھڑا تھا، گذشتہ زمانہ میں ساحل مسینا یورپ و افریقیہ کے تاجروں کا نقطۂ اتصال تھا، ایک طرف یورپ کے جہاز کھڑے ہوتے تھے، اور دوسری طرف افریقیہ کے جہاز لنگر انداز دکھائی دیتے تھے، ساحل نہایت گہرا تھا اور جہاز اس قدر قریب آکر ٹھہرتے تھے، کہ جہاز سے ہاتھ بڑھا کر ساحل کی چیزیں آسانی سے لیجا سکتی تھیں، اس لئے جو رومی جہاز یہاں کھڑے رہتے تھے، وہ اس شہر کی پوری حفاظت کرتے تھے، اور خشکی کی طرف پہاڑوں کی حدبندی اور ساحل پر رومی جہازوں کے حصار سے اس پر کسی دشمن کا حملہ آور ہونا نہایت دشوار تھا، اگر حملہ کی کوئی ممکن صورت تھی تو صرف یہی کہ بحری جنگ سے رومی بیڑوں کو راستہ سے ہٹایا جاتا، اسی لئے فضل بن جعفر ہمدانی افریقیہ سے بلرم جانے کے بجائے اپنے بیڑے سیدھے اسی طرف لے آیا،

اسلامی بیڑا بندرگاہ مسینی پر لنگر انداز ہوا، تو خلاف توقع رومی جہازون نے ساحل پر کوئی مزاحمت نہین کی، اور رومیون نے قلعہ بند ہو کر مقابلہ کرنا چاہا، چنانچہ فصیل کے تمام دروازے بند کر دئے گئے،

فضل نے سب سے پہلے محاصرہ کی تیاریان شروع کین، اور سامان رسد کی فراہمی کیلئے مضافات مسینی مین فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے بنا کے روانہ کر دئے، جو اطراف وجوانب مین پھیل گئے، ان دستون نے وہان کے مقامات اور نیز شہر کے ہر چہار طرف کے فوجی استحکام پر نظر غائر ڈالی، علاوہ ازین نہایت کثیر مقدار مین مال غنیمت ساتھ لائے جو بہت دنون تک فوجی ضروریات کیلئے کافی تھا،

فضل بن جعفر ہمدانی نے محاصرہ کی مکمل تیاری اور شہر کی جغرافی حیثیت کا معائنہ کرنے کے علاوہ جنوبی اٹلی کی حلیف عیسائی سلطنت نیپلس سے بھی نامہ و پیام کا سلسلہ جاری کیا، اور حکومت نیپلس کی فوج اسلامی لشکر سے اشتراک عمل کیلئے مسینی آگئی،

حکومت نیپلس کے شریک جنگ ہو جانے کی وجہ سے اسلامی لشکر کو جنوبی اٹلی سے کسی اچانک حملہ کا اندیشہ تھا، وہ دور ہو گیا، کیونکہ خطرہ تھا کہ اسلامی لشکر پر جنوبی اٹلی کی کوئی حکومت ایسے وقت مین عقب سے حملہ آور نہ ہو جائے، جب وہ اہل مسینی سے مصروف جنگ ہون، ایسی صورت مین اسلامی لشکر دو طرف سے گھر جاتا،

فضل نے ان ابتدائی انتظامات سے فارغ ہو کر جنگ کا سلسلہ شروع کیا، اہل مسینی شہر کی حفاظت سے مطمئن ہو کے لب ساحل مورچہ جمائے ہوئے تھے، مسلمانون نے بھی اپنا مورچہ جما لیا، اور جنگ کا سلسلہ شروع ہو گیا، مسلمان جوش و خروش سے حملہ کرتے، اور رومی بھی ترکی بہ ترکی جواب دیتے، روزانہ اسی طرح مسلمانون کے حملے ہوتے، اور رومی اسی جوش و خروش سے مدافعت کرتے، اس اثنا مین متعدد خونریز معرکہ آرائیان ہوئین، لیکن مسلمانون کے داخلہ کے لئے شہر کا کوئی دروازہ نہ کھل سکا،

Marfat.com

جب جنگ کا سلسلہ اس طرح بڑھ گیا، تو اسلامی امیر لشکر نے ایک بہترین جنگی حکمت عملی اختیار کی وہ خود اپنے لشکر جرار کے ساتھ اسی طرح رومیون سے لب ساحل مصروف پیکار رہا، اور فوج کے ایک مختصر دستہ کو شہر کے بالا بالا پہاڑیون کے دامن سے گذارتے ہوئے شہر کی پشت پر پہونچا دیا کہ وہ مردانہ وار پہاڑیون پر چڑھ کے شہر مین داخل ہو جائے،

چنانچہ اس اسلامی دستہ نے سالار فوج کے حکم کے مطابق مسینا کی پہاڑیون کی بلند و بالا چوٹی کو سرفروشانہ عبور کر لیا، اور شہر مین عین اس وقت پہنچا جب رومیون اور مسلمانون مین لب ساحل نہایت گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی، اہل شہر پہاڑی جیسے قدرتی محافظ پر بھروسہ کر کے اوس سمت سے بالکل بے خبر تھے، کہ اچانک اسلامی دستہ کے نعرۂ تکبیر سے مسینا کی تمام پہاڑیان گونج اٹھین اور سارے شہر مین ایک بھگدڑ مچ گئی، اس شور محشر سے محاذ جنگ کے رومی ایسے بدحواس اور سراسیمہ ہوکے لوٹے کہ بجز ہتھیار رکھنے کے کوئی دوسری صورت باقی نہین رہ گئی، اور فضل اپنے لشکر کو لیے شہر مین فاتحانہ داخل ہو گیا، اور شہر پر اسلامی پرچم لہرانے لگا،

مسینی پر اسلامی قبضہ ہو جانے سے صقلیہ کی اسلامی حکومت مین ایک نئی جان آگئی، مسینی صقلیہ کا نہایت جنگی و مرکزی شہر تھا، بلکہ یون کہنا چاہئے کہ شمالی صقلیہ کا یہ صدر مقام تھا، اس کے زیر ہو جانے سے شمالی صقلیہ مین اسلامی حکومت کی فوجی پیشقدمیون کا سلسلہ نہایت آسان ہو گیا، فضل بن جعفر بعدازان صوبہ مسینی کے والی کی حیثیت سے یہان مقیم ہو گیا،

فتح مسینی کے بعد اب بیک وقت دو علاقون مین اسلامی حکومت کی فوجی پیشقدمیان جاری ہوگئین، ایک فضل بن جعفر کی سرکردگی مین انتہائی شمالی زاویہ مین، اور دوسری ابوالاغلب کی مرکزی حکومت کے زیر اہتمام انتہائی جنوبی حصہ مین،

جزیرہ کے جنوبی حصہ مین فتوحات

چنانچہ فتح مسینی کے بعد ہی اسی سال ابوالاغلب والی صقلیہ نے فضل بن

یعقوب سابق سپہ سالار صقلیہ کے لڑکے عباس کی سرکردگی مین صقلیہ کے جنوبی علاقہ مین ایک لشکر روانہ کیا، عباس بن فضل سب سے پہلے شہر مکان پہنچا، یہ جرجنت کے علاقہ مین اس سے کچھ دور پر واقع تھا، عباس نے اس پر بہ آسانی قبضہ کرلیا،

اس کے بعد ابوالاغلب نے اسی علاقہ کے بعض دوسرے اہم مقامات پر قبضہ کرنے کیلئے فوجین روانہ کین، اس سلسلہ مین سب سے پہلے ۲۲۴ھ مین عباس کی سرکردگی مین ایک لشکر شہر بثیرہ کی طرف روانہ کیا، جو جنوب مین انبیاذہ اور رغوص کے درمیان ساحل سمندر سے سات میل پر واقع تھا، اور رومیون کا مستحکم قلعہ سمجھا جاتا تھا جب اسلامی لشکر بثیرہ پہنچا، تو رومی سپہ سالار نے قلعہ کی تمام فوج لاکر سامنے کھڑی کردی، مسلمان فتحمندی کے نشہ سے سرمست تھے، بڑھ کے ایسا سخت حملہ کیا، کہ رومیون کو جوابی حملہ کا موقع بھی نہ ملسکا، اور تھوڑے دقفہ مین دس ہزار سے زیادہ رومی کھیت ہوگئے، اور اسلامی لشکر شہر مین داخل ہوگیا، مسلمانون مین سے صرف تین مجاہد کسی طرح تلوار کے جھٹکے مین پڑکے شہید ہوئے، طرفین کے مقتولین کی تعداد بہ ظاہر تعجب انگیز ہے لیکن ابن اثیر کہتا ہے "صقلیہ مین ایسی جنگ اس سے پیشتر کبھی نہین دیکھی گئی"

جنوبی اٹلی کی مہمین، ادھر مرکزی حکومت بلرم کی سرکردگی مین صقلیہ کے جنوبی ساحل پر فتوحات ہو رہے تھے اسی زمانہ مین دوسری جنوبی اٹلی مین مسلمانون کی جنگی کارروائیان جاری تھین کیونکہ ۲۲۵ھ/۸۳۹ء مین عربون نے [illegible] وہ ان کے قبضے سے چند ہی سال مین ایک ایک کرکے نکل گئے، اور عربون نے وہان پر سرے سے تاخت شروع کی، چنانچہ ۲۳۴ھ سے پیشتر ایک اسلامی بیڑا حیات مولی اغلب کی سرکردگی مین [illegible] روانہ ہوا اور باری پر حملہ آور ہوا، لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔

ے ابن اثیر کے بعض نسخہ مین مکان کا نام "مسکان" اور بثیرہ کا نام "شرہ" اور "سرہ" چھپ گیا ہے،
ے ابن اثیر ج ۷ ص ۹ و ۱۰ و اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۷ و نزہۃ المشتاق (ذکر مسینا)
ے ابن اثیر [illegible]

مگر اب فتح مسینی کے بعد جنوبی اٹلی کی مہم مسلمانوں کے لئے نہایت آسان ہوگئی تھی، اب تک وہ بحر ٹائرینین اور آئی اونین کو عبور کرکے اٹلی پہنچتے تھے لیکن اب وہ صرف آبنائے مسینا کو عبور کرکے جدھر چاہتے بری راستہ سے رخ کرسکتے تھے، چنانچہ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:۔

"۲۴۳ھ میں عربوں نے مسینا فتح کرلیا جس سے وہ ایطالیہ و صقلیہ کے درمیانی راستہ پر کمربستہ ہوگئے"[۱]

جنوبی اٹلی میں فتوحات چنانچہ فضل بن جعفر مسینا کے نظم و نسق کے بعد اٹلی کی طرف متوجہ ہوا، اور ۲۴۴ھ یعنی ۸۵۸ء میں ایک اسلامی بیڑا اٹلی روانہ ہوا، اور یہاں کے ایک مشہور شہر طارنت TARANTO پر حملہ آور ہوکر اس کو فتح کرلیا، اور اس کے بعد اسلامی لشکر اندرون ملک میں داخل ہوا، ڈیوک پولی ٹانو نے مقابلہ کی ناکام کوشش کی، اور نقصانات اٹھائے، اور عربوں کو کثیر دولت ہاتھ آئی، اور اسی سلسلہ میں ایک مشہور گرجے دیر کوہ قسیس کا قیمتی ساز و سامان بھی ہاتھ آیا، اور ان فتوحات کی تکمیل کے بعد اسلامی لشکر مسینا لوٹ آیا،

طارنت میں اسلامی نوآبادی اس مہم میں کثیر مال و دولت کے علاوہ طارنت پر مستقل اسلامی قبضہ ہوگیا، اور مسلمانوں نے جنوبی اٹلی میں اپنے قدم ٹیکنے کے لئے یہاں اسلامی نوآبادی قائم کرلی، ابن اثیر کے بیان کے مطابق یہ اسلامی نوآبادی ۲۳۴ھ میں سب سے پہلی مرتبہ قائم ہوئی[۲]

اٹلی میں ایک اسلامی حکومت کی تشکیل اس کے بعد اسی زمانہ میں مسلمانوں کی ایک دوسری حملہ آور جماعت افریقہ سے اٹلی آئی، اس جماعت کو نہ حکومت افریقیہ سے تعلق تھا، اور نہ حکومت صقلیہ سے، یہ مجاہدین کی ایک خود رو جماعت تھی، جو خلفون بربری کی سرکردگی میں جو قبیلہ ربیعہ کے موالی میں سے تھا، ملک گیری کے خیال سے افریقہ سے نکلی، اور اٹلی آئی، اور شہر باری پر حملہ آور ہوکر قابض ہوگئی،

[۱] انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ ص ۲۲، [۲] ابن اثیر ج ۷ ص ۴، تاریخ عرب مولوی مسعود ندوی صفحہ ۱۱۴

اس کے بعد اسی زمانہ مین اسی قسم کے مجاہدین کا ایک دوسرا گروہ مفرج بن سالم کی سرکردگی مین اٹلی پہنچا۔ اس نے بھی یہان حیرت انگیز کامیابی حاصل کی۔ اور فتوحات حاصل کرتے کرتے ۲۴ قلعون پر قابض ہوگیا،

اسکے بعد یہ دونون جماعتین باہم مل گئین، مفرج سردار تسلیم کیا گیا، اور باری کو صدر مقام بنا کر ایک چھوٹی سی اسلامی حکومت قائم کر لی۔

لیکن چونکہ مفرج افریقہ سے ایک بحری مجاہد کی حیثیت سے اوٹھا تھا، اور اسکو حکومت اغلبیہ سے کوئی باضابطہ تعلق نہ تھا۔ اس لئے اسلامی اصطلاح کے روسے وہ اٹلی مین ایک "متغلب" کی حیثیت رکھتا تھا جس کی وجہ سے اس کو اقامت جمعہ کا کوئی اختیار حاصل نہ تھا، اس لئے اوس نے تشکیل حکومت کے بعد اوس کو "جائز حکومت" تسلیم کرانے کیلئے بارگاہ خلافت بغداد سے سند حکومت کے حصول کیلئے والی مصر سے سلسلہ جنبانی شروع کی، چنانچہ ابن اثیر لکھتا ہے:۔

فکتب الی والی مصر یعلمہ خبرہ وانہ لا یری لنفسہ ومن معہ من المسلمین صلاۃ الا ان یعقد لہ الامام علی ناحیتہ و یولیہ ایاہا لیخرج من حد المتغلبین)۔	فتوحات کے بعد اس نے والی مصر سے خط و کتابت شروع کی اور اسکو اپنے تمام کارنامون سے آگاہ کیا، اور پھر اپنی اس حیثیت کو واضح کیا کہ جب تک اسکے لئے کسی امام کا باضابطہ تقرر نہ ہو اور جب تک کہ اس حکومت کا وہ باضابطہ والی نہ مقرر کر دیا جائے، وہ نماز جمعہ بھی قائم نہین کر سکتا، اس لئے اس کو یہ حقوق عطا کر کے متغلبین کی حیثیت سے نکال لیا جائے،

چنانچہ اس کے بعد اس کی حکومت کو ایک جائز حکومت تسلیم کر لیا گیا اور اسی نے اٹلی مین

Marfat.com

سب سے پہلی جامع مسجد تعمیر کی،

اس کے بعد اس اسلامی حکومت نے اپنی فتوحات کا دائرہ وسیع کرنا شروع کیا اور اٹلی کے شہرون اور دیہاتون پر تاختین شروع کر دین جسمین اوسکو وقتاً فوقتاً صقلیہ اور افریقیہ کے اسلامی بیڑون سے امداد ملتی رہی، اس کی تاختین مختلف مقامات پر ہوئین، اور اس سلسلہ مین اوسی زمانہ مین غیطہ (GAETA) اور ملفی (MALFI) وغیرہ پر حملہ آور ہوئی، پھر دریائے جاریلیون پر ایک قلعہ بنایا، اور دریائے ٹائبر کے ذریعہ اندرون ملک مین داخل ہونا چاہا، لیکن اسمین مزاحمت ہوئی، اور پوپ کے حکم سے شہر کے حصار زیادہ بلند کر دیے گئے تو مجاہدین شہر روم پر ٹوٹ پڑے، اور یہان سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کے دو مشہور گرجون کو لوٹ لیا اور اسی طرح چند اور شہر بھی برباد کیے،[1]

مسٹر اسکاٹ اٹلی مین اسلامی مقبوضات کا تذکرہ ایک دلچسپ انداز بیان مین کرتے ہین، اگرچہ اس مین مبالغہ آمیزی بھی شامل ہے، وہ لکھتے ہین:-

"جن سپاہیون نے افریقیہ اور اندلس کی خانہ جنگیون مین اپنے بے رحم پیشے کی وجہ سے نام پیدا کیا تھا، ان کی آزاد بستیان جزیرہ نمائے اٹلی کے جنوب مین قائم ہوگئین، اون کو وہی شہرت حاصل ہوگئی جو یورپ کے ازمنۂ مظلمہ مین بڑی بڑی سلطنتون کو حاصل تھی، ملیس کی کشتیان بحر ایڈریاٹک کے ساحل پر ان کے بحری قزاقون کو لیے پھرتی تھین،

والی افریقیہ کے بیڑے نے کئی مرتبہ قیصر الروم کو بحری جنگ مین شکستین دین، [illegible] اپنی فوجون کو ٹائبر کے دہانہ پر اتارا، اور یہان سے حدود اسٹریا تک پہنچ گئے، اور جمہوریہ اٹلی کی تجارت کا رخ دریائے خشکی کی طرف پھیر دیا، پھر شہر روم کے دروازے تک پہنچ گئے، سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کے گرجون کو جو فصیل شہر کے باہر تھے جا کر ویران و برباد کیا، پاپائے مقدس کی سخت توہین [illegible] لیا۔

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۲۷۱،۲۷، [2] تاریخ عرب سیدیو ص ۲۴۵،

تبرکات کے ساتھ وہ گستاخیاں کین، کہ نا قابل بیان ہین، راہبون کو سخت بیرحمی کے ساتھ ذبح کر ڈالا یا صقلیہ کے دلدلون مین کام کرانے کیلئے جوق درجوق لیگئے، اچھوتی راہبات کو لوٹا اور قیروان کے بازارون مین بیچنے کیلئے پکڑ کرلے گئے،

اگر شہر روم اتنا مضبوط نہ ہوتا کہ اس کا محاصرہ کامیابی کے ساتھ وہ فوج کر سکتی کہ جس کے پاس ایسے شہر کو فتح کرنے کیلئے کلین نہین تھین، تو وہ مقام جو آج مذہب مسیحی کا مرکز بنا ہوا ہے، موذنون کی اذانون سے گونجا ہوتا، وہان کے گرجاؤن مین عشاء ربانی کے بجائے مسلمانون کی نماز ہوتی، یہ پہلا موقع تھا کہ پوپ کے تقدس کی اس طرح سخت توہین ہوئی تھی،

ان اسلامی فتوحات کے روکنے کے لئے اس زمانہ مین شہنشاہ جرمنی سے بھی مدد لیگئی، مگر کوئی فائدہ نہ پہنچا، اس نے جو کچھ تدبیرین سوچی تھین، وہ اس کے حلیفون کی باہمی مخالفت ومعاندت سے پیش نہ گئین، اور جو فوجین شہنشاہ جرمنی نے اٹلی کے لئے بھیجی تھین، وہ چھوٹے چھوٹے بادشاہون اور سلطنت بیزنطی کے باہمی مناقشون مین مشغول رہین، حالانکہ مسلمان جیسے بیباک اور بہادر دشمنون کے مقابلہ کیلئے ان سب کا متفق ہونا سب سے زیادہ ضروری تھا[1]

اٹلی کی اسلامی حکومت کی ایک قدیم مسیحی تصدیق

اتفاق سے اسی زمانہ مین ایک مسیحی راہب برنارڈ ۲۵۳ھ مطابق ۸۶۷ء مین اٹلی کی اسلامی حکومت مین آیا، اور یہان کے مسلمان والی تک رسائی حاصل کی، اس نے اپنے سفر کے حالات بھی قلمبند کیے ہین، جو چشم دید واقعات پر مبنی ہین، اس سے اس عہد مین اٹلی کی اسلامی حکومت کے حالات پر روشنی پڑتی ہے، مولانا عبدالحلیم شرر مرحوم نے برنارڈ کا یہ بیان اپنے رسالہ مین نقل کیا ہے، وہ اپنے سفرنامہ مین لکھتا ہے:-

"مین کوہ گرگانون سے سفر کرکے اور ۱۵۰ میل کی مسافت طے کرکے باری نام ایک شہر مین پہنچا جو مسلمانون

[1] اخبار الاندلس ج ۱ ص ۲۰، ۲۷.

Marfat.com

کے قبضہ میں ہے، یہ اس سے پہلے علاقہ بنی ونثم میں شامل تھا، یہ شہر سمندر کے کنارے ہے، جنوب کی جانب یکے بعد دیگرے دو بہت ہی چوڑے آثار(؟) کی فصیلوں سے اس کی قلعہ بندی کی گئی ہے، مگر شمال کی جانب سمندر سے آنے والوں کے سامنے کھلا ہوا ہے، یہاں کے حاکم نے جو سلطان کہلاتا ہے، (؟) ہمارے سفر کے ضروری انتظامات کردیئے،

ہم باری سے شہر طارنٹم (طارنت) کی بندرگاہ میں پہنچے، جو وہاں سے ۹۰ میل کی مسافت پر ہے، یہاں ہمیں چھ جہاز ملے جنہیں علاقہ بنی ونٹم کے ۹ ہزار مسیحی اسیر بھرے ہوئے تھے، ان میں سے دو جہازوں میں جنھوں نے پہلے روانہ ہوکر افریقیہ کی راہ لی تین ہزار قیدی تھے، اس کے بعد جو دو جہاز لنگر اٹھا کر ٹونس کو گئے، ان میں بھی اتنے ہی مسیحی اسیر بھرے ہوئے تھے، باقی ماندہ دو جہاز جو سب کے بعد روانہ ہوئے ان میں بھی اتنے ہی گرفتاران ایطالیہ؟ تھے، ان دونوں نے اسکندریہ کی راہ لی، انھی جہازوں پر ہم نے بھی سفر کیا، اور ۳۰ دن سفر کرکے وہاں پہنچ گئے۔[1]

میناکے مضافات میں پیشقدمی اور فتح لینتنی، فضل بن جعفر نے آئلی سے واپسی کے بعد اسی سال ۲۴۲ھ میں میناکے مضافات میں پیشقدمی کی اور سب سے پہلے ایک اہم شہر لینتنی پر حملہ آور ہوا، لینتنی مختلف حیثیات سے ایک مرکزی شہر اور مختلف شہروں کا مرکزی قلعہ تھا، کیونکہ یہ اگرچہ صقلیہ کے شمال مشرقی ساحل کے کنارے پر آباد تھا، لیکن اہم شہروں کے وسط میں پڑتا تھا، مثلاً ایک طرف سرقوسہ اس سے ۲۵ میل کے فاصلہ پر آباد تھا، دوسری طرف قطانیہ بھی ۲۵ ہی میل پر تھا، پھر میناؤ بھی ۴۰ میل سے زیادہ نہ تھا، انھی وجوہ سے رومیوں نے بھی نہایت مضبوط مورچہ بندی کر رکھی تھی، اور پورا شہر ایک قلعہ کی حیثیت رکھتا تھا،

فضل بن جعفر نے یہاں پہنچکر شہر کا محاصرہ کیا، لیکن یہ محاصرہ بے سود ثابت ہوا فصیل کے باہر

[1] سفرنامہ برنارڈ در رسالہ صقلیہ میں اسلام، ص ۲۴، ۲۳،

Marfat.com

اسلامی لشکر مورچہ قائم کئے ہوئے کھڑا تھا، اور اہل شہر مطمئن طریقہ سے فصیل کے اندر اپنے کاروبار مین مصروف تھے اور اسلامی لشکر کے محاصرہ کو لائق التفات ہی نہین سمجھتے تھے،

اہل شہر کا یہ طرز عمل فضل بن جعفر کے لئے حیرت انگیز تھا، آخر جاسوسون نے اصل حقیقت کا سراغ لگایا، کہ اہل شہر کے بیرونی تعلقات محاصرہ کے باوجود قائم ہین، اور برسہا برس سال تک اگر اسی طرح محاصرہ جاری رہے، تو بھی اونکو کوئی گزند نہین پہنچ سکتا، اس لئے فضل خفیہ کوششون مین مصروف ہوگیا چنانچہ اسی سلسلہ مین اوسکو اہل شہر اور رومی گورنر صقلیہ کے درمیان نامہ و پیام جاری ہونے [illegible] اس کی رازدارانہ طور پر نگرانی کرتا رہا جس سے رومیون کے تمام آیندہ طرز عمل اور طریق کار کا پتہ چلتا گیا چنانچہ ان میں باہم یہ خفیہ سازش ہوئی کہ رومی گورنر ایک لشکر لیکر ایک معین دن لنتینی آئے گا، لیکن سرقوسہ سے رومی لشکر کی روانگی کا حال نہایت پوشیدہ رکھا جائے گا، جب یہ لشکر مسلمان محاصرین پر حملہ آور ہو اوسی وقت لنتینی کی محافظ فوج شہر سے نکل کر مسلمانون پر ٹوٹ پڑے، اور اس دو طرفہ حملہ سے اسلامی لشکر کو برباد کردیا جائے، اس خفیہ نامہ و پیام مین شاہی لشکر کے حملہ کا دن اس طریقہ سے مقرر کیا گیا کہ جس دن وہ لنتینی پہنچیگا، اوس سے تین دن پیشتر سے فلان پہاڑی پر جسکی چوٹی لنتینی مین نظر آتی ہے شب کے وقت متواتر آگ جلائی جائے گی، اس کے بعد چوتھا دن شاہی فوج کی آمد کا ہوگا، اور اسی صبح کو شہر کی محافظ فوج سامان جنگ سے مسلح رہے، اور جس وقت طبل جنگ سنائی دے شہر کے دروازے کھول کے باہر نکل آئے۔

فضل نے جاسوسون کی ان اطلاعون سے حسب موقع فائدہ اوٹھایا، اور سب سے پہلے اوسی موجودہ پہاڑی پر اسی ترتیب سے متواتر تین دن آگ جلائی گئی، اور اسی کے ساتھ محاصرین جس مقام پر پڑے تھے، اوس سے کسی قدر پیچھے ہٹ کر ایک کمین گاہ تیار کرائی، ان انتظامات کے بعد چوتھے دن ادہر اہل شہر جوش و خروش سے جنگ کی تیاری مین مصروف ہوگئے، ادہر فضل نے ایک مضبوط دستہ

کو کمین گاہ مین چھپا دیا، اور فوج کو ہدایت کردی کہ جب رومی شہر سے باہر آکر حملہ آور ہون تو آہستہ آہستہ پسپا ہوتی جائے،

وقت موعودہ پر رومی شہر سے باہر نکل پڑے، مسلمان امیر لشکر کی ہدایت کے بموجب پسپا ہونا شروع ہوئے، یہان تک کہ دونون فوجین اس کمینگاہ سے آگے بڑھ آئین جسمین اسلامی دستہ چھپا ہوا تھا چنانچہ منشا اسلامی دستہ کمینگاہ سے نکل کے رومیون پر اچانک ٹوٹ پڑا، اور ادھر پسپا ہونے والی فوج بھی قدم جما کے پلٹ پڑی تھی، اس زور کا دوطرفہ حملہ ہوا کہ سینکڑون لاشین زمین پر گر پڑین، رومی فوج کا بڑا حصہ تہ تیغ ہوگیا، جب ایک مختصر جمعیت باقی رہ گئی، تو انھین ہوش آیا، اور ہتھیار رکھ کر جان و مال کی سلامتی چاہی، فضل نے سب کی جان بخشی کی، معاہدہ مرتب ہوا، اور مسلمان بزور شمشیر فتحیاب ہونے کے باوجود شہر کے مال و دولت سے دستکش رہے، رومیون نے شہر حوالہ کردیا، مسلمان مظفر و منصور شہر مین داخل ہوئے، اور شہر اسلامی حکومت کے قبضہ و اقتدار مین داخل کرلیا گیا،

صقلیہ مین ایک رومی بیڑے کی آمد اور بربادی

حکومت قسطنطنیہ نے مسلمانون کو صقلیہ کے مشرقی حصہ اور جنوبی اٹلی وغیرہ مین مشغول دیکھ کر ۲۳۳ھ/ ۸۴۷ء مین دس بڑے جہازون کا ایک بیڑا صقلیہ روانہ کیا، جو یہان کے ... (پورٹ فوگو) مین بلرم سے ۷ میل کے فاصلے پر آکر لنگر انداز ہوا، رومی یہان سے پیشقدمی کے لئے روانہ ہوئے مگر یہ ایک غیر معروف بندر تھا، انھین یہان کوئی ایسا راستہ نہین ملسکا، جو مسلمانون کی قیامگاہ یا کسی اسلامی شہر تک انھین پہنچا دیتا، اس لئے واپسی کے قصد سے قسطنطنیہ روانہ ہوگئے، لیکن ابھی راستہ ہی مین تھے کہ سمندر مین سخت طوفان آیا، اور سات جہاز غرقاب ہوگئے، اور باقی تین جہاز خستہ حال قسطنطنیہ پہنچے،

فتح رغوس

شمال مشرقی علاقہ مین لینتنی کے زیر ہونے کے بعد حکومت بلرم نے جنوب مشرقی علاقہ ... کی اور شہر واد شکلہ کے ہمسایہ رزمیانی شہر رغوس مین اسلامی لشکر جمع ہوا، یہ بھی ساحل سمندر سے ... میل اور شہر بیرہ سے ۲۵ میل پر آباد تھا، چنانچہ ۲۳۴ھ/ ۸۴۸ء مین اس کا محاصرہ کیا

مین تابِ مقاومت نہ تھی، اس لئے مقابلہ کی جرأت نہین کی، اور شہر کو مع تمام مال ومتاع مسلمانون کے حوالہ کردیئے اور یہان سے ہجرت کرجانے پر آمادہ ہوئے امیرِ لشکر نے ان کی یہ شرط منظور کرلی اور شہر پر قبضہ کرلیا شہر مین جو کچھ دولت وثروت تھی معاہدہ کے مطابق مسلمانون کے ہاتھ آئی اور اس کے بعد شہر پناہ کی عمارات منہدم کرکے یہان کی جو جو چیزین منتقل کیجا سکتی تھین منتقل کرلی گئین، اور بسا بسایا شہر چند لمحون مین ویران کھنڈر رہگیا۔

رومی پایۂ تخت قصریانہ مین | ۲۳۶ھ سے ۲۴۵ھ تک رومی مقبوضات صقلیہ مین اہم تغیرات ہوگئے، ان کے ممتاز مرکزی شہر اسلامی اقتدار مین آگئے، اور اب ایک طرف پورا جنوبی علاقہ اسلامی حکومت کے قبضہ مین آگیا، اور دوسری طرف ولایت مسینی پر مکمل اقتدار حاصل ہوگیا، اس جدید تغیر سے رومیون کا پایۂ تخت سرقوسہ اسلامی مقبوضات سے گھر گیا، شمالی علاقہ مین طرمین اور قطانیہ اگرچہ رومی مقبوضات مین موجود تھے لیکن لنتی پر اسلامی اقتدار کے باعث سرقوسہ سے ان مقامات کا راستہ مسلمانون کے قبضہ مین آگیا تھا، اسلئے رومی گورنر صقلیہ نے حکومت بزنطی صقلیہ کا پایۂ تخت [illegible] منتقل کردیا[1]۔ قصریانہ کے پایۂ تخت ہوجانے سے حکومت اسلامی صقلیہ اور حکومت بزنطی صقلیہ کے دار الحکومت بلرم اور قصریانہ دونون باہم متصل ہوگئے۔

قصریانہ پر تاخت | اسکے بعد ۲۴۶ھ مین بلرم سے ایک اسلامی لشکر قصریانہ بھیجا گیا لیکن رومی گورنر شہر پناہ سے باہر نہین نکلا، لشکر نے قرب وجوار کو تاخت وتاراج کیا جو لوگ مزاحم ہوئے، انھین آب شمشیر کا مزہ چکھایا [illegible] سلسلہ مین قتل وغارتگری اور آتش زدگی کے واقعات پیش آئے، جو کچھ مال غنیمت ملسکا، اسکو لئے ہوئے اسلامی لشکر بلرم واپس چلاآیا۔

والیٔ صقلیہ کی وفات | قصریانہ سے اسلامی لشکر کی واپسی کے بعد صقلیہ مین ایک اہم باشان واقعہ پیش آیا یعنی والیٔ صقلیہ ابو الاغلب ابراہیم بن عبد اللہ نے رجب ۲۴۶ھ کو وفات پائی۔

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۴۳، نزہۃ المشتاق ادریسی، ذکر شہر لنتی اور غوص وغیرہ و تاریخ تونس حسین بن محمد حوادث ۲۴۶ھ

ابو الاغلب کا عہد حکومت

اس نے تقریباً ۱۸ سال حکومت کی، اور مختلف حیثیات سے اس کا عہد حکومت صقلیہ کے زریں عہد میں شمار کیا جاتا ہے، ابن الابار صاحب الحلۃ السیراء لکھتا ہے:-

"ابو الاغلب صقلیہ میں ۲۲۰ھ سے والی تھا، اوس کا نظم و نسق قائم کیا، اور عمر بھر یہ نظم نسق صحیح حالت میں قائم رہا"

صقلیہ کی مہمیں اس کے زیر حکومت نہایت تیزی سے جاری رہیں، اس کے علاوہ قریب و جوار کے جزیروں کو مطیع کیا، جنوبی اٹلی پر فوجکشی کی، اور فتوحات حاصل کیے، اس کے عہد میں اقتصادی حیثیت سے بھی جزیرہ میں نمایاں ترقیاں ہوئیں، اور اس نے مختلف ممالک سے صقلیہ کے تجارتی تعلقات قائم کیے جب تک صقلیہ میں رہا، خود دار الحکومت میں مقیم رہا، حالانکہ اس کے عہد میں بکثرت فوجکشیاں ہوئیں اور ہر سال متعدد فوجیں مختلف سمتوں میں روانہ ہوئیں، اور بہت سے اہم مقامات مفتوح ہوئے لیکن لشکر کی کمان خود بہت کم ہاتھ میں لی، اور بہ نفس نفیس شرکت سے زیادہ امور حکومت سنبھالنے [illegible] کو وسیع کرنے کے ساتھ ملک کی عام ترقی و فلاح و بہبودی میں برابر مشغول رہا، ابن اثیر لکھتا ہے:-

"شہر بلرم میں برابر مقیم رہا، یہاں سے کبھی نہیں نکلا، اطراف ملک میں لشکر اور فوجی دستے بھیجتا رہا، فتوحات اور مال غنیمت حاصل ہوتے رہتے"[1]

اس کے اس شاہی رعب و داب کا [illegible] ابراہیم کا حقیقی بھتیجا تھا، جو اس کو دل سے عزیز رکھتا تھا، زیادۃ اللہ اسی کے باپ عبداللہ بن ابراہیم کی وفات کے بعد تخت حکومت پر بیٹھا تھا، اگر افریقیہ کی ولایت خاندان کے سن رسیدہ رکن میں منتقل ہونے کا [illegible]

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۴، الحلۃ السیراء در امار ی ص ۳۴۳، البیان المغرب ابن عذاری، ترجمہ ص ۱۴۹، ابن اثیر نے مذکورۂ بالا اقتباس اگرچہ محمد بن عبداللہ کے نام سے لکھے ہیں لیکن جیسا کہ اس سے پہلے واضح ہو چکا ہے، اسکو ابو الاغلب ہی کی ذات سے متعلق سمجھنا چاہیئے۔

Marfat.com

بعد نسل چلتی تو یہی اپنے باپ کی وفات کے بعد افریقیہ کا جائز وارث قرار پاتا، پھر زیادۃ اللہ کی وفات کے بعد اس کا دوسرا چچا ابوعقال فرمانروائے افریقیہ ہوا، اور پھر اس کا چچازاد بھائی ابوالعباس محمد بن اغلب سریر آرائے حکومت ہوا، انہی تین فرمانروایان افریقیہ کے عہد مین صقلیہ کا مستقل والی رہا، اور اگر یہ ولایت صقلیہ پر سرفراز نہ ہوتا، تو بہت ممکن تھا کہ زیادۃ اللہ کی وفات کے بعد اسی کے ہاتھ مین افریقیہ کی عنان حکومت آتی، ورنہ اپنے دوسرے چچا ابوعقال کی وفات کے بعد تو ہر حیثیت سے یہی جائز فرمانروا تھا، اور اس وقت تاریخ کے صفحون مین اس کا نام صقلیہ کے ایک ماتحت گورنر کے بجائے افریقیہ کے ایک خود مختار فرمانروا کی حیثیت سے نظر آتا، کیونکہ ابوالعباس، بانی دولت اغلبیہ ابراہیم کا پرپوتا، اور یہ پوتا تھا، یا یون کہا جائے کہ بانی دولت اغلبیہ ابراہیم کے تمام لڑکون مین سے بڑے لڑکے کا یہ لڑکا تھا، اور یہی اسوقت خاندان مین سب سے سن رسیدہ تھا، اس کے ہوتے ہوئے ابوالعباس ولایت افریقیہ کا حقدار نہین ہو سکتا تھا،

یہی اسباب تھے کہ اسکے عہد حکومت مین صقلیہ اور افریقیہ کی حکومتون کے باہمی تعلقات تمام پچھلے عہدو دورون سے بالکل مختلف رہے گو اصولاً حکومت صقلیہ حکومت افریقیہ کی ماتحت تھی، اور ان دونون کی یہ حیثیت ہر زمانہ مین بھی یہی قائم رہی لیکن پھر بھی عملاً اس کے عہد مین حکومت صقلیہ قطعاً آزاد و خود مختار رہی، اور گویا بانی دولت اغلبیہ ابراہیم کے لڑکون مین ممالک محروسہ کو تقسیم کر دیا گیا، افریقیہ دوسرے اور تیسرے لڑکے کے لئے اور صقلیہ بڑے لڑکے عبداللہ کے لڑکون محمد اور ابراہیم کے لئے وقف کر دیا گیا تھا، چنانچہ مورخین بہ تصریح لکھتے ہین کہ جب یہ افریقیہ سے ولایت صقلیہ کے لئے روانہ ہوا تو زیادۃ اللہ نے اسکو ایک مطلق العنان فرمانروا کی حیثیت سے عنان حکومت تفویض کی تھی، صاحب کتاب اکمال الاعلام کا بیان ہے۔

پس زیادۃ اللہ بن ابراہیم نے اپنے بھتیجے ابوالاغلب بن عبداللہ بن ابراہیم کو صقلیہ کا قطعی طور پر خود مختار فرمانروا بنا دیا، چنانچہ اس کی وفات تک وہان کا تمام جزو کل سب اسی کے ہاتھ مین تھا،

ابوالاغلب کی پرورش گہوارۂ شاہی مین ہوئی تھی، اسلئے صفات شاہانہ بھی اوس مین پائے جاتے تھے، خصوصًا جود وسخا اسکے نمایان اوصاف تھے، جب یہ افریقیہ سے چلنے لگا، تو اس کے جود وکرم اور سخاوت فیاضی کے شہرے سے مختلف نواحی افریقیہ کی ایک خلقت اسکی ہمرکابی کے لئے تیار ہوگئی، اور اسی لئے جیسا کہ معلوم ہوچکا ہے، متعدد جہاز اس کے جہاز کے ساتھ صقلیہ پہنچے تھے، صاحب اعمال الاعلام لکھتا ہے:-

"مؤرخ کہتا ہے، اور جب یہ صقلیہ کیلئے روانہ ہونے لگا، تو سوسہ سے بہت سے جہاز ان کی معیت مین سوار ہوا، کیونکہ مختلف نواحی افریقیہ سے سوار وپیدل سپاہ اسکے ساتھ ہوگئی تھی، کیونکہ لوگ اوس کے جود وکرم سے بخوبی آگاہ تھے، یہ اپنے عطایا مین اسراف کی حدتک فیاض تھا"

صقلیہ مین بھی یہ اپنے تمام دور حکومت مین اسی قسم کی فیاضیان کرتا رہا، ایک معمولی واقعہ اسکی فیاضی کا یون نقل کیا جاتا ہے، کہ یہ ایک مرتبہ صقلیہ مین اپنے دار الامارۃ کے جھروکہ سے جھانک رہا تھا، سامنے ایک مکان مین ایک عورت کھانا پکاتی ہوئی دکھائی دی، اوس دن اتفاق سے اس نے دو چوزے ذبح کرکے پکائے اور دیگچی چولھے سے اوتار کر نیچے رکھ دی، ابوالاغلب یہ سب دیکھ رہا تھا جب وہ عورت کسی طرف چلی گئی، تو ابوالاغلب نے اپنے ملازم کو بلاکر عورت کا مکان دکھایا، اور چپکے سے دیگچی اٹھوالی جب خوب سیر ہوکر کھاچکا تو دینار کی تھیلی منگوائی اور دیگچی اشرفیون سے بھر کر اوس کے مکان پر پہنچوا دی، اور جب عورت سالن نکالنے بیٹھی، تو وہ اشرفیون سے لبالب تھی۔[1]

جانشین ابوالاغلب ابراہیم کی وفات کے بعد مسلمانان صقلیہ نے مجلس شوری منعقد کی، عباس بن فضل امیر لشکر کو عارضی طور پر اپنا والی منتخب کرلیا، ابوالاغلب کی وفات اور اس جدید عارضی انتخاب کی اطلاع فرمانروائے افریقیہ ابوالعباس محمد بن اغلب کو بھیج دی، اور اسکے ساتھ اس عارضی والی کو اس عہدہ پر مستقل کرنے کی درخواست بھی پیش کی۔[2]

---

[1] کتاب اعمال الاعلام فیمن بویع قبل الاحتلام من ملوک الاسلام [illegible]

عباس بن فضل والی صقلیہ (۳)

۲۳۶ھ تا ۲۴۷ھ
۸۵۱ء تا ۸۶۱ء

عباس بھی شاہی خانوادۂ اغالبہ کا ایک رکن تھا، صاحب اعمال الاعلام نے اس کو ابن بربر لکھا ہے[۱] اگر اس سے مراد اس کا نسلاً بربری ہونا ہے، تو یہ صحیح نہیں، یہ خانوادۂ اغالبہ کی مشہور شاخ بنو یعقوب کا چشم و چراغ تھا، اس کا سلسلۂ نسب یہ ہے، عباس بن فضل بن یعقوب بن المضا بن سوادہ بن سفیان بن بنو یعقوب ولاۃ اغالبہ کے جان نثاروں میں تھے۔ ابو العباس موجودہ فرمانروائے افریقہ عباس کے دادا یعقوب کی کوششوں سے سریر آرائے حکومت ہوا تھا[۲] اور جیسا کہ معلوم ہے ۲۳۵ھ میں اس کا باپ فضل بن یعقوب محمد بن سالم کے بجائے امیر لشکر ہو کر صقلیہ آیا پھر باپ کی جگہ بیٹے نے امارت لشکر ہاتھ میں لی، اور عباس تقریباً دس

(بقیہ حاشیہ ص ۱۹۹) موجودہ زمانہ کے بعض مورخین اس واقعہ کو مسلمانان صقلیہ کی غداری اور خود رائی سے تعبیر کرتے ہیں، حالانکہ اس عہد میں یہی عام طریقہ رائج تھا کہ اگر کسی عہدہ دار کی کوئی جگہ اچانک خالی ہو جاتی، تو فوراً وہ کسی عارضی انتخاب سے پر کر دی جاتی، صقلیہ افریقہ کے ماتحت تھا، ۲۱۶ھ میں بشر بن صفوان والی افریقہ نے وفات پائی، تو فوراً ایک عارضی والی منتخب کیا گیا جس نے وقتی طور پر زمام حکومت سنبھال لی، اس وقت صقلیہ میں بھی یہی پیش آیا تھا، بلکہ آج کل بھی جب سلسلۂ رسل و رسائل میں اس قدر آسانیاں حاصل ہیں ایسے موقعوں پر بھی یہی روش اختیار کیا جاتا ہے لیکن اس زمانہ میں مرکزی حکومت کو بروقت اطلاع نہیں پہنچ سکتی تھی، اسلئے مجلس شوری نے یہ عارضی انتخاب کیا۔ اگرچہ دربار قیروان سے اس کے مستقل کر دینے کی استدعا کی گئی تھی، لیکن اس کے باوجود جب تک قیروان سے فرمان تقرر نہیں آیا، عباس نے بھی اپنے کو عارضی والی تصور کیا، ابن اثیر تصریح کرتا ہے:

فکان العباس الی ان وصل عہدہ یغیر	عباس کو جب تک فرمان تقرر نہیں ملا نظم و نسق کرتا رہا، اور
ویرسل السرایا ویاتیہ الغنائم فلما وصل الیہ العہد	فوجی دستے روانہ کرتا رہا، اس کے پاس مال غنیمت آتا رہا، اور
خرج بنفسہ	جب فرمان تقرر آگیا تو خود بنفس نفیس لڑائیوں میں نکلنے لگا۔

[۱] اعمال الاعلام و دیار عرب کی سیاسی تاریخ ص ۲۰۲ [۲] الاعلام ابن وردان دیار بکری ص ۳۳۲

برس تک صقلیہ میں اپنی فوجی خدمات انجام دیتا رہا مسلمانان صقلیہ نے اسی صلہ میں ولایت صقلیہ کے عہدہ پر اسکو پسند کیا،

افریقہ سے جب تک سند ولایت نہیں پہنچی یہ عارضی طور پر زمام حکومت سنبھالے رہا البتہ سلسلہ پیشقدمی کو جاری رکھنے کے لئے برابر ادھر ادھر فوجیں بھیجتا رہا لیکن خود بلرم سے باہر نہیں نکلا، کیونکہ اگرچہ مسلمانان صقلیہ نے اسکو اتفاق عام سے اپنا عارضی امیر منتخب کر لیا تھا لیکن حیلہ جو طبائع ہر جگہ موجود ہوتے ہیں ممکن تھا کہ افریقہ سے تصدیق نہ ہونے کا حیلہ بنا کر لوگ فتنہ و فساد پر آمادہ ہو جاتے،

فرمان ولایت — یہان تک کہ ۲۳۸ھ میں افریقہ سے فرمان ولایت آپہنچا جس میں فرمانروائے افریقہ ابو العباس محمد بن اغلب نے مسلمانان صقلیہ کے انتخاب ولایت کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا تھا، اور اس کے نام سند ولایت لکھ کر بھیج دی تھی،

فوجکشی اور فتوحات قلعوا بی ثور وغیرہ — چنانچہ اس فرمان کے پہنچتے ہی اوس نے فوجی نظم و نسق کی طرف توجہ کی، فوج کو دو بری و بحری حصون میں تقسیم کیا بری فوج کی سپہ سالاری اپنے چچا رباح بن یعقوب کے سپرد کی جو ایک آزمودہ کار افسر تھا، اور بحری فوج کیلئے اپنے بھائی علی بن فضل کو منتخب کیا،

پھر صقلیہ کے رومی مقبوضات میں عام تاخت و تاراج کے لئے فوجی دستے مرتب کئے، سب سے پہلے مقدمۃ الجیش کے طور پر ایک دستہ رباح کی سالاری میں روانہ کیا، پھر ایک عظیم الشان لشکر خود اپنی کمان میں لیکر بلرم سے روانہ ہو گیا، اور ایک جگہ خیمہ زن ہو کر فوج کو مختلف حصون میں تقسیم کیا، اور رومی مقبوضات کے مختلف اطراف و جوانب میں چھوٹے چھوٹے دستے روانہ کر دئے چنانچہ اسی سلسلہ میں ایک دستہ قلعوا بی ثور پہنچا، جو اندرون صقلیہ میں ایک مستحکم اور پائدار قلعہ تھا، قلعہ بآسانی قبضہ میں آگیا، اور کثیر مال غنیمت ہاتھ آیا، اور فوج واپس آگئی،

اس کے بعد عباس نے رومی مقبوضات کے صدر مقام قصریانہ کی طرف پیشقدمی کی مگر کوئی

Marfat.com

مقابلہ کے لئے نہین نکلا، آخر اس کے مضافات سے بہت سا مالِ غنیمت اور قیدیون کو لیکر واپس چلا آیا،
یہ واقعات اسی سال ۳۳۲ھ مین پیش آئے، پھر ۳۳۳ھ مین ایک لشکر کے ساتھ پھر فوجکشی کی، اور قصریانہ آکر ڈیرے ڈال دئے، لیکن اس مرتبہ بھی رومی مقابلہ کے لئے نہین نکلے، تو فوج کو لیکر دوسرے رومی مقبوضات کی طرف نکل گیا، جابجا معرکہ آرائیان ہوئین، اور سینکڑون رومی تہ تیغ کئے گئے، جن کے سر تشہیر عام کے لئے بلرم بھیج دیے گئے، نیز رومی مقبوضات کی زراعت نہایت بیدردی سے برباد کیگئی، جو رومی ملگیا، وہ گرفتار ہوا اس طرح عام تاخت و تاراج کے بعد لشکر بلرم واپس آیا،

اسکے بعد ۳۳۴ھ کے موسم گرما مین عباس نے پھر ایک فوجکشی کی، اور رومی مقبوضات کے مشہور شہرون مین پہلے قطانیہ کا رخ کیا، پھر سرقوسہ پہنچا، اس کے بعد نوطس اور پھر وہان سے اپنے مفتوحہ شہر رغوس مین داخل ہوگیا، اس یورش مین بھی ان تمام مقامات اور ان کے مضافات کو بیدردی سے غارت کیا،

اسی اثنا مین اس کو اطلاع ملی کہ باشندگان بثیرہ نے جو ۳۲۹ھ مین مطیع ہوئے تھے، علم بغاوت بلند کردیا ہے، عباس نے فوراً بثیرہ کی طرف رُخ کیا، اہل بثیرہ اسلامی لشکر دیکھ کر قلعہ بند ہوگئے، عباس نے فصیل کے نیچے ڈیرے ڈال دئے، اہل بثیرہ نے بھی پامردی سے مقابلہ کیا، اور مسلسل پانچ مہینون تک محاصرہ کی سختیان جھیلتے رہے لیکن بالآخر مقابلہ سے عاجز آگئے، اور حلفِ اطاعت لیکر شہر حوالہ کرنے پر تیار ہوگئے، عباس نے اہل بثیرہ سے بروایت ابن اثیر ۵ ہزار اور بروایت ابن عذاری ۷ ہزار آدمی بطور تاوان جنگ طلب کئے، باشندون نے شرط قبول کرلی، اور شہر اسلامی مقبوضات مین داخل ہوگیا، اس کے بعد ایک دوسرے غیر معروف مقام بھرنیہ پہنچا، اور وہ بھی مفتوح ہوا،

پھر ۳۳۵ھ مین اس نے دوسری پیشقدمی کی، اور مختلف اطراف مین فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے روانہ کردے، جنھون نے رومی مقبوضات کو تہ و بالا کیا، اور کثیر مالِ غنیمت کے ساتھ فوج واپس آئی،

Marfat.com

پھر دوسرے سال ۲۴۱ھ میں دوبارہ اٹھا، اور کھیتوں کو پامال کیا، فوجی دستوں نے اندرون ملک میں غارت گری کی، اور خود عباس کسی دشوار گذار پہاڑی میں مقیم ہو کر روزانہ قصریانہ کے گرد آ موجود ہوتا اور آبادی کو تباہ و برباد کرتا،

علاوہ ازیں انہی دنوں صقلیہ کا اسلامی بیڑا علی بن فضل کی قیادت میں بحری جنگ میں مصروف رہا، یہ بیڑا بھی اپنے مقصد میں کامیاب رہا، اور بکثرت مال غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے[1]

والی افریقہ ابو العباس کی وفات

فوجکشیوں اور فتوحات کا یہ سلسلہ جاری تھا، کہ والی افریقہ ابو العباس محمد بن اغلب نے یوم دوشنبہ ۱۰ محرم الحرام ۲۴۲ھ کو وفات پائی۔ اس نے افریقیہ پر پندرہ سال آٹھ مہینے دس دن حکومت کی، یہ جنگی قوتوں کا دلدادہ تھا، اسی کی وجہ سے صقلیہ میں اس کے[2] عہد میں فوجی پیشقدمیاں بکثرت جاری رہیں۔

ابو العباس محمد بن اغلب کے بعد اس کا لڑکا ابو ابراہیم احمد اس کا جانشین ہوا،

ابو ابراہیم احمد بن محمد والی افریقیہ

۲۴۲ھ — ۲۴۹ھ
۸۵۶ء — ۸۶۳ء

عباس بن فضل کی عہدۂ ولایت پر برقراری

ابو ابراہیم احمد ۲۰ سال کی عمر میں تخت حکومت پر بیٹھا، اس نے صقلیہ کی ولایت پر عباس بن فضل کو بدستور برقرار رکھا، اور عباس نے اپنی پیشقدمی کا سلسلہ جاری رکھا،

فوجکشی اور قصر جدید و حصن شفلودی وغیرہ کی فتوحات

چنانچہ ۲۴۲ھ میں وہ بلرم سے ایک فوج لیکر رومی مقبوضات کی طرف روانہ ہوا اور لوٹ مار کرتا ہوا بہت سے قلعوں پر پہنچا، جن میں سے اکثر مفتوح ہو گئے، اور

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۴۰ و البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۰۔ [2] ابن اثیر ج ۷ ص ۳۰، [3] البیان المغرب ترجمہ اردو ص ۱۵۱،

بعض نے مختلف شرائط پر صلح کرلی، اس کے بعد بلرم لوٹ آیا،

پھر ۲۴۴ھ میں اسی طرح قصریانہ پہنچا، اس مرتبہ رومی گورنر خلاف معمول شہر سے باہر نکل کر صف آرا ہوا، جنگ شروع ہوئی، بہت سے رومی کام آئے، اور پسپا ہوکر شہر میں داخل ہوگئے،

عباس قصریانہ میں رومیوں کے قلعہ بند ہوجانے کے بعد حسب معمول رومی مقبوضات میں نکل گیا، اور اس سلسلہ میں سرقوسہ اور طبرمین کے نواح میں تاخت کی، فصلیں تیار تھیں جسقدر لوٹ سکا لوٹ لیا، اور جو بیست باقی رہ گئے، اون میں آگ لگادی،

اس کے بعد ایک مقام قصر حدید پہنچا، یہاں رومیوں کی بہت بڑی آبادی موجود تھی، جو عباس کے پہنچتے ہی قلعہ بند ہوگئی، عباس نے محاصرہ کرلیا، اہل قلعہ دو مہینے میں عاجز آگئے، اور ۱۵ ہزار دینار دیکر صلح کرنی چاہی، لیکن عباس نے اسکو مسترد کردیا، پھر کچھ دنوں محاصرہ کا سلسلہ جاری رہا، اہل قلعہ بھی جرأت سے محاصرہ کی سختیاں برداشت کرتے رہے، آخر تاب مقادمت باقی نہیں رہی، اور رومیوں کو اندیشہ ہوا کہ اگر قلعہ میں اسلامی لشکر اپنے زور بازو سے داخل ہوا تو ایک سپاہی بھی زندہ نہ چھوڑا جائیگا، اسلئے انھوں نے صلح کی دوبارہ درخواست پیش کی کہ محصورین میں سے دوسو آدمیوں کی جان بخشی کیجائے ان کے علاوہ پورا قلعہ اپنے تمام محافظ سپاہیوں کے ساتھ پیش ہے،

عباس نے یہ شرط منظور کرلی، اور اسلامی لشکر قلعہ میں داخل ہوگیا، اور دوسو منتخب رومیوں کو مستثنیٰ کرکے قلعہ کی محافظ فوج کے مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا، اسکے بعد عباس نے قلعہ کو مسمار کردیا، اور قیدیوں کو بلرم لے آیا، اور یہیں وہ فروخت کئے گئے[1]

اس کے بعد حصن شفلودی پہنچا، یہاں اہل قلعہ سے اس شرط پر صلح ہوئی، کہ تمام باشندے قلعہ سے نکل جائیں گے، اور وہ قلعہ منہدم کردیا جائے گا، چنانچہ عباس نے قلعہ کے خالی ہونے کے بعد

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۴۰، والبیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۱

Marfat.com

اس کو بھی مسمار کر دیا،

پھر اس کے دوسرے سال ۲۴۷ھ مین عباس نے حسب معمول نئی فوجکشی کی، اور قصریانہ اور سرقوسہ کے نواح مین غارت گری کی، اسی کے ساتھ اسکو بحر روم مین ایک رومی بیڑے کے منڈلانے کی اطلاع ملی، چنانچہ علی بن فضل امیر البحر کی سرکردگی مین ایک بحری مہم بھی انجام پائی، اسلامی بیڑے نے رومی بیڑے کا تعاقب کیا، رومیون کا یہ بیڑا چالیس جہازون پر مشتمل تھا، اور اس کا امیر البحر جزیرہ اقریطش کا کوئی رومی سردار تھا، دونون مین گھمسان کی جنگ ہوئی، اسلامی بیڑا فتحیاب ہوا، اور رومیون کے دس جہاز مع رومی سوارون کے گرفتار کر لئے گئے،[1]

فتح قصریانہ عام فوجکشی کا یہی سلسلہ جاری تھا، کہ اسی سال ۲۴۷ھ ۸۵۹ء کے موسم سرما مین ایک اسلامی دستہ قصریانہ گیا، اور ایک اتفاقی واقعہ سے قصریانہ کی ناقابل تسخیر مہم سرانجام پائی،

یہ دستہ قصریانہ کے مضافات مین لوٹ مار کر واپس آ رہا تھا کہ راستہ مین چند رومی مل گئے، اور انہین گرفتار کر لیا، اور ان کے قتل کرنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ یہ قیدی مقتل مین باری باری لائے جاتے، اور قتل کئے جاتے، ان گرفتاران بلا مین قصریانہ کا ایک معزز باشندہ بھی تھا، جب اوس کے قتل کی باری آئی، اور سر مقتل لایا گیا، تو اوس نے چلا کر کہا مجھے قتل نہ کرو، مین تم لوگون کو ایک مفید مشورہ دون گا، سپاہیون نے اس راز کو معلوم کرنا چاہا، لیکن ناکام رہے، آخر اوسکو عباس کے پاس لے آئے،

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۴۰، و نہایۃ الارب نویری در اماری ص ۴۳۱، و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۰، ابن عذاری نے بحری حملہ کو دوسرے رنگ مین لکھا ہے، اسکے بیان کے مطابق علی بن فضل جزیرۂ اقریطش پر حملہ آور ہوا، اور ناکام ہو کر ۲۰ جہاز ضائع کر دئے، ہوسکتا تھا کہ یہ کوئی جداگانہ واقعہ اسی سال پیش آیا ہو، لیکن اقریطش ۲۱۲ھ سے ۳۵۰ھ تک دولت عباسیہ کا ایک مقبوضہ جزیرہ رہا ہے، رومیون نے ۳۵۰ھ مین ۹ مہینے کے محاصرے کے بعد اسکو زیر کیا ہے (دیکھو معجم البلدان ج ۱ ص ۱۱۱، طبری ج ۱۱ ص ۹۲ و ابن اثیر ج ۷ ص ۲۸۲) اسلئے اس عہد مین وہ ایک محروسہ اسلامیہ مین داخل تھا، ... حملہ آور ... کیا ... ہو سکتی ...

Marfat.com

عباس سے اوس نے کہا کہ اگر جان ومال اور اہل وعیال کی جان بخشی ہو تو ایک مفید مشورہ پیش کرون، پوچھا گیا وہ کیا؟ کہنے لگا میں قصریانہ پر قبضہ کرادونگا، آج کل موسم سرما ہے، برف باری شدت سے ہو رہی ہے، اسوقت یہان کے لوگ اسلامی حملہ کے خطرہ سے مطمئن ہو کر بالکل غیر مسلح ہیں، اگر تھوڑی سی فوج میرے ہمراہ کردیجائے، تو اس کو شہر میں پہنچا دون۔

قصریانہ کے قدرتی جغرافی حدود اور اس کی ناقابل تسخیر فصیل سدسکندری سے کم نہ تھی، عباس نے اس معزز رومی کا بیان سنتے ہی اس کی جان بخشی کی، اور اس کو ایک محافظ دستہ کے سپرد کیا، اور خود فوجکشی کی تیاری مین مصروف ہوگیا، اور مجاہدین مین سے دو ہزار سپاہی اور ایک دوسری روایت کے رو سے ایک ہزار سات سو سپاہی منتخب کئے، جنمین ایک ہزار سوار اور سات سو پیدل تھے، اور ہر دس سپاہی پر ایک افسر مقرر کیا، اور اسی ترتیب سے اس لشکر کو اپنی سرکردگی مین لیکر روانہ ہوگیا، لیکن فوج کے کسی سپاہی کو اس کی خبر نہین کہ یہ سفر کس قصد سے ہے، اور اس کوچ کی آخری منزل کہان ہے، اور خصوصًا فوج کو زیادہ حیرت اس لئے تھی کہ اس وقت موسلا دھار پانی برس رہا تھا، اور اور نہایت شدت سے پالا بھی پڑ رہا تھا، لیکن منتخب لشکر نہایت تیزی سے کوچ کرتا رہا، آخر سفر کی ایک منزل پہنچی، عباس نے یہان پہنچکر قیام کیا، یہان رات اچھی طرح سے آچکی تھی، یہان پہنچکر اس نے ان بہادرون مین سے بھی چند نہایت کارآزمودہ شجاع منتخب کئے، اور ان کو صقلیہ کے سپہ سالار رباح بن یعقوب کے زیر علم دیا، اور رباح اسی رومی کو دلیل راہ بناکے اصل مہم پر روانہ ہوگیا،

رباح نے سب سے پہلے اس رومی کی نگرانی کا مکمل انتظام کیا، پھر اسی کی رہنمائی مین آگے بڑھا، قصریانہ جیسے جیسے قریب آتا گیا، یہ مختصر دستہ بھی آہستہ آہستہ بالکل ہلکے ہلکے قدم اوٹھاتے ہوئے قصریانہ کی پہاڑی کے دامن مین پہنچ گیا،

Marfat.com

اب رومی سردار کی رہبری کا وقت آیا، اس نے پہاڑی کے ایک حصہ کی طرف اشارہ کرکے اس پر چڑھنے کی ہدایت کی، پہاڑی کا وہ حصہ نہایت دشوار گذار تھا، چٹانین بالکل سیدھی سپاٹ اور کھڑی تھین، رباح نے سیڑھیون کا انتظام کیا اور پوری جمعیت اوپر پہنچ گئی، اوپر کچھ ناہموار چٹانین تھین وہ راستہ آسانی سے طے ہوا، اور پھر اوسی طریقہ سے سیڑھیون کے ذریعہ سے پہاڑی کے دوسری جانب اوتر پڑے، اور تقریباً صبح کاذب کے وقت داخلی شہر پناہ کے نیچے پہنچ گئے، یہ دشوار گذار راستہ اس قدر سکون سے طے ہوا، کہ شہر پناہ کی محافظ فوج کی خوشگوار نیند مین کوئی خلل نہین پڑا، اور مجاہدین ان کو اسی حال مین چھوڑکر آگے گذر گئے،

اس کے بعد داخلی شہر پناہ کے مرحلہ کو طے کرنا تھا، رومی سردار نے ایک نالہ دکھایا جس سے شہر بھر کی غلاظت بہ کر باہر نکلتی تھی، مجاہدین کے لئے یہ نہایت کٹھن منزل تھی، رباح جو انتہائی خود آگے بڑھا، اور دفعۃً پہنچتے ہی پوری اسلامی جمعیت صبح صادق کے وقت شہر کے اندر پہنچ گئی، سارا شہر غافل سو رہا تھا، مسلمانون نے پہنچتے ہی نعرہ تکبیر مارا، اور تلوارین علم کرلین، اور بڑھ کر شہر کے دروازون کے محافظ سپاہیون کو موت کے گھاٹ اوتارا، اور دروازے کھول دئے، ادھر عباس سارے لشکر کے ساتھ باہر کھڑا انتظار مین تھا، دروازہ کھلتے ہی سب اندر گھس پڑے، اور کشت وخون کا بازار گرم ہوگیا، اور اس کے ختم ہونے کے بعد قصریانہ کی کنجی عباس کے ہاتھ مین آگئی، یہ واقعہ یوم پنجشنبہ ۱۵ شوال ۲۴۴ھ مین پیش آیا، جس وقت لڑائی ختم ہوئی، صبح کی نماز دوگانہ کا وقت باقی تھا، جوش وخروش سے اذان پکاری گئی، اور مجاہدین عجز ونیاز سے بارگاہ ایزدی مین حاضر ہوکر اسی نماز دوگانہ کو ادا کیا، یہ پہلا سجدۂ شکر بجا لائے جو سرزمین قصریانہ پر خدائے واحد کا سب سے پہلا سجدہ تھا،

مقتولین اور اسیران جنگ قصریانہ حکومت بیزنطی کا پایۂ تخت تھا، اور اسی پایۂ تخت مین صقلیہ کے چیدہ معززین بطارقہ، امراء رؤساء اور بیزنطی شہزادے موجود تھے، جو قصریانہ کی اس آخری معرکہ آرائی

Marfat.com

مین سرفروشانہ میدان مین آئے اور مسلمانون کے آب شمشیر سے سیراب ہوئے،

ان مقتولین کے علاوہ بہت سے معززین روم گرفتار کیے گئے جنمین ایسے نوعمر شہزادے و شاہزادیان بھی تھین جنھین سلطنت روما کے شاہی خاندان سے نسلی تعلق تھا، اور جنھون نے روما کی بہترین گہوارۂ تہذیب مین ناز و نعم سے پرورش پائی تھی، جس وقت وہ اسلامی لشکر مین گرفتار ہو کر آئی ہین، نہایت پر تکلف لباس اور قیمتی زیورون سے آراستہ تھین،

مال غنیمت | اسی کے ساتھ پورے جزیرۂ صقلیہ مین قصریانہ ایک ناقابل تسخیر شہر شمار کیا جاتا تھا، اسلئے یہ رومیون کا ایک محفوظ خزانہ بھی تھا، تمام رومی و بیزنطی عمائدین، بطارقہ، رؤسا، اور امرا اسی محفوظ قلعہ مین اپنے تمام زر و جواہر کے انبار کے ساتھ قلعہ بند تھے، اور چونکہ مسلمانون کی آمد بالکل ناگہانی تھی، اس لئے یہ لوگ اپنی دولت و ثروت کہین منتقل نہ کر سکے تھے، اور یہ تمام انبار مسلمانون کے ہاتھ آیا جس کے متعلق عرب مورخین کا یہ آخری فقرہ ہے کہ "اسکی فراوانی کی کوئی حد و نہایت ہی نہین تھی" اور اسی پر مسٹر اسکاٹ باد یدہ پرنم لکھتے ہین :-

"شہر کی فصیل کو محفوظ دیکھ کر تمام مسیحی عمائد و رؤسا جزیرۂ صقلیہ کی باقی دولت لے کر جمع ہو گئے تھے، اور یہ وہ کا وہ بیع حتیجا، جو صدیون سے اونھون نے اپنے معتقدون کو ڈرا دھمکا کر وصول کیا تھا، یا خود معتقدین سے نذرین لیکر جوڑا تھا، اس شہر کو محفوظ سمجھکر یہان لا کر رکھا تھا، تمام و کمال فاتحین کے ہاتھ آگیا، مال غنیمت کی قیمت کا کوئی اندازہ نہین لگ سکتا، صقلیہ بھر مین کوئی نجیب و شریف خاندان ایسا باقی نہ تھا جو اپنے کسی عزیز دوست کی گرفتاری یا موت سے سوگوار نہ ہوا ہو، ان امراء کے بچے جن کا سلسلۂ نسب ارکین سلطنت روم تک پہنچتا تھا، نہایت بیرحمی سے یا تو قید خانون مین پہنچا دئے گئے تھے، یا کسی مسلمان فوجی افسر کے حرم سرا مین بطور غلام کے داخل کر لیے گئے، قصریانہ کا، تو ٹے نکل جانا وہ مصیبت تھی کہ جب سے شرقیین (مسلمانون) نے جزیرۂ صقلیہ مین قدم

رکھی تھا، اتنی بڑی مصیبت کبھی نہین پڑی تھی

اس وافر مال غنیمت اور ان بیشمار اسیران جنگ مین سے حسب اصول پانچوان حصہ حکومت اغلبیہ افریقیہ کو بھیجا گیا، اور باقی تمام مال غنیمت اور اسیران جنگ حکومت صقلیہ کے قبضہ مین آئے، حکومت صقلیہ نے اوس کو کچھ مجاہدین مین تقسیم کیا، اور کچھ حصہ صقلیہ کے خزانۂ عامرہ مین داخل ہوا، اور کچھ تحائف بطور نذر عقیدت خلیفہ عباسی المتوکل باللہ کے پاس دار الخلافت بغداد بھیجے گئے، جن مین ایسی نوجوان شاہزادیان بھی تھین، جن کے شاہانہ اعزاز واکرام عزت وتمکنت اور نسلی وخاندانی امتیازات اسی کے شایان شان تھے کہ وہ بارگاہ خلافت مین شرفیاب کیجائین[1]،

تعمیر جامع مسجد فتح قصریانہ کے بعد عباس نے یہان ایک جامع مسجد کی بنیاد ڈالی، کہا جاتا ہے، کہ مسلمانون نے قصریانہ کے گرجے کو مسجد بنالیا، لیکن ہمارے عرب مورخین اس معاملے مین خاموش ہین، یون اگر کوئی گرجا مسجد بنایا جاتا، تو سب سے پہلے وہان کے سب سے بڑے گرجے کو جامع مسجد مین منتقل کیا جاتا، لیکن عباس نے تیمنا وتبرکا جامع مسجد کی بنیاد اس میدان مین ڈالی جہان یوم

[1] اگرچہ صقلیہ کی ان فتوحات کو خلافت عباسیہ سے براہ راست کوئی خاص تعلق نہین لیکن حکومت اغلبیہ افریقیہ خلفائے عباسیہ کی باجگذار تھی، اور صقلیہ کے یہ فتوحات اسی کی سرکردگی مین انجام پاتے تھے، علاوہ ازین خلفائے عباسیہ کو تمام عالم اسلامی مین مذہبی تفوق حاصل تھا، اس لئے ان مناسبتون سے صقلیہ کو بھی خلافت عباسی سے ایک گونہ تعلق تھا، ... حکومت صقلیہ نے یہان کے دو اہم موقعون پر جو فتح صقلیہ کے یادگار مواقع ہین، فتوحات کے ہدیے دار الخلافت بغداد بھی بھیجے، جن مین پہلا ہدیہ مامون کی خدمت مین اس وقت پیش ہوا، جب اسد بن فرات نے یہان پہلی کامیابی حاصل کی اور یہ دوسرا ہدیہ اس وقت بھیجا جارہا ہے جب حکومت بیزنطی صقلیہ کا پایہ تخت مفتوح ہوا ہے، ورنہ صقلیہ کی ان مہمون مین عملاً خلفائے عباسیہ کو کوئی دخل نہیں تھا، صرف حکومت اغلبیہ افریقیہ خود مختارانہ طریقہ سے یہان کی سیاسیات کی نگران تھی، اور وہی یہان کے منافع حکومت اور مال خمس کی بھی حقدار تھی، خلفائے عباسیہ اپنے خراج کی رقم براہ راست حکومت اغلبیہ سے وصول کرتے تھے،

Marfat.com

فتح میں صبح کی نماز ادا کی گئی تھی، مسلمان وہاں پنجشنبہ کو پہنچے تھے، اس کے دوسرے ہی دن ۱۸ شوال یوم جمعہ تھا، چنانچہ اسی میدان میں مصلائے امام کے نزدیک منبر بنا کر خطیب نے خطبہ دیا اور پھر اسی مصلے پر کھڑے ہوکر نماز جمعہ ادا کی گئی، اور اسی مقام پر اس وقت تک جامع مسجد قائم رہی جبتک کہ قصریانہ پر اسلامی پرچم لہراتا رہا۔[۱]

حکومت بیزنطی کا انتقامی حملہ اور ناکامی

حکومت بیزنطی قسطنطنیہ اگرچہ ابتک صقلیہ میں اسلام کی روزافزوں طاقت کا اپنی بساط کے مطابق مقابلہ کررہی تھی، اور صقلیہ کے رومیوں کو بوقت ضرورت قسطنطنیہ سے برابر کمک آتی رہی، لیکن قصریانہ کے نکل جانے سے قسطنطنیہ میں عام تہلکہ مچگیا اور اس کا انتقام لینے کیلئے تین سو ۳۰۰ جہازوں کا ایک عظیم الشان بیڑا ساحل باسفورس سے صقلیہ روانہ ہوا اور سرقوسہ کے ساحل پر آکر لنگر انداز ہوا، جو قصریانہ کے مفتوح ہونیکے بعد پھر صقلیہ کی حکومت بیزنطی کا دارالحکومت قرار پایا تھا،

ادھر عباس جو قصریانہ کے ابتدائی انتظامات میں مصروف تھا، خبر لگتے ہی روانہ ہوا، بیزنطی لشکر ساحل پر ابھی اترا ہی تھا، کہ عباس نے وہیں سرقوسہ کے میدان میں اس کا راستہ روک لیا اور لڑائی شروع ہوگئی، جنگ کا خاتمہ رومیوں کی ہزیمت پر ہوا، بہت سے رومی قتل ہوئے، جو بچ رہے بدحواس ہوکر فرار ہوئے، عباس نے تعاقب کیا، اور فوج کا کثیر حصہ کاٹ کے میدان میں ڈال دیا، رومی جان بچا کر جہاز پر سوار ہوئے، عباس نے جہازوں کا تعاقب کیا اور سو جہاز گرفتار کرلئے، اس طرح رومیوں کا یہ پورا بیڑا تہ وبالا ہوگیا، مجاہدین میں سے تو صرف تین آدمی بیزنطی تیراندازوں کا نشانہ بنے، لیکن رومی فوج کے دستے کے دستے تباہ ہوگئے، اور جو باقی بچے بے نیل مرام قسطنطنیہ لوٹ گئے،

[۱] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۴، ۲۰، ۴، اعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲ ص ۲۷۴، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۲، نہایۃ الارب نویری درامار ی حوادث ۲۴۸ھ ص ۴۳۴، کتاب المونس ص ۴۹، اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۹،

حکومت اسلامی کی مدافعانہ تیاریاں

جب عباس نے حکومت بزنطی قسطنطنیہ کا یہ جذبۂ انتقام دیکھا تو مدافعانہ تیاریاں بھی شروع کردیں، سب سے پہلے قصریانہ کی جو نو مفتوح شہر تھا فوجی طاقت مستحکم کی اور شہر پناہ کے نیچے جابجا مضبوط محافظ دستے متعین کردیئے کہ ہمہ وقت تیار رہیں،

فوج کشی

شہر کی حفاظت کے بعد پھر بقیہ رومی مقبوضات کی طرف از سر نو توجہ کی اور عام پیشقدمی کا سلسلہ جاری کرنا چاہا، چنانچہ ۲۴۶ھ سے پھر یہ سلسلہ شروع ہوا، اور اسی سال چند قلعے شطر، ابلا، ابلاطنو، بلوط اور قلعہ عبدالمومن وغیرہ قبضہ میں آئے۔

اگرچہ ان میں سے بعض قلعے اسلامی اقتدار میں پہلے داخل ہو چکے تھے لیکن موقع پاکر سرکشی اختیار کرلی تھی، چنانچہ عباس ان میں سے جہاں پہنچا رومیوں نے مقابلہ کیا اور سب بزور شمشیر مفتوح ہوئے۔

ایک اور بزنطی بیڑا

فوجکشی کا یہ سلسلہ جاری تھا اور اسلامی لشکر قلعہ عبدالمومن میں مصروف کار تھا کہ عباس کو ایک دوسرے بزنطی لشکر کی آمد کی اطلاع ملی، یہ بزنطی لشکر بھی قسطنطنیہ سے آیا تھا اور اپنی پہلی ہزیمت کا انتقام لینا چاہتا تھا اور اسی لیے یہ لشکر بھی قسطنطنیہ سے بڑے سازوسامان سے روانہ ہوا اور عام معززین روم نے اپنے باہمی اندرونی اختلافات کو مٹاکر مجموعی حیثیت سے اس میں شرکت کی تھی، عباس نے بھی بڑھ کر راستہ روکا اور مقام جفلودی پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، یہ جنگ پہلے سے زیادہ سخت تھی، اس مرتبہ رومیوں نے بڑی شجاعت دی اور بڑی پامردی سے لڑے لیکن نوجوانان عرب کے بڑھتے ہوئے حوصلوں کا مقابلہ نہ کرسکے اور اگرچہ دونوں میں اس قدر کشت وخون ہوا کہ ساری زمین جفلودی لالہ زار بن گئی لیکن بالآخر اس جنگ کا خاتمہ بھی رومیوں کی ہزیمت پر ہوا اور یہ بیڑا ہو کر دارالحکومت سرقوسہ

پناہ گزیں ہوگئے اور ادھر عباس اپنی فوج لے کر قصریانہ لوٹ آیا۔

قصریانہ کا دوبارہ استحکام اگرچہ تازہ دم بیزنطی لشکر کو نہایت ذلت آمیز شکست ہوئی تھی لیکن اس کا بقدر حصہ بچ رہا تھا اور رومیوں کی جس قدر فوج صقلیہ میں موجود تھی عباس کو ان سے قصریانہ کے حملہ کا اندیشہ پیدا ہوا، اس لیے یہاں پہنچتے ہی نئے سرے سے فوجی استحکامات کی دیکھ بھال کی، اور جو جو غیر محفوظ مقام سمجھے جا سکتے تھے نہایت عجلت سے ان کی از سر نو تعمیر کی، اس کے علاوہ اور خاص خاص مقامات کی قلعہ بندی کی اور جابجا فوج متعین کی، جو پورے شہر کی حفاظت کے لیے کافی ہو سکتی تھی۔

عباس کا آخری سفر اس کے بعد ۲۴۷ھ میں عباس بیزنطی لشکر سے نبرد آزمائی کے لیے سرقوسہ روانہ ہوا، نواحِ سرقوسہ میں کچھ مال غنیمت حاصل کیا، پھر خیران قرقنہ کو تاخت و تاراج کرنے چلا لیکن اثنائے راہ ہی میں سفرِ آخرت پیش آگیا اور صرف تین دن کی علالت میں ۳ جمادی الاخری ۲۴۷ھ (۸۶۱ء) یوم جمعہ کو اس اولی العزم والی نے آنکھیں بند کرلیں، مسلمانوں نے نماز جنازہ پڑھ کر وہیں سپرد خاک کر دیا، اور پھر اسلامی لشکر وہاں سے بلرم واپس چلا آیا۔

عباس کا دورِ حکومت عباس نے گیارہ سال فرماں روائی کی، وہ خود ایک فوجی جنرل تھا، اس لیے اس کے عہد حکومت کی نمایاں خصوصیت بھی فوجی پیش قدمیاں رہیں، اس کا دستور تھا کہ تقریباً ہر سال گرمی اور سردی کے دونوں موسموں میں دو مرتبہ پیش قدمیاں کرتا، صقلیہ ایک زرعی ملک تھا اس لیے یہ دونوں موقعے ایسے ہوتے تھے کہ سال کی دو فصلیں کھیتوں میں تیار رہتیں، اور یہ اپنی فوج کشی سے رومی علاقہ کی تمام زراعت حاصل کر لیتا اور جو غلے کھیتوں میں باقی رہ جاتے انہیں برباد کر دیتا اور اسی حکمت عملی کے باعث صقلیہ کے رومی مقبوضات کے باشندے اس سے تھرا اٹھے تھے، اور اسی لیے ہر موقع پر اس کو نمایاں کامیابیاں بھی حاصل ہوتی گئیں، اگرچہ یہ افسوسناک امر ہے کہ اس کی سخت گیر حکمت عملی میں غارت گری، آتش زدگی، اور قتلِ اسارٰی سب داخل تھے،

عباس کی لاش سے رومیوں کا بزدلانہ انتقام

اور اس کی اسی سخت گیری کا نتیجہ تھا کہ صقلیہ کے رومیوں کو اس سے شدید بغض وعناد پیدا ہو گیا تھا، اور جب وہ اس کی زندگی میں اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے تو اس کی موت کے بعد اس کے جسدِ بے روح سے انتقام لینا چاہا اور ایسی بزدلانہ حرکت کا ثبوت پیش کیا کہ یورپ کے اہلِ قلم بھی رومی تہذیب کے اس مظہر پر سرنگوں ہیں۔

چنانچہ عباس کے مدفن سے اسلامی لشکر کی مراجعت کے بعد ان مہذب رومیوں کی ایک جماعت پہنچی، اور قبر سے اس کی لاش نکالی، اور آگ میں جلا کر خاکستر کر دیا[1]

جانشین

مسلمانانِ صقلیہ نے عباس کی وفات کے بعد اس کے چچا احمد بن یعقوب کو عارضی طور پر اپنا امیر منتخب کر لیا، اور اس کی اطلاع دربارِ افریقہ کو دیدی،

احمد بن یعقوب والی صقلیہ (۴)

۲۴۷ھ
۸۶۱ء

ابو ابراہیم احمد بن محمد بن اغلب فرمانروائے افریقہ نے مسلمانانِ صقلیہ کی خواہش کے مطابق احمد بن یعقوب کو عہدۂ ولایت پر نامزد کر دیا اور فرمانِ ولایت لکھ کر بھیج دیا، احمد بن یعقوب اگرچہ باشندگانِ صقلیہ کے انتخاب اور دربارِ قیروان کے فرمانِ تقرر سے عہدۂ ولایت پر سرفراز ہوا تھا لیکن

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۲۴، ۳۴، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۲، نہایۃ الارب حوادث ۲۴۷ھ درامادی ص ۴۳۳ و اخبار الاندلس وکتاب المونس وغیرہ، عباس کی تاریخ وفات میں ان مورخین کا متفقہ بیان ہے لیکن بعض مورخین کے بیانات ان سے مختلف ہیں جنھیں ہم نے نظر انداز کر دیا کیونکہ ان میں جزوی اختلافات ہیں، مثلاً ابن عذاری نے ماہ جمادی الاولیٰ لکھا ہے اسی طرح حسین بن محمد بن داود کی تاریخ تونس میں سنہ وفات سنہ اربعین ومائتین (۲۴۰ھ) ہے مگر یہ غالباً کتابت کی غلطی ہے اور لفظ "سبع" چھوٹ گیا ہے کیونکہ اس نے اپنی کتاب میں یہ واقعات حوادث ۲۴۲ھ میں درج کیے ہیں جن میں ۲۴۲ھ سے ۲۴۵ھ تک کے واقعات ہیں [2] البیان المغرب (ترجمۂ اردو) ص ۱۵۲ و نہایۃ الارب حوادث ۲۴۷ھ درامادی ص ۴۳۳

اس کی اور مرحوم والی عباس کے لڑکے عبداللہ کی باہمی چشمک سے اس کو اس خدمت سے مجبوراً عبداللہ ابن عباس کے حق میں بہت جلد سبکدوش ہوجانا پڑا، چنانچہ اوس کو عنانِ امارت سپرد کرکے واقعہ کی اطلاع افریقہ بھیج دی،

عبداللہ بن عباس قائم مقام والی

عبداللہ بن عباس نے اپنی اس قائم مقامی کے زمانہ میں فوجی پیش قدمیوں کا سلسلہ شروع کرنا چاہا، اور امارتِ لشکر پر رباح کو بدستور باقی رکھا،

فوج کشی اور فتوحات

چنانچہ اسی کی سرکردگی میں فوجیں روانہ ہوئیں، اور اکثر مقامات پر کامیاب ہوئیں، اور ان مہموں میں کثیر تعداد میں مالِ غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے لیکن اسی سلسلہ میں کسی مقام پر یہ واقعہ پیش آیا کہ رباح اپنی فوج کے ساتھ رومیوں سے برسرپیکار تھا کہ اسلامی لشکر کے قدم اکھڑ گئے، اور اس کا ایک دستہ رومیوں کے ہاتھ گرفتار ہوگیا اور پھر رومیوں نے ایسی یورش کی کہ رباح کا علم اور فوجی طبل چھن گئے اور خود پسپا ہونے پر مجبور ہوا،

اس کے بعد ایک شہر جبل ابی مالک پر حملہ آور ہوا اور یہ حملہ کامیاب ہوا اور شہر اسلامی قبضہ میں آگیا، ابھی اس کو اپنی پچھلی شکست بھولی نہ تھی، جوشِ انتقام میں شہر کے تمام باشندوں کو گرفتار کرلیا، اور پورا شہر جلاکر خاکستر کردیا،

اس کے بعد مختلف اطراف میں فوجیں روانہ ہوئیں، اور بعض مقامات قبضہ میں آئے جن میں سے قلعہ ارسنین اور قلعہ مثارعہ کے نام تاریخوں میں ملتے ہیں،

عبداللہ بن عباس کی قائم مقامی کا خاتمہ اور اس کے اسباب

عبداللہ بن عباس کو عنانِ حکومت ہاتھ میں لیے ہوئے پانچ مہینے گذرے تھے کہ اس کی قائم مقامی کا زمانہ ختم ہوگیا، اس نے اپنے مختصر دورِ حکومت میں صقلیہ میں جو خدمات انجام دی تھیں اس کے لحاظ سے یہ ممکن تھا کہ فرمانروائے افریقہ مسلمانانِ صقلیہ کی خواہش کا لحاظ کرکے عبداللہ بن عباس کو مستقل والی بنا دیتا لیکن احمد بن یعقوب دربارِ قیروان

Marfat.com

کا نامزد والی تھا عبداللہ بن عباس نے اوس کو عملاً معزول کر کے عنانِ حکومت ہاتھ میں لی تھی اس لئے والی افریقیہ نے عبداللہ کے مستقل تقرر کو منظور نہیں کیا اور شاہی خاندان اغلبیہ کے ایک دوسرے آزمودہ کار ممتاز رکن خفاجہ بن سفیان کو صقلیہ کی ولایت پر روانہ کیا[1]

خفاجہ بن سفیان والیٔ صقلیہ (۵)

۲۴۸ھ ۔ ۲۵۵ھ
۸۶۲ء ۔ ۸۶۸ء

خفاجہ شاہی خاندان اغلبیہ کا ممتاز رکن تھا اس کا سلسلۂ نسب یوں ہے ابن سفیان ابن سوادہ بن سفیان یہ سفیان اغلب کا بھائی تھا چنانچہ خفاجہ کا سلسلۂ نسب سفیان سے پھر یوں چلتا ہے

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۶۸ و البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۳ و نہایۃ الارب فی فنون الادب حوادث ۲۴۸ھ در اماکن ص ۳۳۴، احمد بن یعقوب اور عبداللہ بن عباس کے متعلق مورخین کے بیان میں اضطراب ہے، ابن اثیر ابن خلدون، ابوالفدا محمد بن حسین، اور ابن ابی دینار کا متفقہ بیان ہے کہ عباس کی وفات کے بعد اس کے لڑکے عبداللہ کو جانشین منتخب کیا گیا، اور ابن عذاری کا بیان ہے کہ احمد بن یعقوب جانشین ہوا، اور دربار قیروان سے اس کی منظوری ہوئی پھر نویری کا بیان ہے کہ وہ ان دونوں واقعوں کو جمع کر دیتا ہے، اور ہم نے اسی بیان کو ابن عذاری کی تائید کے ساتھ اخذ کیا ہے کیونکہ گو اس طرف بکثرت مورخین کے بیانات ہیں لیکن اس کے ساتھ سب کے سب یہ بھی لکھتے ہیں کہ عبداللہ نے صرف پانچ مہینے قائم مقامی کی، اور پھر جمادی الاخری ۲۴۸ھ میں نئے والی خفاجہ نے آکر عبداللہ سے عنانِ حکومت لے لی اس لیے اگر ان بیانات کو صحیح باور کیا جائے تو بھی اس مدت حکومت سے اون کے بیان کی تغلیط ہوتی ہے، اور دوسری طرف اگرچہ ابن عذاری نے عبداللہ کی قائم مقامی کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن نویری کی تصریح سے یہ خود بخود حل ہو جاتا ہے، اور اسی بیان سے ان سب مورخین کی بتائی ہوئی مدت ولایت کی بھی تصدیق ہوتی ہے کیونکہ عباس کی وفات کے بعد سے خفاجہ کی آمد تک کامل ایک سال کا زمانہ ہوتا ہے اس میں پانچ مہینے عبداللہ نے فرمانروائی کی اور بقیہ شروع کے مہینوں میں احمد کی فرمانروائی رہی احمد کو ہم نے مستقل والی اس لیے تسلیم کیا ہے کہ دربار قیروان سے اس کے تقرر کا فرمان صادر ہو چکا تھا، اور عبداللہ نے اسی کی قائم مقامی کی ہوگی اس کے بعد نئے والی خفاجہ کا عہد حکومت شروع

ابن سالم بن عقال ابن خفاجہ بن عبداللہ بن عبّاد بن محرب بن سعید بن عقال۔

یعنی خفاجہ اغالبہ کے بنواُخ کے خاندان سے تھا، یہ بنواُخ بھی حکومت اغلبیہ کے جاں نثاروں میں تھے امیر زیادۃ اللہ کے عہد میں خفاجہ کے باپ سفیان بن سوادہ نے خانہ جنگیوں کا خاتمہ کرکے امیر زیادۃ اللہ کی حکومت قائم کی، چنانچہ ابن الآبار نے اس کی حکومت کے قیام کا سبب اسی کو قرار دیا ہے، اور خفاجہ بھی ولایت صقلیہ کے تقرر سے پیشتر حکومت کی نمایاں خدمات انجام دے چکا تھا، چنانچہ ابوالعباس محمد بن اغلب والی افریقہ اور اس کے بھائی کے درمیان جو خونریز جنگ برپا ہوئی تھی اوس میں اس نے بھی اپنے بھائی احمد بن سفیان اور اپنے ابن عم یعقوب بن مضاء کی معاونت کے ساتھ ابوالعباس کا ساتھ دیا تھا، اور انہی کوششوں سے ابوالعباس کی حکومت قائم ہوئی تھی۔[1]

خفاجہ جمادی الاولی ۲۵۲ھ ۸۶۶ء میں صقلیہ پہنچا، اور عنان حکومت سنبھال لی اور سپہ سالاری کے عہدے پر اپنے لڑکے محمود کو مقرر کیا اور فوجی پیش قدمی کا سلسلہ شروع کر دیا، خفاجہ کے عہد میں سب سے پہلا لشکر سرقوسہ روانہ ہوا، لشکر کی کمان محمود بن خفاجہ کے ہاتھ میں تھی، یہ لشکر سرقوسہ کے نواح میں پہنچکر حملہ آور ہوا، رومیوں نے شہر سے نکل کر مقابلہ کیا، لیکن ہزیمت اٹھائی، اور محمود مال غنیمت لے کر بلرم واپس آگیا۔[2]

والی افریقہ کی وفات خفاجہ کو آئے ہوئے ابھی ایک ہی سال کا زمانہ گذرا تھا کہ والی افریقہ ابوابراہیم احمد بن محمد بن اغلب نے اٹھائیس سال کی عمر میں بماہ ذیقعدہ ۲۴۹ھ ۸۶۳ء میں وفات پائی، اس کی ولایت کا زمانہ ۷ سال ۱۰ مہینے اور چند دن رہا، اس کے عہد حکومت میں صقلیہ کا سب سے اہم واقعہ قصریانہ کی فتح ہے، اس کے بعد صقلیہ کی قسمت اس کے بھائی ابومحمد زیادۃ اللہ بن محمد بن اغلب کے ہاتھوں میں چلی گئی۔[3]

---

[1] الحلۃ السیرا ابن آبار، دراماری ص ۲۲۰ [2] ابن اثیر ج ۷ ص ۸۰ [3] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۰۳۔

Marfat.com

ابو محمد زیادۃ اللہ ثانی بن محمد بن اغلب والی افریقیہ (۶)

۲۴۹ھ - ۲۵۰ھ / ۸۶۳ء - ۸۶۴ء

ولایت صقلیہ پر خفاجہ کی برقراری کا فرمان اور خلعت

ابو محمد زیادۃ اللہ ثانی نے سریر آرائے حکومت ہوتے ہی بقول ابن عذاری سب سے پہلا کام جو کیا، وہ والی افریقیہ خفاجہ کی ولایت صقلیہ پر برقراری تھی، چنانچہ اوس نے خفاجہ کو اس کی ولایت کا فرمان لکھ کر بھیجا، نیز اوس کے ساتھ زیادہ لطف و کرم کے اظہار کے لیے اوس کو خلعت فاخرہ سے بھی سرفراز کیا۔[1]

رومی مقبوضات صقلیہ کی عام حالت اور اسلامی حکومت کی طرف میلان

اسی زمانہ میں صقلیہ کے رومی و اسلامی سیاسیات میں ایک نئی فضا پیدا ہوگئی، جس سے صقلیہ کے سیاسی حالات نے ایک نیا رخ اختیار کیا، اس وقت صقلیہ میں اگرچہ رومیوں کا اصل مرکز سرقوسہ تھا اور اسی کے قرب جوار کے چند شہروں میں بیزنطی سکہ رواں تھا، لیکن صقلیہ کے اس بیزنطی علاقہ کے رومی باشندے حکومت بیزنطی سے بددل نظر آنے لگے، کیونکہ اولاً اسلامی لشکر کی پے در پے یورش سے وہ روز بروز برباد ہوتے جاتے تھے، علاوہ ازیں حکومت بیزنطی کے عمال اپنی چیرہ دستیوں سے ان کو جداگانہ پریشان کر رہے تھے، پھر اس بیزنطی علاقہ کے یہ محکوم عیسائی اپنے پہلو میں اسلامی حکومت کے عیسائیوں کی مرفہ الحالی کو دیکھتے تھے جو ان سے زیادہ بہتر حالت میں زندگی گذار رہے تھے، کیونکہ اولاً وہ اسلامی یورش سے محفوظ تھے، اس کے علاوہ اسلامی و بیزنطی حکومت کے قوانین اور طریق حکومت میں جو نمایاں فرق تھا وہ انہیں حکومت بیزنطی سے اور زیادہ بددل کر رہا تھا، کیونکہ اسلامی حکومت ایک مقرر اصول کے ماتحت عیسائیوں سے خراج و جزیہ کی رقم سالانہ وصول کر لیتی، اس کے معاوضے میں باشندوں کو زرعی، صنعتی، اور تجارتی آسانیاں بہم

[1] البیان المغرب بترجمہ اردو ص ۵۴، ابن اثیر ج ۷، ص ۸۲۔

پہنچائی، دوسری طرف بیزنطی حکومت کے عمال تھے جو خراج سے دو چند رقمیں وصول کرتے اور ان میں سے کچھ اپنی جیب بھرتے اور کچھ حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کو روانہ کرتے، یہی اسباب تھے جن کی بنا پر صقلیہ کے بیزنطی علاقہ کے عام باشندوں میں حکومت بیزنطی سے بددلی پیدا ہوئی اور پھر قدرتاً اسلامی حکومت کی طرف میلان پیدا ہوگیا اور مسلمانوں کی فوجی پیشقدمیوں میں اس کے اثرات ظاہر ہونے لگے[1]

فوج کشی اور فتوحات | چنانچہ جب ماہ محرم ۲۵۰ھ/۸۶۴ء میں اسلامی لشکر ایک اہم تاریخی شہر نوطس (نوٹو) پہنچا، جو سرقوسہ سے ایک مرحلہ پر واقع تھا، اور اس کے شہر پناہ کے نیچے خیمہ زن ہوا تو شہر کے چند رومی پوشیدہ طریقہ سے از خود اسلامی سپہ سالار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شہر میں داخلہ کا ایک مخفی راستہ بتا گئے، اور اسلامی لشکر اوسی راستہ سے شہر میں داخل ہوگیا اور خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر شہر پر اسلامی پرچم لہرانے لگا اور اس کے ساتھ کافی مال غنیمت ہاتھ آیا[2]

نوطس پر قبضہ کی تکمیل کے بعد اسلامی لشکر نے شکلہ کی طرف پیش قدمی کی اور اسی سال ۲۵۰ھ/۸۶۴ء میں یہاں پہنچا اور محاصرہ کے بعد اس پر قابض ہوگیا[3]

والی افریقیہ کی وفات اور اس کا جانشین | صقلیہ کی فوجی کارروائی یہیں تک پہنچنے پائی تھی کہ ابو محمد زیادۃ اللہ ثانی والی افریقیہ نے صرف ایک برس ۶ دن حکومت کرکے یوم شنبہ ۱۹ ذی قعدہ ۲۵۰ھ/۸۶۴ء کو وفات پائی، اس کے بعد ابو عبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن اغلب تخت حکومت پر آیا[4]

ابو عبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن اغلب والی افریقیہ (۷)

۲۵۰ھ/۸۶۴ء — ۲۶۱ھ/۸۷۴ء

ابو عبداللہ محمد بن احمد نے سربرآرائے حکومت ہونے کے بعد صقلیہ کے نظام میں کسی قسم کا کوئی

---

[1] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۴۰ [2] ابن اثیر ج ۷ ص ۹۶ [3] ابن اثیر ج ۷ ص ۹۶، و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۲ [4] ابن اثیر ج ۷ ص ۹۶ بعض مورخین نے اس کی کنیت ابو عبداللہ کے بجائے ابو الغرانیق لکھی ہے،

تغیر و تبدل نہین کیا، خفاجہ بن سفیان بدستور اپنے عہدۂ ولایت پر فائز رہا، اور اسی طرح ادسکی جنگی کارروائیان جاری رہین،

سر الف فارس چنانچہ ۲۵۱ھ ۸۶۵ء مین خفاجہ قصریانہ ہوتا ہوا سرقوسہ پہنچا، رومی مقابلہ کیلئے نکلے، اور ایک معمولی آویزش کے بعد خفاجہ نے وہان سے کوچ کردیا، اور ایک کمین گاہ مین اپنے لڑکے محمود کی سرکردگی مین تھوڑی سی فوج چھوڑدی، محمود نے موقع پاکر رومیون پر حملہ کیا، اور دم بھر مین ان کے ایک ہزار سپاہیون کو تہ تیغ کرڈالا اسلئے یہ جنگ "سر الف فارس" سے موسوم ہے،

فتح طبرمین سر الف فارس کے دوسرے سال ۲۵۲ھ ۸۶۶ء مین فوجکشی ہوئی، پہلے لشکر سرقوسہ آیا، یہان کوئی خاص مہم پیش نہین آئی، اسلئے یہان سے طبرمین کی طرف رخ کیا، جب باشندگان طبرمین کو مسلمانون کی اس فوجی نقل و حرکت کی اطلاع ملی، تو چند معززین شہر خفاجہ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اپنے شہر کی وفاداری کا یقین دلایا، اور شہر کو بغیر کسی خونریزی کے اسلامی مقبوضات مین داخل کرلینے کی استدعا پیش کرکے طالب امان ہوئے،

خفاجہ اس زمانہ مین رومیون کی جو عام ذہنیت تھی، اوس سے آگاہ تھا، اور اس کو ابھی طبرمین مین اس کا عملی ثبوت ملچکا تھا، اس لئے اوس نے ان نمایندگان شہر پر اعتماد کیا، اور شہر کو اسلامی مقبوضات مین شمار کرکے اس کے نظم و نسق کے احکام صادر کردئے، کچھ مسلمان انھی نمایندگان شہر کے ساتھ شہر مین چلے گئے، انھی مین خفاجہ کے لڑکے وغیرہ بھی تھے، اور وہ خود کسی دوسری طرف فوج لیکر روانہ ہوگیا،[۲]

---

[۱] البیان المغرب مین ہے اور قصریانہ کی فوجکشی اور زراعت کی پامالی کا ذکر ہے لیکن یہ قطعاً بعید از قیاس ہے، قصریانہ اس وقت اسلامی مقبوضات مین تھا، ابن عذاری نے فتح قصریانہ کا کوئی تذکرہ نہین کیا ہے اس لئے غالباً خفاجہ قصریانہ گیا ہو اور یہان سامان رسد فراہم کیا ہو، اس کو اس نے اس رنگ مین پیش کردیا ہے، ۲۵۱ھ کی اس مہم کا تذکرہ ابن عذاری کے علاوہ کسی دوسرے مورخ نے نہین کیا ہے، [۲] ابن اثیر ج ۷ ص ۳۳،

باسل مقدونی کی سیاسیات صقلیہ سے دلچسپی

اس طرف رومی مقبوضات میں حکومت اسلامی کے موافق جو فضا پیدا ہوگئی تھی اس سے وہ زمانہ روز بروز قریب آتا جاتا تھا جس میں حکومت بیزنطی صقلیہ کا چراغ ہمیشہ کیلئے گل ہوجانے والا تھا، لیکن اسی موقع پر قسطنطنیہ کی سیاسیات میں ایک اہم تغیر پیش آجانے سے ٹمٹماتا ہوا چراغ ایک مرتبہ پھر روشن ہوگیا، اور جدید قیصر روم باسل مقدونی (۸۶۷ء تا ۸۸۶ء) نے صقلیہ کی سیاسیات میں بیزنطی سلطنت کے آخر طور پر ایک نہایت اہم موقع پر مداخلت کی۔

باسل مقدونی اور اس کی طرز حکومت

باسل مقدونی کی تمام زندگی اگرچہ نہایت تاریک گزری تھی لیکن خود اپنی قوت بازو سے تخت حکومت پر بیٹھا، اور نہایت مدبر فرمانروا ثابت ہوا لیکن اس کے ساتھ ... رکھتا تھا، اور مزید برآن مورتی پوجا کا قائل تھا، اسنے تمام گرجون میں حضرت مسیح اور حضرت مریم کی مورتیان رکھوائیں جس سے ممالک محروسہ بیزنطی میں عام طور پر مذہبی خلفشار اور مذہب کے نام پر مظالم کا دور شروع ہوگیا، اور لوگ اس نئی افتاد سے گھبرا کر ممالک محروسہ بیزنطی سے بھاگ کر اسلامی ممالک میں آنے لگے، جنھیں مسلمانون نے خندہ جبینی سے خوش آمدید کہا، اور اسلامی ممالک مین انھین آباد کیا گیا، اور پھر رفتہ رفتہ اسلامی ممالک کے ان نوآبادیون کی اس قدر تعداد ہوگئی، کہ وہ جماعت بندی کرکے بیزنطی حکومت کے گرد و نواح مین لوٹ مار کرنے لگے۔[1]

اس واقعہ سے باسل کو خصوصیت سے عام مسلمانون سے دشمنی پیدا ہوگئی تھی، اور اس کیلئے اپنے زیر حکومت صوبہ سسلی میں اسلامی حکومت کا قیام و بقا سخت ناقابل برداشت تھا، اس لئے اس نے اپنے مقصد زندگی، اور مشاغل حکومت مین صقلیہ کو مسلمانون کے وجود سے پاک کرنا بھی داخل کرلیا، اور ان تمام اسلامی حکومتون کا انتقام جنھون نے بیزنطی مفرورین کو اپنے اپنے ملک مین جگہ دی تھی، صقلیہ کے مسلمانون سے لینا چاہا، اور سرگرمی سے اولاً حکومت اسلامی صقلیہ کے خلاف خفیہ ریشہ دوانیون اور سازشون مین

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۰ بیزنطائن ایمپائر مولفہ سٹرومن ص۲۱۳

مصروف ہوگیا، اسلامی مقبوضات کے بیشتر حصوں میں اپنے آدمی بھیجے، اور انھیں بغاوت پر آمادہ کیا جس میں اس کو نمایاں کامیابی ہوئی، اور اس کی انھی کوششوں سے صقلیہ میں بغاوتوں اور سرکشیوں کا آغاز ہوگیا،[1]

باغیوں اور ان کا استیصال — اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے نو مفتوح شہر طرمین نے علم بغاوت بلند کیا خفاجہ نے یہ خبر سنتے ہی اپنے لڑکے محمد کی سرکردگی میں فوراً ایک لشکر روانہ کیا جس نے یہاں پہنچکر بغاوت کا استیصال کیا، اور غداری و بدعہدی کی پاداش میں بہت سے باشندوں کو گرفتار کرلیا اور ۲۵۲ھ ختم ہونے سے پہلے اس شہر پر اسلامی پرچم دوبارہ لہرانے لگا لیکن چند ہی دن کے بعد یہ شہر پھر ہاتھ سے جاتا رہا،

اسی طرح رغوس نے بھی سر اوٹھایا، یہاں خفاجہ خود لشکر لیکر پہنچا، اور محاصرہ کرلیا، یہ شہر ایک مرتبہ مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کا مزا اوٹھا چکے تھے، چنانچہ محاصرہ کے بعد کسی قسم کا کوئی فوجی مظاہرہ ہونے سے پیشتر ہی شہر کے چند معززین خفاجہ کی خدمت میں حاضر ہوکر بغاوت سے تائب ہوئے، اور اس شرط پر امان طلب کی کہ باشندگان شہر میں سے صرف ایک شخص کو مع تمام مال و متاع اور سامان بار برداری شہر سے جانیکی اجازت دی جائے، اور پھر پورے شہر پر قبضہ کرلیا جائے، خفاجہ نے یہ شرط منظور کرلی اور اسلامی لشکر شہر میں داخل ہوگیا، اور شہر کی تمام دولت و ثروت جائداد منقولہ و غیر منقولہ اسلامی ملکیت میں داخل کرلیگئی،

خفاجہ رغوس کی مہم سے فارغ ہوکر دوسرے باغی قلعوں کی طرف متوجہ ہوا، اس سلسلہ میں سب سے پہلے قلعہ غیران پہنچا، اور یہاں کامیاب ہونے کے بعد اسی علاقہ کے دوسرے سرکش قلعوں کا رخ کیا، اور ہر جگہ کامیاب ہوتا گیا،

[1] اخبار الزمان ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۳۵-۳۶،

Marfat.com

چنانچہ پورے مشرقی علاقہ کی بغاوت فرو ہوگئی، اور تمام مقامات اسلامی مقبوضات میں دوبارہ داخل ہوگئے،

خفاجہ کی حالت

اس کے بعد چند دنون کیلئے فوجی پیشقدمی رک گئی، کیونکہ خفاجہ اسی اثنا مین ایسا بیمار پڑا کہ اسے بحالت مجبوری محمل مین سوار ہوکر واپس آیا،

فوجکشی

بعد ازین مین اوس نے صحتیاب ہونے کے بعد فوجی پیشقدمیون کا آغاز کیا، اور حسب دستور رومی مقبوضات مین آیا، یہان سرقوسہ اور قطانیہ کے میدان مین غلہ کی فصل تیار تھی، فوج کو غلہ جمع کرنے کا حکم دیا، اور خود بلرم چلا آیا، اور لشکر اوسی علاقہ مین مال غنیمت جمع کرنے مین مصروف رہا،

بحری بیڑے کی آمد اور بربادی

اسی اثنا مین باسل مقدونی نے بغاوت پیدا کرانے کی حکمت عملی کی ناکامی اور خفاجہ کی اس عام یورش کے جواب مین ایک جنگی بیڑا صقلیہ روانہ کیا، اسلامی فوج کا جو دستہ سرقوسہ کے نواح مین موجود تھا اس نے اس جنگی بیڑے کی آمد کی خبر خفاجہ کو پہنچائی، وہ مسلمانون کی پیشقدمی کیلئے ۲۰ ربیع الاول [illegible] کو بلرم سے روانہ ہوا، اور ایک جگہ کو صدر مقام قرار دیکر قیام کر لیا، پھر اپنے فرزند محمد کو امیر البحر بنایا، اور اس کو ایک بیڑے کے ساتھ بحری نقل وحرکت کی نگرانی پر مقرر کردیا، اور ایک دوسرا دستہ سرقوسہ روانہ کیا، جو رومیون کی عام نقل وحرکت کی نگرانی کرتا رہا،

غرض یہ جنگی بیڑا ایک بطریق کی سرکردگی مین صقلیہ پہنچا، جہاز سے فوج کی کثیر تعداد ساحل پر اتری، خفاجہ نے بڑھ کر راستہ روکا، مقابلہ نہایت سخت ہوا، جنگ کا خاتمہ رومیون کی ہزیمت پر ہوا، جو کثیر تعداد مین مقتول ہوئے، اور مسلمانون کو بیشمار خیمہ وخرگاہ ہاتھ آیا،

خفاجہ اس فتحیابی کے بعد سرقوسہ آیا، باشندگان سرقوسہ اپنے شاہی لشکر کے استقبال کیلئے پہنچ گیا، تو اعدا بے مسلمین سامنے نظر آئے، اسلامی لشکر کیلئے شہر کے دروازے بند تھے لیکن کھیتون

مین جو غلہ تیار تھا، مال غنیمت کے طور پر اکٹھا کر لیا گیا، اور اس کے بعد لشکر ماہ رجب ۲۵۴ھ مین بلرم واپس آیا[1]

اٹلی مین معرکہ آرائیان

اسی زمانہ مین ادھر اٹلی مین مسلمانون اور عیسائیون کی جداگانہ جنگ جاری تھی، وہان اسلامی فتوحات کو روکنے کے لیے ۲۴۴ھ ہی سے مقدس پوپ لیو چہارم کی سرکردگی مین عیسائی فوجین مسلمانون کے سامنے صف در صف کھڑی ہوگئین چنانچہ دریائے تائبر سے عرب مجاہدین واپس آگئے، اور اس کے بعد لوئی ثانی کی سرکردگی مین صوبہ اپولیا مین مسلمانون اور عیسائیون کی مسلسل معرکہ آرائیان جاری رہین جن کا سلسلہ ۲۵۸ھ تک قائم رہا[2]

چنانچہ اس سلسلہ مین خفاجہ نے ۲۵۰ھ مین بیزنطی بیڑے کی شکست کے چند ہی دن بعد ماہ رجب ۲۵۰ھ مین ایک عظیم الشان بیڑا اپنے لڑکے محمد کی سرکردگی مین اٹلی روانہ کیا،

محمد بن خفاجہ اٹلی کے ساحلی شہر غیطہ (GAETA) مین پہنچا، اور اس کا محاصرہ کر لیا، اور اپنی فوجین اسکے مضافات مین پھیلا دین، اور جب جہاز مال غنیمت سے بھر گئے، تو یہ بیڑا شہر کا محاصرہ اٹھا کر ماہ شوال ۲۵۰ھ مین بلرم واپس چلا آیا[3]

مفرج بن سالم کا قتل اور اٹلی کے اسلامی مقبوضات کا صقلیہ کے تحت ہونا

اسی اثنا مین مسلمانان اٹلی کے درمیان کچھ اختلاف رونما ہوا اور وہ باہمی کشت وخون مین ایسے مصروف ہوے کہ اپنے اولو العزم سردار مفرج بن سالم کو قتل کر ڈالا، اور اسکے بعد صقلیہ کی اسلامی حکومت نے اٹلی کے تمام منتشر اسلامی مقبوضات کو اپنی نگرانی مین لے لیا[4]

فوج کشی

اس کے بعد اس زمین اندرون جزیرہ کی مہمون مین سے طبرمین کی ایک مہم پیش آئی، یہ شہر دو

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۵۹، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۲، ۲، ۳ البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۵، نہایۃ الارب (اماری) ص ۴۴۲ [2] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۵ تاریخ جزیرہ صقلیہ مین دولۃ المسلمون (اماری) ص ۱۲۶ [3] تاریخ عرب موسیو سدیو ص ۲۲۵، ۲۴۲ [4] ابن اثیر ج ۷ ص ۵۹، ج ۶ ص ۱۷۰، نہایۃ الارب حوادث ۲۵۰ھ، اماری ص ۴۳۶، ۴۴۳

Marfat.com

مرتبہ مسلمانون کے قبضہ مین آیا، اور پھر ہاتھ سے نکل گیا تھا، اس مرتبہ طبرمین کا حملہ یہان کے رومی باشندون کی تحریک سے ہوا، چنانچہ ماہ صفر ۲۵۵ھ میں طبرمین کے چند باشندے بلرم پہنچے، اور خفاجہ کو طبرمین پر فوجکشی پر آمادہ کیا، اور شہر مین پہنچا دینے کی ذمہ داری خود قبول کی، خفاجہ نے ایک لشکر محمد کی سرکردگی مین انھی رومیون کے ساتھ طبرمین روانہ کردیا،

محمد طبرمین کے قریب پہنچ کر ایک مقام پر ٹھہر گیا، اور تھوڑی سی پیدل فوج انھی رہبرون کی معیت مین روانہ کردی، چنانچہ مسلمانون کی یہ مختصر جمعیت ایک مخفی راستہ سے شہر مین پہنچ گئی، اور شہر کے دروازون اور شہر پناہ پر قابض ہوگئی، اور پھر قیدیون کی گرفتاری اور مال غنیمت کی فراہمی شروع کردی،

یہ پیدل فوج اسی طرح رومیون کو گرفتار کرتی رہی، اور اسی دار و گیر مین خاصہ وقت گذر گیا، اور ادھر سوء اتفاق سے محمد کسی وجہ سے وقت موعودہ پر طبرمین نہین پہنچ سکا، جس سے ان لوگون کی طرف سے تشویش لاحق ہوگئی، اور اس فوج مین ایسی سراسیمگی پھیل گئی، کہ گرفتاریون کا سلسلہ موقوف کرکے شہر سے باہر نکل آئی ادھر یہ فوج نکلی، اور ادھر محمد اپنے لشکر کے ساتھ شہر کے دروازے پر پہنچا، لیکن یہ بعد از وقت تھا، آخر سب لوگ ناکام بلرم واپس آگئے،

اس کے بعد خفاجہ ماہ ربیع الاول ۲۵۵ھ مین بلرم سے روانہ ہوا، فوج کے دو حصے کیے، ایک بڑی فوج محمد کی سرکردگی مین دیدی، جو سرقوسہ روانہ ہوئی خود ایک مختصر جمعیت کے ساتھ کسی دوسری طرف ایک غیر معروف مقام کی جانب نکل گیا، جب محمد بن خفاجہ سرقوسہ پہنچا، تو رومیون کی ایک فوج شہر سے باہر نکل کر صف آرا ہوئی، اور دونون مین خونریز لڑائی ہوئی، اس مرتبہ رومیون کا پلہ بھاری رہا، مسلمان پسپا ہونے لگے، رومیون کو مدت سے بعد انتقام کا موقع ملا تھا، نہایت بے جگری سے ٹوٹ پڑے، مسلمانون کی کثیر تعداد کام آئی، اور جو بچے وہ فرار ہوکر خفاجہ کی جمعیت سے جا ملے، غنیمت اسیر پراگندہ جمعیت

Marfat.com

یکجا کرکے جوشِ انتقام میں پھر سرقوسہ پہنچا لیکن رومیوں نے شہر کے دروازے بند کرلئے، اوس نے شہر کا محاصرہ کرلیا، اور آس پاس کی تمام رومی آبادیوں کو تباہ و برباد کرنا شروع کیا، اور زراعت پامال کرڈالی، اور اس کے بعد محاصرہ اٹھا کر بلرم روانہ ہوگیا[1]

خفاجہ کا قتل | لیکن خفاجہ کا یہ سفر بھی سباس بن فضل کی طرح سفرِ آخرت تھا، سفر منزل بہ منزل طے کرتا ہوا یکم رجب ۲۵۵ھ کو وادی الطین سے شب کی تاریکی ہی میں کوچ کیا کہ اچانک ایک مسلمان سپاہی اس پر ٹوٹ پڑا اور اپنے زہر آلود نیزے سے ایسی کاری ضرب لگائی کہ اس کی روح اوسی لمحہ قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی،

قاتل کا نام خلفون بن ابی زیاد ہوازی تھا، وہ اوسی وقت فرار ہوگیا اور سرقوسہ کے رومیوں کے دامن میں پناہ لی، یہ حادثہ مسلمانانِ صقلیہ کے لئے نہایت جانگداز تھا، خصوصاً اسلئے کہ خفاجہ کا قاتل ایک مسلمان سپاہی تھا،

خفاجہ کی لاش بلرم لائی گئی، کیونکہ عباس کو اثنائے راہ میں دفن کرکے تلخ تجربہ ہوچکا تھا چنانچہ بلرم ہی میں مراسمِ تجہیز و تکفین ادا ہوئے، اور یہیں پیوندِ زمین ہوا[2]

خفاجہ کا عہدِ حکومت | خفاجہ کے عہدِ حکومت کی ... رغوس اور شکلہ وغیرہ کی فتوحات ہیں، نیز اوس نے باسل مقدونی کی خفیہ بغاوت انگیزیوں کا قلع قمع کیا، پھر بزنطی لشکر کو میدانِ جنگ سے ہٹایا، نیز جنوبی اٹلی میں فوجکشیاں کیں، اگرچہ اس کے فتح سرقوسہ کی تمنا پوری نہ ہوسکی، اور اسی مہم کے سلسلہ میں سازش کا شکار ہوگیا،

جانشین | خفاجہ کی شہادت کے بعد مسلمانانِ صقلیہ نے اس کے لڑکے محمد کو اس کا جانشین منتخب کیا،

---

[1] ابن اثیر ج ۷ صفحہ البیان المغرب ابن عذاری (ترجمہ) صفحہ ۱۵۵ [2] ابن اثیر ج ۷ صفحہ و نہایۃ الارب حوادث ۲۵۵ھ دراماری صفحہ ۴۲۳ و اعمال الاعلام وسیاد گاری مضامین ج ۲ صفحہ ۱۷۲،

Marfat.com

اور ان حالات کی مفصل کیفیت دربار قیروان کو بھیج دیگئی،

محمد بن خفاجہ والی صقلیہ(۶)

۲۵۵ھ تا ۲۵۷ھ

محمد اپنے باپ کے عہد حکومت مین جس قدر خدمات انجام دے چکا تھا، وہ اسکی ولایت صقلیہ کے لئے پرزور سفارش تھے، اس لئے والی افریقیہ نے اس انتخاب کو بہ نظر استحسان دیکھا، اور اسے فرمان ولایت اور خلعت روانہ کیا، جو یوم شنبہ ۴ رمضان ۲۵۵ھ کو صقلیہ پہنچا،

فوجکشی: محمد نے اپنے چچا عبداللہ بن سفیان کو امارت لشکر سپرد کیا، عبداللہ بن سفیان نے اسی سال سب سے پہلے سرقوسہ پر فوجکشی کی، اور اسکے نواح کو تاخت و تاراج کرکے بلرم واپس چلا آیا،

مالٹا پر کامل اسلامی اقتدار: اسکے بعد ۲۵۵ھ مین مالٹا کی ایک مہم پیش آئی، جزیرہ مالٹا ۲۹۵ء کی تقسیم کی روسے حکومت بزنطی کے ماتحت آگیا تھا، عرب اس پر اس سے پہلے دو مرتبہ حملہ آور ہوچکے تھے، آخری حملہ ۲۲۱ھ مین ابوالاغلب نے کیا تھا، مالٹا اوسی زمانہ سے حکومت بزنطی کے اقتدار سے نکل کر اسلامی حکومت کی سیادت مین داخل ہوچکا تھا،

حکومت بزنطی نے ۲۵۶ھ مین اس کے بازیافت کی ایک کوشش کی، اور والی صقلیہ محمد کو اطلاع ملی کہ رومی مالٹا کا نہایت سخت محاصرہ کئے ہوئے ہین، اوس نے یہ سنتے ہی ایک لشکر مالٹا روانہ کیا،

درمیان مین یہ محاصرہ اہل مالٹا کو بھی جو زیادہ تر فنیقی قوم سے تھے، ناگوار تھا، اسلئے انھون نے اس کا سخت مقابلہ کیا، اور بزنطی لشکر کے تین ہزار سپاہی مارے گئے، لیکن محاصرہ جاری رہا، اس اثنا

ے؛ ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۹۰ و اعمال الاعلام و بیان المغرب مصنفہ امیری ج ۲ ص ۱۰۳ ملاحظہ ہو ص ۱۴۹ و ۵۳

مین اسلامی لشکر مالٹا پہنچا، اور رومہ اس بیڑے کی خبر سنتے ہی محاصرہ سے دستبردار ہو کر یہان سے فرار ہوگئے

اسکے بعد اسلامی لشکر یہان کے پایۂ تخت مین مستقل طور پر ٹھہر گیا لیکن چونکہ خود یہان کی قدیم باشندہ تین قوم مسلمانون کی طرف مائل تھی، اسلئے مسلمانون نے یہان اپنا دار الحکومت قائم کرنے کیلئے جزیرہ مالٹا کے پایۂ تخت شہر مالٹا پر اپنا اقتدار رکھا، اور جزیرہ کے بقیہ حصص بدستور اپنی حالت پر قائم رہی اور جزیرہ کا تعلق صقلیہ سے وابستہ ہو گیا،

انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے مقالہ نگار نے مالٹا مین اس طرز کے اسلامی اقتدار کو اس رنگ مین پیش کیا ہی، کہ چونکہ مسلمان جزیرہ کی حفاظت کسی بڑی فوجی طاقت سے نہین کر سکتے تھے۔ اسلئے انھون نے صرف اس کے پایۂ تخت اور اس کے رباط و مضافات پر قبضہ کر لینے پر اکتفا کیا تھا کہ ممالک محروسہ کی حفاظت کا کام انجام پاتا رہے،

لیکن درحقیقت جب اسلامی حکومت خود باشندگان جزیرہ کی خواہش سے وہان قائم ہوئی تو پھر کسی ایسی طاقت کی چندان ضرورت نہین تھی، جو خود انھی اہل مالٹا پر مسلط رہے، البتہ ایسی طاقت کی ضرورت تھی، جو وہان کے باشندون کی امداد سے اجنبی حملہ آورون کا مقابلہ کر سکے، اس لئے جسقدر فوجی قوت وہان قائم کیگئی، وہ کافی تھی، علاوہ ازین حکومت اسلامی صقلیہ کا ان جزائر مالٹا وغیرہ پر قبضہ کرنے سے یہ مقصود بھی نہین تھا، کہ ملک گیری کی ہوس پوری کیجائے، ان پر صرف ایسی نگرانی کی ضرورت تھی کہ وہ دشمن کے قبضہ مین جا کر اسلامی حکومت صقلیہ و افریقیہ کے خلاف انکی فوجی چھاونی کا کام نہ دے سکین اور یہ مقصد محض انکو اپنی نگرانی مین کر لینے سے حاصل ہو گیا تھا،

چنانچہ جیسا کہ خود انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے مقالہ نگار کا بیان ہے صقلیہ کی اسلامی حکومت نے مالٹا کی حکومت کے نظم و نسق مین یہ خاص اصول مدنظر رکھا کہ حکومت کے تمام مقامی ادارے (MUNI-CIPAL INSTITUTION) خود یہان کے باشندون کے ہاتھ مین دیدے اور حکومت کے اعلی عہدون

کو یہان کے باشندون کے سپرد کیا، اور اسکی وجہ سے حکومت اور رعایا کے درمیان نہایت خوشگوار تعلقات قائم رہے،

چنانچہ جب سے مالٹا اسلامی حکومت کے زیر اقتدار آیا، اس وقت سے اسلامی حکومت کے زوال تک کوئی ایسی بغاوت برپا نہین ہوئی جس سے حکومت کے خلاف رعایا کی بیدلی کا اظہار ہوتا ہو، اور اسی مذکورہ بالا نظم و نسق کے ساتھ مالٹا مین اسلامی حکومت قائم ہوگئی[1]

محمد بن خفاجہ کا قتل صقلیہ مین عباس کی وفات کے بعد سے مسلمانون کی باہمی سازش اور ولاۃ صقلیہ کے عزل و نصب کی جو ریشہ دوانیان شروع ہوگئی تھین، اونھون نے اب خوفناک شکل اختیار کرلی تھی،

چنانچہ ابھی خفاجہ کے قتل کو چند ہی دن گذرے تھے کہ مخالفین حکومت نے محمد بن خفاجہ کو بھی قتل کر ڈالا، محمد کے قاتل خود اس کے خواجہ سرا تھے، جنھون نے ۳ رجب ۲۵۷ھ کو صبح کے وقت اس کا کام تمام کیا، اور دوسرے دن اون کے فرار ہونے کے بعد یہ راز افشا ہوا، ارباب حکومت نے ان شوریدہ سرون کی گرفتاری کے انتظامات کئے، اور پوری جماعت گرفتار ہو کر پابزنجیر بلرم آئی جن مین سے بعضون کی گردن مار دی گئی اور بعض جیلخانون مین ڈال دئے گئے،

جانشین مسلمانان صقلیہ نے قدیم طرز عمل کے بموجب اس موقع پر اہالیان صقلیہ مین سے ایک شخص محمد بن ابی الحسین کو عارضی طور پر اپنا والی مقرر کرلیا، اور واقعات کی تمام تفصیل افریقیہ بھیج دی،

رباح بن یعقوب والی صقلیہ (۷)

۲۵۷ھ تا ۲۵۸ھ / ۸۷۰ء تا ۸۷۱ء

عباس کی وفات کے بعد احمد بن یعقوب پھر اوس کے معزول ہونے کے بعد عبد اللہ نے زمام

[1] ابن اثیر ج ۷، صفحہ نہایۃ الارب دراماری صفحہ ۴۲۹، آثار البلاد قزوینی صفحہ ۲، انسائیکلوپیڈیا برطانیکا، طبع یازدہم ج ۱، صفحہ ۵۱۱

حکومت ہاتھ میں لی تھی لیکن ابوابراہیم احمد بن محمد نے صقلیہ کی زمام حکومت اس خانوادہ سے چھین کر
اغالبہ کی ایک دوسری شاخ یعنی بنی سفیان میں سے خفاجہ کے ہاتھ میں دیدی تھی، حالانکہ بنو یعقوب یعنی
خانوادۂ عباس میں احمد و عبداللہ کے علاوہ رباح جیسی شخصیت بھی موجود تھی، رباح عباس کے عہد میں
عہدۂ سپہ سالاری پر فائز رہا تھا، پھر اپنے بھائی اور بھتیجوں کے زمانہ میں بھی اسی خدمت پر مامور رہا،
لیکن بنو سفیان کے برسر اقتدار آ جانے سے سپہ سالاری کا علم خفاجہ کے لڑکے محمد کے ہاتھ میں چلا گیا لیکن
صقلیہ میں خانوادوں کی موجودہ باہمی کشمکش کو دور کرنے کے لئے موجودہ فرمانروائے افریقہ نے ایک مرتبہ
پھر بنو یعقوب کے ہاتھ میں صقلیہ کی قسمت دیدینی چاہی، چنانچہ سابق سپہ سالار صقلیہ رباح بن یعقوب
موجودہ قائم مقام والی صقلیہ محمد بن ابی الحسین سے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لیلی،

ولایت جنوبی ایطالیہ

اسی کے ساتھ فرمانروائے افریقہ نے صقلیہ کی ولایت کے عمل کرنے میں ایک جدید
شاہراہ بھی اختیار کی یعنی صقلیہ و اٹلی کی اسلامی نوآبادیوں کو دو مستقل جداگانہ صوبے قرار دیا، اور
رباح کو ولایت صقلیہ پر مامور کرنے کے ساتھ اوس کے بھائی عبداللہ بن یعقوب کو مقبوضات اٹلی
کا والی بنا کر اٹلی روانہ کیا، اور اب جنوبی اٹلی کے اسلامی مقبوضات حکومت صقلیہ سے الگ ایک جدید
حکومت کے ماتحت آگئے،

جنوبی اٹلی پر فوجکشی

لیکن اگرچہ ایطالیہ و صقلیہ میں یہ دو جداگانہ ولایتیں قائم کی گئیں، مگر ان دونوں
ممالک کے اسلامی مقبوضات میں کوئی بے تعلقی پیدا نہیں ہوئی، بلکہ والی صقلیہ نے ایطالیہ کے
اسلامی مقبوضات کے معاملات پر اوسی طرح اپنی توجہ مبذول رکھی، چنانچہ رباح والی صقلیہ زمام حکومت
سنبھالتے ہی ایک فوج لیکر جنوبی اٹلی پہنچا، اور دونوں بھائیوں نے مل کر سرزمین ایطالیہ کے
عیسائیوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنا چاہا، اور ۲۵۵ھ میں ایک خونریز لڑائی پیش آئی،

رباح اور عبداللہ بن یعقوب کی وفات اور ان کی جانشینی

مگر ان دونوں صوبوں کی یہ ولایت ان دونوں بھائیوں کے لئے نامسعد

ثابت ہوئی، اور معلوم ہوتا ہے کہ دونوں اپنی اپنی عمر کا چھلکتا ہوا جام ہاتھ میں لئے ہوئے اپنی اپنی ولایت میں آئے تھے، چنانچہ ابھی چند دن بھی نہیں گذرے تھے کہ محرم ۲۵۵ھ میں رباح کا پیمانۂ عمر لبریز ہوگیا اور حکومت صقلیہ کی باگ اس کے لڑکے حسین کے ہاتھ میں آگئی،

اور پھر دوسرے ہی مہینہ یعنی ماہ صفر میں اس کے بھائی عبد اللہ بن یعقوب نے بھی سفر آخرت اختیار کیا،

ولایت جنوبی اٹلی عبد اللہ بن یعقوب کی وفات کے بعد مقبوضات ایطالیہ کی حکومت کا نظم ونسق ابو العباس بن یعقوب بن عبد اللہ کے ہاتھ میں آیا، لیکن اسکی عمر نے بھی وفا نہ کی، اور ربیع الآخر ۲۵۵ھ میں اس کا بھی انتقال ہوگیا، تو پھر لوگوں نے اس کے بھائی کا دامن پکڑا، اور اوسی کو یہ بار گران تفویض کردیا[1]،

شہر باری اور سلرنو کا سقوط ادھر جنوبی اٹلی کے اسلامی مقبوضات کے نظم میں پے در پے یہ تغیرات ہو رہے تھے اور ادھر عیسائیوں کی متحدہ طاقت لیوتانی شاہ اٹلی کے زیر علم مسلمانوں کے مقابلہ میں مسلسل تین سال سے میدان میں موجود تھی، چنانچہ اسی سال ۲۵۵ھ میں شہر باری مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا، اور پھر چند سال گذرنے کے بعد ۲۶۰ھ میں مشہور شہر سلرنو بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتا رہا، اور اب مسلمانوں کا مرکزی شہر طارنت قرار پایا[2]،

حسین بن رباح والی صقلیہ (۸)

۲۵۵ھ — ۲۵۹ھ

صقلیہ میں حسین بن رباح کو فرمانروائے افریقیہ نے اس کے باپ کی جگہ ولایت کے

---

[1] نہایۃ الارب حوادث ۲۵۵ھ واماری ص ۴۲۳ و ۴۹۴ والبیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۶، [2] تاریخ عرب موسیو سدیو

مستقل عہدے پر سرفراز کر دیا، اور اسکی تصدیق افریقہ سے صقلیہ آگئی۔ہ

سرقوسہ پر ایک فوجکشی اور ہنگامی صلح

حسین بن رباح نے بر سر حکومت ہونے کے بعد سرقوسہ پر چڑھائی کی، اور حسب دستور نواح سرقوسہ کو تاخت و تاراج کرنا چاہا، لیکن رومیون نے اس مرتبہ خلاف معمول صلح کی درخواست کی، اور اس کے معاوضہ مین ان مسلمان قیدیون کو رہا کر دینے کا وعدہ کیا جو وقتاً فوقتاً رومیون کے ہاتھون مین گرفتار ہوتے گئے تھے،

مسلمانون نے یہ شرط منظور کر لی، اور حسب معاہدہ تین سو ساٹھ مسلمان سرقوسہ کے دروازے سے باہر کر دئے گئے، اسلامی لشکر ان کو لیکر بلرم لوٹ آیا۔ لہ

حسین بن رباح کا عزل

اس کے بعد صقلیہ کے عہدۂ ولایت مین پھر ایک تغیر ہوا، اور افریقہ سے حسین بن رباح کے عزل کا حکم آگیا، اور اس کے بجائے عبد اللہ بن محمد کو اس عہدہ پر مقرر کیا گیا،

عبد اللہ بن محمد والی صقلیہ (۹)

۲۵۹ھ
۸۷۲ء

عبد اللہ سابق والی صقلیہ محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم بن اغلب کا لائق فرزند تھا، اس نے

(بقیہ حاشیہ ص ۲۳۰) ملہ ۲ موسیو سدیو کا بیان ہے کہ اب صرف طارت مسلمانون کے قبضہ مین رہ گیا، یہ صحیح نہین جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا، سے نہایۃ الارب نویری در اماری ص ۴۲۳، ادھر چند سال کے اندر صقلیہ کے ولاۃ مین زیادہ رد و بدل ہوا ہے، اسکو نویری نے جدا جدا تفصیل سے درج کیا ہے، ورنہ دیگر مورخین ابن اثیر، ابن عذاری، ابو الفداء، اور ابن ابی دینار وغیرہ کے بیانون مین اضطراب پیدا ہو گیا ہے، کسی نے کسی ایک موقع پر کسی ایک والی کا نام لیا ہے، کسی دوسرے نے کسی دوسرے موقع پر کسی دوسرے کا نام لے لیا ہے، اس لئے لائق استناد نہین ہے، اگرچہ نویری سے بھی ایک آدہ مقام پر تسامح ہو گیا ہے، لیکن اس کی تصحیح اپنی جگہ بعض دوسرے مستند ماخذ سے کر دی گئی ہے، لہ ابن اثیر ج ۷ ص ۸۲، و البیان المغرب ترجمہ اردو ۱ صفحہ ۱۵۰۔

Marfat.com

اس کے والیِ صقلیہ مقرر ہونے کے بعد صقلیہ کی حکومت کی باگ پھر بنو عبداللہ کے ہاتھ میں چلی گئی، جو صقلیہ پر سب سے زیادہ خود مختار فرمانروائی کر چکے تھے عبداللہ ماہ شوال ۲۵۹ھ میں صقلیہ پہنچا[1] لیکن فوراً ہی اس کے عزل کا پروانہ آیا، اور یہاں سے منتقل کر کے طرابلس الغرب کی ولایت پر بھیج دیا گیا[2]

اس کے بعد اسی خانوادہ بنو عبداللہ کا ایک دوسرا رکن ابو مالک احمد بن عبداللہ[3] اس عہدہ پر سرفراز کیا گیا

ابو مالک احمد بن عمر بن عبداللہ والیِ صقلیہ (۱۰)

۲۵۹ھ تا ۲۶۴ھ (۸۷۲ء - ۸۷۷ء)

ابو مالک احمد بن عمر بن عبداللہ بن ابراہیم المعروف بہ حبشی شوال ۲۵۹ھ (۸۷۲ء) میں صقلیہ آیا، یہ بھی افریقیہ کے اکابر اغالبہ میں تھا، اس نے یہاں پہنچ کر دینی مشغلہ میاں جاری کر دیئے[4]

والیِ افریقیہ کی وفات ابو مالک کے ورود صقلیہ کے چند ماہ بعد ابو عبداللہ محمد بن احمد والیِ افریقیہ نے دس سال پانچ مہینہ سولہ دن ولایت افریقیہ پر سرفراز رہ کر یوم چہار شنبہ ۶ جمادی الاولیٰ ۲۶۱ھ (۸۷۴ء) کو وفات پائی،

جانشینی اس نے اپنی وفات سے چند دن پیشتر اپنے نابالغ لڑکے ابو عقال کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا اور اپنے بھائی ابراہیم سے بھی اس کی تصدیق کرائی تھی جو اس کے بعد حکومت کا جائز حقدار تھا، لیکن ابراہیم نے اس کی وفات کے بعد ابو عقال کی جانشینی کے معاہدہ کو رد کر دیا، اور تخت حکومت پر بیٹھ گیا[5]

ابراہیم (ثانی) بن احمد بن محمد بن اغلب والیِ افریقیہ

۲۶۱ھ تا ۲۸۹ھ (۸۷۴ء - ۹۰۱ء)

ابراہیم ایک بیدار مغز فرمانروا ثابت ہوا خود صاحب علم و فضل تھا اس کے ساتھ نظم مملکت کی بہترین

---

[1] نہایۃ الارب حوادث ۲۵۵ھ و ابن عذاری ص ۲۲۴ [2] الحلۃ السیراء و ابن عذاری ص ۳۲۶ [3] نویری نے احمد بن یعقوب بن عمر لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا، ابن اثیر نے اس کا اس کے عزل کے موقع پر ذکر کیا ہے اس میں احمد بن عمر بن عبداللہ ہے [4] نہایۃ الارب نویری و ابن عذاری ص ۲۲۶ [5] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۹ و ابن عذاری ترجمہ اردو صفحہ ۱۵۷

Marfat.com

صلاحیت وقابلیت رکھتا تھا، اس نے حکومت کے ہر شعبے کی طرف بذات خود توجہ کی، اور نہایت مستعدی سے جزوی جزوی معاملات کی نگرانی کی خصوصاً صیغہ فوج اور صیغہ عدالت کی نگرانی اپنی ذات سے نہایت خصوصیت کے ساتھ متعلق رکھی، چنانچہ ہر پنجشنبہ اور سہ شنبہ کو جامع قیروان میں بیٹھ کر دادخواہوں کی داد رسی کرتا، اسی طرح اس کے عہد میں اور بہت سی متعدد نمایاں ترقیاں ہوئیں، سواحل پر حفاظتی چوکیاں تعمیر کیں، خبر رسانی کا ایسا مکمل انتظام کیا، کہ شب کو بندرگاہ سوسہ پر آگ روشن ہوتی، اور سلسلہ بہ سلسلہ وہ اسکندریہ تک پہنچ جاتی،[1]

اس کے نظم ونسق کی اس فطری استعداد کا اثر صقلیہ پر بھی ہوا، اور یہی وہ فرمانروا ہے جس کے ہاتھوں صقلیہ کا چپہ چپہ اسلامی حکومت کے زیر اقتدار آگیا،

فوج کشی اس نے صقلیہ کی ولایت پر ابو مالک احمد المعروف بہ حبشی کو برقرار رکھا، اور اس کی پیشقدمیاں اس کے عہد میں بھی برابر جاری رہیں، چنانچہ ایک مرتبہ موسم گرما میں ایک لشکر کے ساتھ سرقوسہ کو روانہ ہوا، خود نواح سرقوسہ میں رہا، اور فوج کے مختلف دستے جابجا پھیلا دئے، جنھوں نے رومی مقبوضات کے مختلف اطراف میں غارتگری کی، اور کثیر مال غنیمت حاصل کیا، اور اس کے بعد لشکر بلرم واپس آگیا، پھر کچھ دنوں کے بعد ایک دوسری فوج کشی میں قلعہ نصر پر حملہ آور ہوا، یہاں رومیوں سے معرکہ آرائی ہوئی جنھوں نے شکست کھائی، قلعہ کی دولت و ثروت مسلمانوں کا مال غنیمت بنی، ایک کثیر جماعت تہ تیغ ہوئی، اور بہت سے زندہ گرفتار ہوئے جن کو ابو مالک اپنے ساتھ بلرم لیتا آیا،

عزل وجانشینی ابراہیم کے عہد حکومت میں ابو مالک کو ابھی چند ہی دن گذرے تھے کہ ۲۶۱ھ میں افریقیہ سے اس کی معزولی کا پروانہ آگیا، اور امیر جعفر بن محمد نے آکر حکومت سنبھالی،[2]

---

[1] ابن اثیر، ج ۷ ص ۱۴۹ اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۱۴۷۳ اعمال الاعلام میں اس کا نام ابو جعفر بن محمد ہے، لیکن دیگر مورخین جعفر بن محمد لکھتے ہیں،

Marfat.com

جعفر بن محمد والی صقلیہ (۱)

۲۶۴ھ
۲۶۷ھ

جعفر کا تقرر اور صقلیہ میں شہزادوں کی جلاوطنی

جعفر بن محمد ابراہیم بن احمد کے معتمدین میں تھا، یہ ایک لشکر کے ساتھ افریقیہ سے روانہ ہوا، اور ۲۶۴ھ میں صقلیہ پہنچا، جعفر کا یہ لشکر موالی اغالبہ پر مشتمل تھا، ابراہیم جب سے تخت حکومت پر بیٹھا تھا، اوسکو دوسرے فرمانروایان اغالبہ کے خلاف ابو عقال کے اوس محضر لکھنے کے باعث بعض ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑا کہ افریقیہ کی سیاسیات میں اوس کو مخصوص روش اختیار کرنی پڑی، اسی سلسلہ میں موالی اغالبہ سے اس کی آویزش ہوئی، اور بعض صورتیں ایسی پیش آگئیں کہ بغاوت نمودار ہوگئی جسکی تفصیل ہمارے لئے لاحاصل ہے، لیکن ابراہیم نے اوسی زمانہ میں ان موالی کو گرفتار کیا اور پاداش جرم میں انہیں قتل کرنے اور قیروان کے قیدخانہ میں دائم الحبس کی سزا دینے کے علاوہ وان کی عام قوت کو منتشر کرنے کیلئے ایک بڑی جماعت کو صقلیہ جلاوطن کر دیا، چنانچہ جعفر بن محمد اپنے فرمان ولایت کے ساتھ جس لشکر کی قیادت ہاتھ میں لئے ہوئے صقلیہ میں داخل ہوا، اوس میں اس شورہ پشت جماعت کا غالب عنصر موجود تھا،

اسی کے ساتھ ابراہیم نے خانوادۂ اغالبہ کے اون ممتاز شہزادوں کو جو اوس کی مخالف جماعت کے سرگروہ تھے، گرفتار کیا، اور انہیں صقلیہ بھیج دیا، خانوادۂ اغالبہ کے اون ارکان میں سے ایک اس کا حقیقی چچا اغلب بن محمد بن (ابی) اغلب اور اس کا حقیقی بھائی اغلب بن احمد اور ایک وہی بدبخت بھتیجا ابو عقال احمد بن ابی عبداللہ تھا، یہ لوگ صقلیہ لائے گئے، اور والی صقلیہ جعفر بن محمد کے قصر میں قید کر دئے گئے، اور وہ جلاوطن موالی صقلیہ کی فوج میں داخل کر دئے گئے[1]

ان شاہزادگان افریقیہ و موالی اغالبہ کے صقلیہ میں جلاوطن ہو کر آنے سے یہاں اچھے اور برے

[1] نہایۃ الارب باب اخبار افریقیہ والمغرب حوادث ۲۶۴ھ، دراری ۲۳۴ھ، اخبار الاندلس جلد ۲ صفحہ ۳، واعمال الاعلام دیار مغاربہ صفحہ ۵۲، ۵۳ و ۵۵،

Marfat.com

دونوں نتائج پیدا ہوئے۔ بڑے نتائج تو بعد میں ظاہر ہوئے لیکن فوری طور پر اس کا خوشگوار پہلو یہ سامنے آیا کہ اسلامی حکومت صقلیہ کی فوجی طاقت بہ نسبت پہلے کے بہت زیادہ بڑھ گئی، اور امیر جعفر بن محمد نے اسی شوریدہ سر آمادہ فساد عنصر پر بھروسہ کرکے صقلیہ میں ایک نہایت اولوالعزمانہ اقدام کیا۔

محاصرۂ سرقوسہ

چنانچہ اس نے زمام حکومت سنبھالتے ہی رومی مقبوضات صقلیہ میں فوجی پیشقدمیاں جاری کر دیں، فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے رومی علاقہ کی مختلف سمتوں میں بھیج دیتا، جو کثیر مال غنیمت سے لدے پھندے بلرم واپس آجاتے۔[1]

ان ابتدائی مہموں سے فارغ ہوکر فوج کو سرقوسہ کے حملہ کیلئے نئے سرے سے آراستہ کیا، اور پھر ایک عظیم الشان لشکر مرتب کرکے بڑے سازوسامان اور ہر قسم کے نوایجاد آلات جنگ سے مسلح ہوکر بلرم سے روانہ ہوا،

جعفر کی منزل مقصود اگرچہ سرقوسہ ہی تھی لیکن ابتداءً رومی مقبوضات کے اہم شہر سرقوسہ قطانیہ طبرمین اور رمطہ وغیرہ کے گرداگرد ایک عام گشت لگایا، اور ہر جگہ سے وافر مقدار میں سامان رسد فراہم کیا اور جب رسد کی طرف سے بھی مطمئن ہوگیا، تو سرقوسہ پہنچ کر ڈیرے ڈال دئے،

اب تک سرقوسہ پر عربوں کی جو جو کوششیں ہو چکی تھیں جعفر ان تمام حالات سے ناآشنا نہ تھا، اس لئے اس نے ایسی اہم جنگی تیاریاں کیں جو اس کے تمام پیشرو ولاۃ کی مساعی سے سبقت لے گئیں۔ مثلاً محاصرۂ سرقوسہ میں قلعہ شکنی کے لئے مسلمان انجینیروں سے ایسی منجنیقیں تیار کرائی گئیں جن کو عربوں کے آلات جنگ میں ایک معتدبہ اضافہ ہوا، ان کے نتائج بھی [illegible]
اس کے علاوہ قلعوں کو برباد کرنے کیلئے ایک خاص قسم کی بارود [illegible] یونانی کہی جاتی تھی مہیا کی گئی تھی، اسی طرح سرنگ وغیرہ کھودنے کیلئے وافر [illegible] فوج کے ساتھ [illegible]

[1] اکمال الاعلام دنیاوگاردی مضامین ج ۲ ص ۳۳۔

مین محاصرہ، انہدامِ قلعہ اور فتح کے لئے جو ضروری سامان ملسکتے تھے، وہ سب اس لشکر کے ساتھ تھا اسی کے ساتھ اوس نے اس بری لشکر کے علاوہ بحری محاصرہ کے لئے بھی بلرم سے بیڑا بھیج دیا تھا، چنانچہ جب مسلمانون کا یہ لشکر سرقوسہ پہنچا، تو اوس نے خشکی کی طرف نہایت سخت محاصرہ کرنے کے علاوہ ساحل کی طرف سے بھی نہایت مکمل ناکہ بندی کرادی، اور اسلامی لشکر کے پہنچتے ہی سرقوسہ ہر چہار طرف سے محاصرین سے محصور ہوگیا،

ربض شہر پر قبضہ — اس شدید بحری و بری محاصرہ کا پہلا اثر یہ ہوا کہ بیزنطی فوج شہر سرقوسہ کی بیرونی آبادی سے جسکو عرب ربض مدینہ کہتے ہین، پسپا ہوگئی، مسلمانون کے لئے ارباض سرقوسہ پر یہ غیر متوقع قبضہ ایک فالِ نیک تھا، وہ نہایت جوش و خروش سے شہر کے بیرونی دروازے سے ربض مین داخل ہوئے جہان انھین میدانِ محاصرہ مین خیمے اور قناتین نصب کرنے کے بجائے نہایت سر بفلک محل، شہر یون کے خوشنما مکان اور خدائے واحد کی پرستش کے لئے مقدس عبادتگاہین مل گئین، اور یہین مقیم ہوکر محاصرہ کی کاروائیان با اطمینان جاری ہوگئین،

ربض شہر کے بعد تقریباً سو گز سے کچھ زیادہ عریض ایک خندق تھی، بیزنطی لشکر نے خندق کے اس طرف مورچہ جمایا، اوران دونون دشمنون کو یہی سو گز کا فاصلہ ایک دوسرے سے جدا کئے ہوئے تھا، پھر بیزنطی لشکر کی پشت پر اندرون شہر کی آہنی فصیل تھی،

حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کا امدادی بیڑا اور اوس کی بربادی — لیکن ابھی تیر انداز چلے بھی نہین چڑھانے پائے تھے کہ جعفر کو قسطنطنیہ کے بیزنطی بیڑے کی آمد کی خبر ملی، یہ باسل مقدونی کی وہ بروقت مدد تھی جو کہ اس قدیم پرعظمت شہر کی حفاظت کے لئے آرہی تھی لیکن ادھر جعفر کی بحری تیاری بھی پہلے سے مکمل تھی اس نے ایک زبردست جنگی بیڑا مدافعت کے لئے روانہ کیا جس نے آگے بڑھ کر راستہ روک لیا، اور پھر اسلامی بیڑے کو اس پر ایسی کامیاب فتحمندی ہوئی کہ رومیون کے تمام جہاز مسلمانون کے قبضہ مین آ گئے

Marfat.com

بحری کامیابی کا خوش آیند نتیجہ

یہ دوسرا خوش آیند نتیجہ تھا، جو مسلمانوں کو اس محاصرہ کے آغاز ہی مین حاصل ہوگیا، جو درحقیقت اپنے اثرات کے لحاظ سے پورے محاصرہ کی اصل جان ہے، اس واقعہ سے محاصرین و محصورین دونون کو دو جداگانہ حالات پیش آئے [illegible] نظر کمک اگر ایک [illegible] محصورین [illegible] امید کی سب سے آخری کرن تھی، تو دوسری طرف یہ محاصرین کے لئے دشمنون کی سب سے زیادہ پرخطر طاقت تھی، چنانچہ ابن اثیر کی تصریح کے مطابق مسلمانون نے اس بحری فتحمندی کے بعد محاصرہ کے لئے "باطمینان کمال" ڈیرے ڈال دیئے، اور اسلامی لشکر نہایت سکون و اطمینان سے محاصرہ مین مصروف ہوگیا۔[1]

جعفر کی دار الحکومت بلرم کو مراجعت

جب جعفر نے مہم سرقوسہ کی یہ اطمینانی شکل دیکھی، تو خود اپنی موجودگی زیادہ ضروری نہین سمجھی، اور کسی ضرورت سے بلرم چلا آیا،

جعفر پر قاتلانہ حملہ اور انقلاب حکومت

لیکن یہ کیا معلوم تھا کہ یہان اسکی قضا اوسکو کھینچ کر لائی ہے، اگرچہ فوج کا جو فتنہ پرداز عنصر تھا، وہ سرقوسہ کے محاصرہ مین مصروف تھا، لیکن [illegible] ان کے [illegible] معزز شاہزادے اسی کے محل مین مقید تھے، ان لوگون نے اوسکی عدم موجودگی سے پورا فائدہ اوٹھایا [illegible] جعفر کے غلامون کو مال و زر کی طمع دلائی، اور بعض سے ساز باز کرکے اون کو اوس کے [illegible] پر آمادہ کرلیا، چنانچہ وہ نماز کے لئے محل سے نکلا تھا کہ اوس کے غلام اوس پر ٹوٹ پڑے، اور ایک ہی حملہ مین تہ تیغ کرڈالا،

جعفر کے مقتول ہونیکے بعد اونہی مقید اغالبہ مین سے فرمانروائے افریقیہ ابراہیم کے چچا اغلب بن محمد نے صقلیہ کی حکومت پر قبضہ کرلیا، اور کچھ دنون کے لئے صقلیہ مین ایک حکومت [illegible] جس کے قیام مین انہین کوئی دشواری پیش نہین آئی، رہا سبب شاہی خاندان [illegible] اور یہی [illegible] لوگون کی صقلیہ مین جلا وطنی کے [illegible] تھے۔

[1] ابن اثیر جلد ۷ صفحہ [illegible] البیان المغرب جلد ۱ صفحہ ۳ [illegible]

Marfat.com

اغلب بن محمد متغلب صقلیہ

۲۶۴ھ ۸۷۷ء ۔ ۲۶۵ھ ۸۷۸ء

جعفر کی بربادی

اغلب بن محمد ایک متغلب کی حیثیت سے حکومت صقلیہ پر قابض ہوا اس نے سب سے پہلے مرحوم والیِ صقلیہ جعفر کے بنائے ہوئے عمارت کی اور اس کے پورے محل کو لوٹ لیا،

حالات سرقوسہ کا محاصرہ

اس وقت مسلمانانِ صقلیہ کی توجہ تمام تر سرقوسہ کی طرف مبذول تھی، فوج کا جو دفادار عنصر تھا، وہ بھی سرقوسہ کے محاصرہ میں لگا ہوا تھا، اس لئے اس انقلاب حکومت کا کوئی ترتیب میں مترتب نہیں ہوا، بلکہ اغلب نے اپنے ہوا خواہوں کو جمع کیا، اور ایک لشکر مرتب کرکے اپنے لڑکے کی سرکردگی میں سرقوسہ بھیج دیا، کیونکہ اغلب نے سیاسی مصالح کے لحاظ سے بھی یہی ضروری سمجھا، کہ سرقوسہ کا محاصرہ بدستور قائم رہے، اور فتح سرقوسہ کا قابل فخر درخشندہ کارنامہ اسی کے ہاتھوں انجام پائے، چنانچہ اس کے بیٹے نے سرقوسہ پہنچکر محاصرہ کی نگرانی اپنے ہاتھ میں لے لی،

سے الاعلام دیا دگاری مضامین ۲ صفحہ ۲۶۴ھ جعفر بن محمد کے قتل اور فتح سرقوسہ کی تکمیل میں مورخین کے بیان میں بظاہر متضاد اختلاف ہے ایک طرف لسان الدین بن خطیب صاحب اعمال الاعلام کا بیان ہے، اس کے رو سے جعفر کا قتل محاصرہ سرقوسہ سے پہلے ہوا ہے، اور سرقوسہ پر حملہ کا آغاز اغلب بن محمد متغلب کے دور سے شروع ہوتا ہے جو اغلب کے محمد کی سرکردگی میں اتمام کو پہنچا، دوسری طرف ابن اثیر نے ۲۶۴ھ کے حوادث میں ذکر ملک المسلمین مدینہ سرقوسہ سلطان قائم کرکے جعفر کی سرکردگی میں اس کی فتح کے حالات لکھے ہیں، اور جعفر کے واقعہ قتل میں خاموش ہے، تیسرا بیان ابن عذاری کا ہے، وہ ۲۶۴ھ میں فتح سرقوسہ کی تکمیل کے بعد جعفر کے قتل کا تذکرہ کرتا ہے، اسلئے جعفر کے واقعہ قتل میں صرف دو بیان ہیں ایک ابن عذاری کا اور دوسرا لسان الدین بن خطیب کا، موخر الذکر کا بیان تاریخ وسنہ کے لحاظ سے قطعاً مجمل ہے، اسلئے ابن عذاری کا بیان بغیر کسی رد کے قابل قبول ہے، کہ وہ ۲۶۴ھ میں مارا گیا، لیکن یہ واقعہ قتل ۲۶۴ھ میں ہم سرقوسہ سے پہلے پیش آیا یا اس کے بعد، اس میں ابن عذاری کی تائید ابن اثیر کے ساتھ چند در چند وجوہ سے نکلتی ہے، اگرچہ ابن اثیر میں واقعہ قتل مذکور نہیں

Marfat.com

حصار بندرگاہ کی بربادی

یہان محاذ جنگ پر بیزنطی بیڑے کو جو شکست ہوئی تھی، اوس سے جنگ کا نقشہ بدل گیا تھا، محصورین کی ہمت ایسی پست ہوگئی، کہ شہر کے شمالی حصہ پر جو فوج بندرگاہ کی حفاظت کے لیے متعین تھی، وہ پسپا ہوکر فصیل شہر کے اندر چلی گئی، مسلمانون کو موقع ملا، انھون نے بڑھ کے بندرگاہ کے حصار کو جس سے اوس کی

(بقیہ حاشیہ ص ۳۳۸) بلکہ علاوہ برین ابن اثیر ۲۶۱ھ کے اگلے اور پچھلے چند سال تک صقلیہ کے حالات مین مطلق خاموش نظر آتا ہی، نہ اوس نے صحیح طور پر ولاۃ کے تقرر کو لکھا ہے، اور نہ دوسرے حالات بیان کئے ہین، اس لئے ممکن تھا کہ ۲۶۴ھ مین سرقوسہ کی فتح کے حالات جو اوس نے قلمبند کئے ہین، وہ بھی سرسری ہوتے لیکن اس کے برخلاف اس مہم کے حالات سب سے مفصل اسی نے لکھے ہین، اور جو کچھ لکھے ہین، اون مین جعفر کی سرکردگی کو چھوڑ کر تمام واقعات کی پوری تائید ابن عذاری اور لسان الدین کے بیان سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ ان تینون مورخین کے بیان مین کم سے کم قدر مشترک یہ متفقہ امر نکلتا ہے،

اوّل محاصرہ نوماہ تک جاری رہا، **دوم** شہر پر قبضہ ماہ رمضان ۲۶۴ھ کی ۱۴ تاریخ کو ہوا، **سوم** اسلامی لشکر ماہ ذیقعدہ ۲۶۴ھ مین سرقوسہ سے واپس آگیا، جب یہ قدر مشترک سب مین تسلیم ہے اور تینون بیانات اپنی اپنی جگہ موجود ہین، تو پھر انھی سے جعفر کے واقعہ قتل کے زمانہ کی تعیین بھی خود بخود ہوجاتی ہے، یعنی کہ جب محاصرہ نوماہ جاری رہا، تو اس کی ابتدا ماہ محرم ۲۶۴ھ سے ماننی پڑیگی کہ جعفر نے زمام حکومت سنبھالتے ہی مہم سرقوسہ کی تیاری کی، اور روانہ ہوگیا، اور نوماہ کی تعیین خود لسان الدین نے اعمال الاعلام مین کی ہے، اس لئے اگر اس مہم کا آغاز اغلب بن محمد کی سرکردگی مین تسلیم کیا جاتا تو پھر اوس کے قتل کا واقعہ ۲۶۳ھ مین ماننا پڑیگا، اور یہ وہ زمانہ ہے، جب نہ جعفر صقلیہ آیا تھا اور نہ موالی کی بغاوت ہوئی تھی، اور نہ ابن عذاری کے بیان کے مطابق جعفر ۲۶۴ھ تک بقید حیات تھا، اس لئے واقعہ کی وہی شکل ماننی پڑیگی جو اوپر بیان کی گئی ہے،

اس صورت واقعہ کی تائید ابن اثیر کے ایک بیان سے بھی ہوتی ہے، اس موقع پر اس کو غور سے دیکھنا چاہیے، اس نے جعفر کے تقرر کا ذکر کیا ہے، اور نہ واقعہ قتل کا، صرف ذیل کے اس موقع پر اسکا پہلی اور آخری مرتبہ نام لیا ہے،

"اسی سال (۲۶۴ھ) کی ۱۴ رمضان کو مسلمانون نے سرقوسہ فتح کیا، اور یہ صقلیہ کے عظیم ترین شہرون مین ہے، اور اسکی فتح کا سبب یہ ہوا کہ جعفر بن محمد والی صقلیہ اس پر حملہ آور ہوا، اور اسکی اور قطاعیر،

حفاظت ہوتی تھی منہدم کردیا،

اوس کے بعد آبنائے پر دونون فوجین آمنے سامنے تھین، دونون مین مقابلہ ہوا، اور ایک نہایت خونریز جنگ پیش آئی،

محصورین کا حال ومصائب آغاز جنگ کے ساتھ ہی مسلمانون نے اپنی منجنیق نصب کردی، اسکی باڑھ سے فصیل کی دیوار روز بروز کمزور ہوتی گئی، دوسری طرف نار یونانیہ سے آتش باری شروع ہوئی جس کو آبادی مین ایک ہل چل پڑگئی،

اسلامی لشکر کی یہی شعلہ فشانی شبانہ روز جاری رہی جس سے رفتہ رفتہ محصورین مین عام پریشانی پھیل گئی، پھر سامان رسد مین بھی کمی ہوئی، اور جب غلہ کمیاب ہوا، تو گھوڑے اور گدھے کھائے گئے اور پھران کی بھی ایسی کمیابی ہوئی کہ ایک ایک گدہے کا کلہ تین تین اشرفیوں مین فروخت ہونے لگا، جانورون کی کھالین

(بقیہ حاشیہ ص ۲۳۹)

طبرمین اور میسینا وغیرہ رومی مقبوضات صقلیہ کی ہر طرف برباد کی جس کو نہ بچایا اور اس کا بری ذکر ہی محاصرہ کرلیا اور اس کے بعض شہر کا بعض حصہ پر قابض ہوگیا اور جب روم کے جہاز محصورین کی امداد کے لیے ... تو اس نے خشکی پر اترواد کیا جس نے رومی جہازون پر فتح پائی اور اس وقت داطلیان کو محاصرہ کرکے ... با نخش ... دیتے محاصرہ قائم رکھا۔

ابن اثیر یہان تک کے حالات کو جعفر کی طرف منسوب کرتے ہوئے بیان کرتا ہے، اس کے بعد ہی جعفر کا تذکرہ موقوف ہوتا ہے، اور صیغہ مجہول "دفتحت" "قُتِل"، اور اسلامی لشکر کا تذکرہ صیغہ جمع "اتاہا" "حصروہا" "فالتقوا" "وانصرف المسلمون الی بلدہم" وغیرہ الفاظ سے اپنا مفہوم ادا کیا ہے،

ابن اثیر کا یہی طرز بیان ہے جس نے میرے سامنے ان متضاد بیانون کی تطبیق کی یہ صورت پیدا کردی، اور مین نے اون سب بیانون کو سامنے رکھتے ہوئے واقعہ کی وہی ترتیب شکل تیار کی، جو اوپر بیان ہوئی ہے کہ مہم کا آغاز جعفر کے ہاتھون ہوا، اور اختتام احمد بن اغلب کے ہاتھون،

لسان الدین کی اس مطبوعہ عبارت مین جعفر کا نام "ابو جعفر بن محمد" ہے، اور آگے چل کر اس کو "ابو محمد" کے نام سے موسوم کیا ہے، غالبا یہ نسخہ کی غلطی ہے ورنہ ممکن ہے جعفر کی کنیت "ابو محمد" ہو، اور شروع مین بجاے "ابو جعفر" کے غلطی سے "ابو محمد جعفر بن محمد" ہو (ابن اثیر ج ۶ صفحہ ۲۰۰ اعمال الاعلام صفحہ ۱۹ ج ۶ صفحہ ۲۵۴ ابن وزری [illegible])

اور ہڈیان خوراک بنین، پھر دیوارے کائی کھرچ کھرچ کر چبانے لگے اور بالآخر یہ دردناک و الم انگیز لمحہ بھی آپہنچا، کہ اپنے ہی مقتول عزیز و اقارب کی بوٹیاں نوچ نوچ کر چبائی گئین، اور پھر محصورین کی اس حالت زار کا اثر قدرۃً شہر کی آب و ہوا پر پڑا، اور سارے شہر مین عام وبا پھیل گئی، جس سے شہر کی ایک خاصی آبادی نذر اجل ہوگئی،

برج کا انہدام جنگ

لیکن ان تمام آلام و مصائب کے باوجود محصورین کمال پامردی و اولوالعزمانہ ہمت سے محاذ سے پیچھے نہین ہٹے لیکن دوسری طرف مسلمان بھی آخری فیصلہ کے انتظار مین وہین جمے ہوئے تھے، آخر محاصرہ کو کامل آٹھ مہینے اسی طرح گذر گئے، اور ادھر فصیل پر منجنیق کی پیہم باڑھ پڑ رہی تھی، گوسلے بخط مستقیم ایک ہی نقطہ پر پہنچ پہنچ کر فصیل کو کمزور کر رہے تھے، اور پھر مسلمانون نے ایک نقب زن آلہ دبابہ کو فصیل کی ایک برج سے لگا دیا، جس سے اس کی بنیاد روز بروز کھوکھلی ہونے لگی، آخر کامل ایک ماہ کے بعد یہ برج مسمار ہوگیا، اس کو پیکر کا ہٹنا تھا، کہ دونون طرف سے زہر مین بجھی تلوارین نیام سے نکل پڑین اور دست بدست لڑائی شروع ہوگئی، مسلمان اپنی فاتحانہ حوصلہ مندیون سے سرمست تھے، اور عیسائی اپنے وطن کی آخری مقدس قربانگاہ پر دیوانہ وار نثار ہو رہے تھے،

محصورین کا جوش جنون

ممکن تھا کہ فصیل کے مسمار ہوتے ہی سرقوسہ کی عیسائی آبادی اپنے آپ کو فاتحین کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتی، اور پھر اسی سلوک کی مستحق ہوتی، جو ایسے موقعون پر مسلمان دریادلی سے مفتوح شہرون کے ساتھ کرتے آئے تھے لیکن سرقوسہ کے مقدس پوپون اور راہبون نے حضرت مسیحؑ کے ان معصوم بچون کو کچھ ایسا جنون آمیز سبق پڑھا دیا تھا کہ مسیحیت کا ہر نام لیوا شہر پناہ سرقوسہ کے نیچے مسلمانون کے آب شمشیر سے سیراب ہو کر ابدی سعادت کا مستحق سمجھتا تھا، یہانتک کہ جنون آمیز جوش و خروش سے عورتین اور بچے تک حسب استطاعت جنگ مین شریک ہو کر حصول ثواب مین مصروف تھے اور مقدس پادری اپنے مقدس لباس زیب تن کئے دعائین پڑھ پڑھ کر مسیحیون کے دل بڑھا رہے تھے، اسلئے جب مسلمانون نے فصیل توڑنے کے

Marfat.com

بعد یہ رنگ دیکھا کہ عاجزی و درماندگی کے بجائے جنون آمیز جوش و خروش سے خونچکان تلوارین بلند ہین،
تو وہ بھی بے جگری سے ٹوٹ پڑے اور فصیل کا مسمار شدہ حصہ مردون کے تودہ سے پٹ کر دو چند بلند ہو گیا،
لیکن باینہمہ محصورین پامردی سے محاذ جنگ پر قائم رہے چنانچہ باوجودیکہ فصیل منہدم ہو چکی تھی لیکن کہا جاتا ہی
کہ بزنطی لشکر اس پامردی سے مورچے قائم کئے رہا کہ مسلمان بیس دن تک ایک انچ آگے نہ بڑھ سکے،
جب اسلامی سپہ سالار نے جنگ کا یہ نقشہ دیکھا، تو ایک دوسری حکمت عملی اختیار کی، فوج کو پسپا
ہونے کا حکم دیا، بزنطی سپہ سالار بیس دن کی متواتر جنگ سے تھک کر چور ہو گیا تھا، اس لئے اس موقع پر
اوس نے منہدم فصیل کے گرد فوج کا ایک دستہ متعین کر دیا، اور خود آرام لینے چلا گیا،

فتح سرقوسہ اسلامی سپہ سالار کی یہ حکمت عملی کامیاب ہوئی، مسلمانون نے پھر منجنیق کی باڑہ نشانہ پر لگا دی اور
چشم زدن مین اوس محافظ بزنطی لشکر کا خاتمہ ہو گیا، پھر منجنیق کے گولے عالیشان مکانون کو زمین بوس کرنے لگے
اور اوس کے بعد ہی مسلمان نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے شہر مین گھس پڑے،

اب سرقوسہ کی تمام آبادی مسلمانون کے رحم و کرم پر تھی، لیکن عیسائیون نے مسلمانون کے حسن سلوک
سے فائدہ اوٹھانے کے بجائے دیوانگی سے مجنونانہ طرز عمل اختیار کیا، یہ مذہبی دیوانے مسلمانون کے سامنے آآکر
رسول اکرم صلعم کو سب و شتم کرتے اور حیات جاوید کے خواہان ہوتے، اسلامی فوج مین بھی افریقہ کے وحشی موجود
تھے، ان کی بھی مذہبی فریفتگی ضرب المثل ہی، جب آنحضرت صلعم پر (خاکم بدہن) گالیون کی بوچھار ہونے لگی، تو اون
مذہبی مجنونون پر یہ مذہبی دیوانے بھی ٹوٹ پڑے اور تھوڑے ہی وقفہ مین فصیل، قلعے، اور عالیشان مکان کے
تودون کے گرد ہزارون کشتون کے پشتے قائم ہو گئے، اور بعض مورخین کی تصریح کے بموجب صرف چند شہری
زندہ باقی بچ گئے۔

اس موقع پر بزنطی حکومت کے ایک وفادار صوبہ دار کا تذکرہ کرنا ناانصافی ہو گی کہ اوس نے حیرت انگیز
اولوالعزمانہ بہادری کی مثال قائم کی، وہ سترہ چیدہ سپاہیون کو لیکر فصیل کی ایک برج پر چڑھ گیا، اور چوبیس گھنٹہ

تک مقابلہ کرتا رہا، اس کے سر ہوتے ہی سرقوسہ پر اسلامی پرچم لہرا دیا گیا اور **فتح سرقوسہ** کی یہ مہم نو ماہ کے محاصرہ کے بعد یوم چہارشنبہ ۱۴ رمضان المبارک ۲۶۴ھ کو اتمام کو پہنچی،

مقتولین کی تعداد نو ماہ کی اس طویل جنگ میں رومی مقتولین جنگ کی تعداد عرب مورخین کی تصریح کے مطابق چار ہزار سے زیادہ ہی،[1]

مال غنیمت سرقوسہ صقلیہ کے دولتمند ترین شہروں میں تھا، اس لئے یہاں حسب موقع مال غنیمت کا ایک انبار لگا ہوا تھا، عام عرب مورخین لکھتے ہیں کہ

"یہاں اسقدر دولت و ثروت حاصل ہوئی کہ کسی دوسرے شہر میں حاصل نہیں ہوئی تھی"۔

اور ایک چشمدید گواہ تھیودی سیش کا بیان ہو کہ مال غنیمت کی تعداد دس لاکھ بیزنطی سکہ تھی، اور اس کو غالب صاحب الہلال مصر نے ...... ریال سے موسوم کیا ہی،[2] اس کے علاوہ مسلمانوں نے سرقوسہ کے رئیس الاساقفہ اور تین دوسرے راہبوں کے ذریعہ گرجا کے مقدس طلائی و نقرئی مرصع ظروف کا سراغ لگایا جن کا وزن پانچ ہزار پونڈ بتایا جاتا ہے، اب ان کی قیمت صنعت و ندرت کے لحاظ سے جو کچھ بھی ہو بتانا دشوار ہے،

انہدام سرقوسہ فتح سرقوسہ کی تکمیل کے بعد اسلامی لشکر دو مہینے یہاں مقیم رہا، لیکن شہر قدیم باشندوں سے سنسان ہو گیا تھا، سرقوسہ کی شہری آبادی جنگ سے پیشتر ہجرت کر چکی تھی، باشندوں میں جسقدر لڑنے والے تھے، اولاً وبا کی نذر ہوئے، اور پھر جو باقی بچے وہ جنگ میں کام آئے، اس لئے فتح سرقوسہ کے بعد یہاں بجز مسلمانوں

---

[1] یورپین مورخین کا بیان اس سے مختلف ہے، وہ سرقوسہ میں مسلمانوں کے مظالم اور قتل و خونریزی کی ایک طویل داستان لکھتے ہیں، جو تمامتر مبالغہ آمیز ہے، عرب مورخین میں سے ابن عذاری اور لسان الدین بن الخطیب نے بتصریح یہی تعداد بیان کی ہو، عرب مورخین مقتولین کی تعداد کو گھٹا کر دکھانے کے عادی نہیں، [illegible] داخل تھا، کہ ان کے خیال میں مقتولین کی کثرت تعداد [illegible]

سے اور کوئی موجود نہ تھا، موجودہ متغلب صقلیہ اغلب بن محمد نے یہاں مسلمانوں کو آباد کرنا مناسب نہ سمجھا، پھر اس خیال سے کہ آیندہ بزنطی لشکر شہر میں آکر نئے استحکامات کے ساتھ اوس کو دوبارہ کام میں نہ لاسکے اوس نے اوس شہر کے ڈھا دینے کا فیصلہ کیا، اور فتح سرقوسہ کے دو مہینے کے بعد احمد کے پاس جو اسلامی لشکر کے ساتھ یہاں مقیم تھا شہر کے انہدام کا فرمان بھیجا، اور اواخر ماہ ذیقعدہ ۲۶۴ھ میں اس پرعظمت تاریخی شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی جو ایک مدت سے صقلیہ میں یونانی اور رومی تہذیب کی آخری یادگار تھی، [1]

بزنطی بیڑے کی آخری کوشش

انہدام سرقوسہ کے بعد مسلمان ابھی واپس بھی نہیں ہونے پائے تھے کہ دوسرا خطرہ سامنے آگیا، جسکی بنا پر اغلب نے اس کے انہدام کا آخری فیصلہ صادر کیا تھا، یعنی حکومت بزنطی قسطنطنیہ کا ایک عظیم الشان بیڑا سرقوسہ کی بازیافت کے لئے آتا دکھائی دیا، اسلامی بیڑے نے بڑھ کے مقابلہ کیا، یہ بحری جنگ اس پرعظمت تاریخی شہر کے سلسلۂ محاربات کی آخری کڑی تھی، اسلامی بیڑا اس میں بھی فتحیاب ہوا، چار جہاز قبضہ میں آگئے، اور اوس کے تمام سپاہی تہ تیغ ہوئے، اور جو باقی رہ گئے، وہ تباہ و برباد ہو کر قسطنطنیہ واپس چلے گئے،

اسلامی لشکر کی مراجعت

اسلامی لشکر اس بحری جنگ کے بعد اواخر ماہ ذیقعدہ ۲۶۴ھ میں سرقوسہ سے بلرم واپس گیا،

فتح سرقوسہ اور حکومت بزنطی قسطنطنیہ

یہ عجب اتفاق ہے کہ مرکزی حکومت بزنطی قسطنطنیہ نے موجودہ فرمانروا باسل مقدونی ہی کے عہد میں صقلیہ کے معاملات سے گہری دلچسپی لی، اور خصوصاً سرقوسہ کے بچانے کے لئے دو دو تین تین بیڑے روانہ کئے، لیکن صقلیہ میں حکومت بزنطی کا آخری زوال اسی کے عہد میں پورا ہوا، اور اسی وجہ سے عیسائی مورخین کی [illegible] سب و شتم کا نشانہ بنا، اور کہا گیا کہ فتح سرقوسہ کا الزام

---

[1] [illegible] اعلام و یادگاری مضامین ج ۲ صفحہ [illegible] ابن اثیر ج ۷ صفحہ [illegible] و ۵۵ [illegible] اعلام یادگاری مضامین ج ۲ صفحہ ۹۴، والبیان المغرب، ترجمہ [illegible] صفحہ [illegible]

مسلمانون نے اپنی شجاعت سے انجام نہین دیا، بلکہ یہ واقعہ قسطنطنیہ کے بزدل شہنشاہ باسل مقدونی کی غدارانہ [illegible]

تساہل سے فتوحات پذیر ہوا،

حالانکہ باسل ہی قسطنطنیہ کا وہ آخری فرمانروا تھا جس نے صقلیہ پر سب سے زیادہ توجہ کی، ۳۶۵ھ مین تخت حکومت پر آیا اور فوراً ایک زبردست جنگی بیڑا صقلیہ روانہ کیا، جسکو ۳۶۷ھ مین مسلمانون نے اپنی محیر العقول جوانمردی سے شکست دی، پھر باسل نے اندرون صقلیہ مین حکومت اسلامی کے خلاف بغاوت کی عام لہر ڈال دی جسکی تفصیل اوپر گذر چکی ہے، پھر اوس نے سرقوسہ کو اسقدر مستحکم کر لیا، اور بیزنطی لشکر صقلیہ کے حوصلے اس قدر بڑھا دیے کہ ۴۲۵ھ مین اس نے اسی سرقوسہ کی دیوار کے نیچے مسلمانون کو نہایت زبردست شکست دی، لیکن پھر امر واقعہ یہ ہے کہ رفتہ رفتہ مسلمانون نے پھر دوبارہ کامل اقتدار حاصل کر لیا اور باسفورس کے اول آخر بیڑے کی شکست پر فتح سرقوسہ کے آغاز و انجام کا تماشہ ختم ہوا،

فتح سرقوسہ سے صقلیہ مین گویا حکومت بیزنطی کا وہ پرشکوہ علم جو کئی صدیون تک یہان نہایت [illegible] جلال اور شان و شوکت سے لہراتا رہا ہمیشہ کیلئے سرنگون ہو گیا، چنانچہ مسٹر اومن باسل کے عہد [illegible]

اس کے عہد حکومت کے وقائع مین قابل اعتبار واقعہ صقلیہ کا آخری زمانہ [illegible] جنھون نے میکائل دوم کے عہد حکومت مین جزیرہ پر قدم رکھا تھا، اب ان کی تمام [illegible] جزو سرقوسہ پر حملہ سے اتمام کو پہنچ گئی،[1]

اسلامی پیشقدمی کا عارضی التوا

مسٹر اومن کا یہ بیان اگرچہ [illegible] قابل اعتبار [illegible] بیزنطی کا کچھ نہ کچھ نام و نشان باقی رہ گیا تھا، [illegible] اطراف [illegible] وغیرہ حکومت بیزنطی کے علم بردار وہین باقی رہ گئے تھے، لیکن فتح سرقوسہ کے بعد کچھ دنون کے لئے خود عربون نے اپنی پیشقدمی ملتوی کر دی، ورنہ ان شہرون مین سے کسی مین بھی ایسی قوت نہ تھی کہ وہ اسلامی

[1] ہسٹری آف دی [illegible] بیزنٹائن ایمپائر، صفحہ ۲۱۲

حکومت کی پوری طاقت کا مقابلہ کر کے بیزنطی علم کو سربلند رکھتے،

سرقوسہ کی نئی آبادی

سرقوسہ اگرچہ تباہ و برباد کر دیا گیا تھا لیکن مسلمانوں نے اوسکی تاریخی عظمت برقرار رکھنی چاہی اور اسی غیر مسلح بے فصیل شہر میں آکر آباد ہو گئے جس نے رفتہ رفتہ پھر ایک اچھے خاصے شہر کی حیثیت اختیار کر لی جسمین مسلم وغیر مسلم تمام قومین آباد تھین، یہان کے باشندون مین اہل علم کی بھی ممتاز جماعت پیدا ہوئی جنکے تذکرے دوسری جلد مین نظر آئین گے،

باغیانہ حکومت کا خاتمہ

محاصرۂ سرقوسہ کے اثنا مین صقلیہ کی حکومت مین جو اہم انقلاب ہو گیا تھا، اوس سے امرائے صقلیہ غافل نہ تھے لیکن اثنائے محاصرہ مین اس جانب توجہ کرنے مین خانہ جنگی برپا ہو جانے کا اندیشہ تھا جس سے اس مہم کو نقصان پہنچتا، اس لئے خاموشی سے سرقوسہ کی مہم کے انجام پانے کا انتظار کرتے رہے، چنانچہ جب سرقوسہ کی یہ مہم انجام پا گئی، تو دو مہینہ کا وقفہ بھی نہین گذرنے پایا تھا، کہ اون متغلبین کے خلاف شورش پیدا ہوئی، اور خود باشندگان صقلیہ نے ماہ محرم ۲۶۵ھ مین اغلب بن محمد ابو عقال اور ان کے تمام ساتھیون کو گرفتار کر لیا، اور لوہے کی زنجیرون مین جکڑ کر افریقیہ بھیج دیا، جہان اونھین سزائے موت دیدی گئی،[1]

صقلیہ کے نظام حکومت مین ابتری، ۲۶۵ھ سے ۲۸۲ھ تک دور اختلال اور اوس کے اسباب و نتائج

اگرچہ صقلیہ کی اس باغیانہ حکومت کا ان سرکشون کے استیصال سے خاتمہ ہو گیا لیکن یہان افریقیہ کے مجرمون کا مستقر بنجانے سے فتنہ و فساد کی ایسی تخم ریزی ہوئی تھی کہ ایک مدت تک حکومت اغالبہ یہان کامل امن و امان قائم کرنے مین کامیاب نہ ہو سکی، کیونکہ اوس جلاوطن گروہ کے افراد کو جنھین وہان کے معززین وذی اثر باشندے ہی سمجھتے تھے صقلیہ کے باشندون مین بہت جلد ہر دلعزیزی حاصل ہو گئی، یہ لوگ بغاوت کی چنگاریان افریقیہ سے اپنے ساتھ لائے تھے، جلاوطن موالی کی ایک کثیر تعداد ان کے ساتھ تھی، اس لئے انھین اپنے مقصد مین

---

[1] الاعلام دیار کری ج ۲ صفحہ ۲۱۰ البیان المغرب ترجمہ ابدو صفحہ ۱۵۲،

یہاں بھی بہت جلد کامیابی حاصل ہو گئی ان لوگون نے اولاً موالی و دیگر جلا وطن لوگون سے مخالفین حکومت کی ایک مستحکم جماعت تیار کر لی اور پھر مسلمانان صقلیہ کے درمیان مختلف جذبات برانگیختہ کرکے اپنی تفرقہ اندازی سے انھیں ٹکڑون ٹکڑون مین تقسیم کر دیا،

ادھر صقلیہ مین یہ بغاوت انگیزی ہو رہی تھی، اور ادھر افریقیہ مین بھی بعض ایسے حالات پیش آگئے کہ ان کا اثر صقلیہ پر نہایت ناخوشگوار پڑا، فرمانروائے افریقیہ ابراہیم کو عنان حکومت سنبھالے ہوئے چند سال گذرے تھے کہ وہ ایک دماغی مرض مین مبتلا ہو گیا، اور اسکی طبیعت پر مراق کا اثر پیدا ہو گیا، لیکن اس کے باوجود وہ عنان حکومت ہاتھ مین لیے رہا، اور اس کے ادنیٰ اشارے پر بڑے بڑے اکابر سلطنت امراء و روساء علماء اور خود اس کے عزیز و اقارب قتل ہونے لگے جس سے یہان کے نظام حکومت مین بھی اختلال آگیا، اور جگہ جگہ علم بغاوت بلند ہو گئے، چنانچہ صرف ۲۸۲ھ ۸۹۵ء مین تونس، جزیرہ اربس، باجہ وغیرہ نے کچھ ہی دنون آگے پیچھے باری باری بغاوت کا اعلان کیا، اور پھر اسی طرح سارے افریقیہ مین ایسی بغاوت پھیل گئی، کہ حکومت افریقیہ کے قبضہ و اقتدار مین سمندر کا صرف ساحلی علاقہ اور مشرق مین طرابلس کا کچھ حصہ باقی رہ گیا، اس سے صقلیہ کے باغیون کو مزید تقویت پہنچی،

علاوہ ازین افریقیہ کے نظام حکومت مین حکومت صقلیہ کی نگرانی ایک خاص صاحب (وزیر) کے سپرد تھی، جب افریقیہ کی وزارت مین ردو بدل ہونے لگا، تو صقلیہ کے عہدہ ولایت مین بھی عزل و نصب کا سلسلہ جاری ہو گیا، آج ایک صاحب نے صقلیہ پر ایک والی کو مقرر کیا، تو کل کسی دوسرے نے اوس کے عزل کا پروانہ لکھ بھیجا، یا کبھی ایک ہی صاحب نے ایک کا تقرر کیا، پھر کبھی دوسرے حالات سے متاثر ہو کر اوس کی معزولی کا حکم لکھ بھیجا،

نیز انھی دنون حدود حکومت اغلبیہ مین دعوت اسمٰعیلی کی سیاسی تحریک ۲۸۰ھ مین شروع ہو چکی تھی، ان کے دعاۃ مختلف شہرون مین پھیل گئے، ابراہیم کے اس طرز عمل سے ان کو مزید تقویت پہنچی حکومت

افلبیہ کے خلاف مختلف شہروں میں پروپیگنڈا جاری ہوگیا اور آخر آیندہ چل کر انہی وجوہ سے حکومت اغالبہ کا آفتاب اقبال ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا،

مرکزی حکومت افریقیہ کے ان حالات کا صقلیہ پر نہایت گہرا اثر پڑا، اولاً تقریباً ہر سال صقلیہ کی ولایت میں عزل و نصب ہوا، مختلف قبائلی عصبیتیں قائم ہوگئیں، ایک شہر کے مسلمان دوسرے شہر کے مسلمانوں سے معرکہ آرا ہوگئے اور صقلیہ کا پورا نظام حکومت اس قدر درہم برہم ہوگیا کہ ابراہیم کو ان تیاریوں کے ساتھ اپنے لڑکے ابوالعباس کی سرکردگی میں افریقیہ سے یہاں فوج بھیجنی پڑی، کہ گویا وہ نئے سرے سے صقلیہ کو فتح کرنے آیا ہے، صقلیہ کا یہ دور انتشار ۲۶۵ھ سے ۲۸۷ھ تک تقریباً بائیس برس تک قائم رہا اگرچہ اس اثنا میں یہاں کے مسلمان والی اپنے فرائض انجام دیتے رہے، رومی علاقوں پر فوجکشیاں بھی ہوئیں اور بعض موقع پر غیرمعمولی کامیابیاں حاصل ہوئیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اور حکومت بیزنطی سے بحری معرکہ آرائی ہوئی تاہم ان تمام امور کے باوجود صقلیہ میں فتح سرقوسہ کے بعد جو امن و امان قائم ہونا چاہئے تھا، غیرمفتوح علاقہ کو جس آسانی سے زیر ہو جانا تھا اور نظام حکومت کو جس مضبوطی سے قائم رہنا تھا، وہ اس شرانگیز نسلی عصبیت کی فتنہ پردازیوں، سازشوں اور بغاوتوں سے مفقود رہا، اور یہی حالات تقریباً بائیس برس تک قائم رہے،

ابوالاغلب بن ابراہیم ثانی صقلیہ (۱۲)

۲۹۵ھ

۹۰۷ء

چنانچہ ابراہیم نے صقلیہ کے سرکش متغلبین کے قلع قمع کے بعد یہاں کی ولایت پر خود اپنے لڑکے ابوالاغلب کو ۲۸۷ھ میں روانہ کیا، لیکن مخالفین حکومت بہت جلد اس کے خلاف شورش پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئے، اس لئے ابراہیم نے صقلیہ کے سابق والی حسن بن رباح کو دوبارہ ولایت دیکر

یہان بھیج دیا، اور ابو الاغلب یہان صرف نو ماہ کے قیام کے بعد افریقیہ واپس چلا گیا،[۱]

حسین بن رباح والی صقلیہ (۱۳)

۲۴۵ھ تا ۲۴۶ھ
۸۵۹ء تا ۸۶۰ء

فوجکشیان اور بری و بحری معرکہ آرائیان

حسین بن رباح اواخر ۲۴۵ھ میں صقلیہ پہنچا، یہ ایک آزمودہ کار والی تھا، اس نے برسرِ حکومت آنیکے بعد مسلمانون سے کسی قسم کا تعارض کئے بغیر رومی علاقہ پر فوجکشی کا سامان کیا، اور ۲۴۶ھ کے موسم گرما میں ایک فوج اپنی سرکردگی میں لیکر طبرمین وغیرہ کی جانب روانہ ہوا، وہان رومی مقابلہ کے نکلے اور جنگ شروع ہو گئی، اسلامی لشکر کی پیشقدمی کسی جوش و ولولہ کے ساتھ تو تھی نہین، رومیون نے ان کو پسپا کرنا شروع کیا، اور قریب تھا کہ مسلمان شکست کھا کر فرار ہوجائین، کہ یکایک قدم سنبھل گئے، اور مسلمانون کے ایک سخت حملہ کے بعد رومیون کو ہزیمت اوٹھانی پڑی، ان کی ایک کثیر تعداد کام آئی، اور سپہ سالار بھی مارا گیا،[۲]

اس کے بعد اسی زمانہ میں ایک سو چالیس جہازون کا ایک بزنطی بیڑا صقلیہ آیا، حسین بن رباح نے ایک اسلامی بیڑا مدافعت میں روانہ کیا، اور ایک خونریز جنگ ہوئی، مسلمانون نے شکست کھائی اور ان کے چند جہاز بھی رومیون کے قبضہ میں چلے گئے، اور جو باقی بچ گئے بمشکل واپس چلے آئے، اور بزنطی بیڑا قسطنطنیہ چلا گیا،

حسین بن رباح نے اس ہزیمت کے جواب میں مختلف دستون کو رومیون کی مختلف سمتون میں

۱؎ اعمال الاعلام و بیان گوری صفحہ ۳ ج ۲ صفحہ ۳۶، البیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۵۱ ابن عذاری نے ابو الاغلب کے تقرر کا تذکرہ نہیں کیا ہے، اسکے بعد [illegible] ابن رباح کا تقرر [illegible] کے بعد لکھا ہوا ادھر [illegible] ابن الحبحاب کے نو ماہ کے قیام کا ذکر کرکے بعد کے سال کے واقعات چھوڑ دیئے ہیں ہم نے حسین کے دور صقلیہ کا زمانہ دونوں سامنے رکھکر متعین کیا ہے، البیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۵۱

بھیج دیا، جو چند مہینوں تک رومی علاقہ کو تاخت و تاراج کرتے رہے[۱]،

عزل و جانشینی — تا آنکہ سیاسی آویزشوں کی بنا پر ۲۶۷ھ میں افریقہ سے حسین بن رباح کی معزولی کا پروانہ آگیا اور اس کے بجائے حسن بن عباس والی مقرر کیا گیا،

حسن بن عباس والیٔ صقلیہ (۱۴)

۲۶۷ھ - ۲۶۸ھ / ۸۸۰ء - ۸۸۱ء

روی مقبوضات پر اسلامی حملے، اور اسلامی مقبوضات پر رومی حملے،

حسن بن عباس ۲۶۷ھ / ۸۸۰ء میں صقلیہ آیا[۱]، اور فوج کشی کا سلسلہ جاری کر دیا، فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے رومی مقبوضات میں بھیج دیے، اور خود ایک بڑا لشکر لیکر قطانیہ پہنچا، اور یہاں سے طبرمین کا رخ کیا اور کھیت کے غلوں اور باغ کے درختوں کو نقصان پہنچایا، پھر یہاں سے ایک غیر معروف مقام تقارہ پہنچا، اور یہاں کی [illegible] پامال کی اور اسی قسم کی تاخت و تاراج کے بعد طبرمین لوٹ آیا،

اگرچہ حسن بن عباس کی اس مہم سے رومی علاقہ کو نقصان پہنچ گیا تھا، لیکن اسلامی حکومت میں جو ابتری پیدا ہوگئی تھی، اوس سے رومیوں کے حوصلے بڑھ گئے تھے، چنانچہ ادھر اسلامی لشکر رومی علاقہ سے واپس آیا، اور ادھر بالکل خلاف معمول اسکے جواب میں رومی دستے بھی اسلامی حدود حکومت میں گھس آئے، اور یہاں کے باغوں اور کھیتوں کو اسی قسم کے نقصانات پہنچائے، جیسے ابھی وہ نقصانات اوٹھا چکے تھے،

حسن بن عباس نے اوس کے تدارک کے لئے فوجی دستے متعین کئے، چنانچہ ۲۶۸ھ میں ایک مختصر دستہ ابو ثور نامی ایک قائد کی سرکردگی میں جا رہا تھا، کہ ایک رومی لشکر اس پر حملہ آور ہوا مسلمانوں کی

---

(۱) ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۲۳ والبیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۵۹ (۲) ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۲۵۲ واعمال الاعلام حصہ ثالث صفحہ ۶۰ ج ۲ صفحہ ۳۳ والبیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۵۹،

Marfat.com

تعداد بہت تھوڑی تھی، رومی [illegible] سپاہی کو قتل کر ڈالا، صرف [illegible] مسلمان کسی طرح جان بچا کر بلرم پہنچے[1]

اور اس کے بعد ہی حسن بن عباس کی معزولی کی باری آگئی [illegible] ابو الحسین محمد بن فضل فرمانِ ولایت لیکر صقلیہ پہنچا،

ابو الحسین محمد بن فضل والی صقلیہ (۱۵)

۲۵۲ھ

ذمکشی ابو الحسین محمد بن فضل ۲۵۲ھ میں صقلیہ پہنچا [illegible] دو گونہ مشکلات کا سامنا [illegible] ایک طرف اس کے خلاف مخالفین حکومت کی شورش [illegible] دوسری طرف اسلامی حکومت کے خلاف رومیوں کی بڑھتی ہوئی حوصلہ مندیاں [illegible]

اس نے بھی اول امر کو نظر انداز کیا، کیونکہ جس وقت آنے کا عہدہ ولایت سے [illegible] اور پوری تمام توجہ رومیوں کے خلاف مبذول کی [illegible] گذشتہ سال اسلامی حکومت کے حدود [illegible] تاراج کر چکے تھے، علاوہ ازیں اپنی علم کو [illegible] طرح [illegible] منظم کر [illegible] مصروف [illegible] اسی سلسلہ میں ان لوگوں نے کسی [illegible] مقام پر ایک قلعہ [illegible] شروع کر دی تھیں، اور اسی قلعہ کو صقلیہ میں حکومت بیزنطی کا پایۂ تخت [illegible] بیزنطی قسطنطنیہ کی طرف سے بھی امدادی بیڑے آنے لگے تھے،

محمد بن فضل نے بھی حالات کی بنا پر اسی سال ۲۵۲ھ میں [illegible] فوج [illegible] وتاراج میں مصروف ہو گیا، اسی اثنا میں قسطنطنیہ کا امدادی بیڑا پہنچا، اور اس سے ٹکرا ہوا [illegible]

---

[1] ابن اثیر [illegible] ۲۵ [illegible]

Marfat.com

جنگ میں مسلمان فتحیاب ہوئے، اور بہت سے رومی کام آئے، جنگ کے خاتمہ کے بعد محمد بن فضل طبرمین چلا آیا، رہیان کی زراعت وغیرہ کو نقصان پہنچا کر جدید پایہ تخت کی جستجو میں روانہ ہوا، کہ سامنے سے رومیون کی ایک ٹڈی دل فوج آتی دکھائی دی، دونون فوجیں صف آرا ہوئیں، اور دونون میں شدید کا مقابلہ ہوا، آخر رومیون کی صفیں ٹوٹیں، اور انکی ہزیمت پر اس جنگ کا خاتمہ ہوا، رومی مقتولین کی تعداد تین ہزار سے زیادہ تھی، محمد بن فضل مقتولین کے سر بلرم لے آیا،

جدید رومی پایہ تخت پر قبضہ اس کامیاب جنگ سے مراجعت کے بعد اس نے رومیون کے جدید مرکز مدینۃ الملک (شاہی شہر) کا رخ کیا، اس شہر کی فتح میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی، رومیون کی مرکزی قوت کا اسی جنگ میں خاتمہ ہو چکا تھا، جو کچھ بچی کھچی فوج رہ گئی تھی، اوس نے مقابلہ کیا، اور اس جنگ میں کام آئی، قلعہ پر قبضہ ہو گیا، جو لوگ زندہ بچ گئے تھے، گرفتار کر لئے گئے، اور ۲۶۴ھ کے اختتام سے پہلے حکومت بیزنطی کے اس جدید دار الحکومت کا خاتمہ ہو گیا،

اس کے بعد پھر دوسرے سال ۲۶۵ھ میں رومی علاقہ پر حملہ آور ہوا، فوج کی پہلی منزل قلعہ مطہ قرار پائی، پھر یہاں سے قسطانیہ روانہ ہوئی، یہاں رومیون سے معرکہ آرائی ہوئی، رومی یہان بھی کثیر تعداد میں مقتول ہوئے، محمد بن فضل اختتام جنگ کے بعد اسیران جنگ اور مال غنیمت لیکر ذی الحجہ میں بلرم واپس آگیا،

معزولی اس کے بعد محمد بن فضل دوسری مہم کا آغاز کرنے پایا تھا کہ ماہ ربیع الاول ۲۶۵ھ میں اوس کی معزولی کا پروانہ دربار قیروان سے آگیا، اور اوس کے بجائے علی بن محمد بن ابی الفوارس عہدۂ ولایت پر آیا[1]

---

[1] ابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۱۷۱، ۱۷۲، اعمال الاعلام در یادگاری منتخبات ج ۲ صفحہ ۴۳۲، ونہایۃ الارب درامار ی صفحہ ۴۴۴ و ۴۴۵، البیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۶۳، اعمال الاعلام میں اس کا نام علی بن ابی الفوارس ہے ہم نے علی بن محمد بن ابی الفوارس نویری کی تصریح کے مطابق لکھا ہے،

علی بن محمد والی صقلیہ (۱۶)

سنہ ۲۷۰ھ / ۸۸۳ء

علی بن محمد خاندانِ اغالبہ کا ایک رکن تھا، سلسلۂ نسب علی بن محمد بن ابی الفوارس بن عبداللہ بن اغلب ہے، یوم دوشنبہ ۲۵ ربیع الاول سنہ ۲۷۰ھ/۸۸۳ء میں صقلیہ آیا،

لیکن اس کا دورِ حکومت بھی محض چند روزہ ثابت ہوا، اور چند ہی مہینے بعد اسی سال ماہ رمضان میں اس کی معزولی کا پروانہ قیروان سے آگیا، اور صقلیہ کی باگ حسین بن احمد کے ہاتھ میں آگئی۔[1]

حسین بن احمد والی صقلیہ (۱۷)

سنہ ۲۷۰ھ - ۲۷۱ھ / ۸۸۳ء - ۸۸۴ء

فوجکشی حسین بن احمد سنہ ۲۷۰ھ/۸۸۳ء میں صقلیہ آیا، اور اسی سال رمطہ پر فوجکشی کی، اور مالِ غنیمت اور قیدی لیکر بلرم واپس آیا،

والی صقلیہ کی وفات پھر کچھ دنوں کے بعد بیمار پڑا، اور ماہ شعبان سنہ ۲۷۱ھ/۸۸۴ء میں وفات پائی، اور اسکے بعد سوادہ بن محمد کو ولایتِ صقلیہ پر بھیجا گیا۔[2]

۱؎ ابن اثیر، ص ۲۹۷ و اعمال الاعلام در بارۂ مختصا مین ج ۲ ص ۴۷۶ ؎۲ البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۲۹۲ ... اتفاق [illegible] لسان الدین ابن الخطیب [illegible] قبول کی ہے [illegible] موقع پر اس کا ذکر نہیں کیا ہے اس لئے خیال ہوا شاید اسی سے ادھورا [illegible] حسین بن رباح لکھ گیا ہو دیکھئے ابن اثیر ج ۷ ص ۲۹۲۔

سوادہ بن محمد والی صقلیہ (۱۸)

سنہ ۲۷۱ھ سنہ ۲۷۳ھ
۸۸۴ء ۸۸۶ء

سوادہ سابق مقتول والی صقلیہ خفاجہ بن سفیان کا پوتا اور محمد بن خفاجہ کا لڑکا تھا، ۲۷۱ھ/۸۸۴ء میں صقلیہ پہنچا،

رومی علاقہ پر فوج کشی

عنان حکومت سنبھال کر رومی علاقہ پر فوج کشی کی اور طبرمین پر حملہ آور ہوا، یہاں اس علاقہ کی حفاظت کی جاتی تھی، لہ حاکم طبرمین نے ایک پیغام بھیج کر کچھ دنوں کے لئے فوج کشی ملتوی کر دینے کی درخواست پیش کی، اور معاوضہ میں تین سو مسلمان قیدی رہا کرنے کا عہد کیا، سوادہ نے شرط منظور کرلی، اور تین مہینہ کے لئے فوج کشی ملتوی ہو گئی، اس معاہدہ سے رومیوں کو ایک فصل کا غلہ گھر میں مل گیا، اور اسلامی حکومت کو تین سو مسلمانوں کو رہا کرانے کا موقع مل گیا،

اس کے بعد سوادہ نے تین مہینہ کی وقفہ کے بعد دوبارہ فوج کشی کی، اور فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے رومی مقبوضات میں پھیل گئے، اور قتل و غارت میں مصروف ہوگئے اور بہت مال غنیمت اور قیدی جمع ہو جائے، تو طبرمین لوٹ آئے،

شہر سبرینہ پر بزنطی قبضہ

اس کے بعد اسی سال ۲۷۱ھ/۸۸۵ء میں ایک بزنطی بیڑا قسطنطنیہ سے ایک امیر البحر نجفور (NICEFORO) کی سرکردگی میں اٹلی پہنچا، اور ایک اسلامی شہر سبرینہ (SEVERINA) کو کہ اسلامی نام شہر تھا، محاصرہ کیا، اہل شہر عاجز تھے اس شرط پر شہر حوالہ کر دینے کی درخواست کی، کہ انہیں امن و امان سے صحیح و سالم صقلیہ چلے جانے کی اجازت دیدی جائے، نجفور نے شرط منظور کرلی، مسلمان شہر خالی کر کے صقلیہ چلے آئے اور شہر پر بزنطی علم لہرانے لگا،

Marfat.com

اس کے بعد اوس نے ایک دوسرے شہر [illegible] (AMAN TEA کا رخ کیا یہاں بھی مسلمانوں نے معمولی محاصرہ کے بعد شہر حوالہ کر دیا اور [illegible] امان سے [illegible] آئے اور اس پر بھی بزنطی علم لہرانے لگا۔[1]

والی صقلیہ کی گرفتاری اس کے بعد صقلیہ میں حسب معمول والی کے خلاف بغاوت ہوئی اور باغی سوادہ پر قابو پانے میں کامیاب ہوگئے اور اس مرتبہ ان لوگوں نے پہلے سے کہیں زیادہ جرأت کی اور سوادہ اور اس کے عزیز و اقارب اور اوس کے حاشیہ نشین امرا صقلیہ [illegible] وغیرہ کو گرفتار کر لیا اور سب کو ماہ رجب ۲۶۳ھ / ۸۷۶ء میں افریقیہ روانہ کر دیا اور صقلیہ کی حکومت کا نظم عارضی طور پر ابو العباس بن علی کے ہاتھ میں آگیا۔[2]

ابو مالک احمد بن عمر بن عبد اللہ والی صقلیہ (۹)

۲۶۴ھ تا ۲۶۸ھ / ۸۷۸ء تا ۸۸۱ء

ابو ملک احمد بن عمر بن عبد اللہ بن ابراہیم بن اغلب سوادہ کے بجائے صقلیہ کی ولایت پر بھیجا گیا۔ وہ اس سے پہلے بھی اس عہدہ پر مامور ہو چکا تھا اب دوبارہ ماہ صفر ۲۶۴ھ میں یہاں پہنچا۔

فوج کشی اور فتوحات اس نے پہنچتے ہی [illegible] فوج کشی کی اور سلب نہب اور زراعت کے پامال کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ ۲۶۵ھ میں رومی مقبوضات میں ایک دوسری فوج کشی کی اس میں بری و بحری دونوں لڑائیاں پیش آئیں [illegible] ان کے ساٹھ ہزار سے زیادہ آدمی بری جنگ میں کام آئے اور اسی طرح بحری جنگ میں [illegible] پانچ ہزار [illegible] اسلامی لشکر رومی مقبوضات میں مال غنیمت [illegible] واپس ہوا۔

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۹۵، ۲۶ اعمال الاعلام و یادگاری ج ۲ ص ۲۷۴، البیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۶۳، [3] اعمال الاعلام و یادگاری مضامین ج ۱ ص ۳۳۔

ابو الاغلب کی یہ پہلی فوجکشی نتیجہ خیز ثابت ہوئی، دشمنوں کی اس قدر کثیر فوج کی بربادی کے علاوہ رومی مقبوضات کا ایک وسیع علاقہ اسلامی قبضہ واقتدار میں داخل ہوگیا، ابن عذاری لکھتا ہے،

یہان تک کہ رومیون نے ایسے بہت سے شہر اور قلعے	حتی اخلا الروم کثیرا من البلاد
خالی کردئے جو اسلامی سرحد کے قریب واقع تھے،	والحصون التی تجاور المسلمین

اس کے بعد اوس نے جنوبی اٹلی پر بھی توجہ کی، اور سبرینہ و ملتیہ کے زوال کا انتقام لینا چاہا لیکن کسی شہر پر اقتدار حاصل نہین ہوا صرف مال غنیمت اور قیدی لیکر واپس آیا[1]

پھر دوسرے سال طبرمین پر دوبارہ فوجکشی ہوئی لیکن معمولی محاصرہ کے بعد فوج واپس آگئی[2]

صاحب افریقیہ کا قتل اور والئ صقلیہ کی معزولی و نصب

اسی اثنا میں ابراہیم فرمانروائے افریقیہ نے نصر بن صمصامہ حاجب (وزیر) کو اس کے عزیز واقارب سمیت کسی سبب سے قتل کرادیا اور اوس کے بجائے حسن بن نافذ کو اس عہدہ پر مقرر کیا اور ولایت صقلیہ کی نگرانی اسی کے سپرد ہوئی،

حسن بن نافذ نے ولایت صقلیہ کے اختیارات لینے کے بعد سب سے پہلے والی صقلیہ ابو مالک کی معزولی کا پروانہ لکھا چنانچہ ۲۶۸ھ میں وہ معزول کیا گیا، اور اوس کے بجائے سابق والی صقلیہ ابوالحسین محمد بن فضل کو اس عہدہ پر مقرر کرکے صقلیہ روانہ کیا گیا[3]

---

[1] البیان المغرب بابن حوادث ۲۶۷ھ و ترجمہ اردو صفحہ ۱۲۳ [2] البیان المغرب ترجمہ اردو صفحہ ۱۲۴ [3] ابن عذاری سوادۃ بن محمد کو ان ایام میں امیر صقلیہ بتایا ہے لیکن یہ صحیح نہین ہے کیونکہ خود ابن عذاری نے سوادۃ بن محمد کے خلاف بغاوت پھیلنے اور اوسکے افریقیہ بھیجے جانے کی روایت ۲۶۳ھ میں لکھ چکا ہے، ابن عذاری کے اس بیان کے روسے اسکے بعد علی بن ابی العباس باشندگان صقلیہ کے انتخاب سے والی ہوا تھا، لیکن پھر صحیح روایت یہ ہے کہ ۲۶۷ھ میں ابو مالک افریقیہ سے بھیجا گیا اور وہی اسوقت تک اس عہدہ پر تھا۔ نہایۃ الارب نویری باب اخبار افریقیہ المغرب حوادث ۲۶۸ھ زیادی صفحہ ۵۰، نویری نے واقعہ قتل کو ۲۶۸ھ میں لکھا ہے اور اسی سال ولایت صقلیہ میں اس تبادلہ کا تذکرہ کیا ہے، اور اسی طرح ابن عذاری نے اگرچہ واقعہ قتل کو ۲۶۸ھ میں بیان کیا ہے لیکن محمد بن فضل کے تقرر کو ۲۶۷ھ میں لکھا ہے، اور لسان الدین ابن الخطیب نے صرف ابو مالک کی معزولی اور محمد بن فضل کے تقرر کا تذکرہ کیا ہے کسی سنہ کی تعیین نہین کی ہے۔

ابوالحسین محمد بن فضل والی صقلیہ (۲)

۲۷۹ تا ۲۸۲ھ
۸۹۲ تا ۸۹۵ء

محمد بن فضل ۲ صفر ۲۷۹ھ/۸۹۲ء کو دارالحکومت بلرم میں داخل ہوا، اس کے تقرر سے صقلیہ کے رومیوں میں انتشار پیدا ہوا، اوس نے اپنے پچھلے دور حکومت میں بری طرح ان کا قلع قمع کیا تھا، چنانچہ اس مرتبہ بھی اس نے عنان حکومت ہاتھ میں لے کر رومی علاقہ کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا، اور رومیوں نے اس سے پناہ مانگ کر صلح کی سلسلہ جنبانی کی، اور ۲۸۲ھ/۸۹۵ء میں ایک معاہدہ پر طرفین کی رضامندی ثبت ہوگئی، جس کے مدت تین برس چار مہینے کیلئے فوجی پیشقدمی کا سلسلہ ملتوی کردیا گیا، اور اوس کے معاوضہ میں ایک ہزار مسلمان قیدی آزاد ہوئے اور اسلامی حکومت نے بطور ضمانت تین تین مہینے کے لئے عرب و بربر کے چند اشخاص باری باری طرفین میں بطور یرغمال بھیجنے کا عہد کیا۔[1]

باشندگان صقلیہ کی سرکشی اور والی کا عزل و نصب

رومیوں نے اسلامی حملہ سے بچنے کے لئے صلح کی سلسلہ جنبانی کی تھی، لیکن محمد بن فضل نے اس کو بطیب خاطر اس لئے منظور کرلیا، کہ اس زمانہ میں صقلیہ کے داخلی سیاسیات کا مطلع نہایت غبار آلود ہوگیا تھا، چنانچہ معاہدہ صلح کے منعقد ہوتے ہی یہاں کے شورش پسندوں کی فتنہ پردازی و بغاوت انگیزی کے روکنے کی کوشش کرنے لگا، اور تقریباً ڈیڑھ دو سال امن و امان سے گذار لے گیا، کہ موجودہ حاجب افریقیہ احمد بن نافذ نے اوس کو معزول کرکے صقلیہ کی عنان حکومت اپنے لڑکے حسن کے سپرد کردی۔

---

[1] البیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۷۷۔

حسن بن احمد والی صقلیہ (۲)

[illegible]

بغاوت اور قبائلی جنگ کا آغاز

حسن بن احمد نے ۲۸۷ھ میں عنان حکومت سنبھالی، صقلیہ میں بغاوت کی جو آگ سلگ رہی تھی، اوس کے شعلے زمین کا دامن چھوڑ کر اور بھڑک اٹھے اور حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند ہو گیا، اور اوسی سے مسلمانوں میں باہمی قبائلی جنگ بھی چھڑ گئی،

مقابل کی دو جماعتیں، قوموں اور قبیلوں کی طرح چنانچہ اپنی اپنی صفوں میں کھڑی ہو گئیں، ایک طرف قبائل بربر ابراہیم زیادۃ اللہ کے لشکر کا ساتھ دے رہے تھے اور اسی میں ان کی بہتری حکومت کی قوت و شوکت سے حکومت اغلبیہ کے اٹھنے کی فکر میں مصروف تھے اور دوسری طرف قبائل عرب اغالبہ کی حمایت میں شمشیر بکف میدان میں تھے،

باغیوں کے اصل سرغنہ ابوالحسن بن یزید اور دو ہم قوم تھے جو سرداران لشکر تھے، اور انھی کے ساتھ ایک شخص حضرمی نامی بھی تھا، چنانچہ انھی کی سرکردگی میں جب بغاوت کی آگ بھی بھڑک اٹھی تو ابتدا شروع ہو گئی،

ابراہیم اگرچہ مرض مراق میں مبتلا تھا، تاہم اس کی ہوشیاری اور دور اندیشی ابھی تک رخصت نہیں ہوئی تھی، اوس نے بغاوت کی خبریں کر باشندگان صقلیہ کے نام ایک فرمان لکھا اور لوگوں کو تمام باغیوں کا ساتھ چھوڑ دینے کی دعوت دی، اور اوس کے ساتھ ہی عام امان کا اعلان کیا، اور باغیوں کے سرغنہ ابوالحسن اور حضرمی اور ابوالحسن کے لڑکوں کو گرفتار کر کے افریقیہ طلب کیا،

قیام امن

ابھی تک لوگ پورے طور پر مطمئن نہ تھے کہ [illegible] وغیرہ نے اس قدر ہر دلعزیزی حاصل کر لی تھی کہ اطراف کی [illegible] پایا، چنانچہ یہ لوگ ان کے مرتبے

فرمانِ سلطانی کو قبول کرلیا، اور ابوالحسن وغیرہ گرفتار کرکے افریقیہ بھیج دیئے گئے،

ان مین سے ابوالحسن کو زہر کا پیالہ پلا کر ہلاک کیا گیا، اور درسِ عبرت کے لئے اوسکی لاش مصلوب کردیگئی، پھر اوس کے دونون بیٹے قتل کئے گئے، حضرمی کچھ دنون ابراہیم کی مصاحبت مین رہ چکا تھا، وہ اس موقع پر اوس سے فائدہ اوٹھانا چاہا، اور کوئی ہنسنے ہنسانے کی حرکت کی ابراہیم نے ڈانٹ کر کہا یہ مذاق کا موقع نہین، اور پھر اس جرم کی پاداش مین یہ حکم دیا کہ ڈنڈون سے پیٹ کر ہلاک کیا جائے[1]

عزل وجانشینی — اسی اثنا مین ابراہیم نے موجودہ والی صقلیہ حسن بن احمد کو برقرار رکھنا مناسب نہین سمجھا، اور اوس کے بجائے سابق والی صقلیہ ابومالک احمد بن عمر کو مامور کیا[2]

ابومالک احمد بن عمر والی صقلیہ (۲۲)

۲۸۵ھ تا ۲۸۷ھ
۸۹۸ء تا ۹۰۰ء

بغاوت اور حکومت کی شکست — اگرچہ اوس فرمانِ سلطانی سے صقلیہ کی بغاوت فوری طور پر فرو ہوگئی تھی، لیکن جب ابومالک نے تیسری مرتبہ عنانِ حکومت ہاتھ مین لی، تو باغیون نے پھر سر اوٹھایا، اور یہ بغاوت پہلے سے زیادہ سخت تھی، اس مرتبہ دارالحکومت بلرم پر بھی باغیون کا قبضہ ہوگیا، اور ابومالک شکست

[1] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۷۹، [2] ابن اثیر ج ۷ ص ۳۴۹، ابومالک کے تقرر کا تذکرہ صرف ابن اثیر نے کیا ہے، لسان الدین ابن الخطیب جو تمام ولاۃ کے عزل ونصب کو مفصل لکھتا آیا ہے، خاموش ہے، لیکن بالکل اسکی عدم ابن اثیر نے بجز ابومالک کے اس زمانہ کے دوسرے ولاۃ کا کوئی تذکرہ نہین کیا ہے، اور پھر ابومالک کا زمانہ بھی صحیح طور پر [illegible] کیاجاسکتا ہم نے صرف قیاس سے تمام روایتون کو سامنے رکھ کر اس کا زمانہ قیام متعین کیا ہے، کیونکہ لسان الدین ابن الخطیب جو تمام بیان کے روسے حسن بن احمد ۲۸۴ھ مین صقلیہ آیا، اور ابن اثیر کے بیان کے روسے ابومالک ۲۸۰ھ تک صقلیہ کی ولایت پہ مامور تھا، اور صقلیہ کی بغاوت ۲۸۰ھ مین ہوئی ابومالک اسی کے بعد یہان آیا ہوگا اس نے اس کا زمانہ قیام ۲۸۵ھ سے ۲۸۷ھ قرار دیا ہے۔

وہ یہاں سے فرار ہونے پر مجبور ہوا، بغاوت کی لہر اکثر شہروں میں دوڑ گئی، صرف چند شہر حکومت کے وفادار رہے، انہی میں ایک جرجنت تھا، چنانچہ بلرم سے حکومت کے جو ہوا خواہ فرار ہوئے انھوں نے یہیں آکر پناہ لی اور اسی شہر کو حکومت کا مرکز قرار دیا، اس لئے باغیوں نے اس کا رخ کیا، اور ان دونوں شہروں کے باشندوں میں جرجنت کے سامنے معرکہ کارزار گرم ہو گیا،

ابن اثیر کا بیان ہے کہ اس مرتبہ باغیوں کو یہ قوت محض ابومالک کی نااہلیت سے حاصل ہوئی، اس لئے ابراہیم نے فوراً جلد اس کو وہاں سے بلا لینے کا فیصلہ کیا، اور اس کے بجائے اپنے اولوالعزم بیٹے ابوالعباس کو نامزد کیا، جو افریقیہ کا ہونے والا تاجدار تھا، اور ابھی افریقیہ میں بغاوت فرو کرنے کی اہم مہمات انجام دے چکا تھا، چنانچہ وہ اعلیٰ پیمانہ پر صقلیہ کی روانگی کی تیاریاں کرنے لگا،[1]

ابوالعباس بن ابراہیم والی صقلیہ (۲۳)

۲۸۷ھ تا ۲۸۹ھ

صقلیہ کی روانگی کی تیاریاں

ابوالعباس صقلیہ کے نازک ترین لمحہ میں عہدۂ ولایت کی مشکل خدمت کو انجام دینے کیلئے مامور ہوا تھا، اسی مناسبت سے اس کے لئے نہایت اہم جنگی تیاریوں کا اہتمام کرایا گیا، اور فوج جمع کرنے اور بیڑے تیار کرنے میں اس شان و شوکت کا اظہار ہوا گویا وہ نئے سرے سے صقلیہ فتح کرنے کیلئے جا رہا ہے۔

ورود صقلیہ

چنانچہ اس لشکر میں افریقیہ کے بہترین کارآزمودہ سپاہی یکجا کئے گئے، جو ایک سو بیس ۱۲۰ جہازوں پر فوقیت سے سوار ہوئے، علاوہ ازیں چالیس جنگی جہاز ان کے ماسوا تھے، یہ عظیم الشان بیڑا ماہ شعبان ۲۸۷ھ میں صقلیہ کے مشہور بندرگاہ طرابنش میں لنگر انداز ہوا۔

---

[1] اعمال الاعلام و بیانگاری ج ۲ ص ۴۰۳، و ابن اثیر ج ۷ ص ۲۴۹،

بغاوت کی لہر صقلیہ کے تمام شہرون مین دوڑ گئی تھی، اس لئے طرابنش کا بھی محاصرہ کرنا پڑا، لیکن بغیر کسی قسم کی خونریزی کے شہر پر قبضہ ہوگیا، اور چند دن کے لیے یہی شہر اسلامی حکومت صقلیہ کا عارضی دار الحکومت بنگیا،

باغیون کا وفد ابو العباس کی خدمت مین

بلرم کے باغی اسوقت اہل جرجنت سے معرکہ آرا تھے، شاہی فوج کی آمد کی خبر سنتے ہی سراسیمہ بلرم لوٹ آئے، باشندگان بلرم مین ابو العباس کے لشکر جرار سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی، اسلئے ابو العباس کو فوری طور پر کسی طرح بہ لطائف الحیل راضی کرنا چاہا کہ شاہی فوج سے صف آرائی کا موقع نہ آنے پائے اور اوس کو پہلے وفاداری کا یقین دلا کر جرم معافی کا فرمان حاصل کرلیا جائے، اور پھر جو حالات پیش آئین، اونھین کے مطابق کارروائی عملی اختیار کیجائے، چنانچہ اسی غرض سے بلرم کے معززین واکابرین کا ایک وفد قاضی صقلیہ کی سرکردگی مین ترتیب دیا گیا، جسنے ابو العباس کی خدمت مین حاضر ہوکر اپنے معروضات پیش کئے، اور اپنی بغاوت غداری اور جرجنت پر فوجکشی وغیرہ پر معذرت کی، اور آیندہ کے لئے کامل اطاعت وانقیاد اور وفاداری کا یقین دلایا، ابو العباس یہ معروضات سن کر خاموش ہورہا اور کسی دوسرے وقت جواب دینے کا وعدہ کیا، کیونکہ اسی اثنا مین اہل جرجنت کے پرامن شہرون کا ایک وفد بھی پہنچ چکا تھا، اسلیے اوس سے بھی تبادلۂ خیالات کرلینا ضروری تھا،

چنانچہ بلرم کے وفد کی باریابی کے بعد اہل جرجنت رازدارانہ طور پر ابو العباس کے پاس پہنچے اور اہل بلرم کے اصل مقصد سے اوسکو آگاہ کیا، کہ یہ باغیون کی وقتی حیلہ جوئی ہے، ان مین ابھی تک حکومت کی اطاعت وانقیاد کا کوئی جذبہ پیدا نہین ہوا ہے، اور اس وفد کی ساری کارروائی تمامتر ومنافقانہ ہے، اسی کے ساتھ جرجنت والون نے اہل بلرم کے حسن نیت کا پتہ چلانے کیلئے ابو العباس کو مشورہ دیا کہ ارکان وفد سے بطور آزمایش بلرم کے فلان فلان اشخاص یہان طلب کئے

اگر وہ لوگ بلا تامل یہان آجائین تو ان کی عام اطاعت قبول کر لی جائے، ورنہ سازش کا راز خود افشا ہوجاتا ہے، چنانچہ ابوالعباس نے اسی مشورہ کے مطابق اہل وفد کو جواب دے دیا، اور وہ چند اشخاص بلرم سے طلب کیے گئے،

باغیون کی سرکشی

باشندگان جرجنت کا گمان صحیح نکلا، بلرم کے وہ سربرآوردہ اشخاص طرابنش آنے کے بجائے وہین علانیہ مخالفت پر کمربستہ ہوگئے، جب ابوالعباس کو اس کی خبر ملی تو بطور حفظ ماتقدم بلرم کے اوس وفد کے تمام ارکان کو حراست مین لے لیا، اور پھر اسی وفد کے رئیس قاضی صقلیہ کی سرکردگی مین افریقیہ کے چند معززین کو بلرم روانہ کیا، کہ وہ اہل شہر کو راہ راست پر لائین لیکن اس جماعت کی کوششین بھی ناکام رہین، بلکہ باغیون نے ان اکابر بلرم کی گرفتاری کے انتقام مین افریقیہ کے اوس صلح جو گروہ کو گرفتار کر لیا، اور ابوالعباس کے خلاف طرابنش پر حملہ آوری کی تیاریان کرنے لگا،

ابوالعباس کے خلاف فوجکشی

باغیون کا لشکر ۵ شعبان ۲۸۷ھ کو بلرم سے روانہ ہوا، لشکر کی کمان مسعود باجی نامی ایک سرخیل جماعت کے ہاتھ مین تھی ان باغیون کے ساتھ صقلیہ کی ایک شورہ پشت جماعت بھی بڑی تعداد مین رکونیہ نام ایک شخص کی سرکردگی مین شریک تھی،

طرابنش گو صقلیہ کا ایک حصہ تھا، لیکن جغرافی حیثیت سے وہ جزیرہ سے بالکل جدا تھا، صرف زمین کی ایک پتلی سی جیٹ دونون کو ملائے ہوئے تھی، ان جغرافی حالات کی بنا پر باغیون نے اپنا لشکر دو حصون مین تقسیم کیا، تیس۳۰ جہازون کا ایک بیڑا ساحل ساحل ہوتا ہوا طرابنش بھیجا گیا، اور لشکر کا بقیہ حصہ جو کثیر تعداد مین تھا خشکی کے راستہ سے روانہ ہوا، لیکن تائید ایزدی سے باغیون کا بیڑا بلرم سے کچھ ہی دور نکلا تھا کہ سمندر مین طوفان آگیا، اور اکثر جہاز غرقاب ہوگئے، اور جو باقی بچے وہ نامراد بلرم لوٹ آئے، لیکن بری فوج نہایت تیزی سے کوچ کرتی ہوئی طرابنش پہنچی، یہان شاہی فوج بھی پہلے سے تیار تھی، باغیون کے پہنچتے ہی دونون کی باہم مقابلہ میں قائم ہوگئیں،

Marfat.com

معرکہ آرائی اور باغیون کی پسپائی،

ان دونون فوجون کا پہلا مقابلہ ۲۱ شعبان کو پیش آیا، دونون طرف کے مسلمان سپاہی کام آئے لیکن یہ جنگ کسی نتیجہ پر نہین پہنچ سکی، پھر دوسرے دن ۲۲ شعبان کو علی الصباح میدان کارزار گرم ہوگیا، دیر تک لڑائی کا سلسلہ قائم رہا جب عصر کا وقت آیا، تو باغیون مین کچھ سراسیمگی پیدا ہوئی، اور پسپا ہو کر فرار ہوئے، ابوالعباس نے تعاقب کا حکم دیا، اور شاہی فوج نقش قدم پر چل کھڑی ہوئی، اور ادھر سمندر کے راستہ سے شاہی بیڑے نے بھی بلرم کا رُخ کیا، اور بلرم پہنچ کر بری و بحری محاصرہ کر لیا گیا،

بلرم کا محاصرہ

باغی قلعہ بند ہوگئے، اور کبھی کبھی شہر سے نکل کر کچھ دیر لڑتے، اور پھر شہر کے دروازے بند کر لیتے یہی سلسلہ ۱۰ رمضان تک جاری رہا، دسوین تاریخ کی فیصلہ کن جنگ مین دونون طرف سے سہ پہر تک بے پناہ تلوار چلی اور سہ پہر کے بعد باغیون مین انتشار پیدا ہوا، اور پسپا ہونا شروع ہوئے، شاہی فوج آگے بڑھی اور تعاقب کرکے مغرب تک تیغ کرتی رہی، بہت سے باغی کام آئے اور شاہی لشکر بعض شہر پر قابض ہو کر بلرم کے باغات اور زراعت گاہون مین پھیل گیا، اور ان مقامات مین باغیون کا جو کچھ سرمایہ تھا، اوسکو لوٹ لیا،

باغیون کی ناکامی اور سرغناؤن کا فرار ہونا،

اب باغیون کو اپنی کامیابی کی کوئی امید باقی نہین رہی تھی، اس لئے ان مین کے جو سرغنہ اور ممتاز افراد تھے کسی طرح موقع پاکر اپنے تمام اہل وعیال کو لے کر بلرم سے فرار ہوگئے، اور ان مین سے اکثر رومی مقبوضات کے صدر مقام طرمین مین جا کر پناہ گزین ہوئے، اور بعضون نے صقلیہ کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا، چنانچہ رکمونیلد اسکے ساتھ قدر خنگجواد رشورہ پشت اشخاص تھے وہ سب صقلیہ سے نکل کر حکومت بزنطی کے پایہ تخت قسطنطنیہ چلے گئے،

بلرم مین داخلہ

ان لوگون کے فرار ہونے کے بعد بلرم کے باامن شہری ابوالعباس کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور اہل شہر کیلئے امن وامان کا فرمان حاصل کیا، اور اوس کے بعد ۲۰ رمضان ۲۸۷ھ کو

شہر مین داخل ہو گیا،

باغیون کے سرغناؤن کی گرفتاری، شہر مین پہنچنے کے بعد اوس نے سب سے پہلے باغیون کے سرغناؤن کو تلاش کیا، اگرچہ اصل مجرم فرار ہو چکے تھے تاہم معززین و روساے شہر مین ایسے اشخاص اب بھی باقی رہ گئے تھے، جنھون نے بغاوت مین کچھ نہ کچھ حصہ لیا تھا، ابو العباس نے ان سب کو گرفتار کر کے اپنے باپ ابراہیم کے پاس افریقیہ بھیج دیا،

مفرورین کا تعاقب اس کے بعد ابو العباس نے دیگر مفرورین کے تعاقب مین طرمین پر لشکر کشی کی، رومیون نے شہر سے نکل کر مقابلہ کیا، اور شہر پناہ کے نیچے معرکہ آرائی ہوئی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا، پھر اسلامی لشکر اس علاقہ کے باغون کے درختون کو برباد کرتا قطانیہ چلا گیا، اور پھر وہان سے بے نیل مرام بلرم واپس آیا،

جزیرہ مین کامل امن و امان ابو العباس جس مقصد کے لئے صقلیہ گیا تھا، اس مین اسکو خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی، اس نے فتنہ و فساد کی پورے طور پر بیخکنی کر دی، اور اب سارے جزیرہ مین امن و امان کا کامل دار و درہ ہو گیا،

اس کے بعد ابو العباس چند ماہ کے لئے دار الحکومت بلرم مین مقیم رہ کر ملکی نظم و نسق مین مصروف ہو گیا[1]،

جنوبی اٹلی پر تاخت، جب جزیرہ مین سخت خونریزی کے بعد کامل امن و امان ہو گیا، اور پھر چند ماہ مین ملکی نظم و نسق بھی درست ہو گیا، تو ابو العباس نے جنوبی اٹلی کی اسلامی نوآبادی اور مقبوضات کی توجہ کی جو روز بروز مسلمانان صقلیہ کی باہمی خانہ جنگی اور یورپ کی حکومتون کے حملون سے تباہ ہو رہے تھے، اور ان مین سے اکثر مقام شہر ریو، باری، سلرنو، سبرینہ، اور منتیہ وغیرہ ۲۵۰ھ سے ۲۷۲ھ تک مین اسلامی قبضہ و اقتدار سے نکل چکے تھے،

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۲۳۰، البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۹۱، احسان الاعلام دریا گاری صقلیہ ج ۲ ص ۲۴۵،

Marfat.com

چنانچہ ابو العباس نے یکم ربیع الآخر ۲۸۹ھ میں ایک عظیم الشان بیڑا بندرگاہ بلرم سے روانہ کیا، جو اولاً صقلیہ کے ایک رومی، ساحلی شہر دمنش (DEMONE) پہنچا، اور کسی بنا پر اس کا محاصرہ کرلیا گیا، اور فصیل شہر کو نشانہ بنا کر منجنیقیں نصب کردی گئیں، لیکن پھر چند ہی دن میں خود ابو العباس آپہنچا، اور شہر کا محاصرہ اوٹھا کر بیڑے کو مسینا لے آیا تاکہ یہاں سے جنوبی اٹلی کا رُخ کرسکے،

فتح ریو | اس کے بعد یہ بیڑا مسینا سے روانہ ہوا، اور اوس کے بالمقابل شہر ریو کا محاصرہ کرلیا، اس شہر میں عیسائیوں کی مڈی دل فوج مقابلہ کے لئے موجود تھی، چنانچہ شہر کے دروازہ پر نہایت خونریز جنگ ہوئی، جس میں مسلمان کامیاب ہوئے، اور ماہ رجب ۲۸۹ھ میں شہر میں فاتحانہ داخل ہوگئے، اور شہر پر اسلامی پرچم لہرانے لگا،

چونکہ شہر بزور شمشیر قبضہ ہوا تھا، اس لئے قدیم اصول جنگ کے مطابق سارے شہر میں سلب و نہب کا بازار گرم ہوگیا جس میں بے حساب دولت ہاتھ آئی، اسلامی لشکر میں سونے اور چاندی کا ایک انبار لگ گیا، شہر سے روانگی کے وقت ابو العباس نے شہر کو غیر مسلح کرنے کے لئے فصیل کو منہدم کردیا،

اس عہد میں اٹلی کی داخلی سیاسیات ویسے ہی پراگندہ حالات میں تھی جس کا تذکرہ گذر چکا ہے،

ابو العباس نے یہاں کی اس طوائف الملوکی سے فائدہ اوٹھایا، اور ہر ایک سے صلح اور جنگ کے جداگانہ معاہدے کئے، اور اسی کے مطابق اپنی پیشقدمی اندرون ملک میں جاری کی اور انھیں معاہدوں کے مطابق نیپلس، املفی، اور سالرنو سے صلح قرار پائی، اور پاپائے روما کے حدود حکومت اسلامی لشکر کی تاخت و تاراج کی جولانگاہ بنے،[۱]

چنانچہ ابو العباس پیشقدمی کرتا ہوا کلیسائے روما کے حدود میں داخل ہوا، جو مقدس شہر روما کے اردگرد کے چند میلوں پر مشتمل تھا، تمام علاقہ عربی گھوڑوں کی ٹاپ سے روندڈالا گیا، یہ دور سر تا تھا

[۱] ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۱۹۲، و تاریخ مغرب و صقلیہ صدیو صفحہ ۲۴۲،

کر عرب حدود سلطنت کلیسا مین داخل ہوئے تھے، لیکن اس مرتبہ شہر روما کی شہر پناہ کے دروازے تک پہنچ گئے اور قریب تھا کہ روما کا محاصرہ شروع کر دین، کہ پوپ نے دست مصالحت بڑھایا،

مسیحی نقطۂ نظر سے عربون کے اس حملہ سے سلطنت روما کے ارض پاک کی سخت بے حرمتی ہوتی تھی، چنانچہ ان کے فرضی مظالم کی مبالغہ آمیز داستانین عیسائیون کی تاریخ مین بیان کیجاتی ہین، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہین :-

مسلمانون نے حسب معمول اپنا غصہ پادریون کے اوپر نکالا، گرجا اور خانقاہین تباہ کر دی گئین، پادری قتل کر دیئے گئے، اچھوتی راہبات اور ننون کو لڑائی کے محلون مین پہنچا دیا گیا، جو پناہ گزین ہو کر آئے، اون سے تمام بازار گلیان اور گرجا وغیرہ بھر گئے تھے، .... اور روما مین ایک عام اختلال دہشت اور مایوسی پھیل گئی، اور ہر وقت دشمنون کے حملہ کا اندیشہ لگا ہوا تھا،

پوپ کا جزیہ کی ادائی قبول کرنا

ابوالعباس نے سلطنت کلیسا کے فرمانروا پوپ یوحنا کے دست مصالحت کے جواب مین جزیہ کی شرط پیش کی، جس کو اوس نے خوشی سے منظور کر لیا، اور جزیہ مین پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) رطل چاندی دینے کا وعدہ کیا،

اس طرح جنوبی اٹلی کی اس تاخت مین مجاہدین اسلام مسیحی دنیا کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا کو اپنا باجگذار بنا کر سینا لوٹ آئے،

ایک بزنطی بیڑے کی بربادی

ابوالعباس نے واپسی کے بعد اپنے قدیم حریف حکومت بزنطی کے ایک بیڑے کو آبنائے مسینا مین منڈلاتے دیکھا، اسلامی بیڑا بڑھ کر حملہ آور ہوا، رومیون کو ہزیمت ہوئی، اور اون کے تیس جہاز مجاہدین کے قبضہ مین آگئے، ابوالعباس اس مہم کے بعد دارالحکومت بلرم لوٹ آیا،[۱]

ابوالعباس کی مراجعت افریقیہ

ابوالعباس بلرم مین امور مملکت کی نگرانی کر رہا تھا کہ اچانک ۲۸۹ھ مین یہ

[۱] ابن اثیر ج ۷ ص ۲۳، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۱۴۵، تاریخ عرب موسیو سدیو ص ۲۴۶،

فرمان سلطانی پہنچا کہ وہ افریقیہ واپس چلا آئے

قائم مقامی

چنانچہ وہ صقلیہ کی حکومت اپنے لڑکون ابومضر اور ابو معد کے سپرد کرکے خود پانچ جہاز وں کے ایک مختصر بیڑے پر سوار ہو کر افریقیہ روانہ ہو گیا[1]

ابو العباس کا عہد حکومت

ابو العباس جس مقصد کے لئے صقلیہ آیا تھا اس مین کامیاب ہوا، بغاوتین فرو کرکے ملک مین امن و امان قائم کیا، پھر اٹلی مین اسلامی پیش قدمیون کو منتہائے کمال تک پہنچایا اور عالم عیسائیت کے پیشوائے اعظم پوپ جنا کو ادائے جزیہ پر مجبور کر دیا،

تاہم ابھی صقلیہ مین چند دن اسکے قیام کی ضرورت باقی تھی، اولاً یہان کے باقی ماندہ رومی مقبوضات کو اسلامی حکومت کے حدود مین داخل کرنا تھا، علاوہ برین اٹلی مین بھی بعض ایسی ریاستین باقی رہ گئی تھین جو اسلامی حکومت صقلیہ سے سرکشی اور مخالفت پر قائم تھین لیکن افریقیہ مین اوسکی طلبی بعض ناگزیر اسباب کے باعث پیش آگئی جنکی تفصیل آگے آتی ہے،

ابراہیم کی حکومت سے کنارہ کشی اور ابو العباس کی سربراہی

افریقیہ مین ابو العباس کی مراجعت کا سبب اوس کے باپ ابراہیم کی حکومت سے کنارہ کشی تھی، چنانچہ ابو العباس ماہ ربیع الاول ۲۸۹ھ مین ٹیونس پہنچا، اور ابراہیم اس کے حق مین حکومت سے دستبردار ہو گیا،

ابراہیم کا عہد حکومت اور کنارہ کشی کے اسباب اور اسکا اثرات صقلیہ پر

ابراہیم نے اٹھائیس سال فرمانروائی کی، اس کی سیرت کردار اور عہد حکومت کے محاسن و معائب مین مورخین کے متضاد بیانات ہین، لیکن سب کو سامنے رکھ کر ہم اجمالی طور پر اس نتیجہ تک پہنچے ہین، کہ جب اوس نے مسند حکومت پر قدم رکھا تو جیسا کہ بتایا جا چکا ہے، ایک بہترین فرمانروا ثابت ہوا، اور نہایت بیدار مغزی محنت جفاکشی اور عدل و انصاف سے حکومت شروع کی،

---

[1] ابن اثیر، صفحہ

Marfat.com

اس کے عہدِ حکومت کے چھ سات سال گذرے تھے کہ وہ خلط سودائی کے غلبے سے عراق مین مبتلا ہوگیا، اور اس مرض سے اوسکی طبیعت رفتہ رفتہ ایسی بدلی کہ اوس کے تمام اوصافِ حمیدہ عاداتِ رذیلہ مین تبدیل ہوگئے، عمال کا عزل و نصب بار بار کرنے لگا، اور ذرا ذرا سی بات پر قتل کے واردات سرزد ہونے لگے اور اس دور مین بہ کثرت ارکانِ دولت، عمّال، کتّاب، حجاب اور خدام وغیرہ قتل کیے گئے، اور ان مظالم کی طویل داستانین تاریخون مین مذکور ہین، اسلیے جن مورخین نے اوس کے اوصاف و محامد بیان کیے ہین وہ اس کے پہلے دور سے متعلق ہین، اور جن لوگون نے اوس کے مظالم کا تذکرہ کیا ہے وہ اوسکے مرض مراق مین مبتلا ہونے کے بعد کے واقعات ہین،

دعوت اسمٰعیلی کی ابتدا ابراہیم کے اس طرز حکمرانی سے افریقہ مین دولت اغالبہ سے بددلی پیدا ہوگئی، لوگ خائف ہو ہو کر دارالحکومت سے فرار ہوگئے، اور ملک کے گوشہ گوشہ مین اوسکے مظالم کی داستانین پہنچ گئین،

اتفاق وقت کہ انہی دنون افریقہ مین تحریک اسمٰعیلی کا علمبردار ابو عبد اللہ اپنی مذہبی و سیاسی دعوت کی نشر و اشاعت کر رہا تھا، اوس کو ابراہیم کی اس روش سے تائید حاصل ہوئی، اور دعوت اسمٰعیلی کو روز بروز زیادہ فروغ حاصل ہوتا گیا، اور پھر انہین اثرات سے افریقہ مین جابجا بغاوتین برپا ہوگئین، اور یہی سلسلہ جب آگے بڑھا تب صقلیہ مین بغاوت کے اثرات پہنچے، اور ایک مدت دراز تک وہان بھی امن و امان مفقود ہوگیا،

جب ابراہیم کی اس روش سے افریقہ کے حالات روز بروز بد سے بدتر ہوتے گئے، اور تحریک اسماعیلی کو تقویت حاصل ہوتی گئی، تو معززین افریقہ مین جو لوگ حکومت اغلبیہ کے زیادہ جان نثار تھے، اون کے درمیان معاملات کے رو بہ اصلاح ہونے کی تحریک پیدا ہوئی، اور اون لوگون نے اس موقع پر خلیفہ عباسی المعتضد معتضد کی طرف رجوع کیا، جب اس نے حالات سے باخبر ہوکر ابراہیم کو ایک تہدید آمیز فرمان بھیجا، تو ابراہیم

اخلاق وعادات میں تبدیلی پیدا کرو، ورنہ امر ولایت اپنے برادر عم زاد محمد بن زیادۃ اللہ [illegible] کردو۔

لیکن ابراہیم نے اس فرمان خلافت کی بھی کوئی پروا نہیں [illegible] اس کا [illegible] کن نظر عمل [illegible] رہا لیکن جب پھر بعض [illegible] مظالم اس سے سرزد ہوئے تو [illegible] سنہ ۲۸۹ھ میں ایک نہایت [illegible] تہدید آمیز مکتوب ابراہیم کے پاس بھیجا کہ "حکومت سے دستبردار ہوجاؤ، اور اپنی جگہ [illegible] ابو العباس کو بٹھادو اور خود فوراً بغداد آؤ۔"

ابراہیم خلیفہ وقت کے اس آخری فرمان سے سنبھل گیا طبیعت میں انقلاب پیدا ہوا [illegible] تک تلافی کرسکتا تھا تلافی کی، اور خود ایک زاہد شب زندہ دار کی زندگی اختیار کی اور [illegible] کو طلب کرکے امور مملکت اس کو تفویض کردیئے اور پھر خلیفہ المعتضد کو اطلاع بھیج دی کہ [illegible] اسلئے دربار خلافت میں حاضری سے معذور ہے۔[1]

ابو العباس عبد اللہ بن ابراہیم فرمانروائے افریقہ

سنہ ۲۸۹ھ
۹۰۲ء

ابو العباس خود صاحب علم وفضل تھا اس نے علماء واعیان افریقہ کا [illegible] اور تخت شاہی پر قدم رکھتے ہی ایک اعلان شائع کیا جس [illegible] اور عدل وانصاف کا پورا یقین دلایا گیا اور ابتدائی نظم ونسق سے فارغ ہوکر [illegible] میں ایک لشکر ابو عبد اللہ داعی کی جماعت کے مقابلہ میں روانہ کیا جس میں شاہی لشکر [illegible]

---

[1] ان حالات کی تفصیل کے لئے دیکھو ابن اثیر ج [illegible] اعمال الاعلام دریا دگو [illegible] ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۰۴، نہایۃ الارب باب ذکر اعتزال ابراہیم حوادث سنہ ۲۸۹ھ [illegible] (ترجمہ اردو) [illegible] وغیرہ۔

درحقیقت افریقیہ مین حکومتِ اغلبیہ کے موافق ایک اچھی فضا قائم ہوگئی،

ولایتِ صقلیہ حکومتِ افریقیہ مین جو کچھ انقلاب ہوا، اسکے اثرات افریقیہ مین جیسے کچھ ہوئے ہون لیکن صقلیہ کے لئے ایک فالِ نیک ثابت ہوا، ابراہیم حکومت سے دستبردار ہوکر سوسہ پہنچا، اور یہین سے المعتضد کو اپنا جواب بھیجا، اور پھر چند دن ٹھہر کر اس نے ایک دوسرا قاصد روانہ کیا جس مین المعتضد کو اطلاع دی، کہ اوسکو فرمانروایانِ مصر بنو طولون کے خوف سے حج کا ارادہ فسخ کرنا پڑا، اور اب وہ صقلیہ جارہا ہے، وہان جو چند شہر اور قلعے عیسائیون کے قبضہ مین باقی رہ گئے ہین، انہین اسلامی حکومت کے زیرِ علم لے آئے، کہ سارے جزیرہ پر حکومتِ اسلامی کا دار و دورہ ہو، ورنہ اگر وہ حج کو جاتا ہے تو بنو طولون مصر مین مزاحم ہون گے جس سے فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے، اسلئے وہ دربارِ خلافت کی حاضری سے معذور ہے۔[۱]

---

۱ نہایۃ الارب ذکر اعتزال ابراہیم در امارت ص ۲۵، احمد بن طولون خانوادۂ خلافتِ عباسیہ کا ایک پروردہ قائد تھا، جو مصر کا امیر مستقل ہوگیا تھا، اس خاندان کی حکومت ۲۵۴ھ سے ۲۹۲ھ تک خودمختارانہ قائم رہی، اگرچہ کبھی کبھی خلفاءِ عباسیہ اور امرائے بنی طولون مین خوشگوار تعلقات بھی قائم رہے لیکن پھر بھی حکومت بنی طولون خلفائے عباسیہ کے لئے ایک باغی حکومت تھی، چنانچہ ۲۹۲ھ مین جب خلیفہ عباسی المکتفی کو موقع ملا، تو اس کا خاتمہ کردیا (ابن خلدون ج ۴ باب الخبر عن دولت احمد بن طولون) اور ادھر افریقیہ کی حکومتِ اغلبیہ خلافتِ عباسیہ کی سیادت ہمیشہ تسلیم کرتی رہی، اور اسی رشتۂ اتحاد کے باعث بنو طولون اور اغالبہ مین برابر مخالفت قائم رہی، چنانچہ ۲۶۷ھ مین خود ابراہیم پر احمد بن طولون کے لڑکے عباس نے فوجکشی کی اگرچہ وہ اسوقت خود اپنے باپ طولون سے باغی تھا، لیکن پھر ۲۸۳ھ مین ابراہیم نے مصر کی جانب پیشقدمی کی (ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۳) اسلئے ابراہیم کی یہ بہانہ جوئی دربارِ خلافت مین قابل پذیرائی تھی لیکن متن کی روایت کے علاوہ ابن اثیر اور ابن خلدون وغیرہ نے لکھا ہے، کہ ابراہیم نے بنی طولون کے خطرے سے مصر کا راستہ چھوڑ کر صقلیہ کا راستہ اختیار کیا تاکہ وہ وہان سے حج کو جائے، اور جہاد و حج دونون فضیلتون کو حاصل کرے، لیکن یہ صحیح نہین، ممکن کہ صقلیہ سے حجاز کے دو ہی راستے ہوسکتے تھے، خواہ مصر ہوکر جاتا یا شام ہوکر، ابراہیم کیلئے جو خطرہ مصر مین تھا وہی شام مین بھی موجود تھا، کیونکہ اسوقت شام بھی بنو طولون ہی کے ممالک محروسہ مین داخل تھا، ابراہیم کا یہ سفر ۲۸۹ھ مین پیش آیا اور شام سے بنو طولون کی حکومت ۲۹۰ھ مین قرامطہ کے ہاتھون نکل گئی تھی (ابن خلدون ج ۴ ص ۲۹۶) اسلئے یہ قیاس آرائی بھی صحیح نہین ہوسکتی کہ شام کا راستہ اختیار کیا جاسکتا تھا اسلئے ہم نے صاحب نہایۃ الارب نویری کے بیان کو ترجیح دی ہے کہ وہ حج کا ارادہ فسخ کرکے صقلیہ روانہ ہوا،

Marfat.com

سابق فرمانروائے افریقہ ابراہیم بن احمد کا ورود صقلیہ پر (۲۳)

۲۸۹ھ

ابراہیم کا ورود صقلیہ

ابراہیم اپنے ذاتی خزانہ کی تمام دولت و ثروت اور آلات جنگ وغیرہ ساتھ لیکر سوسہ مین فقرا کے لباس مین داخل ہوا تھا، یہان آتے ہی صقلیہ کی روانگی کا اعلان کیا، کچھ لوگ اس کے ساتھ چلنے پر آمادہ ہوئے جس سے ایک مختصر فوج تیار ہوگئی، اور اوسکو ساتھ لے کر ۲ ربیع الآخر ۲۸۹ھ کو یہان سے نو پہنچا، اور یہان اپنے سپاہیون کے لئے آلات جنگ اور گھوڑے وغیرہ فراہم کئے اور ہر سوار کے لئے بیس بیس اور پیادہ کو دس دس دینار دیدیئے کہ اپنے اہل وعیال کی خبر گیری کا سامان کرسکین، اور پھر صقلیہ روانہ ہوا، اور طرابنش مین آکر لنگر انداز ہوا، اور یہان سترہ دن ٹھہر کر اٹھارہوین دن بلرم روانہ ہوا، اور ۲۸ رجب ۲۸۹ھ کو شاہانہ شان وشوکت عزت اور تمکنت سے شہر مین داخل ہوا،

ابراہیم جب طرابنش پہنچا، اپنے جود و سخا سے داد و دہش کا فیض عام جاری کردیا، مراحم خسروانہ کے طور پر باشندگان صقلیہ کی معمولی معمولی شکایتون پر بھی توجہ کی، اور اب تک رعایا کو حکومت اور عمال حکومت سے جو کچھ شکایات پہنچی تھین، سب کی تلافی کی، پھر شاہی انعام وعطایا سے لوگون کو مالا مال کیا، اور اس طرح چند ہی دن مین تمام باشندگان صقلیہ کے قلوب مسخر کرلئے، اور ہر کس وناکس ابراہیم کے اشارون پر چلنے کے لئے تیار ہوگیا،

فوج کشی اور ایک جزیرہ پر قبضہ

ان ابتدائی پیشبندیون کے بعد اوس نے اصل مقصد کی طرف توجہ کی، صقلیہ کے سفر کا مقصد المعتضد کے خط مین ظاہر ہوچکا ہے، صقلیہ کی اسلامی فوج ابو مضر کی قیادت مین پہلے سے تیار تھی، چنانچہ صقلیہ کے رومی مقبوضات کے چپہ چپہ کو زیر نگین کرنے کیلئے اسلامی لشکر ابراہیم کی سرکردگی مین

Marfat.com

رجب ۲۸۹ھ میں بلرم سے روانہ ہوگیا۔

فتح طبرمین — ابراہیم کی پہلی منزل ایک غیر مفتوحہ رومی شہر طبرمین قرار پائی یہاں پہنچکر شہر کا محاصرہ کیا اور [illegible] شہر [illegible] کے مطابق

یہاں کے باشندے گرفتار کئے جاتے [illegible] ابراہیم نے گرفتاروں کی [illegible] اور باشندوں کے ساتھ

حسن سلوک سے پیش آیا۔

فتح طبرمین — ابراہیم [illegible] فتح طبرمین [illegible] سے پہلے ایک سے

زیادہ مرتبہ اسلامی حکومت کے اقتدار میں آچکا تھا لیکن بار بار [illegible] نکل گیا اور پھر فتح [illegible] کے بعد تو

صقلیہ میں رومیوں کا [illegible] بڑا مرکز ہو گیا تھا [illegible] ابراہیم [illegible] لشکر [illegible] وصف

[illegible] سرزمین صقلیہ

رومیوں کی آخری [illegible] تھا۔

دونوں [illegible] آگئے

[illegible] ابراہیم [illegible] کیا [illegible]

[illegible] ابراہیم [illegible] یہاں [illegible]

[illegible] بنا پر [illegible]

[illegible]

[illegible] ابراہیم [illegible]

کوئی ذکر نہیں [illegible] ابراہیم [illegible]

کو بلرم [illegible] شعبان [illegible]

فتح [illegible]

[illegible]

Marfat.com

بڑھے اور قریب تھا کہ مجاہدین کے قدم اکھڑ جائیں کہ لشکر کا قاری مسلمانوں کا دل بڑھانے کیلئے انا فتحنا لک فتحا مبینا کی آیت تلاوت کر رہا تھا، ابراہیم نے قاری کو پکار کر کہا، پڑھو ہذان خصمان اختصموا فی ربھم (یعنی یہ دونوں دشمن اپنے پروردگار (کی راہ) میں لڑ رہے ہیں)

قاری نے یہ آیت تلاوت کرنی شروع کی اور ابراہیم یہ کہتے ہوئے آگے بڑھا، اللھم انی اختصم انا والکفار الیک فی ھذا الیوم (خدایا، میں اور یہ کفار تیرے ہی راستہ میں آج لڑ رہے ہیں)

ابراہیم کے اس جوش ایمان سے مجاہدین کے ایمان تازہ ہوگئے ابراہیم رجز پڑھتا فوج کے ایک دستہ کو ساتھ لیکر رومیوں کی ایک سمت پر ٹوٹ پڑا، یہ دیکھتے ہی مجاہدین نے بھی تلواریں سنبھال لیں اور ایسی بے جگری سے ٹوٹ پڑے کہ صفوں کی صفیں الٹ گئیں، اور دم بھر میں پورا میدان صاف ہوگیا، ہزیمت خوردہ رومی پسپا ہوئے ابراہیم انکا تعاقب کرتا ہوا شہر کے پھاٹک تک پہنچ گیا اور پھر تمام مجاہدین طبرمین میں داخل ہوگئے،

ہزیمت خوردہ سپاہیوں نے مختلف کوہستانوں اور وادیوں کی راہ لی، مسلمان ان کا تعاقب کرکے ڈھونڈتے رہے اور جو جہاں ملا وہیں قتل کر دیا گیا اور اسی طرح اسلامی لشکر کے شہر میں پہنچنے کے بعد شہر کے عام باشندوں نے بھی اپنی حفاظت کی تدبیریں کرلیں، جن جن لوگوں کو موقع ملا وہ فرار ہوگئے، طبرمین لب ساحل آباد تھا، ساحل پر کشتیاں کھڑی رہتی تھیں موقع پاتے ہی کشتیوں پر سوار ہوئے اور جزیرہ کو خیرباد کہہ دیا،

لیکن جو لوگ شہر میں باقی رہ گئے تھے ان میں سے ناعاقبت اندیش گروہ نے شہر کے ایک اندرونی مستحکم قلعہ میں پناہ گزین ہوکر مقابلہ کیا، اسلامی لشکر نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا، چند دنوں تک محاصرہ رہا، اس کے بعد قلعہ کا دروازہ توڑ کر اندر گھس گئے، جہاں کچھ لوگ قتل کیے گئے اور جو باقی بچے انھیں گرفتار کرکے طوق غلامی ان کی گردن میں ڈالدیا گیا اور شہر اور قلعہ کی دولت و ثروت مسلمانوں کے قبضہ میں آئی

یہ واقعہ ۲۳ شعبان ۲۸۹ھ میں پیش آیا،

سقوط طبرمین کا اثر قیصر روم پر

طبرمین سرزمین صقلیہ مین حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کا سب سے آخری یادگار شہر تھا، اسکے سقوط کے ساتھ ہی صقلیہ سے حکومت بیزنطی کا خاتمہ ہو گیا،

اس لئے اوسکے سقوط کی خبر سے قسطنطنیہ مین صف ماتم بچھ گئی، اور خود قیصر روم نے وفور رنج و غم مین سر سے تاج اوتار کر پھینک دیا، یہ اپنی قسم کا پہلا واقعہ تھا، اس سے سارے قسطنطنیہ مین ایک آگ لگ گئی، اور فدایان تاج و تخت جوق در جوق مسلمانان صقلیہ سے انتقام لینے کے لئے صف لشکر مین داخل ہونے لگے، اور قسطنطنیہ مین بڑے جوش و خروش سے جنگجوئی کی تیاریان شروع ہو گئین، درباریون نے قیصر کو تاج پہننے پر آمادہ کیا، لیکن وہ کسی طرح تیار نہین ہوا، یہان تک کہ جب مسلمانان صقلیہ سے انتقام کیلئے ایک لشکر تیار ہو گیا تو ساتوین دن تاج اوٹھا کر سر پر رکھا، لیکن ادھر ابراہیم بھی حالات سے بےخبر نہ تھا، اسکے جاسوس قسطنطنیہ مین موجود تھے جب اوس کو رومیون کے حملہ آوری کی خبر ملی، اوس نے جاسوسون سے قسطنطنیہ مین یہ افواہ پھیلا دی کہ ابراہیم خود قسطنطنیہ پر حملہ آوری کے قصد سے صقلیہ سے روانہ ہونے والا ہے،

ابراہیم کی یہ حکمت عملی کامیاب رہی، اس خبر کے پھیلتے ہی وہ بیزنطی لشکر جو صقلیہ پر حملہ آوری کیلئے روانہ ہونے والا تھا، قسطنطنیہ کے جنگی مورچون کی حفاظت پر مامور کر دیا گیا، اور شبانہ روز عربون کے جنگی بیڑے کی آمد کا دہشت انگیز انتظار ہونے لگا۔

پھر کہا جاتا ہے، کہ کچھ دنون کے بعد ایک بیڑا قسطنطنیہ سے صقلیہ بھیجا گیا، لیکن پھر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس کے صقلیہ پہونچنے کے بعد اوس کا کیا حشر ہوا[۱]،

باقی ماندہ شہرون اور قلعون کی تسخیر

اس کے بعد ابراہیم ان شہرون قلعون اور چھوٹی چھوٹی آبادیون کی طرف متوجہ ہوا جو ابھی تک اسلامی حکومت کے زیر علم نہین آئے تھے، چنانچہ فوج کا ایک دستہ

[۱] ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۱۹۲، نہایۃ الارب نویری، اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۱ صفحہ ۴۷۴، اخبار الاندلس ج ۲ صفحہ ۵

[۲] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مین فتح طبرمین کا سال ۹۰۸ء ہے، جسکے رو سے سال ہجری ۲۹۵ھ ہوتا ہے، تعجب ہے کہ انسائیکلوپیڈیا مین صقلیہ اسلامی کے عہد مین لکھے گئے ہیں، وہ سب ہجری سنین کے مطابق ہوتے ہیں لیکن اس موقع پر اختلاف کیون ہے، لیکن بہرحال انسائیکلوپیڈیا کا بیان صحیح نہین ہے کیونکہ ابراہیم اس سے بہت پہلے وفات پا چکا تھا

Marfat.com

اپنے پوتے ابو مضر زیادۃ اللہ کی سرکردگی میں شہر مقش روانہ کیا، جو طبرمین اور مسینا کے درمیان آباد تھا، دوسرا دستہ اپنے دوسرے لڑکے ابوالاغلب کے سپرد کیا، جو دمنش پہنچا، ان دونوں مقام کے باشندے اسلامی دستوں کے پہنچنے سے پہلے ہی شہر کو خالی چھوڑ کر فرار ہو چکے تھے، مسلمانوں نے شہر پر مع مال و متاع قبضہ کر لیا،

اس کے بعد ابراہیم نے فوج کے مختلف دستے جابجا مختلف شہروں اور قلعوں پر بھیج دیے جو سب کو زیر علم لاتے گئے، مثلاً ایک دستہ اپنے ایک لڑکے ابو محمد کی سرکردگی میں رمطہ بھیجا، اسی طرح ایک دوسرا دستہ سعدون الجلوی نامی ایک قائد کی سیادت میں لیاج روانہ کیا، اہل شہر نے جزیہ کی شرط پیش کی، لیکن اولاً ان علاقوں میں جزیہ کی شرط پر جو صلحیں ہوئی تھیں، وہ قائم نہیں رہ سکیں، علاوہ ازیں جب اس علاقہ کے مرکزی شہر اسلامی اقتدار میں داخل ہو چکے تھے، تو ان چھوٹے چھوٹے شہروں کی خود مختاری برقرار رکھنی مناسب نہ تھی، اسلیے مسلمان قائد نے جزیہ کی شرط نامنظور کر دی، چنانچہ رومی ہتھیار رکھ کر قلعوں سے باہر نکل آئے، اور قلعہ مسمار کر دیا گیا، اور قلعہ کی اینٹ اور پتھر کو سمندر کی لہروں میں ڈال دیا گیا، کہ دوبارہ تعمیر نہ ہو سکے،[1]

پورے جزیرہ پر حکومت کا تسلط

یہی قلعہ لیاج صقلیہ میں رومیوں کا سب سے آخری امن تھا، اس کے ساتھ ہی جزیرہ صقلیہ سے نہ صرف حکومت بیزنطینی کا نام و نشان مٹ گیا، بلکہ رومی استیلا کا خاتمہ ہو گیا، اور جزیرہ پر مکمل طور پر اسلامی پرچم لہرانے لگا، فتح صقلیہ کی اصل مہم ۲۱۲ھ میں اسد بن فرات کے ہاتھوں شروع ہوئی تھی، وہ آج ۲۸۹ھ میں ابراہیم بن احمد کے ہاتھوں پورے اٹھتر برس میں اختتام کو پہنچی،[2]

[illegible]

[1] بعض مورخین نے ابراہیم کے دور مظالم میں اپنے لڑکے ابوالاغلب کے قتل کا واقعہ لکھا ہے، غالباً وہ مقتول لڑکا کوئی دوسرا ہوگا

[2] ابن اثیر ج ۸ ص ۳، نہایۃ الارب نویری ورق ۲۰۳

جنوبی اٹلی پر فوجکشی | ابراہیم نے صقلیہ کی مکمل تسخیر کے بعد جنوبی اٹلی پر توجہ کی، کہ یہاں کے سلسلہ فتوحات کو بھی کسی اتمام تک پہنچادے چنانچہ وہ اسی مقصد سے طبرمین سے مسینا پہنچا، اور یہاں دو دن قیام کے بعد ۲۶ رمضان المبارک ۲۸۹ھ کو صوبہ قلوریہ (کلبریہ) روانہ ہوگیا،

قلوریہ پہنچکر اسلامی فوج کے دستے جابجا پھیلادئے، اور خود بھی ایک جانب پیشقدمی کرتا گیا، اور جابجا نصاری کی فوجین مقابلہ مین آئین، اور میدان چھوڑکر پسپا ہوئین، اسی طرح پیشقدمی کرتے ایک مشہور شہر کسنتہ (کسنٹ) کی جانب روانہ ہوا جب باشندگان کسنتہ کو اسلامی لشکر کی آمد کی خبر ملی، تو وہ اس لشکر کے کسنتہ پہنچنے سے پیشتر ایک وفد کی صورت مین جزیہ کی شرط پر امان طلب کرنے کے لئے ابراہیم کے پاس پہنچے لیکن ابراہیم نے اٹلی کی اسلامی حکومت کے مصالح پیش نظر رکھ کر جزیہ کی رقم قبول کرنے سے انکار کردیا، اور فوج کو اپنی پیشقدمی جاری رکھنے کا حکم دیا،

ابراہیم کا مرض موت | لیکن ادھر ابراہیم کے لئے قضا وقدر کا فیصلہ کچھ اور صادر ہوا، فوج کوچ کرتی منزل بمنزل آگے بڑھ رہی تھی کہ خود ابراہیم کے کوچ کا وقت آپہنچا، مرض اسہال مین مبتلا ہوگیا، جب مرض لمحہ بلمحہ بڑھتا گیا، تو فوج کو اپنے راستہ پر آگے روانہ کردیا، اور خود ایک مختصر دستہ کے ساتھ فوج سے پیچھے رہ گیا،

محاصرہ کسنتہ | اسلامی لشکر ۲۶ شوال کو کسنتہ پہنچ گیا، اور ایک وادی مین خیمہ زن ہوا، اسی اثنار مین ابراہیم [illegible] اپنے لڑکون اور فوج کے ممتاز قائدین کو شہر کے مختلف دروازون پر متعین کردیا، اور قلعہ شکن منجنیقین نصب کردی گئین، اور محاصرہ جاری ہوگیا،

اگرچہ ابراہیم اپنی بیماری کے باوجود فوجی کارروائیون مین خود عملی دلچسپی لیتا رہا، مگر اس کا مرض روز بروز بڑھتا گیا، اور بالآخر ہچکیون کا تانتا بندھ گیا، اور چند لمحون کا مہمان نظر آنے لگا، محاصرین کیلئے یہ موقع نازک تھا، پیام صلح مسترد کرکے شہر کا محاصرہ کرلیا گیا ہے، اہل شہر مدافعت کی تیاریان کرچکے تھے،

Marfat.com

اور ادھر سالار فوج بستر مرگ پر پڑا دم توڑ رہا ہے۔

ابراہیم کی وفات اور جانشینی | جب قائدین لشکر ابراہیم کی زندگی سے مایوس ہو گئے تو اوس کی زندگی ہی میں فوج کی قیادت اور صقلیہ کی ولایت اس کے پوتے ابو مضر زیادۃ اللہ کے سپرد کرنے کا فیصلہ کیا لیکن ابھی یہ قرارداد بھی نہیں کی گئی تھی، کہ شب شنبہ ۱۹ ذیقعدہ ۲۸۹ھ کو ابراہیم کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی

ابراہیم کی وفات کے بعد قائدین نے ابو مضر سے صقلیہ کی ولایت ... الیہ کی فوری ... قبول کرنے کی استدعا کی، لیکن اوس نے ان سے یہ کہتے ہوئے انکار کیا کہ اس سے زیادہ حقدار ... ابو الاغلب موجود ہے، اور پھر خود بھی ابو الاغلب سے اصرار کیا، مگر ابو الاغلب نے یہ بار اوٹھانے سے انکار کیا اور ابو مضر زیادۃ اللہ ہی نے کسنتہ کی دیوار کے نیچے فوج کا جائزہ لے لیا،

ابو مضر زیادۃ اللہ بن ابی العباس والی صقلیہ (۲۴)

۲۸۹ھ تا ۲۹۰ھ

کسنتہ کا قبول جزیہ | ابو مضر کو سب سے پہلے کسنتہ کے محاصرہ کو یکسو کرنا تھا حسن اتفاق کہ محصورین کو محاصرین کی ان پریشانیوں کا کوئی علم نہیں ہوا، وہ لوگ اسلامی لشکر کے محاصرہ سے لرزہ بر اندام ہو رہے تھے، اس لئے مقابلہ کرنے کے بجائے باوجودیکہ ایک مرتبہ صلح کا پیغام مسترد کر چکا تھا مگر اس کی دوبارہ سلسلہ جنبانی کی اور جزیہ کی شرط پر طالب امان ہوئے،

ابو مضر نے محصورین کی درخواست خوشی سے قبول کر لی، اور لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی محاصرہ اوٹھا لیا گیا،

جنوبی اٹلی کو واپسی | اس کے بعد جو اسلامی دستے ملک کے اطراف و جوانب میں پھیل گئے تھے، وہ کسنتہ طلب کئے گئے جب پورا لشکر جمع ہو گیا، تو ابو مضر اپنے جد امجد کی لاش کو ایک تابوت میں رکھ کر

Marfat.com

لشکر کے ساتھ کسنتہ سے بلرم واپس آیا[1]

تجہیز و تکفین مراجعت بلرم کے بعد ابراہیم کی تجہیز و تکفین کے مراسم ادا کئے گئے، اور وہ وفات کے تیئتالیس دن کے بعد ۲۳ رذی الحجہ ۲۸۹ھ (۹۰۲ء) کو بلرم مین دفن کیا گیا، اور اوس کی قبر پر بطور یادگار ایک عالیشان قصر تعمیر کر دیا گیا[2] ابراہیم کی تجہیز و تکفین کے بعد فوج کے وہ سپاہی جو اوس کی معیت مین صقلیہ آئے تھے، افریقیہ واپس چلے گئے،

مضری ناامل ابراہیم نے اپنی چند روزہ ولایت مین درحقیقت صقلیہ کی فوجی مہمون کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا اور اہالی صقلیہ اور مضر کو اندرون جزیرہ مین کسی پیشقدمی کی ضرورت باقی نہین رہ گئی تھی، اگرچہ بعض اطراف مین اب بھی موجود تھی، لیکن اس سلسلہ کے دوبارہ شروع کرنے کی بھی چندان کوئی فوری ضرورت نہین تھی اسلئے اب صقلیہ مین علمی، ادبی اور معاشی ترقی کا حقیقی دور آیا تھا،

لیکن افسوس ہے کہ جب صقلیہ مین فوجی مہمون سے فراغت کے بعد امن و سکون کا دور دورہ ہوا، اور تمدنی و علمی ترقیات کے معراج کمال پر پہنچنے کا زمانہ آیا تھا، تو صقلیہ کی حکومت ایسے نوجوان شہزادے کے سپرد کی گئی جو اس کا اہل ثابت نہین ہوا، اور فوجی مہمون سے فارغ البال ہو کر نشہ شباب کی سرمستیون سے وہ صقلیہ پہنچتے ہی عیش و عشرت مین مصروف ہو گیا، اور قصر حکومت مین دن رات جام شراب کا دور چلنے لگا، اور امور مملکت کی نگرانی کے بجائے لہو و لعب، سیر و تفریح اور عیش و عشرت کی محفلین گرم ہونے لگین،

---

[1] نہایۃ الارب در اماری صـ۴۵۱، ابن اثیر ج ۷ صـ۹، اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲، صـ۴۷۵، ۴۲۳

[2] اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲ صـ۴۷۵، ۴۲۳، ۴۴۴، نہایۃ الارب در اماری صـ۴۵۱، والبیان المغرب (ترجمہ انگریزی) صـ۱۸۱، مورخین نے ابراہیم کا دفن بلرم کہا ہے، جیسا کہ بیان کیا گیا، لیکن ابن اثیر نے اس کے بجائے قیروان لکھا ہے اور ابن اورا ابن ابی دینار اور ابوالفدا نے اسی موخر الذکر روایت کو نقل کیا ہے، اور ابن خلدون نے اول الذکر روایت پہلے نقل کی ہے اور اوسکو قبول کرنے کے بعد ابن اثیر کی روایت کو بھی درج کر دیا ہے،

ابو مضر کی معزولی جب ابو مضر کے باپ ابو العباس فرمانروائے افریقیہ کو اوسکی رندانہ زندگی اور امور مملکت کی بے پروائی کی اطلاع ملی، تو اوس کو معزول کردیا، اور افریقیہ بلا کر قید خانہ مین ڈال دیا،

جانشین اور اوس کے بجائے محمد بن سرقوسی کو صقلیہ کی حکومت تفویض کردی[1]،

محمد بن سرقوسی والی صقلیہ

۲۹۰ھ / ۹۰۲ء

ابو العباس والی افریقیہ کا قتل محمد بن سرقوسی نے ۲۹۰ھ مین صقلیہ کی حکومت سنبھالی اس کے عہد حکومت کے چند روز گذرے تھے کہ ابو مضر نے قید خانہ سے اپنے باپ ابو العباس کے خلاف سازش کرکے اسکو صقلبی غلامون کے ذریعے شب چہار شنبہ ۳۰ شعبان ۲۹۰ھ کو قتل کرا ڈالا، اور اوس کے بجائے خود تخت حکومت پر قابض ہوگیا،

ابو مضر کی طبیعت مین یہ عجیب انقلاب تھا، ایک دن وہ صقلیہ کی ولایت از خود اپنے چچا ابو الاغلب کو دے رہا تھا، اور آج اوس نے تخت افریقیہ کیلئے اپنے باپ کو ختم کر ڈالا،

ابو مضر زیادۃ اللہ فرمانروائے افریقیہ

۲۹۰ھ–۲۹۶ھ / ۹۰۲ء–۹۰۸ء

والی صقلیہ کی معزولی اس کے بعد ابو مضر نے اپنے باپ کے نامزد کردہ والی صقلیہ محمد بن سرقوسی کو معزول کردیا اور اسی سال ۲۹۰ھ مین اوس کے بجائے علی بن محمد بن ابی الفوارس کو اس عہدہ پر مقرر کیا،

---

[1] ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۶، و کتاب المونس فی اخبار افریقیہ و تونس و البیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۸۳، لیکن لسان الدین ابن الخطیب صاحب اعمال الاعلام کا بیان ہے کہ ابو مضر نے ابو العباس کے خلاف افریقیہ پر چڑھائی کی تیاری کی تھی اور اسی لیے اسکو معزول کیا گیا،

Marfat.com

علی بن محمد بن ابی الفوارس والی صقلیہ (۲۶)

سنہ ۲۹۰ھ ۹۰۲ء

علی بن محمد بن ابی الفوارس کو چند دن سے زیادہ حکومت کرنا نصیب نہین ہوا ابو مضر نے چند دن کے بعد اوس کو بھی معزول کر کے احمد بن ابی الحسین بن رباح کو ولایت صقلیہ سپرد کر دیا[1]،

احمد بن ابی الحسین بن رباح والی صقلیہ (۲۷)

سنہ ۲۹۰ھ ۹۰۲ء سنہ ۲۹۶ھ ۹۰۸ء

آخری اغلبی تاجدار کا آخری والی صقلیہ، احمد بن ابی الحسین بن رباح، آخری اغلبی تاجدار افریقیہ کا مقرر کردہ آخری اغلبی والی صقلیہ ثابت ہوا، کیونکہ ابو مضر نے اس طرف جو روش اختیار کی، اوس سے دولت اغالبہ کی رہی سہی بنیاد متزلزل ہو گئی،

دولت اغالبہ کا زوال اگرچہ اغلبی حکومت مین اضمحلال و انتشار ابراہیم بن احمد کے آخری دور حکومت سے شروع ہو چکا تھا تاہم ابو العباس نے اپنی چند روزہ حکومت مین حالات بہت کچھ درست کر لیے تھے، اور اگر اوس کو چند سال اور حکومت کا موقع مل جاتا، تو شاید وہ تحریک دعوت شیعی کے استیصال مین کامیاب ہو جاتا،

ابو مضر نے بر سر حکومت آتے ہی افریقیہ مین پھر کشت و خون کا بازار گرم کر دیا، جس سے دولت اغالبہ کی خلق خدا مین بدولی پیدا ہو گئی کیونکہ اپنی شخصی حکومت کے استحکام اور اپنی ہوا و ہوس پوری کرنے کیلیے پہلے خود اپنے عزیز

---

[1] البیان المغرب جلد اول صفحہ ۱۴۳،

واقارب کو قتل کیا، پھر حکومت کے دوسرے عہدیدارون کو تہ تیغ کیا، اور اس طرح اپنی ناعاقبت اندیشی سے وہ اپنا اقتدار قائم کر کے عیش و نشاط مین مصروف ہوگیا،

دعوت اسمٰعیلی کا عروج

جب افریقیہ کے اعیان و علماء نے جو ابراہیم کی معزولی کے بعد حکومت کے نظم ونسق مین شریک ہوگئے تھے، یہ حالات دیکھے تو نظامِ حکومت سے رفتہ رفتہ علیحدہ ہوگئے، اور ملک مین ابراہیم کے عہد سے بھی زیادہ اختلال اور بدامنی پھیل گئی جس سے دعوت اسمٰعیلی کی بنیادین قدرۃً مضبوط ہوگئین، اغالبہ کا دستِ راست احول جو اس تحریک کو اب تک دبائے ہوئے تھا، خود ابومضر کے ہاتھون قتل ہوچکا تھا، اب کوئی ایسی طاقت موجود نہ تھی جو اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک سکتی،

چنانچہ دعوت اسمٰعیلی کے داعی دعاۃ ابوعبداللہ نے اپنی کامیابی کی توقعات دیکھ کر فرقۂ اسمٰعیلی شیعی کے امام ابوعبیداللہ المہدی کو افریقیہ بلا بھیجا اور خود منزل بہ منزل کوچ کرتا، اور شہر بہ شہر فتح کرتا آگے بڑھا، کہین کہین معمولی لڑائیان ہوئین، اکثر مقام بلا مزاحمت قبضہ مین آئے، اغالبہ کا لشکر ابراہیم بن ابی الاغلب کی سرکردگی مین مقابلہ کررہا تھا، ۲۴ رجمادی الاخری کو ایک معرکۃ الآرا جنگ مین ابراہیم بن ابی الاغلب کو شکست ہوئی یہی سب سے آخری میدان ثابت ہوا

ابومضر کا فرار اور دولتِ اغالبہ کا خاتمہ

کیونکہ ابومضر ۲۴ رجمادی الاخری کی اس شکست سے حواس باختہ ہوگیا، اور باوجودیکہ ابھی حکومت کی فوج مین اچھے اچھے قائدین موجود تھے، اور ابھی اسمٰعیلی لشکر دارالحکومت سے کافی دور تھا، اور دارالحکومت کے علاوہ چند دوسرے شہرون پر بھی اغلبی علم لہرا رہا تھا، لیکن ابومضر نے تاج و تخت چھوڑ کر فرار ہوجانے کا قصد کرلیا، حکومت کے بہی خواہون نے اسکو اس ارادہ سے باز رکھنا چاہا اور ابوعبداللہ کی بڑھتی ہوئی فوج کو روک لینے کا یقین دلایا، لیکن ابومضر لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے کسی طرح آمادہ نہین ہوا،

چنانچہ ۲۶ رجمادی الاخری ۲۹۶ھ کو اغالبہ کا یہ آخری تاجدار قصر شاہی سے بہ مقدور دولت و ثروت کا

Marfat.com

اتنا بڑا ساتھ نہیں دے سکتا تھا، اوس نے اوس پر اپنا دل کڑا کر کے اپنے تمام اہل و عیال اور عزیز و اقارب کو دشمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر رقادہ سے فرار ہوا، وداع کے وقت ایک وفا شعار لونڈی آگے بڑھی۔ اور سینہ پر عود رکھ کر یہ چند شعر گائے،

لم أنس يوم الوداع موقفها   وجفنها في دموعها غرق

رخصت کے دن کا میں یہ منظر نہیں بھول سکتی، جب کہ اوس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں،

وقولها والركاب سائرة   تتركنا سيدي وتنطلق

اور اوس کا یہ کہنا اوس حالت میں جب کہ اور سوار چل رہے تھے وہ ہمکو چھوڑ کر جا رہے ہیں،

استودع الله ظبية جزعت   للبين والبين فيه لي حرق

میں اس ہرنی کو رخصت کر رہا ہوں جو جدائی سے پریشان ہے اور میں بھی سوز فرقت سے جل رہا ہوں،

ابو مضر کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی، اور تن بہ تقدیر تن تنہا، با دیدۂ پرنم محل سے باہر نکل آیا، اور راتوں رات مصر کی راہ لی،

ابراہیم بن ابی الاغلب نے ابو مضر کے نکلنے کے بعد باشندگان قیروان سے علانیہ اطاعت لیا، اور اسکو شیعی فوج کے مقابلہ پر آمادہ کیا، لیکن وہ لوگ بہت جلد منحرف ہو گئے، ابراہیم نے اس ناکام کوشش کے [illegible] اور آخری اغلبی تاجدار زیادۃ اللہ ابو مضر زیادۃ اللہ سے جا ملا،

اسی کے ساتھ دولت اغالبہ کا آفتاب اقبال جو ایک سو گیارہ سال اور چند مہینے تک سرزمین افریقیہ کو اپنی تابانی و درخشانی سے منور کرتا رہا، ۲۶ جمادی الاخری ۲۹۶ھ کو ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا،

ثم سبب ابو مضر طرابلس ہوتا ہوا مصر پہنچا لیکن کہیں جگہ نہیں ملی، سر گشتہ تقدیر ادھر ادھر پھرتا [illegible] اسی کی ناکامی میں اوس کی [illegible] ۳۰۴ھ میں [illegible]

ابن الاثیر [illegible] والبیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۲۰۰ تا ۲۰۲

Marfat.com

صقلیہ سے دولت اغالبہ کا خاتمہ

افریقہ میں دولت فاطمی کے قیام کے بعد صقلیہ کا آخری اغلبی والی احمد بن حسین بن رباح پندرہ دن تک اپنی جگہ پر برقرار رہا، اسکے بعد ایسے حالات پیش آگئے کہ صقلیہ مین از خود دولت فاطمی کا استقبال کیا گیا، نئے فاطمی تاجدار نے یہان کی ولایت کیلئے اپنا ایک قائم مقام نامزد کیا، اور ۱۱ رجب ۲۹۶ھ ۹۰۸ء سے صقلیہ مین بھی جدید حکومت قائم ہو گئی جس کی تفصیل آیندہ آئیگی،

دولت اغالبہ پر ایک نظر

اغالبہ صرف ایک سو گیارہ سال اور چند مہینے افریقہ کے حکمران رہے اور اس مدت مین گیارہ فرمانرواؤن نے حکومت کی، اگر اس قلیل زمانہ مین سے افریقہ کی سرکش قوم بربر کی بغاوتون اور غداریون کا زمانہ نکال لیا جائے تو مشکل سے پچھتر برس ایسے نکلین گے جن مین امن و امان قائم رہا، اور انھین نظام حکومت کی تشکیل اور فتوحات کا دائرہ وسیع کرنے کا موقع ملا،

لیکن انھون نے اسی قلیل ترین عہد حکومت مین نہایت نمایان کارنامے انجام دیے، انھون نے محض اپنی قوت بازو سے تقریباً تمام شمالی افریقہ کو زیر نگین کیا، صرف مختلف گوشون مین دو چھوٹی چھوٹی سلطنتین بنو مدار کی سلجماسہ مین اور بنو رستم کی تاہرت مین علی الترتیب ایک سو تیس اور ایک سو ساٹھ سال تک قائم رہین، لیکن اغالبہ کا عہد حکومت اگرچہ ان سے بھی کم ثابت ہوا، اور انھون نے صرف ایک سو گیارہ سال اور تین مہینے فرمانروائی کی، لیکن تمام شمالی افریقہ پر چھا گئے، اور ان کے حدود حکومت سواحل بحر روم کا احاطہ کرتے ہوئے حدود صوبہ مصر تک جا پہنچے،

دولت اغالبہ کے بانی ابراہیم بن اغلب نے ایک والی کی حیثیت سے افریقہ کی حکومت سنبھالی تھی، اس سے پہلے تک افریقہ مرکزی حکومت بغداد کو کوئی خراج دینے کے بجائے قیام امن کے لئے اس سے مصارف لیا کرتا تھا، ابراہیم وہ پہلا والی ہے جس نے دولت عباسیہ بغداد کو ان مصارف سے سبکدوش کر دیا، اور افریقہ سے خراج کی ایک متعینہ رقم بھیجنے لگا، اور ابراہیم اور ہارون رشید کے [illegible] شرائط طے پائے [illegible]

کی حکومت جو اغالب کہا، نسلاً بعد نسل وقف ہوگئی، اور باوجودیکہ اونھین افریقیہ مین اس قدر اقتدار حاصل ہوگیا تھا کہ اپنی خود مختاری کا بھی اعلان بھی کر سکتے تھے لیکن فرمانروایان اغالبہ اپنی دانشمندی سے خلافت کے دامن سے ہمیشہ وابستہ رہے، اور خطبہ مین خلیفہ وقت اور فرمانروائے اغلبی کا نام ساتھ ساتھ پڑھا جاتا رہا

شمالی افریقیہ کا تمام علاقہ جو اغالبہ کے ماتحت تھا، چونکہ بحر روم کے سواحل پر آباد تھا، اس لئے انھون نے بحری طاقت مین نمایان امتیاز حاصل کر لیا تھا چنانچہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ باب قیادۃ الاساطیل میں اس کی تصریح کی ہے کہ افریقیہ اور اندلس کی اسلامی حکومتون کی بحری طاقتین، اوس زمانہ مین دنیا کی سب سے بڑی بحری طاقتین تھین،

یہی وجہ تھی کہ بحر روم کے تمام جزائر انھی دونون اسلامی حکومتون کے زیر اقتدار آگئے تھے جو جزیرے اندلس سے قریب پڑتے تھے، وہ اندلس کے قبضہ مین تھے لیکن اون کی تعداد کم تھی، اور جو شمالی افریقیہ کے گرد و نواح تھے، یا شمالی افریقیہ کے ان جزیرون سے قریب پڑتے تھے وہ اسلامی حکومت اغالبہ افریقیہ کے زیر اقتدار تھے.

بحر روم کے ان جزائر پر مسلمانون کے حملے اگرچہ بہت پہلے شروع ہو چکے تھے جن کی تفصیل کسی گذشتہ ... لیکن ان پر ایسے حملے بالعموم انھی اغالبہ کے عہد مین شروع ہوئے جو مستقل طور پر انھین ... کئے گئے تھے، چنانچہ اغالبہ جزیرہ سسلی کے علاوہ بحر روم کے اور بہت سے دوسرے جزائر پر بھی قابض ہوئے، پھر اپنی علو ہمتی سے سواحل اٹلی پہنچے، اس سے آگے بڑھ کر اندرون اٹلی مین داخل ... اور کچھ سپاہ فرانس سے جا کر ڈانڈے ملا دئے، اغالبہ کی یہ تمام کامیابیان صرف اُن کی بحری قوت کی ... اور بالآخر یورپ کی تمام عیسوی حکومتون اور خصوصاً حکومت بیزنطی نے ان کا بحری تفوق تسلیم ... کر لیا تھا، اور یہی وجہ تھی کہ شمالی افریقیہ، صقلیہ اور بحر روم کے دیگر جزائر پر قابض ہونے کے علاوہ اٹلی کی ...

...ان کے زیر اقتدار آگئیں اور اٹلی میں آبنائے مسینا سے کوہ الپس تک راستہ میں کوئی قوت اون کے سد راہ
...ن ہو سکتی تھی ہو سیو سدیو اغلبی فتوحات پر اجمالی تبصرہ کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں :-

"اس بیان مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ جو فتوحات بحر روم پر اغلبیوں کو حاصل ہوئی تھیں ، وہ
افریقہ اور اسپین کے دوسرے عربوں کی فتوحات سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں [1]۔"

...ب اغالبہ صقلیہ کے مختلف دور
...لیہ کی مکمل تسخیر میں تاخیر کا باعث

پھر اغالبہ کی بحری طاقت کے اس تفوق کے باوجود سسلی کی مکمل تسخیر میں اس قدر تاخیر کیوں ہوئی کہ اس کا سلسلہ ۲۱۲ھ / ۸۲۶ء سے شروع ہو کر ۲۸۹ھ / ... میں جا کر ...تر برس میں اختتام کو پہنچا ؟ اس کا جواب کسی قدر تفصیل طلب ہے ، عہد اغالبہ میں اسلامی حکومت کے مختلف ...دور گذرے ہیں ، ان کے کل مدت حکومت میں ستائیس ولاۃ صقلیہ آئے اور توسیع فتوحات کے بارے میں ان مختلف ...دوں میں مختلف ولاۃ کا نقطۂ نظر مختلف رہا ۔

سب سے پہلا دور دولت اسلامیہ صقلیہ کے بانی قاضی اسد بن فرات کی آمد سے فتح بلرم تک ہے ۔

جب قاضی اسد بن فرات ۲۱۲ھ میں مازر پر بلا مزاحمت قابض ہوئے تو ادسی کو اسلامی حکومت کا صدر مقام ...رار دے کر انہوں نے اپنی توجہ سرقوسہ کی فتح پر مبذول کر دی کہ اون کے نقطۂ نظر سے بیزنطی دار الحکومت ...کی فتح ہی گویا پورے جزیرہ کی فتح تھی ، اثنائے راہ میں مختلف مقامات پر بھی حملے ہوئے اور قاضی اسد نے ...اپنی صلح جو طبیعت کی افتاد سے یہی چاہا کہ کہیں خونریزی کی نوبت نہ آئے ، اور لوگ ادائے جزیہ کی شرط ...پر امان طلب کر لیں ، اور پھر وہ اسی نقطۂ نظر سے سرقوسہ پہنچے کہ اس کی تسخیر کے بعد وہ پورے جزیرہ ...کو جزیہ ادا کرنے پر رضامند کر لیں گے ، اور جہاں معرکہ آرائی کی نوبت آئے گی ، وہ مقام اسلامی ...کے قبضۂ اقتدار میں داخل ہو گا ۔

قاضی اسد بن فرات اپنے بعد مسلمانان صقلیہ کے سامنے یہ نقطۂ نظر قائم کر گئے کہ ...

[1] ...طالبانہ عرب بعہد سیو سدیو صفحہ ۲۴۔

کی تمام کوششیں مرکزی مقام پر جاری رکھی جائین، اور باقی چھوٹے چھوٹے شہرون اور قلعون سے جزیہ کی شرط پر صلح کی جائے، چنانچہ ان کے جانشین محمد بن ابی الجواری نے اسی نقش قدم کی پیروی کی لیکن جب مسلمانون پر مصائب کا طوفان آیا، اور سرقوسہ کی مہم ناکام ثابت ہوئی، تو انھون نے اپنے زاویہ نگاہ مین تبدیلی کی، اور بعض دوسرے شہرون پر حملہ آور ہو کر قابض ہوئے تاہم مرکزی شہر پر قبضہ کرنے کا تخیل اب بھی موجود رہا، اور اسی سلسلہ مین قصریانہ پر قسمت آزمائی کرنی چاہی، اور مسلسل دو سال تک یہ کوششین جاری رہین، یہانتک کہ ایک دور ابتلا کے بعد بلرم پر قبضہ ہو گیا،

بلرم مسلمانون کو ایسے موقع سے مل گیا کہ جغرافی جائے وقوع کے لحاظ سے مسلمانون کا بہترین صدر مقام ہو سکتا تھا، اور اسی لئے مشرق کی فنیقی قوم نے اوس کو دارالحکومت قرار دیا تھا، مسلمانون نے تسخیر بلرم کے بعد اسلامی حکومت کی تشکیل کی، اور مسلسل دو سال تک فوجی مہمون کا سلسلہ موقوف رہا، پھر جب فوجی مہمون کا آغاز ہوا تو اوسکی ابتدا قصریانہ سے ہوئی، اولاً یہان کی پچھلی ناکامی کا انتقام اور پھر دارالحکومت سے اسکے قریب ہونے اور اسکے زیر اثر ایک وسیع علاقہ کے ہونیکے باعث مسلمانون کی تمام تر توجہ اسی شہر کو زیر کرنے پر رہی، تا آنکہ ادائے جزیہ کی شرط پر یہ سلسلہ موقوف ہوا، اس اثنا مین مسلمانون نے ہر قسم کی علمی و تمدنی ترقیون کی شاہراہ کھول دی، بلرم اور اوس کے زیر اثر علاقہ مین ایسا کاروبار جاری ہو گیا جو ایک مستقل حکومت کے شایان شان ہو سکتا تھا، یہ صقلیہ کی اسلامی [illegible] کا دوسرا دور تھا،

اس کے بعد مسلمانان صقلیہ نے جزیرہ مین دو مستقل حکومتون کا وجود تسلیم کر لیا، ایک طرف صقلیہ کی اسلامی حکومت تھی، اور دوسری طرف رومیون کی بیزنطی حکومت اب اولاً انھون نے بیزنطی حکومت کو نظر انداز کرکے اسلامی حکومت [illegible] تحفظ کی فکر کی، اور اسی سلسلہ مین افریقیہ و صقلیہ کے مابین جزائر پر تسلط حاصل کیا، اور پھر جزیرہ کے اوس جنوبی علاقہ کو جو دارالحکومت بلرم کے آس پاس تھا اپنے قبضہ مین لائے، اور اوس کے بعد بیزنطی حکومت کے خاتمہ کے لئے اوس کے پایہ تخت پر اقتدار حاصل کرنے کا قدیم تخیل پھر تازہ [illegible]

Marfat.com

اور اسی بنا پر بیزنطی دار الحکومت سرقوسہ کے بجائے صوبہ مسینا پر توجہ مبذول کی، کیونکہ یہاں سے بیزنطی دار الحکومت سرقوسہ پر زد پڑتی تھی، اور نیز اسلامی حکومت صقلیہ کی ترقی کے لئے ریاستہائے ایطالیہ سے تجارتی تعلقات وغیرہ قائم ہو سکتے تھے، چنانچہ فتح مسینا کے بعد یہ دونون مقصد حاصل ہوئے، لیکن ولایت مسینا کی فتح کے بعد ہی بیزنطی عمال نے اسی بنا پر اپنا پایہ تخت سرقوسہ سے قصریانہ منتقل کر لیا، اور پھر اسی بنا پر مسلمانون کو بھی اپنی پیشقدمی کا نقشہ بدلنا پڑا، اور انھون نے اپنی عنان توجہ قصریانہ پر دوبارہ منعطف کر لی، اور اسی فتح پر اسلامی حکومت کا جزیرہ مین **تیسرا دور** ختم ہو گیا،

اس کے بعد جب سرقوسہ دوبارہ پایۂ تخت قرار پایا، تو مسلمانون نے بھی اپنی تمام تر توجہ پھر سرقوسہ کی مہم پر مبذول کی، اور یہ مہم بھی اتمام کو پہنچی، اور یہ اسلامی حکومت کا جزیرہ مین **چوتھا دور** تھا،

اس کے بعد دولت اغالبہ صقلیہ کا **پانچوان دور** اور اس کے دور اختلال سے شروع ہوتا ہے جس کے وجوہ و اسباب اس سے پہلے بہ تفصیل گذر چکے ہین لیکن اس دور مین بھی جب کہ اسلامی حکومت مختلف قسم کی خانہ جنگیون مین مبتلا تھی، اور اسلامی حکومت کی فوجی پیشقدمیون کا سلسلہ تقریبًا موقوف ہو چکا تھا جب صقلیہ کے رومیون نے ایک نئے قلعہ کو درست کر کے اس کو مرکزی حیثیت سے دار الحکومت کا لقب دیا، تو والی صقلیہ نے پیشقدمی کر کے اس جدید دار الحکومت پر قبضہ کر لیا، اور اس طرح انھون نے جزیرہ مین گویا اپنی حریف سلطنت کا خاتمہ کر دیا، اور اسی بنا پر جب ابو العباس نے یہان امن و امان قائم کر کے فوجی مہمون کا دوبارہ آغاز کیا، تو اس نے اندرون جزیرہ مین پیشقدمی کرنے کے بجائے جنوبی اٹلی کا رُخ کیا،

اس کے بعد ابراہیم پورے جزیرہ کی تسخیر کے قصد سے صقلیہ آتا ہے، اور چند ہی دن مین بغیر کسی زیادہ مزاحمت کے سارے جزیرہ پر قابض ہو جاتا ہے، اور یہی دولت اغالبہ صقلیہ کے سلسلہ محاربات کی آخری کڑی ہے جسے **چھٹا دور** کہا جا سکتا ہے،

ملکی فتوحات کے لحاظ سے جزیرہ مین مسلمانون کے یہی چند دور گذرے ہین، ان تمام دورون پر

اجمالی نگاہ ڈالنے سے یہ بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک دور اپنی جگہ پر اس قدر مستقل ہے کہ لوگون نے ہر ایک دور کے خاتمہ پر گویا اسکو جزیرہ کی فتح سے تعبیر کیا، اور آغاز ہی مین بلرم کی فتح کے بعد اسلامی حکومت کی بنیاد یہان ایسی مستحکم سمجھ لی گئی، کہ کبھی انھین پورے جزیرہ کی تسخیر کا خیال سرے سے پیدا ہی نہین ہوا، البتہ ان مختلف دورون مین سے ہر دور مین یہ قدر مشترک ضرور موجود رہا کہ حکومت بزنطی کے پایہ تخت پر قبضہ کیا جائے اور مسلمانون کے نقطہ نظر سے پایہ تخت پر قابض ہوجانے کے دوسرے معنی پورے جزیرہ کی تسخیر کے تھے، چنانچہ جب ۲۴۴؁ھ ۸۵۸؁ء مین قصر یانہ اسلامی اقتدار مین داخل ہوا جو اوس زمانہ مین بزنطی پایہ تخت کی حیثیت رکھتا تھا، تو مسلمانون نے اسکو پورے جزیرہ کی فتح سے تعبیر کیا، اور اسی بنیاد پر ابن ابی دینار کا بیان ہے کہ پورا جزیرہ ۲۵ سال مین تسخیر ہوگیا، حالانکہ اس وقت تک جزیرہ کے تہائی حصہ سے زیادہ اسلامی مقبوضات مین داخل نہین ہوا تھا،

اس لئے اصل واقعہ یہ ہے کہ مسلمانون نے پورے جزیرہ کی تسخیر کا تخیل کبھی سامنے نہین رکھا، وہ پہلے دار الحکومت پر قبضہ کرنا چاہتے تھے، اور اسی راستہ سے پورے جزیرہ پر حکمران ہونا چاہتے تھے اور یہی اس تاخیر کا اصل باعث ہے،

فتح سرقوسہ کے بعد بھی جب پورے جزیرہ کی تسخیر نہایت آسان ہوگئی تھی، جس کا یورپین مورخین کو بھی اعتراف ہے، لیکن اونھی حالات کے گردوپیش جنکی تفصیل اوپر گذر چکی ہے اونھون نے خود اس جانب توجہ نہین کی اور اسی لئے جب ابراہیم پورے جزیرہ کی تسخیر کا خیال لیکر صقلیہ آیا تو چند ہی دن مین اسکو اتمام تک پہنچا دیا،

اہم شہرون کی تسخیر — لیکن اس کے یہ معنی نہین کہ بزنطی پایہ تخت کو نشانہ بنانے کی وجہ سے مسلمانون نے کسی دوسری جانب رُخ نہین کیا، بلکہ مقصود یہ ہے کہ ان کا اصل مطمح نظر پایہ تخت رہا، اور اسی ضمن مین اونھون نے دوسرے شہرون پر بھی فوجکشیان کین، اور رفتہ رفتہ فتح سرقوسہ سے پہلے تقریبًا دو تہائی جزیرہ

Marfat.com

پر قابض ہو گئے، اور جزیرہ کے اہم شہر بلرم، طرابنش، جرجنت، بیناؤ، نوطس، مسینا، لیتنی، شکلہ، رغوص، بثیرہ، اور لبنیا ذہ وغیرہ بیزنطی دار الحکومت کے مفتوح ہونے سے پہلے اسلامی اقتدار مین داخل ہو چکے تھے، لیکن جیسا کہ اوپر کی تفصیلات سے معلوم ہوا ہو گا، اگرچہ کبھی کبھی توسیعِ فتوحات کے نقطۂ نظر سے ان پر حملے کیے گئے، تاہم ان مین سے اکثر کی تسخیر پایۂ تخت کی تسخیر کی کوششون کے ضمن مین ظہور پذیر ہوئی،

فوجکشیون اور پیشقدمیون کی کثرت۔

علاوہ ازین دولتِ اغالبۂ صقلیہ کی سرگذشت مین فوجی پیشقدمیون اور فوجکشیون کی بکثرت مثالین ملتی ہین، اور دراصل یہ فوجکشیان بھی اصل نقطۂ نظر کے حصول کے ذریعے اور وسیلے تھین، جو حسب ذیل مقاصد کے لئے کیجاتی تھین،

(۱) رومی مقبوضات کے شہر اور آبادیان جزیہ قبول کرین،

(۲) جو شہر جزیہ قبول کرنے سے انکار کرین اور مقابلہ کرین، اونھین اس قدر تہ و بالا کیا جائے کہ حکومت بیزنطی کے قبضہ سے از خود نکلنا چاہین،

(۳) حکومت بیزنطی کے ذرائع آمدنی کو مسدود کرنے کے لئے اوس کے مقبوضات کی پیداوار سے وہانکے باشندونکو محروم کر دیا جائے، خواہ وہان کی زراعت کو حاصل کر کے یا اوس کو برباد کر کے یہ مقصد حاصل ہو،

اوس عہد کے قانون جنگ و صلح کے روسے دشمن کے مقبوضات کو تاخت و تاراج کرنا اصولاً روا بھی سمجھا جاتا تھا، کہ وہ سب علاقے دار الحرب تھے، اور انھین خود دشمنون کے نقطۂ نظر سے حق حاصل تھا، کہ اون کے مقبوضات کی زراعت برباد کر دین، مویشیون کو چھین لین اگر کسی علاقہ کے باشندے مقابلہ کرین تو اونھین تہ تیغ کرین، اور جو ان مین سے گرفتار ہو جائین، اور ان کے بارے مین مسلمانون کی حکومت سے کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکے تو لونڈی غلام بنا کر فروخت کر دین اور اگر اسی سلسلہ مین کوئی شہر مفتوح ہو جائے، تو زیر علم کر لین، ورنہ ان مصائب سے بچنے کے لئے جزیہ قبول کر کے اسلامی حکومت

کی حفاظت میں آگئیں، مسلمانوں نے اس قسم کی پیشقدمیاں کثرت سے کین چنانچہ ایک سے زیادہ مرتبہ رومیون نے مسلمانون کی اس قسم کی پیشقدمیون کو روکنے کیلئے مختلف شرائط پر کسی محدود مدت تک کیلئے عارضی صلحین کین اور جب تک اوس صلح کی مدت قائم رہی، فوجکشی ملتوی رہی،

اسی طرح جب رومیون کو موقع ملتا، وہ بھی اسلامی مقبوضات کو تاخت وتاراج کرتے اور صلح کے موقعون پر تین تین چار چار سو قیدی فدیہ دیکر چھوڑائے جاتے،

دولت اغالبہ کے زوال کا سبب

یہ بھی عجب اتفاق ہے کہ جہان ابراہیم کی ذات صقلیہ مین فتوحات اسلامی کی تکمیل کا باعث بنی، وہان صرف اسی کی شخصیت دولت اغلبیہ کے زوال کا موجب بنی، اگرچہ اس سے جو کچھ سرزد ہوا، وہ ہوش وخرد مین نہین، بلکہ مراق وخفقان مین اس لئے درحقیقت دولت اغلبیہ کے زوال کی تمام تر ذمہ داری اون ارکان دولت پر آتی ہے، جو ابراہیم کے عہد مین حکومت کے ذمہ دار عہدون پر فائز تھے، اگر وہ اس کے مراق کی ابتدا ہوتے ہی، اوسکو حکومت سے دستبردار ہونے کی دھمکی دیتے، اور اگر اس صورت مین بھی حالات روبہ اصلاح نہ ہوتے، تو خلافت عباسیہ سے رجوع کرنے مین جو کچھ اونھون نے آخر مین کیا وہ ابتدا ہی مین کر گذرتے تو غالبًا دولت اغالبہ کو اس قدر جلد یہ تلخ انجام دیکھنا نہ پڑتا، اور ابراہیم شروع ہی سے یا تو حکومت سے کنارہ کش ہو جاتا، اور ابو العباس کو اپنا جانشین بناتا، یا دلجمعی سے اپنے کو سنبھالنے کی فکر کرتا، جیسا کہ اپنے آخر عہد حکومت مین فرمان خلافت پاکر دربار خلافت مین حاضری، اور وہان کی جواب دہی کی ذمہ داری قبول کرنے سے خائف ہوا، اور جلد جوئی کرکے صقلیہ چلا آیا۔

لیکن یہ کنارہ کشی غایت درجہ بہ تاخیر ہوئی، سلسلۂ علت ومعلول کی کڑیان اس سے پہلے پوری ہو چکی تھین صرف نتیجہ کا ظہور باقی تھا، کہ اوس کے طویل دور مظالم کے نتائج وعواقب کے طور پر سرزمین افریقیہ مین دعوت اسمٰعیلیہ پورے طور پر بار آور ہو چکی تھی، اور ابراہیم زیادہ تر اسی لئے اپنی روش بدلکر حکومت سے کنارہ کش ہوا، کہ اس کے باعث افریقیہ مین دعوت اسمٰعیلی کو روز بروز قبولیت حاصل ہوتی جاتی تھی، چنانچہ

Marfat.com

ابن خلدون لکھتا ہے،

وفی ایامہ ظہر ابو عبد اللہ الشیعی	ابراہیم کے زمانہ میں ابو عبد اللہ شیعی کتامہ مین ظاہر
بکتامہ ...... وہو من الاسباب التی	ہوا .... اور منجملہ دیگر اسباب کے یہی ایک
دعتہ للتوبة والاقلاع وخروجہ	سبب جس نے اسکو تائب ہونے تاج وتخت چھوڑنے
الی صقلیہ	اور صقلیہ چلے جانے پر آمادہ کیا،

اس لئے اگر ابراہیم کے دور مظالم کے شروع ہوتے ہی اسکو حکومت سے الگ ہونے پر مجبور کیا جاتا تو دولت اغالبہ کا اس قدر جلد خاتمہ نہ ہوتا،

پھر یہ بھی بخت و اتفاق کی بات ہے کہ جب ابراہیم کے بعد ابو العباس نے نئے سرے سے حکومت سنبھالی اور یہ توقع پیدا ہوئی کہ حکومت اغلبیہ کی متزلزل بنیاد کچھ دنون کے لئے سنبھل جائے اور شاید دعوت اسمٰعیلی کے استیصال مین کامیاب ہوجائے، کہ اچانک اس کے سرمست شباب ناخلف لڑکے ابو مضر نے رہی سہی امیدون کا خاتمہ کر دیا، اور اپنے باپ ابو العباس کو قتل کرکے دولت اغلبیہ کے زوال کی تمام تر ذمہ داری اپنے سر قبول کرلی، اور پھر باغیون سے مقابلہ کی قوت رکھنے کے باوجود حکومت کو ابتر ہوکر افریقیہ سے نکل پڑا، اور اس طرح خود اپنے ہاتھون اپنی قبر تیار کرلی، اور آوارہ وطن آغوش لحد مین جا لیٹا، اور اسی کے ساتھ خانوادۂ اغالبہ کی سطوت وعظمت اور جاہ وجلال کا آفتاب بھی غروب ہوگیا،

دولت فاطمیہ

۲۹۶ھ – ۵۶۷ھ
۹۰۸ء – ۱۱۷۱ء

دولت فاطمیہ شیعی تحریک کی اسماعیلی شاخ سے تعلق رکھتی ہے، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ شیعی تحریک مین ہمیشہ سے عجمی روح کارفرما رہی ہے، اس نے اول روز سے اپنی کامیابی کا گر مخفی دعوت و تبلیغ (پروپگنڈا) کو قرار دیا، چنانچہ حضرت عثمانؓ کے عہد مین ابن سبا وغیرہ کی شیعی تحریک اسی تدبیر سے کامیاب ہوئی، اور حضرت عثمانؓ شہید ہوئے، اور مسلمانون مین کشت و خون تک نوبت پہنچی، اور بجائے ایک اسلام کے تین سیاسی اسلام یعنی اہل سنت والجماعۃ، شیعہ اور خارجی ہوگئے،

حضرت علی مرتضیٰؓ کی شہادت اور حضرت امام حسنؓ کی دست برداری کے بعد جب بنو امیہ دنیائے اسلام کے تنہا مالک ہوگئے، تو اہل بیت کرام یعنی بنو امیہ کے خلاف بنو ہاشم کی تائید مین ایک متفقہ شیعی تحریک برسرکار رہی، اور بالآخر ابو مسلم خراسانی کے ہاتھون اوس نے ۱۳۲ھ/۷۴۹ء مین بنو امیہ کا تخت الٹ دیا، مگر جب اس ہاشمی تحریک کے چہرہ سے پردہ اوٹھا تو ہاشمیہ اور اہل بیت مین سے عباسی خاندان کی کامیابی کی صورت مین وہ نظر آئی،

اب وہ کشاکش جو بنو ہاشم اور بنو امیہ کے باہمی اقتدار کے لئے جاری تھی، وہ عباسیہ اور علویہ (یعنی اولا[د] علی بن ابی طالب) کی صورت مین قائم ہوگئی، عباسیہ اب برسر حکومت تھے، اور علویہ اپنی مخفی تحریکون مین معروف

Marfat.com

اور جب کبھی اون کی دعوت کو کچھ کامیابی نصیب ہوئی، اونھون نے کھل کر تیغ و سنان سے عباسیہ کا مقابلہ کیا، بالآخر آل علویہ کے بھی دو حصے ہو گئے یعنی ایک تو وہ جو حضرت علیؓ کی زوجۂ مطہرہ حضرت فاطمہؓ بنت رسولؐ کی اولاد کرام تھی، اور دوسرے وہ جو حضرت علیؓ کی دوسری بیبیون کے بطن سے تھے، فاطمی کے معنی حضرت علیؓ کی نسل سے حضرت فاطمہؓ کے سلسلہ سے جو اولاد ہوئی،

حضرت علیؓ کی فاطمی نسل مین حضرت امام حسنؓ، امام حسینؓ، امام علی زین العابدینؒ، امام محمد باقرؒ، امام جعفر صادقؒ تک تمام شیعیانِ اہل بیت کا اتفاق رہا، امام جعفر صادق کی اولاد مین دو نامور تھے، ایک اسمٰعیل دوسرے موسیٰ کاظم، اس لیے شیعی گروہ بھی دو حصون مین منقسم ہو گیا، ایک نے موسیٰ کاظم کو، اور دوسرے نے اسمٰعیل کو امام مانا۔ امام موسیٰ کاظم والے، امام موسیٰؒ کے بعد امام علی رضا کو، پھر امام محمد تقی، امام علی نقی، امام حسن عسکری زکی، پھر امام مہدی منتظر کو امام مان کر بارہ اماموں پر امامت تمام کر دی، یہ اثنا عشری کہلاتے ہیں جو آج ایران کا عام مذہب ہے،

اسمٰعیل کی امامت کے معترف، اسمٰعیل کے بعد محمد مکتوم بن اسمٰعیل جعفر مصدق بن محمد مکتوم اور حبیب بن جعفر مصدق ہیں، اور انھین کی نسل مین کہا جاتا ہے کہ ابو محمد عبید اللہ ملقب بہ مہدی ظاہر ہوا، اور یہی دولت فاطمیہ کا بانی بنا، جس نے سب سے پہلے شمالی افریقہ مین ظہور کیا، اور اوس کے تیسرے جانشین المعز لدین اللہ نے عباسیون کو نکال کر مصر پر قبضہ کیا، اور اپنے مرکز حکومت کو شمالی افریقہ سے ہٹا کر مصر میں منتقل کیا، اور یہین دولت فاطمیہ کی بنیاد ڈالی[1]،

لہ انھی فاطمی خلفا مین سے آگے چل کر ایک خلیفہ المستنصر باللہ پیدا ہوا جس کے دو بیٹے ہوئے نزار اور المستعلی الظاہر [illegible] دین اللہ اس طرح فاطمی اسمٰعیلی امامت دو حصون مین منقسم ہو گئی، ایک نزاری اور دوسرے طاہری، المامر [illegible] الحافظ لدین اللہ خلیفہ ہوا، اور آخر یہ امامت سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھون تباہ ہوئی، اسی سلسلہ کے لوگ آج ہندوستان مین بوہرے کہلاتے ہین، اور نزاری کی بنا حسن بن صباح نے کوہستان ایران مین ڈالی، اور قلعہ الموت مین باطنی حکومت کی بنیاد استوار کی جس کا خاتمہ ہلاکو خان تاتار کے ہاتھ سے ہوا، اسی سلسلہ کے امام ہز ہائنس آغا خان ہین،

Marfat.com

اس مخفی تحریک دعوت کے چلانے کی صورت یہ تھی، کہ کسی مناسب مقام پر جہان امام ہوتا، اور پوشیدہ صدر مقام ہوتا، اور اوس کے تحت تمام ملک مین اوسکے ہشیار مبلغون کی نگرانی مین اوسکی شاخین ہوتین، اور ان مین سے ہر ایک اوس امام کی بیعت لوگون سے لیتا، اور جب کسی حصۂ ملک مین کسی نائب کو معتد بہ افراد کی بیعت حاصل ہو جاتی، وہ ان کو لیکر حکومت کے مقابلہ کے لئے اوٹھ کھڑا ہوتا، اب یا وہ کامیاب ہو جاتا، اور یا مارا جاتا، پھر اوس کا دوسرا جانشین مقرر ہوتا، اور یہ تحریک آگے کو چلاتا، ان مبلغون کا اصطلاحی نام داعی اور جمع کی صورت مین دعاۃ تھا،

ان اسماعیلی دعاۃ او خصوصًا داعی الدعاۃ کی تعلیم و تربیت صدر مقام کے افاضل کے زیر اہتمام ہوتی، اور جب وہ تعلیم و تربیت مین پورے اوترجاتے تو حسب ترتیب تعلیم و تربیت کی مناسبت سے مختلف مقامات پر بھیج دیئے جاتے، اور یہی دعاۃ اپنی ولایت مین شیعی دعوت کی تبلیغ و اشاعت تحریک کے مخالفون کی زید و انسداد، اور حکومت وقت کے خلاف بغاوت کی منظم جد وجہد کرتے، اور اپنی تمام جد وجہد کی مفصل روداد نیز باشندگان ولایت کی ذہنی استعداد و ذہنی انقلاب کی پوری تشریح صدر مقام مین بالالتزام بھیجتے، اور پھر یہان سے اونھی روداد ون کے حسب اقتضا مختلف ہدایتین جاری ہوتین،

چنانچہ اسی اصول کے زیر اثر سرزمین افریقیہ مین بھی اسماعیلیون کے دعاۃ نامزد ہوئے، ارباب تاریخ کا بیان ہے، کہ افریقیہ مین اسماعیلی دعوت کا سب سے پہلا داعی ایک شخص حلوانی نامی آیا، اور اسی کی مدد کے لئے ایک اور داعی ابوسفیان نامی بھیجا گیا، یہ دونون حضرت امام جعفر مصدق بن محمد المکتوم بن جعفر صادق کے فرستادہ تھے، ان لوگون نے افریقیہ پہنچ کر حکومت کے پایۂ تخت سے دور بنو کتامہ نام ایک مشہور بربری قبیلہ کی سرزمین کو اپنی جد وجہد کی جولانگاہ بنایا،

بنو کتامہ بربریون مین سب سے زیادہ بہادر تھے، اور وہ افریقیہ کی حکومت وقت سے ہمیشہ برسرپیکار رہتے تھے، اسماعیلی داعیون نے ان کو بہت جلد اپنے قابو مین کر لیا،

Marfat.com

چنانچہ اسماعیلی داعی حلوانی اور ابوسفیان ارض کتامہ پہنچ کر ان لوگوں میں اپنی پوری قوت سے تبلیغ شروع کردی، حلوانی نے اپنا مستقر ماجنہ[1] کو قرار دیا، اور ابوسفیان نے شہر سوف حمار کو، ان لوگوں نے زہد و ورع تقوی اور مذہبی تقدس کے اظہار سے بنو کتامہ میں بہت جلد ہر دلعزیزی حاصل کرلی، اور لوگ عقیدتمندانہ ان کے پاس آنے لگے، یہ ان کی پہلی کامیابی تھی، اس کے بعد دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع ہوا، اور ان شہروں کے آس پاس مذہب کے پیروؤں کا ایک گروہ پیدا ہوگیا لیکن ابھی یہ داعی اپنی کوششوں کے ثمرات نہ دیکھنے پائے تھے کہ کچھ دنوں آگے پیچھے دونوں کا انتقال ہوگیا۔[2]

ان دونوں کے انتقال کے بعد افریقہ کے لئے ابوعبداللہ کا انتخاب ہوا، ابوعبداللہ حسین بن احمد بن محمد بن زکریا صنعا کا رہنے والا تھا، امام اسماعیلی محمد الحبیب نے اس کی تعلیم و تربیت کے لئے اس کو کمسنی سے ابن حوشب کے سپرد کیا، ابن حوشب شیعی دعوت کے بڑے مبلغوں میں سے اور امام اسماعیل محمد کا دست راست تھا، چنانچہ عبداللہ کی ہر قسم کی تعلیم و تربیت ابن حوشب ہی کے زیر نگرانی ہوئی ابن حوشب نے اس کو ان الفاظ میں افریقہ کی خدمت سپرد کی کہ

"حلوانی و ابوسفیان مغرب میں ارض کتامہ کو قابل زراعت بنا چکے ہیں، اب ان کے انتقال کے بعد اس سرزمین کے لئے تم سے بہتر کوئی دوسرا موجود نہیں، جلد سے جلد جاؤ کہ صالح اور تیار زمین تمہارے لئے موجود ہے"

اتفاق سے حج کا موسم تھا، ابوعبداللہ اپنے ایک رفیق کار عبداللہ بن ابی ملاحف کے ساتھ جو دولت و ثروت کا ایک انبار ساتھ لئے ہوئے مکہ معظمہ پہنچا، یہاں بنو کتامہ کے کچھ لوگ حج کے لئے آئے ہوئے تھے اس کے بعد وہ مکہ معظمہ سے بنو کتامہ کے چند افراد کی معیت میں مختلف جیلوں سے ہوتا ہوا مصر پہنچا

[1] ابن اثیر نے مجنہ اور ابن خلدون میں اسی کا نام مرنجہ ہے لیکن جغرافیہ کی متداول کتابوں ابن حوقل، مقدسی صفحہ ۲۲۰ اور یاقوت وغیرہ میں ماجنہ ہے، [2] میں نے ابن اثیر کے لفظ مجنہ کو ماجنہ لکھا ہے ابن خلدون ... ہے ... پر یہ جگہ

ہوتا ہوا افریقیہ روانہ ہوا، اور مختلف مقاموں میں ٹھہر کر ۱۵ ربیع الآخر ۲۸۸ھ کو ارضِ کتامہ کے ایک مرکزی مقام انکجان میں پہنچ گیا،

ابو عبد اللہ کے مکہ معظمہ سے افریقیہ پہنچنے، یہاں تحریک شروع کرنے اور اس میں رفتہ رفتہ کامیاب ہونے کی ایک طویل داستان ہے، جو دولتِ فاطمی کی مستقل تاریخ کا ایک باب ہوسکتی ہے، یہاں مختصراً یہ کہنا کافی ہے، کہ ابو عبد اللہ بنو کتامہ کو منظم کرکے بربریوں کا ایک لشکرِ جرار حکومتِ اغلبیہ کے خلاف میدانِ جنگ میں لے آیا، لوائے اسماعیلی اسکے ہاتھ میں امامِ منتظر کے لئے سربلند تھا، فرمانروائے افریقیہ ابراہیم کے عہد سے کھلم کھلا مقابلہ ہونے لگا، اور بالآخر جب ۲۶ جمادی الاخریٰ ۲۹۶ھ کو آخری اغلبی تاجدار ابو مضر زیادۃ اللہ افریقیہ سے فرار ہوا تو ابو عبد اللہ نے فوراً ہی تمام افریقیہ میں دولتِ اسماعیلی فاطمی یا دولتِ عبیدیین کے قیام کا اعلانِ عام کردیا، اور جمعہ کے دن خطبہ میں ابو عبد اللہ نے اپنے امامِ منتظر عبید اللہ المہدی کو امیر المومنین المہدی کے لقب سے موسوم کیا، اور اسی دن افریقیہ سے خلافتِ عباسیہ کا قطعی انقطاع ہوگیا،

عبید اللہ المہدی اسمٰعیلی

۲۹۶ھ – ۳۲۲ھ
۹۰۸ء – ۹۳۴ء

افریقیہ کا دولتِ فاطمیہ کا پہلا فرمانروا فرقۂ اسماعیلیہ کا امام عبید اللہ المہدی تھا، اس کا سلسلۂ نسب چند پشتوں سے حضرت امام حسینؓ تک پہنچتا ہے، بغداد کے خلفائے عباسیہ نے گو اس کے نسب کی صحت میں کلام کیا، اور علماء اور سادات کی طرف سے ۴۰۲ھ میں ایک محضر بھی تیار کرایا جس میں فاطمیہ کی صحتِ نسب کا انکار کیا گیا، مگر محققین اس محضر کو خلفائے عباسیہ کی ایک سیاسی سازش سے زیادہ وقعت نہیں دیتے، چنانچہ ابن اثیر، ابن خلدون اور مقریزی نے بدلائل اس محضر کا پردہ چاک کیا ہے،

۱؎ تاریخ ابن اثیر ج ۸ ص ۱۱-۱۲، ابن خلدون ج ۴ ص ۳۱، مقریزی خطط مصر ج ۲ ص ۱۵۱

عبیداللہ کو اوس کے باپ محمد الحبیب نے اپنی وفات کے وقت اپنا جانشین بنایا، اور مغرب میں جانے کی وصیت کی جب وہ اس وصیت کے مطابق مغرب روانہ ہوا، تو اوس کی خبر عباسی خلیفہ وقت تک پہنچی، اور دربار خلافت سے اوس کی گرفتاری کا حکم صادر ہوا، عبیداللہ اپنے لڑکے ابوالقاسم کو ساتھ لے کر شام سے مصر کو روانہ ہوگیا، معتضد نے قاصد دوڑائے اور والی مصر کو اسکی گرفتاری کے لئے لکھا، یہ قاصد عبیداللہ کے پہنچنے سے پہلے مصر پہنچ گئے چنانچہ عبیداللہ مصر میں داخل ہوتے ہی گرفتار کرلیا گیا لیکن عجیب اتفاق کہ وہ شخصی مشابہت سے مصر میں رہا کردیا گیا، اور وہاں سے افریقیہ روانہ ہوگیا،

جب معتضد کو خبر ملی تو والی مصر کو تہدید آمیز خط لکھا، اور پھر فرمان ہائے افریقیہ کو لکھ بھیجا، کہ وہ ڈھونڈ کر گرفتار کرلیا جائے، چنانچہ اوسکی گرفتاری کا حکم افریقیہ کے تمام شہروں میں بھیج دیا گیا،

عبیداللہ مغرب وافریقیہ کے مختلف شہروں میں روپوش مارا مارا پھرا، لیکن بنو کتامہ تک کسی طرح رسائی حاصل نہ ہوئی، بالآخر وہ اپنے رفقا سمیت سلجماسہ میں گرفتار کرلیا گیا،

لیکن قضا و قدر کا فیصلہ اس کے برعکس تھا، بنو فاطمہ کا آفتاب اقبال طلوع ہوچکا تھا اسی اثنا میں ابوعبداللہ الداعی کی قوت کو فروغ حاصل ہوا، آخری اغلبی تاجدار ابو مضر تاج و تخت چھوڑ کر افریقیہ سے بھاگ کھڑا ہوا ابوعبداللہ نے دارالحکومت پر قبضہ کرنے کے بعد سلجماسہ پر لشکر کشی کی، اور ۶ ذی الحجہ یوم شنبہ کو شہر میں داخل ہوگیا،

عبیداللہ اور اوس کا لڑکا ابوالقاسم مریم بنت مدرار کے مکان میں مقید تھے، قید سے باہر نکلے اور ابوعبداللہ ادب سے آگے بڑھا، اور فرط مسرت سے اوس کے قدموں پر گر پڑا، اور تاج و تخت پیش کئے اور

لہ ابن خلدون ج ۴ صت۳ لغایۃ ۳۷، ابن اثیر ج ۸ صت۲ لغایت ۲۹، ابن عذاری (ترجمہ اردو) صـ ۲۴۶ لغایت ۲۴۸ دولت فاطمیہ کا بانی ابوعبداللہ الداعی سنت جاریہ کے مطابق دولت عباسیہ کے بانی ابو مسلم خراسانی کی طرح تہ تیغ کیا گیا،

فرقہ اسماعیلیہ کے متبعین نے اپنے امام وقت کے ہاتھ پر بیعت کی، اور پھر یہ پوری جماعت شاہانہ تزک و احتشام سے دارالحکومت میں داخل ہوئی،

پھر رفتہ رفتہ تمام شمالی افریقیہ بنو فاطمہ کے زیر اقتدار آگیا، اور بنو اغلب کے ممالک محروسہ کے علاوہ بنو مدرار کی ۱۳۰ سالہ حکومت (سلجماسہ) اور بنو رستم کی ۱۶۰ سالہ حکومت (تاہرت) کا بھی خاتمہ ہوا، اور سارے افریقیہ میں بنو فاطمہ کی واحد خود مختار حکومت قائم ہوگئی،

انقلاب حکومت کا اثر صقلیہ پر

افریقیہ کے انقلاب حکومت کے اثرات فوراً صقلیہ بھی پہنچے، اور یہاں کے معززین اور عام باشندے بھی دو گروہوں میں منقسم ہوگئے ایک گروہ نے افریقیہ کی فاطمی حکومت کا استقبال کرنا چاہا جس کی قیادت علی بن محمد بن ابی الفوارس نے اپنے ہاتھ میں لی جس کو ابو العباس سابق فرمانروائے افریقیہ نے ابو مضر زیادۃ اللہ کے بعد صقلیہ کی حکومت تفویض کی تھی، اور دوسرا گروہ احمد بن ابی الحسین بن رباح کے ساتھ تھا جس کو ابو مضر نے افریقیہ کی حکومت سنبھالنے کے بعد علی ابن محمد بن ابی الفوارس کے بجائے نامزد کیا تھا، اور اس وقت یہی صقلیہ کا وہ آخری والی تھا جسکو سب سے آخری اغلبی تاجدار نے مقرر کیا تھا،

حامیان دولت فاطمیہ کو اقتدار حاصل ہوا، اور علی بن محمد بن ابی الفوارس کی سرکردگی میں ایک ہی حملہ میں موجودہ والی صقلیہ احمد بن ابی الحسین بن رباح کو گرفتار کرکے قیدخانہ میں ڈال دیا گیا اور اس کے گھربار، مال و متاع سب لوٹ لیا، یہ واقعہ ۱۱ رجب ۲۹۶ھ یعنی حکومت اغالبہ کے زوال کے ٹھیک پندرہویں دن پیش آیا،

اسکے بعد علی بن محمد بن ابی الفوارس نے احمد بن ابی الحسین کو پابہ زنجیر عبیداللہ المہدی کی خدمت میں پیام تہنیت کے ساتھ افریقیہ بھیج دیا، اور اس طرح مسلمانان صقلیہ نے اس جدید حکومت سے اپنی اطاعت کا اظہار کیا، اور اسی کے ہمراہ عبیداللہ کی خدمت میں مسلمانان صقلیہ کا ایک محضر بھی پہنچا جس میں دستور کے

Marfat.com

مطابق علی بن محمد بن ابی الفوارس کو عہدۂ ولایت پر سرفراز کرنے کی استدعا کیگئی تھی، عبید اللہ نے یہ درخواست منظور کرلی، اور وہ دولت فاطمی افریقیہ کا صقلیہ میں سب سے پہلا والی مقرر ہوا،

علی بن محمد بن ابی الفوارس فاطمی والی صقلیہ (۱)

۲۹۶ھ – ۲۹۷ھ
۹۰۸ء – ۹۰۹ء

علی بن محمد بن ابی الفوارس عہد اغالبہ میں بھی ولایت صقلیہ کے خدمات انجام دے چکا تھا اور [illegible] اسی کے ہاتھوں صقلیہ میں دولت اغلبیہ کا خاتمہ ہوا، اور فرمانروائے فاطمی کو صقلیہ پر تسلط حاصل کرنے کی کوئی خاص زحمت نہیں کرنی پڑی، اس لیئے علی بن محمد بن ابی الفوارس کا دولت فاطمی [illegible] اہم کارنامہ کہا جاسکتا ہی،

لیکن اس کے باوجود [illegible] بن ابی الفوارس نے جس حیثیت سے [illegible] سیاسی مصالح کے لحاظ سے اوس کا یہ اقتضا نہ تھا، کہ یہاں کی حکومت اوسکو تفویض کردیجاتی [illegible] حکومت کے بغیر کسی ایک سپاہی کی موجودگی کے یہاں مطلق العنان حیثیت اور باشندگان صقلیہ کی پشت پناہی سے حکومت کرے، اس طور پر یہاں دولت فاطمی کے اثر و اقتدار کے قیام کے کم امکانات ہوسکتے تھے، تاہم وقتی مصالح کا یہی اقتضا تھا کہ اسی طور پر اوس کو یہاں کا والی نامزد کردیا [illegible] کو ولایت صقلیہ کی سند لکھ کر بھیج دی، اور بری و بحری عملے جاری کرنے کا حکم دیدیا،

لیکن جب افریقیہ میں انقلاب حکومت کا قیامت خیز طوفان ختم ہوا، اور [illegible] دورہ ہوا تو ہر ایک صیغہ کے لئے جداگانہ نظام قائم ہوا، اور حکومت کا نظم و نسق [illegible] جاری ہو گیا، تو اسی سلسلہ میں مختلف لوگون کی وفاداری و جان نثاری کے صلہ کا وقت بھی آپہنچا، اور عبید اللہ کے معتمدین افریقیہ کی مختلف ولایتون پر نامزد کردیئے گئے، اس موقع پر قدرۃً صوبۂ صقلیہ کا سوال بھی سامنے آیا، لیکن علی

(۱) نہایۃ الارب دارالمدرس ص ۳۲۴،

Marfat.com

بن محمد بن ابی الفوارس کو معزول کرکے ایک نئے فتنہ کا سامان پیدا کرتا تھا، اس لئے عبید اللہ نے موقع کا انتظار کیا، اتفاق وقت کہ علی بن محمد بن ابی الفوارس نے عبید اللہ سے افریقیہ آنے کے لئے چند دن کی عارضی رخصت طلب کی، مکار خود نشانہ پر آرہا تھا، عبید اللہ نے اجازت بھیجی، اور جب وہ افریقیہ پہنچا، تو آتے ہی دار الحکومت رقادہ کے قید خانہ میں ڈال دیا گیا[1]،

اس کے بجائے اپنے ایک معتمد خاص حسن بن احمد بن ابی الخنزیر کو صقلیہ کی ولایت پر روانہ کیا،

حسن بن احمد بن ابی الخنزیر فاطمی والی صقلیہ[2]

۲۹۷ھ - ۲۹۹ھ / ۹۰۹ء - ۹۱۱ء

حسن بن احمد بن ابی الخنزیر بنو فاطمہ کے محسن ترین قبیلہ کتامہ کا ایک رکن تھا، وہ افریقیہ سے روانہ ہوکر ماہ رواں کے ختم ہونے سے پیشتر ۱۰ ذی الحجہ ۲۹۷ھ/۹۰۹ء کو مازر پہنچا، اور یہاں سے دار الحکومت بلرم آیا،

صقلیہ میں سرکاری حکومت کا مذہب شیعی قرار پایا

ابن ابی الخنزیر دولت فاطمی کا وہ پہلا شیعی گورنر تھا، جو افریقیہ سے نامزد ہوکر آیا، اور صقلیہ کی حکومت کا دولت فاطمی کے نقطہ نظر سے جدید نظم و نسق قائم کیا، اس نے حکومت صقلیہ کو مختلف صوبوں بلرم جرجنت قصریانہ اور مسینا وغیرہ میں تقسیم کیا، ہر صوبہ پر جداجدا والی مقرر کیے جن میں سے صوبہ جرجنت کی گورنری اپنے ایک حقیقی بھائی کے سپرد کی،

انقلاب حکومت کے بعد جس طرح افریقیہ کی حکومت کا سرکاری مذہب شیعی قرار پایا، اسی طرح ابن ابی الخنزیر کی آمد کے بعد صقلیہ کی حکومت کا سرکاری مذہب بھی شیعی قرار دیا گیا، اور اسی لیے جس طرح

[1] ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۳، [2] نہایۃ الارب، و ہماری صفحہ ۲۳۶، [3] ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۰۲،

مذہب کے بدلنے سے افریقیہ کے مذہبی و نیم مذہبی عہدون مین تغیر و تبدل ہوا ، اوسی طرح صقلیہ کے عہدون مین بھی ردّو بدل ہوا ، چنانچہ اسی سلسلہ مین والی صقلیہ نے سابق قاضی صقلیہ کو معزول کرکے اون کے بجا عہدۂ قضاء کے فرایض ایک شخص اسحق بن منہال کے سپرد کردئے[1]

مشرقی صقلیہ کے رومیون کی سرکشی اور صقلیہ مین اسلام و عیسائیت کی جنگ کا دوبارہ آغاز

افریقیہ اور صقلیہ کے اس انقلاب حکومت سے صقلیہ کے اوس مشرقی حصہ نے جس کو ابراہیم نے اپنے آخری حملہ مین زیر کیا تھا ، اور جو تمامتر رومی باشندون پر مشتمل تھا ، فائدہ اوٹھایا ، اور اسلامی حکومت سے بغاوت کرکے اٹلی کی عیسائی حکومتون سے مدد طلب کی ، اور پھر صقلیہ مین اسلامی حکومت کے خلاف رومیون کی اس سرکشی سے حکومت بزنطی کی امیدین بھی تازہ ہوگئین ، اور بزنطی بیڑے صقلیہ اور جنوبی اٹلی کے سمندرون مین پھر منڈلانے لگے کہ اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کو دوبارہ حاصل کرین ، اور اسکی وجہ سے صقلیہ در اصل مین اسلام و عیسائیت کی جنگ کا بھی دوبارہ آغاز ہوگیا ، اور اس کا سلسلہ صقلیہ مین اسلام کے آخر عہد حکومت تک جاری رہا ، چنانچہ انسائکلوپیڈیا بریطانیکا کا مقالہ نگار ابراہیم کے فتوحات کے تذکرہ کے بعد لکھتا ہے :-

"ابراہیم کے بعد خانہ جنگی شروع ہوگئی ، اور صقلیہ کے عیسائیون نے دنیائے عیسائیت سے مدد طلب کی ، اور مشرقی صقلیہ مین عربون کا اقتدار کو زوال آگیا ، اور پھر بزنطی فرمانروا صقلیہ کے دعوی سے کبھی دستبردار ہوئے اور نہ کبھی اس کے دوبارہ حصول سے نا امید ہوئے ، اور جزیرہ مین عیسائیت سے جنگ کے علاوہ خود بزنطی شہنشاہیت اور مسلمانون مین براہ راست [illegible] شروع ہوگئی ، لیکن یہ لڑائیان [illegible] مین زیادہ پیش آئین "

رومیون کی سرکشی اور استیصال

صقلیہ مین ان لڑائیون کے پیش آنے کی وجہ [illegible] اسلامی حکومت نے انھین فوراً زیر کرلیا ، چنانچہ اس سلسلہ مین [illegible]

---

1. ابن اثیر ج ۸ ص [illegible] ، نہایۃ الارب و ابیاری [illegible] ، ابن خلدون ج [illegible]

[illegible] صقلیہ مین جو سب سے پہلے بغاوت رونما ہوئی، وہ ۲۹۸ھ ۹۱۰ء مین مشرقی صقلیہ مین اہل دمش کی جانب سے تھی ابن ابی الخنزیر نے بغاوت کی خبر سنتے ہی فوجکشی کی، اور بغاوت فرو کی اور قیدیون کو ساتھ لیکر بلرم چلا آیا۔[1]

صقلیہ مین ایک جدید انقلاب کے آثار

ادھر صقلیہ کے رومیون مین یہ نقل و حرکت تھی، اور ادھر ابن ابی الخنزیر کی آمد کے بعد صقلیہ کی حکومت شیعی قرار پاجانے کے باعث مسلمانان صقلیہ کے درمیان بھی ایک حرکت پیدا ہوگئی، کیونکہ دعوت شیعی کی تبلیغی کوششین جو کچھ تھین، وہ صرف افریقیہ تک محدود ہی تھین، اسلیے مسلمانان صقلیہ تک اس دعوت کی کوئی آواز نہین پہنچی تھی، اور وہ اسی طرح مذہب اہل السنۃ والجماعۃ کے راسخ العقیدہ پیرو تھے۔

پھر مسلمانان صقلیہ اپنے نامزد کیے ہوئے اہل سنت والی علی بن محمد بن ابی الفوارس کے معزول کیے جانے پر پہلے سے چڑے ہوئے تھے کہ یہان کی حکومت کے مختلف شعبون مین دولت شیعی کے اثرات نمودار ہوئے، اور مختلف معزز عہدون پر شیعون کو مقرر کر دیا گیا، علاوہ ازین ابن ابی الخنزیر کا عام طرز عمل بھی یہان کے باشندون کے ساتھ کچھ اچھا نہ تھا، ان وجوہ سے یہان دولت فاطمی کے خلاف بدگمانیان پیدا ہوئین، جس سے یہان کے باشندون اور عمال حکومت کے تعلقات مین کشیدگی پیدا ہوگئی، اور وہ روز بروز ترقی کرتی گئی، خصوصاً ابن ابی الخنزیر مسلمانان صقلیہ کے تمام حلقون مین بری نگاہ سے دیکھا جانے لگا،

اسی سنہ مین ایک اتفاقی حادثہ یون پیش آیا، کہ والی صقلیہ ابن ابی الخنزیر نے دمش سے واپسی [illegible] کسی تقریب سے عمائدین شہر کو اپنے محل مین کھانے پر مدعو کیا، اور شہر کے معززین و رؤسا قصر حکومت مین جمع ہوئے، اتفاق سے قصر مین داخلہ کے بعد ان مہمانون مین سے کسی نے کمرے کے کسی پوشیدہ حصہ مین والی کے پیش خدمتون کو ننگی تلوارون سے مسلح دیکھا، معززین صقلیہ و عمال حکومت کے

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا ج ۲۵ صفحہ ۱۳۰ وابن اثیر ج ۸ صفحہ ۳۰،

Marfat.com

تعلقات پہلے سے کشیدہ تھے، ان ننگی تلواروں سے کھٹک پیدا ہوئی، اور لوگ اضطراری طور پر گھر کی کھڑکیاں کھول کر "السلاح السلاح" ہتھیار ہتھیار چلانے لگے، اس ندائے عام سے سارے شہر میں ایک ہلچل مچ گئی، اور لوگ ہر طرف سے تلواریں لئے ہوئے قصرِ شاہی کے گرد جمع ہوگئے اور پھر جوشِ غضب میں مشتعل مجمع نے محل کی کھڑکیوں سے آتش باری شروع کردی،

لیکن تھوڑے ہی وقفہ میں محل کے مہمانوں کو اپنی غلط فہمی کا احساس ہوا، اور خطرہ کے انسداد کے لئے سب کے سب محل سے باہر نکل کر مجمع کے سامنے آئے، لیکن مشتعل مجمع کو سمجھانا آگ سے کھیلنا ہے، عمائدین نے مجمع کو لاکھ سمجھایا، لیکن اس نے ایک نہیں سنی، اور کسی طرح قابو میں نہ آسکا، اور پھر بڑھتے بڑھتے محل میں گھس آیا، اور والیِ صقلیہ پر جھپٹ پڑا، ابن ابی الخنزیر سے اوسوقت کچھ نہ بن پڑی تو جان بچانے کے لئے اپنے محل کی پشت پر اپنے ایک ہمسایہ کے مکان میں کود پڑا، جس سے پنڈلی کی ایک ہڈی ٹوٹ گئی، اور بھاگ نہ سکا، اس اثنا میں مشتعل مجمع یہاں بھی آپہنچا اور اوسکو گرفتار کرلیا، یہ واقعہ ۲۹۹ھ ۹۱۱ء کے آخری مہینوں میں پیش آیا،

ابن ابی الخنزیر ابھی شورش پسندوں کے ہاتھ میں رہا، اور اس کے بجائے صقلیہ کے محکمۂ خراج کے افسر اعلیٰ خلیل نے حکومت کا نظم ونسق عارضی طور پر سنبھال لیا، اور ان واقعات کی تفصیل عبید اللہ فرمانروائے افریقیہ کے پاس بھیج دی، اصل واقعہ کے لحاظ سے ابن ابی الخنزیر کی معزولی کا کوئی سبب موجود نہ تھا بلکہ شورشیوں کی یہ انتہائی فتنہ انگیزی تھی جس کی پاداش میں انہیں کیفر کردار تک پہنچانا تھا، لیکن حکومتِ فاطمی کے ابتدائی ایام تھے، کارکنانِ حکومت کو ابھی بہت سے امور سے چشم پوشی کرنی پڑتی تھی، اسلئے عبید اللہ نے مصالحِ حکومت کو پیش نظر رکھ کر باشندگانِ صقلیہ کی اس حرکت کو نظر انداز کردیا، اور حکومت کی طرف سے عفوِ عام کا اعلان کیا گیا، اور اس اعلان کے بعد نہ حکومت کے رعب وداب کے لحاظ سے ابن ابی ابی الخنزیر کو ولایتِ صقلیہ پر برقرار رکھا جاسکتا تھا، اور نہ اسکی غیرت اسکو قبول کرسکتی تھی کہ ان حالات

Marfat.com

کے بعد اس منصب کو اپنے لئے باعث سرفرازی تصور کرتا، اس لئے اس کے بجائے علی بن عمر البلوی کو والی مقرر کیا گیا۔

علی بن عمر البلوی فاطمی والی صقلیہ (۲)

۲۹۹ھ / ۹۱۱ء

علی بن عمر البلوی ۲۰ ذی الحجہ ۲۹۹ھ کو صقلیہ پہنچا۔

انقلاب حکومت — لیکن اس اثنا میں صقلیہ میں دولت فاطمی کے خلاف منظم جدوجہد ہو چکی تھی، اس لئے عبید اللہ نے حسن بن احمد بن ابی خنزیر کو معزول کر کے جس طرح آتش بغاوت کو فرو کرنا چاہا تھا، اس میں وہ کامیاب نہ ہو سکا اور باشندگان صقلیہ نے ملی کے وردہ کے ساتھ ہی اختلاف مذہب کے نام پر جس کا تذکرہ ابھی کیا جا چکا ہے، دولت فاطمیہ کے خلاف علانیہ علم بغاوت بلند کر دیا۔

علی اولاً ایک کمزور فطرت کا انسان تھا، اور پہلی ہی بار اس خدمت پر مامور کیا گیا تھا، اور شاہانہ حکومت کے نظم و نسق کا کوئی سابقہ تجربہ بھی نہیں رکھتا تھا، اور علاوہ ازیں ابھی تک دولت فاطمی صقلیہ کی فوجی طاقت تمام تر مسلمانان صقلیہ ہی کی اجتماعی طاقت پر مشتمل تھی، اس لئے وہ اس متحدہ بغاوت کا چند دن بھی مقابلہ نہ کر سکا اور روپوش ہو کر کسی جانب نکل گیا، اور مسلمانان صقلیہ نے فاطمی علم کو سرنگون کر کے صقلیہ سے آنا فانا دولت فاطمی کا خاتمہ کر دیا۔

ؒ نہایۃ الارب و ماری صفحہ ۴۲۵ و ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۱۳۰ء۔

Marfat.com

طوائف الملوکی

سنہ ۳۰۳ھ تا ۳۰۴ھ
۹۱۴ء تا ۹۱۵ء

تشکیل حکومت کی کوشش

باشندگان صقلیہ نے دولت فاطمیہ کے خلاف بغاوت محض مذہبی اختلاف کے باعث کی تھی، اس نئے بغاوت کی کامیابی کے بعد اس موقع پر صرف حکومت قائم کرنے کیلئے اون کے درمیان صقلیہ کی گذشتہ اسلامی حکومت دولت اغالبہ کی یاد پھر تازہ ہوگئی اور نئی حکومت کی تشکیل کی غرض سے صقلیہ کے ایک رئیس احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب کو منتخب کیا جو اپنی خاندانی نسبت سے خاندان اغالبہ کا چشم و چراغ تھا، اور اوس کا خاندان یہاں ایک مدت سے سکونت پذیر تھا۔

چنانچہ صقلیہ کے مسلمان احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اوس سے صقلیہ میں ایک آزاد و خود مختار حکومت قائم کرنے کی درخواست کی۔

لیکن ابن قرہب کی پوری زندگی صقلیہ میں گذری تھی، وہ اہالیان صقلیہ کے وقتی جوش و خروش اور اطاعت کر کے منحرف ہو جانے کی عادت سے واقف تھا، اور اوہیں نے چند روز پیشتر دولت اغالبہ سے انحراف کر کے دولت فاطمیہ کا جس جوش و خروش سے استقبال کیا اور پھر دولت فاطمیہ سے بغاوت کر کے ابن ابی الفوارس کے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ اوس کے سامنے تھے اس لئے اوس نے اس اہم ذمہ داری کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اس شور و شغب سے بچنے کے لئے ایک غار میں جا کر چھپ گیا، لیکن شورش پسند لوگ اوس کو وہاں سے بھی کھینچ لائے اور اپنی اطاعت اور وفاداری کا یقین دلا کر اس بار امانت کو اوٹھانے پر اس قدر مجبور کیا کہ اوس کو قبول کرنا پڑا

سپر ڈال دی، اور بلرم آکر حکومت کی تشکیل مین مصروف ہو گیا،

احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب عباسی والیٔ صقلیہ

سنہ ۳۰۰ھ تا سنہ ۳۰۳ھ
۹۱۲ء تا ۹۱۵ء

احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب نے ایک مرتبہ پھر صقلیہ مین خانوادۂ اغالبہ کے اقتدار کو از سر نو قائم کر دیا اور ایک آزاد و خود مختار فرمانروا کی حیثیت سے حکومت ہاتھ مین لیلی۔

ابن قرہب نے جب عنان حکومت سنبھالی صقلیہ کا چپہ چپہ اس کا مطیع و منقاد تھا، البتہ صرف بعض مقامات مین بعض فاطمی والیان صوبہ مستولی رہے، ورنہ ملک کے تمام عمال حکومت، فوج اور عام باشندون نے اوس کی ہمنوائی کی،

حکومت کا جدید نظم و نسق اور خلافت عباسیہ سے تجدید تعلق

اوس نے عنان حکومت ہاتھ مین لیتے ہی اولاً عمال حکومت مین ردو بدل کیا، فوج کو اپنے لڑکے کی نگرانی مین دیا، اور عہدۂ قضا پر جو ایک نیم مذہبی عہدہ تھا ایک شخص ابن خامی کو مقرر کیا، پھر عباسی خلیفۂ وقت المقتدر باللہ سے سلسلہ جنبانی کی کہ وہ یہان کا ایک جائز والی تسلیم کیا جائے،

جنوبی اٹلی پر فوجکشی

مشرقی صقلیہ اور جنوبی اٹلی مین اسلام اور عیسائیت کی جنگ کے سلسلہ کے آغاز کا جو تذکرہ انسائیکلوپیڈیا کے حوالہ سے گذر چکا ہے، اتفاق سے اوس سلسلہ کی ایک کڑی اس زمانہ مین بھی نمودار ہوئی، اور جنوبی اٹلی اور مشرقی صقلیہ دونون مقامون پر رومیون نے سر اٹھایا، اسلئے ابن قرہب نے اپنی گوناگون مصروفیتون کے باوجود ان کے حملون کے جواب مین ایک بیڑا سنہ ۳۰۰ھ / ۹۱۲ء مین صوبہ قلوریہ روانہ کیا، جو وہان کے رومی شہرون کو تاخت و تاراج کر کے اور مال غنیمت ساتھ لیکر واپس آیا،

طبرمین پر فوجکشی

اس کے بعد ابن قرہب کو صقلیہ مین مشرقی صقلیہ کے رومیون کے طبرمین مین

Marfat.com

جمع ہونے کی اطلاع ملی، رومیون نے اس شہر کو نئے سرے سے مستحکم کر کے اسکو مشرقی صقلیہ کا مرکز بنا دیا، ابن قرہب نے اس کے انسداد کے لئے اپنے لڑکے علی کی سرکردگی مین ایک لشکر روانہ کیا،

طبرمین اسلامی دارالحکومت سے دور پڑتا تھا جس کی وجہ سے ابھی تک کوئی اسلامی آبادی قائم نہ ہو سکی اسلئے یہان کے عیسائی جب موقع پاتے اطاعت سے منحرف ہو جاتے اور اسی شہر کو مشرقی صقلیہ کا مرکز بناتے، اس لیے ابن قرہب نے اس مرتبہ اوس کو فتح کر کے یہان اسلامی آبادی قائم کرنی چاہی، تاکہ اولاً مشرقی صقلیہ کے عیسائیون کو بار بار سر اوٹھانے کا موقع نہ مل سکے، اور نیز اوس سے اسی شہر کو اپنے اہل وعیال کے لئے بھی مامن قرار دینا چاہا، کیونکہ ابھی تک اوس کو مسلمانان صقلیہ کی اطاعت پر پورا بھروسہ نہین ہوا تھا،

لیکن ابن قرہب کے یہ منصوبے پورے نہ ہو سکے، علی چھ مہینے تک محاصرہ کئے پڑا رہا، اور کامیابی کی کوئی صورت نہین نکلی، اسی اثنا مین اس طویل محاصرہ سے چند نوجوان اُکتا گئے، اور ایک اُن کی بات پر ایسے برگشتہ ہوئے کہ خود اپنے سپہ سالار علی کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے، اور آگ لگا دی، جب آگ کے شعلے بلند ہوئے اور علی باہر نکل آیا تو ایک جماعت آگے بڑھی، کہ علی کا کام تمام کر دے لیکن اوس کے چند جان نثارون نے اوس کی جان بچائی، اور علی اپنا کام محاصرہ اٹھا کر چلا آیا،

خلافت عباسیہ سے ابن قرہب کو سند ملنا اس اثنا مین ابن قرہب کا فرستادہ قاصد صقلیہ کی ساری سرگذشت لیکر بغداد پہنچا، جسکی بارگاہ خلافت مین پذیرائی ہوئی، اور پھر خلیفہ المقتدر باللہ کی جانب سے چند قاصدون کی معرفت ابن قرہب کے لیے حکومت کی سند، سیاہ علم، سیاہ رنگ کا خلعت اور نیز طلائی طوق اور کنگن صقلیہ روانہ کئے گئے،

ابن قرہب نے خلیفہ عباسی کے ان قاصدون کا اون کے شایان شان خیر مقدم کیا، اور عباسی خلعت کو عقیدت سے قبول کیا،

Marfat.com

اب ابن قرہب کی حیثیت صقلیہ میں متغلب کے بجائے ایک جائز والی عباسی کی تھی، دربار خلافت کی جانب سے ابن قرہب کے ان امتیازات سے سرفراز ہونے سے اسکو صقلیہ میں بہت بڑی تقویت حاصل ہوئی، اور نیز خلافت عباسیہ سے بھی اہل صقلیہ کو مزید وابستگی ہو گئی،

دولت فاطمی سے انقطاع اسی کے بعد ابن قرہب نے صقلیہ میں خلافت عباسی کی عام دعوت کا غلغلہ بلند کر دیا، اور یہاں کی تمام مسجدوں میں جمعہ کے خطبہ میں عبید اللہ المہدی کے نام کے بجائے المقتدر عباسی کا نام لیا گیا، اور صقلیہ چند سال کے وقفہ کے بعد ضابطہ کے ساتھ ایک مرتبہ پھر دولت عباسیہ کے زیر سایہ آگیا، یہ واقعہ سنہ ۳۰۰ھ میں پیش آیا،

افریقیہ اور صقلیہ کی جنگ یوں اگرچہ اہل صقلیہ ہی نے مہدی کی حکومت کی مخالفت علی بن عمر بلوی پر ہو چکا تھا لیکن ابھی تک ابن قرہب نے عبیدیین سے انقطاع کا کوئی باضابطہ اعلان نہیں کیا تھا، خطبہ میں یہ بتانا [illegible] تھا کہ خلیفہ فاطمی کے بجائے خلیفہ عباسی کا نام لیا گیا اور یہی گویا دولت فاطمی سے اعلان جنگ کے مترادف تھا،

اس لئے یہ ممکن نہ تھا کہ عبید اللہ المہدی اپنے دور حکومت کے آغاز کے باوجود ابن قرہب کی اس جسارت سے چشم پوشی کرتا کیونکہ صقلیہ میں بنو عباس کے اثر و اقتدار کے قائم ہو جانے سے حکومت افریقیہ کی زندگی کے لئے مستقل خطرات پیدا ہو جانے کے امکانات تھے، اس لئے یہ ممکن نہ تھا کہ صقلیہ میں حالات کے پیدا ہو جانے کے باوجود عبیدیین کا جنگی بیڑہ ساحل صقلیہ پر لنگرانداز نہ ہو جائے،

صقلی بیڑے کی افریقیہ کو روانگی ادھر ابن قرہب نے اس پیش بینی کے ساتھ خود پیشقدمی مناسب سمجھی اور قبل اس کے کہ افریقیہ کا بیڑا صقلیہ پر حملہ آور ہو خود صقلیہ کا جنگی بیڑا افریقیہ پر حملہ آوری کیلئے سنہ ۳۰۱ھ ۹۱۳ء میں اپنے ایک لڑکے محمد کی سرکردگی میں روانہ کیا، ابن قرہب کی دور اندیشی بھی بالکل [illegible] ثابت ہوئی، اور افریقیہ کے قریب پہنچتے ہی ساحل لمطہ پر ایک مسلح فاطمی بیڑا نظر آیا، جسکی قیادت

سابق والی صقلیہ حسن بن احمد بن ابی الخنزیر کے ہاتھ میں تھی،

دولت فاطمیہ کی شکست

ساحل لمطہ پر ان دونوں بیڑوں میں نہایت خونریز جنگ ہوئی، اہل صقلیہ اپنی جدید خود مختار حکومت کے نشہ سے سرشار تھے، دل کھول کر لڑے، اور افریقی بیڑے کو مغلوب کرلیا، فاطمی امیر البحر ابن ابی الخنزیر صقلی امیر البحر محمد کے ہاتھ سے قتل کیا گیا، اور پھر محمد نے اس کا سر کاٹ کر نوید فتح کے طور پر اسکو اپنے باپ ابن قرہب کے پاس صقلیہ بھیج دیا، اور چھ سو سپاہیوں کو گرفتار کرکے فاطمی بیڑہ کو جلا کر خاکستر کردیا،

فاطمی بیڑے کی تباہی کے بعد عبید اللہ کی ایک فرستادہ فوج لمطہ پہنچی، جو اسی بیڑے کی معاونت کے لئے آئی تھی، محمد نے نوجوانان صقلیہ کو خشکی پر اوتار کر صف وجمعیت آراستہ کیا، اور دونوں فوجوں میں بڑی جنگ شروع ہوگئی، ممکن تھا کہ صقلی فوج کے لیے یہ مقابلہ دشوار ہوتا لیکن دوسری طرف فاطمی لشکر صاحب الدول المنقطع کی تصریح کے مطابق لڑائی میں دلچسپی لینے کے بجائے لہو ولعب میں مصروف ہوگیا، اور اس جنگ کا نتیجہ بھی فاطمین کے خلاف نکلا، دست بدست معرکہ آرائی کے بعد انجام کار افریقی فوج کو پسپا ہونا پڑا، اور اس کے ساتھ جو خیمہ وخرگاہ تھا، وہ نوجوانان صقلیہ کے ہاتھ آیا،

اس کامیاب جنگ سے نوجوانان صقلیہ کے حوصلے بلند ہوگئے اور امیر لشکر محمد آگے بڑھ کر افریقیہ کے ایک دوسرے ساحلی شہر سفاقس کے ساحل پر اوترا، اور شہر کو تاخت وتاراج کیا اور پھر یہاں سے طرابلس الغرب کی جانب روانہ ہوگیا، لیکن وہاں عبید اللہ المہدی کا لڑکا القائم پہلے سے مورچہ جمائے موجود تھا، اس لئے وہاں اوترنے کی ہمت نہ کرسکا، ہاں [illegible] جہاز لنگر صقلیہ چلا آیا،

جنوبی اٹلی پر تاخت

پھر اسی زمانہ میں صوبہ قلوریہ پر ایک دوسری لشکر کشی کی ضرورت پڑی، اور ایک اسلامی لشکر یہاں روانہ کیا گیا، جو یہاں کے مختلف شہروں کو تاخت وتاراج کرنے کے بعد

Marfat.com

غنیمت سے کر بحر روم لوٹ آیا،

صقلیہ کی افریقہ پر چڑھائی اور ناکامی

ابن قرہب کے حوصلے ان پے در پے فتوحات سے بڑھ گئے، اور فتح افریقہ کے خواب دیکھنے لگا، اور ایک عظیم الشان بیڑا افریقہ پر حملہ آوری کے لئے روانہ کر دیا لیکن اگرچہ صقلیہ کی بحری طاقت ایسی مستحکم تھی، کہ اوس نے بحر روم کی ناکہ بندی کر رکھی تھی، اور وہ دنیا کی بڑی سے بڑی قوتوں کا مقابلہ کرتی تھی تاہم یہ اوسی وقت تک ممکن تھا جب تک افریقہ کی بحری طاقت اوسکی پشت پناہ ہوتی، اور افریقہ و صقلیہ کی متحدہ طاقت کسی تیسری طاقت کے مقابلہ مین آتی لیکن ان دونون کی انفرادی حیثیت مین افریقہ پھر بھی ایک مرکزی حکومت کا صدر مقام تھا اوسکی عسکری و بحری طاقت مرکزی طاقت کی حیثیت رکھتی تھی پچھلی جنگ مین صقلیہ کو افریقہ پر جو فتح حاصل ہوگئی تھی، وہ ایک امر اتفاقی تھا، جو خاص حالات مین پیش آگیا، ورنہ صقلیہ کی عسکری و بحری طاقت اس لائق نہ تھی کہ وہ افریقہ کے مقابلہ مین میدان مین لائی جاتی، زیادہ سے زیادہ یہ ممکن تھا، کہ وہان افریقی بیڑون کا مقابلہ کرسکتی، جو افریقہ سے مسافت طے کرکے صقلیہ پر حملہ آور ہوتے،

اس لئے ابن قرہب کی اس ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ جو کچھ ہونے والا تھا، وہ پیش آیا، اور افریقی بیڑے نے صقلیہ کے تمام جہازون کو گرفتار کرلیا،

صقلیہ مین ابن قرہب کے خلاف بغاوت

ابن قرہب کی اس ناعاقبت اندیشی کے نتائج صرف اسی حد تک نہین رہے، بلکہ یہی بحری شکست اوس کے زوال کا دیباچہ بنی صقلیہ مین اوس کے خلاف علم بغاوت بلند ہوئے، اور ابن اثیر وغیرہ بہ اتفاق لکھتے ہین کہ اوسکی اسی ناکامی سے صقلیہ مین اوس کے اثر و اقتدار کو صدمہ پہنچا، اور جا بجا بغاوت نمودار ہوگئی، اور اس سلسلہ مین سب سے پہلے اہل جرجنت نے اپنی بغاوت کا اعلان کیا جرجنت مین خالص اسلامی آبادی تھی، اور عجب کیا کہ ابن ابی الخنزیر کا بھائی اپنی جماعت کے ساتھ یہان ابھی تک موجود ہو، چنانچہ ابن قرہب کے خلاف

خروج کر کے اسکی اطلاع عبیداللہ المہدی کو افریقیہ بھیج دی گئی،

اس کے بعد آناً فاناً ہر جگہ ابن قرہب کی ہوا اوکھڑ گئی، اور جا بجا سے اس کے دست بردار ہو جانے کے مطالبے آنے لگے، ابن قرہب نے معاملات کو روبہ اصلاح لانے کی کوشش کی اور اپنے مخالفین کو لطف و ملائمت سے ہموار کرنا چاہا، انھیں اون کے گذشتہ مواعید یاد دلائے لیکن کوئی تدبیر کارگر ثابت نہین ہوئی، اور دست برداری کا مطالبہ روز بروز بڑھتا گیا،

اس وقت تک علم بغاوت صرف اہل جرجنت کے ہاتھ مین تھا، پھر رفتہ رفتہ دوسرے شہر بھی اس علم کے نیچے آتے گئے، یہان تک کہ عام بغاوت پھیل گئی، لوگون کا میلان طبع بدلا افریقیہ کی ماتحتی قبول کرنے پر آمادگی ظاہر ہونے لگی، پھر باغیون کی منتشر جماعت کی شیرازہ بندی ہوئی، اور صقلیہ کے ایک سرآوردہ شخص ابو الغفار نامی کو امیر جماعت قرار دے کر ابن قرہب پر متفقہ حملہ کی تیاریان کی گئین،

ابن قرہب سے دستبرداری کا مطالبہ، اگرچہ یہ بغاوت ابن قرہب کے خلاف ہوئی تھی لیکن اس کی بجز اوس بحری شکست کے کوئی ایسی خطا نہ تھی، کہ باشندگان صقلیہ یا باغیون کے اس جدید سرگروہ ابو الغفار کے دل مین اوس کے خلاف بغض و عناد ہوتا، اس لئے ابو الغفار نے صقلیہ کے چند اصحاب حل و عقد کی ایک جماعت کو اوس کے پاس بھیجا، کہ وہ حکومت سے کنارہ کشی کے بعد جدھر مناسب سمجھے چلا جائے، لیکن ابن قرہب کی غیرت نے اسکو قبول نہین کیا، اور ایک فیصلہ کن جنگ پر اپنی قسمت کا فیصلہ رکھا اودھر باغی ابو الغفار کی قیادت مین تھے، اور ادھر ابن قرہب اپنی جان نثار جماعت کے ساتھ میدان مین تھا، دونون مین جنگ آزمائی ہوئی اور بالآخر ابن قرہب کو اپنی پوری جماعت کے ساتھ قلعہ بند ہونا پڑا،

ابن قرہب کا فرار اور گرفتاری جب ابن قرہب اپنی کامیابی سے مایوس ہو گیا، تو اوس نے چند جہازون

Marfat.com

کا خفیہ انتظام کیا، اور اندلس فرار ہو جانے کے قصد سے اپنا مال و اسباب جہازوں پر لادا، لیکن باغیوں کو عین موقع پر اطلاع مل گئی، تمام جہاز لوٹ لئے، اور ابن قرہب مع اپنے تمام اعوان و انصار کے جن میں اوس کا لڑکا محمد اور اوس کے عہدِ حکومت کے قاضی ابن خامی بھی تھے، گرفتار کر لیے گئے اور پابہ زنجیر عبید اللہ المہدی کے پاس افریقیہ روانہ کر دئے گئے،

ابن قرہب کی افریقیہ کو روانگی اور عبید اللہ سے دو بدو گفتگو

یہ واقعہ اواخر ۳۰۳ھ (۹۱۶ء) میں پیش آیا، اور محرم ۳۰۴ھ (۹۱۶ء) میں یہ تمام قیدی طوق و سلاسل سے جکڑے ہوئے، افریقیہ کے ساحلی شہر سوسہ پہنچے، اتفاق وقت کہ عبید اللہ اوس وقت وہین موجود تھا، اوس نے ابن قرہب کو اپنے پاس بلایا، اور بغاوت کے اسباب و علل پوچھے، ابن قرہب نے صرف ان چند لفظوں مین اسکو جواب دیا: کہ

"باشندگان صقلیہ نے زبردستی مجھے اپنا فرمانروا بنایا، اور مین اسکو ناپسند کر رہا تھا، مین نے ایک غار مین جا کر پناہ لی، اور روپوش ہوا لیکن اونھون نے وہان پہنچ کر نذرِ آتش کر دینے کی دھمکی دی اور اوس کے بعد پھر زبردستی مجھے معزول کر دیا، حالانکہ اب یہ بھی میرے لئے ناپسندیدہ تھا"،

ابن قرہب کا قتل اس گفتگو کے بعد عبید اللہ ان سب کو لیکر دار الحکومت رقادہ پہنچا، جرم پہلے سے ثابت تھا سزا تجویز ہوئی، پہلے اونھین تازیانے لگائے گئے، پھر سب کو ابن ابی الخنزیر کی قبر پر باب سلم لیجایا گیا، ابن ابی الخنزیر ابن قرہب کے لڑکے محمد کی تلوار کا نشانہ بنا تھا، اور صقلیہ مین باغیون کی یورش سے اوسکی ایک ٹانگ پہلے ٹوٹ چکی تھی، ابن قرہب اسی انتقام مین یہان لایا گیا تھا، چنانچہ پہلے سب کے پیر اور ہاتھ کاٹے گئے، اور اس کے بعد ہر ایک کو باب سلم پر چڑھا کر مصلوب کر دیا گیا،

مدت حکومت ابن قرہب نے صقلیہ پر کل تین برس گیارہ مہینے حکومت کی[1] اور اوس کے خاتمہ کے ساتھ صقلیہ سے خلافت عباسیہ کا بھی خاتمہ ہو گیا، اور صقلیہ کی فضا مین تین سال گیارہ مہینے کی فرصت کے بعد پیغام مہدویت کی صدا پھر گونجنے لگی،

ا۔ ابن اثیر ج ۸ ص ۵ و ۶، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۲، نہایۃ الارب در امار ی ص ۴۲۶، ابن عذاری حوادث ۳۰۳ھ، الدول المنقطعہ در امار ی ص ... ابن خلدون ج ۴ ص ... اعمال الاعلام در یادگاری ج ۲ ص ۴۲۶، نہایۃ الارب مین صرف گیارہ مہینے ... کی غلطی ہے

دولتِ فاطمیہ صقلیہ

۳۰۴ھ – ۳۳۶ھ
۹۱۶ء – ۹۴۷ء

ولایت صقلیہ کا عارضی انتظام

مسلمانانِ صقلیہ نے ابن قرہب کے استیصال کے بعد ابو الغفار کی اطاعت قبول کی لیکن پھر نہ ابو الغفار کے مستقل تقرر کی درخواست افریقیہ بھیجی، اور نہ ابو الغفار نے خود اس کی تحریک کی، بلکہ افریقیہ سے کسی دوسرے شخص کو اس عہدہ کے لیے طلب کیا،

باشندگان صقلیہ کی ایک درخواست

لیکن ادھر چند سال سے مسلمانانِ صقلیہ حکومت کے نظم و نسق پر جس طرح حاوی ہو گئے تھے، وہ اپنے اس اقتدار کو بھی نقصان نہ پہنچانا چاہتے تھے اسلئے ان لوگوں نے یہ بھی افریقیہ لکھ بھیجا کہ جدید فاطمی والی کے ساتھ کسی نئے لشکر کے بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے، یہاں کی فوجی طاقت حکومت کا اقتدار قائم رکھنے کے لئے کافی ہے، اس طرح گویا وہ رسمی طور پر دولتِ فاطمیہ کے نامزد کردہ والی کے ماتحت رہ کر یہاں کی حکومت پر اپنا موجودہ اقتدار بھی قائم رکھنا چاہتے تھے،

درخواست کی نامنظوری جدید والی اور ایک نئے لشکر کی آمد

لیکن عبید اللہ نے اپنے پچھلے تجربوں کی بنا پر اپنے قائم مقام کو یہاں کے باشندوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا یا اکیلا بھیجنا مناسب نہ سمجھا، اور بے پروائی سے اس درخواست کو مسترد کر دیا اور

ابو سعید موسیٰ بن احمد نامی ایک شخص کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ صقلیہ کی ولایت پر بھیج دیا،

ابو سعید موسیٰ بن احمد فاطمی والیٔ صقلیہ (۴)

۳۰۴ھ
۹۱۶ء

ابو سعید کی آمد اور باشندگان صقلیہ کا طرز عمل

ابو سعید موسیٰ بن احمد صقلیہ کے ساحلی شہر طرابنش پہنچا، اوس کا لشکر قبیلہ کتامہ کے جرار سپاہیوں پر مشتمل تھا، اور نیز اوس میں سے چند ایسے ممتاز اصحاب حل وعقد بھی تھے جو مشیر سلطنت کی حیثیت رکھتے تھے اور ابو سعید اس اہتمام سے صقلیہ پہنچا، کہ گویا وہ یہاں دولت فاطمی کی نئے سرے سے بنیاد ڈالنے اور حکومت کے نظم ونسق کو درست کرنے آیا تھا،

لیکن باشندگان صقلیہ کی طبعی سرکشی بھی مسلّم تھی، عبید اللہ نے ان کے علی الرغم یہ لشکر بھیجا تھا اسلئے وہ تب اپنی ناراضی کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکے، اور اس کا پہلا مظاہرہ یون ہوا کہ جب ابو سعید صقلیہ کے ساحل پر اترا تو وہاں اوس کے استقبال کے لئے ایک متنفس بھی موجود نہ تھا اگرچہ باشندگان صقلیہ کی یہ سردمہری جدید والی کیلیے قدرۃً اشتعال انگیز ثابت ہوئی اور اوس کے ساحل پر قدم رکھتے ہی راعی ورعایا کے درمیان اختلاف کی بنیاد نئے سرے سے قائم ہوگئی، تاہم ابو سعید نے اس موقع پر اون کی اس حرکت سے چشم پوشی کی، اور جب معززین جرجنت کا ایک وفد اس کی خدمت مین باریاب ہوا، تو اوس نے توقع سے زیادہ اوسکے ارکان کی پذیرائی کی اور حکومت کی جانب سے انھین خلعت پیش کیا، اہل جرجنت کی یہ پذیرائی خصوصیت کے ساتھ اسلئے بھی تھی، کہ سب سے پہلے انھی لوگون نے فاطمی دولت کا علم دوبارہ اوٹھایا تھا، اور انھی کی یہ خواہش تھی کہ جدید والی کی معیت مین کسی لشکر کے بھیجنے کی ضرورت نہین ہے،

ابو الغفار کی گرفتاری

ابو سعید کی اس حکمت عملی کا باشندگان صقلیہ پر اچھا اثر ہوا، اور اون کی مرضی کے خلاف لشکر بھیج دینے سے جو ناخوشگواری پیدا ہوگئی تھی وہ دور ہوگئی لیکن یہ ابو سعید کی ایک وقتی کارروائی تھی، وہ

Marfat.com

موقع کا منتظر رہا، اور بالآخر ایک دن باشندگانِ صقلیہ کے سرغنہ ابو الغفار کو گرفتار کر لیا، یہ وہی ابو الغفار ہے جو ابن قرہب کے بعد باشندگانِ صقلیہ کے اتفاقِ عام سے عارضی طور پر والی مقرر کیا گیا تھا اور درحقیقت اس وقت اسی کی شخصیت ابو سعید والیٔ صقلیہ کے مدمقابل تھی،

بغاوت

لیکن ابو سعید نے باشندگانِ صقلیہ کے جذبات کا غلط اندازہ لگایا تھا اس لئے ابو الغفار کی گرفتاری میں کسی قدر عجلت ہوگئی چنانچہ اسکی گرفتاری سے سارے جزیرہ میں آگ لگ گئی، سب سے پہلے اس کا بھائی احمد یہ خبر لے کر جرجنت پہنچا، اور باشندگانِ جرجنت کو حکومت کے خلاف برانگیختہ کرنے میں کامیاب ہوگیا پھر باغیوں کا ایک لشکر اپنی قیادت میں لے کر طرابنش پہنچا، اہل طرابنش پہلے ہی سے آمادۂ فساد تھے وہ بھی اس کے زیر علم آئے اور اس کے بعد مختلف شہروں سے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے آکر احمد کے علم کے نیچے جمع ہوتے گئے، اور ابو سعید والیٔ صقلیہ اور احمد برادر ابو الغفار کی فوجوں کے درمیان محاذِ جنگ قائم ہوگیا،

ابو سعید نے اس موقع پر ایک نئی حکمتِ عملی اختیار کی وہ اپنے لشکر کو لے کر طرابنش کے ایک ساحلی میدان میں نکل گیا، اور اسی میدان میں اپنے مورچے جمائے، شاہی فوج کی پشت پر سمندر لہریں مار رہا تھا اور سامنے طرابنش کی آبادی تھی، اسی کے ساتھ اس نے آبادی اور اس میدان کے درمیان سدِ سکندری کے طور پر ایک شہر پناہ کی دیوار تعمیر کی اور دونوں فوجوں میں موقع موقع سے جنگ شروع ہوگئی،

جنگ آزمائی کا یہ سلسلہ چند ماہ تک قائم رہا اس اثنا میں نہایت خونریز لڑائیاں ہوئیں اور اگرچہ ان لڑائیوں میں رفتہ رفتہ باغیوں کی قوت کمزور ہوتی گئی اور ان کے بہت سے آدمی کام آگئے لیکن وہ ہمت نہ ہارے، اور جنگ کا سلسلہ طول پکڑتا گیا، تاہم یہی ابو سعید کا باقی تھا اور اس کا عملی محاصرہ کر لیا گیا،

جب ابو سعید نے جنگ کا یہ نقشہ دیکھا تو اس نے پھر وحشیانہ طرزِ عمل اختیار کیا قبیلہ کتامہ کے

Marfat.com

ورنہ ان کو طرابنش کے مضافات مین بھیج دیتا وہ صقلیہ کی شریف آبادیون مین سے عورتون اور بچون کو گرفتار کرلاتے اور ان مسلمان شریف زادیون کے ساتھ بھی اپنی حیا سوز حرکتون سے باز نہ آتے تھے، ایک ... مدمین دو دو ہزار عورتین اور بچے گرفتار ہو کر آئے، اور اسکی وجہ سے مسلمانان صقلیہ کے درمیان حکومت کے خلاف مذہبی جذبہ منافرت وعناد کو ترقی ہوتی ہوگئی لیکن وہ مہینون سے لڑتے لڑتے عاجز آگئے تھے اسی اثنا مین افریقہ سے ابوسعید کو ایک زبردست کمک پہنچ گئی جس سے باغیون کی رہی سہی قوت بھی زائل ہوگئی، اور وہ ہتھیار رکھنے پر مجبور ہوگئے،

طلب امان | چنانچہ اہل صقلیہ کا ایک وفد ابوسعید کے پاس امان طلب کرنے کے لئے آیا، ابوسعید نے اس شرط پر درخواست منظور کی کہ فساد کے جو بانی ہین وہ اوس کے سپرد کردئے جائین،

اہل صقلیہ نے یہ شرط آسانی سے قبول کر لی، اور باغیون مین سے دو سرغنہ ابوسعید کے سپرد کردئے جن مین سے ایک ابوالغفار کا بھائی احمد تھا، اور ایک دوسرا سردار ابن علی داد السعادة، ان دونون کی گرفتاری کے بعد جنگ کے اختتام کا اعلان کردیا گیا، شاہی فوج طرابنش مین داخل ہوئی، اور اسی اعلان کے ساتھ بلرم کے باشندون نے بھی اطاعت قبول کرلی،

سزائین | جنگ کے خاتمہ سے پہلے اگرچہ باغیون کو امان مل چکی تھی لیکن ابوسعید نے طرابنش مین داخل ہونے کے بعد اس کا کوئی لحاظ نہین کیا، اور بغاوت کے مستقل استیصال کے لئے اولاً شہر کی فصیل گرادی، پھر تمام باشندون کے تمام ہتھیار گھوڑے اور غلام ضبط کرلئے، اور تاوان جنگ کے طور پر ایک بھاری ٹیکس اہل شہر پر عائد کیا، اور پھر جنگ کے تمام قیدیون اور دونون رہبرون کو جو پہلے گرفتار کرلئے گئے تھے بظاہر عبیداللہ کے پاس افریقہ روانہ کیا، اور جب یہ جہاز وسط سمندر مین پہنچا تو نہایت بیدردی سے غرقاب کردیا گیا،

شاہی معافی نامہ | سب سے آخر مین ضابطہ کے طور پر یہ رسم بھی پوری ہوئی کہ عبیداللہ کی جانب سے

Marfat.com

باشندگان صقلیہ کے نام ۳۰۴ھ/۹۱۶ء کے اواخر میں ایک معافی نامہ آیا، اور اس پروانۂ شاہی کی سارے جزیرہ میں تشہیر کی گئی۔

ابوسعید کی عہدۂ ولایت سے سبکدوشی
سالم بن ابی راشد کا تقرر

قیام امن و امان کے بعد ابوسعید نے یہاں اپنے قیام کی ضرورت نہیں سمجھی اسلئے خود ہی ولایت صقلیہ کی خدمت سے سبکدوشی چاہی اور عہدۂ ولایت کو معززین کتامہ میں سے ایک شخص سالم بن ابی راشد کے سپرد کیا، اور اوسکی معیت میں قبیلۂ کتامہ کے چند آدمی بطور مشیر مقرر کردیے، اور خود قیروان چلا آیا۔[1]

سالم بن ابی راشد فاطمی والی صقلیہ (۵)

۳۰۵ھ - ۳۲۵ھ / ۹۱۷ء - ۹۳۶ء

سالم بن ابی راشد ۳۰۵ھ میں عہدۂ ولایت پر آیا، اور کامل آٹھ سال امن و امان سے گذر گئے، اس ہشت سالہ مدت میں وہ ملکی نظم و نسق میں مصروف رہا جیسا اس مدت میں صقلیہ کی جانب سے کامل اطمینان رہا تو ۳۱۳ھ/۹۲۵ء سے پھر فوجی مظاہرے شروع کیے گئے، اور مسلمانان صقلیہ کی یہ تمام فوجی پیشقدمیاں سب کی سب جنوبی اٹلی میں پیش آئیں۔

اٹلی پر تاخت

اس دور میں جنوبی اٹلی پر تاخت کا آغاز افریقیہ کے ایک بیڑے سے ہوتا ہے، یہ بیڑا ایک آزمودہ کار بحری قائد قوارب کی سرکردگی میں آیا، اور ریدو میں اسلامی اقتدار کو بحال کیا، اس کے بعد ۳۱۰ھ/۹۲۲ء میں ایک دوسرا بیڑا مسعود کی سرکردگی میں جو ایک ذی علم تھا نیقاطلی پہنچا، یہ اسلامی بیڑا بیس جہازوں پر مشتمل تھا، اور اٹلی کے ایک شہر پر حملہ آور ہوا، اٹلی میں اس نام کے ایک سے زیادہ شہر ہیں غالباً اس موقع پر [illegible]

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۵۵، البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۴۱، نہایۃ الارب درامادی ص ۲۴۳، و تاریخ جزیرۃ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون درامادی ص ۱۲۰۔

Marfat.com

جو شہر ریو سے جانب شمال چار میل پر اگاٹا کے نام سے آباد ہے، مسعود اپنے معمولی حملہ کے بعد کامیاب ہوا، اور شہر اسلامی قلمرو مین داخل ہوگیا، فتحمندی کے بعد وہ اپنے قیدیون کو ساتھ لیکر مہدیہ چلا آیا[1]

مسعود کی اس کامیابی سے حکومت افریقہ کو اٹلی مین ایک درخشان مستقبل کی جھلک دکھائی دی لیکن قدیم تجربون سے اٹلی کی پیشقدمیون مین حکومت صقلیہ کی شرکت ضروری قرار پاگئی تھی اسلئے عبید اللہ نے اپنے حاجب خاص ابو جعفر بن عبید کی سرکردگی مین ایک زبردست جنگی بیڑا روانہ کیا کہ وہ صقلیہ پہنچ کر اٹلی کے تاخت و تاراج کیلئے روانہ ہوجائے، لیکن اتفاق وقت کہ حالات ایسے نہ تھے کہ اس وقت اٹلی کی طرف پیشقدمی کیجاتی، اسلئے جعفر بن عبید کو مجبوراً مہم سر یا صقلیہ ہی مین بسر کرنا پڑا، اور اسی سلسلہ مین تقریباً ایک سال گذر گیا

شہر ریسانہ و مسیرہ

بالآخر ایک مدت کی تعویق کے بعد ۳۱۲ھ مین اسلامی لشکر اٹلی روانہ ہوا، یہ لشکر صقلیہ اور افریقہ دونون کی فوج پر مشتمل تھا، اپنے اپنے امیر کے ماتحت تھا، امیر سالم اور امیر جعفر دونون اٹلی پہنچکر دو مختلف سمتون مین اپنی اپنی فوج کے ساتھ روانہ ہوئے، سالم نے اپنی پیشقدمی کے لیے صوبہ کلبریہ کو منتخب کیا، اور یہان سے متعدد اہم شہر ریسانہ وغیرہ پر قبضہ کرلیا، اور ان مہتمون مین اسلامی لشکر کو کثیر مال غنیمت حاصل ہوا[2]

فتح وادی

دوسری طرف امیر جعفر شہر وادی (۳۱۲ھ یا OFIA) پر حملہ آور ہوا، اور یہان عیسائیون اور مسلمانون مین ایک نہایت زبردست زور آزمائی ہوئی جسمین مسلمانون کو ظفر یابی ہوئی، پانچ ہزار عیسائی تہ تیغ اور تقریباً دس ہزار سپاہی گرفتار کئے گئے، اور اسی مین شہر کا گورنر جو ایک بطریق تھا، گرفتار ہوگیا، گورنر نے اپنی گرفتاری کے بعد صلح کا پیغام دیا، اور پانچ ہزار مثقال پر معاملہ طے پایا، اور شہر ادی

---

[1] ڈکشنری آف جیوگرافیہ مرتبہ جارج، آر المپس والبیان المغرب ترجمہ اردو ... البیان المغرب ... صفحہ ...

[2] ابن اثیر ، ص ۱۱۰ ، وتاریخ جزیرہ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون ، رہماری ص ۱۷۰

Marfat.com

گورنر کے سپرد کر دیا گیا جس نے اسلامی حکومت کی اطاعت کا وعدہ کیا اور ضمانت میں ذیر عمال جعفر کے سپرد کئے، ضمن سے ایک صقلیہ کا اسقف اور دوسرا قلوریہ کے کسی شہر کا والی تھا، جعفران دونوں کو ساتھ لیکر ۲۷ ربیع الثانی ۳۱۳ھ / ۹۲۵ء کو صقلیہ واپس آگیا[1] اور اسی کے ساتھ سالم کا لشکر بھی لوٹ آیا[2]

مال غنیمت اٹلی کے اس اسلامی حملہ میں بے حد وحساب دولت ہاتھ آئی جعفر نے صقلیہ واپس آکر تمام فتوحات کی اطلاع عبید اللہ کو بھیجی اور پھر کچھ دنوں کے بعد مال غنیمت کا انبار جہاز پر لاد کے خود مہدیہ روانہ ہوا، اور عبید اللہ کی خدمت میں پیش کیا،

لیکن خود عبید اللہ کا بیان ہے کہ اٹلی کے اس اسلامی حملہ میں جس قدر مال غنیمت ملا اس کا عشر عشیر بھی عبید اللہ تک نہیں پہنچا، عبید اللہ کا ایک خادم ذیل کا واقعہ بیان کرتا ہے:-

"میں ایک دن عبید اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اوس کے سامنے [illegible] دولت و ثروت کا ایک انبار لگا ہوا تھا، میں نے کہا آقا [illegible] میری نگاہوں نے یہ منظر اپنی زندگی میں اس سے پہلے نہیں دیکھا، عبید اللہ نے کہا "یہ مال غنیمت کی [illegible] سے [illegible] ابو احمد جعفر کی تعریف شروع کی کہ شخص بڑا امانت دار ہے، لیکن عبید اللہ [illegible] [illegible] اونٹ کے دو کانوں کے سوا مجھے اور کچھ بھی نہیں [illegible]"[3]

جنوبی اٹلی پر صاریہ بحری کے حملے، فتح طارنت و ترمولہ وغیرہ اس کامیابی سے حکومت [illegible] کو اٹلی [illegible] [illegible] گئے اور ۳۱۵ھ / ۹۲۷ء میں ایک نو [illegible] صقلی صارب ثانی [illegible] [illegible]

---

[1] البیان المغرب ترجمہ [illegible] تاریخ صقلیہ [illegible] [illegible] ابن الاثیر [illegible]

[2] ۵ صاریح نام نوری [illegible] نسخہ میں البیان المغرب میں [illegible] لیکن [illegible] کو [illegible]

[3] [illegible] خیال میں [illegible] کو ظاہر کرنے کے بجائے زیادہ [illegible] [illegible] دخلہ المسلمون میں [illegible] کیا [illegible] صحیح ہو لیکن [illegible] [illegible] اختیار کیا ہے

Marfat.com

ساتھ صقلیہ پہنچا، اور یہاں سے اٹلی روانہ ہو گیا اور صوبہ انکبردہ کے ایک شہر ورتنیتو (OTKANTO) پر لنگر انداز ہوا، یہاں متعدد معرکہ آرائیاں ہوئیں جن میں بہت سے عیسائی مقتول ہوئے، یہ اسلامی بیڑا فتوحات کے بعد مال غنیمت اور قیدیوں کو لے کر مہدیہ واپس آگیا۔[1]

صابر اس مراجعت کے چند ہی ماہ بعد ۳۱۶ھ میں مہدیہ سے تیس جہازوں کے بیڑے پر دوبارہ روانہ ہوا، اور صقلیہ پہنچا، اور یہاں سے صقلیہ کی بحری فوج ہمراہ لی، اور انکبردہ میں لنگر انداز ہوا لیکن یہاں کوئی مقابلہ نہیں ہوا، صرف کسی موقع پر چند قیدی پکڑ لئے،

اس کے بعد اسلامی جہاز اسی صوبہ میں آگے روانہ ہوئے اور طارنت (تارنطو) پہنچے، اور شہر کا محاصرہ کر لیا، یہ شہر مسلمانوں کے زیر اقتدار رہ چکا تھا، عیسائیوں نے چند دن اسلامی حملہ کا جواب دیا، پھر تاب مقاومت نہ لا سکے اور شہر اسلامی اقتدار میں داخل ہو گیا۔[2]

اسکے بعد دو قلعوں قلعہ غیران اور قلعہ حسب کا رخ کیا، اور ان پر چھاپے مارے، جو بہت جلد مفتوح ہو گئے، اور قلعہ کے تمام املاک پر قبضہ کر لیا، پھر یہاں سے سلیرنو کے شہر پناہ کے نیچے ڈیرے ڈال دیے، لیکن اہل شہر نے ایک متعین رقم، اور یہاں کی خام پیداوار ریشم پر صلح کی، پھر نیپلس (NAPLES) پہنچے، یہاں کے گورنر نے بھی اسی طرح کچھ مال و دولت اور کپڑے وغیرہ دے دلا کر جان بچائی، لیکن یہ صلحیں کوئی مستقل حیثیت نہیں رکھتی تھیں صرف عارضی طور پر ایک سال کیلئے معاہدہ کر لیا گیا تھا[3]

پھر اسلامی لشکر ان مقامات کو طے کر کے اٹلی کے ایک دوسرے اہم شہر ادرنت پہنچا، یہاں مقابلہ سخت تھا، اہل شہر شہر پناہ کے دروازے بند کر کے بیٹھ گئے، مسلمانوں نے بھی طویل محاصرہ کا ارادہ کر لیا، چنانچہ اسلامی لشکر شہر پر وقتاً فوقتاً مختلف آلات حرب سے حملہ آور ہوتا، اور شہر کی عمارتوں کو نقصان

۱؎ البیان المغرب ترجمہ اردو، ص ۲۲۳ و تاریخ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون دراماری ص ۱۵۱، ۲؎ نہایۃ الارب دراماری ص ۴۳۲، وابن اثیر جلد ۸ ص ۱۱۱ ابن اثیر نے طارنت کو صوبہ قلوریہ میں بتایا ہے حالانکہ وہ انکبردہ میں تھا، ۳؎ البیان المغرب ترجمہ اردو ص ۲۲۰، ۴؎ تاریخ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون دراماری [illegible]

پہنچا تا رہا، لیکن کوئی آخری نتیجہ برآمد نہ ہونے پایا تھا کہ سوء اتفاق سے اسلامی لشکر میں ایک مہلک وبا پھیل گئی، اور لشکر کو مجبوراً کوچ کر دینا پڑا[۱] لیکن روانگی سے پہلے حکومت قلوریہ سے ایک سال کیلئے معاہدہ کر لیا، اور اوس سے کچھ مال غنیمت حاصل ہو گیا،[۱]

اس کے بعد صارب نے تیسری مرتبہ ۳۱۷ھ ۹۲۹ء میں پھر کوچ کیا، اتفاق وقت کہ کسی موقع پر صارب کے ساتھ صرف چار جہاز تھے، اور ادھر کوئی رومی افسر دغوس گذر رہا تھا، دونوں کی وسط سمندر میں مڈبھیڑ ہو گئی، اور فتحمندی کا سہرا صارب ہی کے سر بندھا،

اسکے بعد وہ شہر ترمولی (TERMOLI) پہنچا جو اٹلی کے مشرقی ساحل پر کپٹینا م کے علاقہ میں اسوقت بھی نقشوں میں اسی نام سے نظر آتا ہے اس حملہ میں بھی صارب فتحیاب ہوا، اور شہر پر قابض ہو گیا اس جنگ میں بیشمار قیدی ہاتھ آئے جن کی تعداد صاحب تاریخ صقلیہ کی روایت کے بموجب ۱۲ ہزار تھی[۱]

حکومت کلبریہ کا قبول جزیہ مسلمانوں نے ۳۱۳ھ ۹۲۲ء سے ۳۱۷ھ ۹۲۹ء تک کی ان مسلسل پیش قدمیوں سے اٹلی میں تہلکہ ڈال دیا، اور بالآخر حکومت قلوریہ اسلامی حکومت کے سامنے سپر ڈالنے پر مجبور ہو گئی، اور مستقل امن وامان کے حصول کیلئے صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کی اسلامی حکومت نے جزیہ کی ادائی کی شرط پیش کی، اور اسی پر معاہدہ مرتب ہو گیا، اور اس کے بعد اسی سال ۳۱۷ھ ۹۲۹ء میں اسلامی لشکر اٹلی سے واپس چلا آیا،

اس معاہدۂ صلح کے بعد مسلمانوں کو اٹلی کے ایک وسیع علاقہ پر کامل اقتدار حاصل ہو گیا، اور جزیہ کی یہ رقم کم از کم عبیداللہ کے عہد حکومت تک بہ تحقیق معلوم ہے کہ سال بسال

---

[۱] نہایۃ الارب در اماری ص ۴۳۶، و ابن اثیر ج ۸ ص ۱۱، ابن اثیر نے سب واقعات ۳۱۳ھ کے ذیل میں یکجا بیان کر دیے ہیں [۲] تاریخ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون در اماری ص ۱۷۱ و البیان المغرب ترجمہ اردو ص ۲۷۲ و تاریخ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون در اماری ص ۱۷۰،

افریقہ آتی رہی[۱]

حملہ جنیوا جب اسلامی حکومت اور حکومت کابرہ کے درمیان معاملات یکسو ہو گئے، اور جنوبی اٹلی میں مسلمانوں کی پیشقدمی کا سلسلہ موقوف ہو گیا تو عبید اللہ المہدی نے یورپ کی دوسری سمتوں کا رخ کیا، نگاہ انتخاب شہر جنیوا پر پڑی، جو آج کل اٹلی اور فرانس کی عین سرحد پر نقشہ میں نظر آتا ہے، چنانچہ ۳۲۲ھ ۹۳۴ء میں ایک بحری لشکر یعقوب بن اسحاق کی سرکردگی میں وہاں روانہ ہوا لیکن شہر پر قبضہ نہ ہو سکا، اسکے مضافات میں لوٹ مار کی اور شہر کے استحکامات وغیرہ کو دیکھ کر واپس آ گیا[۲]

عبید اللہ کی وفات یورپ میں اسلامی فتوحات اور پیشقدمیوں کی رفتار یہیں تک پہنچی تھی کہ عبید اللہ المہدی کا انتقال ہو گیا، اس نے شب سہ شنبہ ۱۵ ربیع الاول ۳۲۲ھ ۹۳۴ء کو وفات پائی،

یہ دولت فاطمیہ یا دولت عبیدیین کا بانی تھا چوبیس برس اور دس مہینے حکومت کی، اور اپنے قوت بازو، عقل و تدبیر سے افریقہ، مغرب، طرابلس، برقہ اور صقلیہ پر قابض ہوا، پھر اپنی اولوالعزمی سے اٹلی پر تاخت کی اور چند سال کی جدوجہد میں اسکو مطیع کر لیا،

اسکے بعد اس کا سب سے بڑا لڑکا ابو القاسم القائم بامر اللہ کے لقب سے اسکا جانشین ہوا،

ابو القاسم بن عبید اللہ القائم بامر اللہ فاطمی فرمانروائے افریقہ

۳۲۲ھ ۹۳۴ء تا ۳۳۴ھ ۹۴۵ء

ابو القاسم نے تخت نشین ہونے کے بعد اپنے باپ کے نقش قدم کی پیروی کی، اور خصوصاً

---

(۱) نہایۃ الارب ... (۲) ... ۳۲۲ھ ... ابن خلدون ج ۴ ص ...

فوجی مہمیں اسی طرح جاری رکھیں، اسی سلسلہ میں مختلف اطراف میں فوجیں روانہ کیں جن میں ایک بحری فوج بھی تھی، تاکہ اس مہم کی تکمیل ہو جسکی داغ بیل اس کے باپ عبید اللہ کے عہد [illegible] پڑ چکی تھی،

حملہ سردانیہ و کورسیکا

چنانچہ بحری مہم اسی سال ۳۲۲ھ میں یعقوب بن اسحاق کی سرکردگی میں جنیوا [illegible] قصد سے روانہ ہوئی جو تیس جنگی جہازوں پر مشتمل تھی، اثنائے راہ میں جزیرہ سردانیہ [illegible] حکومت فرنگیہ کا باجگذار رہ چکا تھا، پہلے اسی جزیرہ پر حملہ کیا گیا، رومیوں کو شکست [illegible] اور کچھ گرفتار ہوئے، اوران کے چند جہاز بھی قبضہ میں آئے، پھر اسلامی بیڑا آگے بڑھا [illegible] کورسیکا ملا جسے بعد میں نپولین کے مولد ہونے کی حیثیت سے شہرت حاصل ہوئی کورسیکا کے [illegible] پر چند رومی جہاز کھڑے ہوئے تھے، مجاہدین نے ان کو نذر آتش کر دیا،

فتح جنوا

کورسیکا سے کوچ کر کے جنوا آئے جو اس کے بالمقابل [illegible] اور [illegible] شہر کے گرداگرد شہر پناہ کی دیواریں کھنچی ہوئی تھیں، مجاہدین دیوار میں نقب لگا کر شہر میں داخل ہو گئے اہل شہر تاب مقاومت نہ لائے، مجاہدین کے قدموں پر دولت و ثروت کا انبار لگ گیا، [illegible] حسین لونڈیاں منتخب کی گئیں، اور اسلامی بیڑا سب کو ساتھ لے کر مہدیہ چلا آیا، [illegible] شہر پر عرب [illegible] مؤلف تاریخ صقلیہ ابن عذاری ابن اثیر نویری ابن خلدون اور ابوالفدا وغیرہ کے بیان کے [illegible] اقتدار قائم ہو گیا[1]

صقلیہ میں بغاوت اور اس کے اسباب

جس زمانہ میں اسلامی حکومت صقلیہ کے استحکام اور اثر و نفوذ کی ترقی کیلئے یورپ [illegible] مختلف حصوں میں اسلامی پیشقدمیاں جاری تھیں، اتفاق وقت کہ انہیں [illegible] صقلیہ پر بعض ایسے آفات ارضی و سماوی نازل ہوئے کہ باشندگان صقلیہ اقتصادی حیثیت [illegible]

---

[1] تاریخ الاسلام ذہبی دلباری صفحہ ۴۵۹، وابن خلدون وغیرہ

Marfat.com

ہونے لگے، اور پھر انھی دنوں میں سالم کے بعض مشیر کاروں نے جنھیں حکومت کے نظم ونسق میں شریک بنا
تھا، باشندوں پر بعض ناروا محصول عائد کئے اور ان حالات سے صقلیہ کے باشندوں میں حکومت کے خلاف
بغض وعناد کے جذبات پھر تازہ ہوگئے۔

بعض جدید محصولات کی وصولی | اس کی ابتدا عبید اللہ کے عین حیات ہی سے شروع ہوگئی تھی، چنانچہ اس
آخری دورِ حکومت میں حکومت کے ممتاز مشیر کار بلزمی، قلستانی، ابن سلمہ، اور ابن الدابہ وغیرہ نے سالم کے
مشورہ سے باشندگانِ صقلیہ پر بعض جدید گران قدر محصول عائد کئے، اور رقموں کو سختی سے وصول کر کے
زود افریقیہ روانہ ہوگئے، حکومت کی اس سخت گیری سے باشندوں میں شورش پھیلی، اور بعد میں فرمانروائے
افریقیہ نے ان لوگوں کے اس طرزِ عمل پر بازپرس بھی کی،

آفاتِ ارضی وسماوی | ابھی باشندوں کے جذبات ٹھنڈے نہیں ہونے پاسے تھے، کہ جزیرہ میں چند طوفانی
حوادث آگئے، پہلے متعدد دریاؤں کے جوش میں آجانے سے سیلاب کا ایک طوفان امنڈا، اور سیلاب کا
پانی بلرم کے مضافات اور شہر کے اندر پھیل گیا، جس سے بکثرت مکانات کے انہدام کے علاوہ کثرت سے
لوگ غرقاب ہوگئے، اور یہ پریشانیاں ابھی رفع نہیں ہوئی تھیں کہ دوسرے سال جزیرہ میں ایک بادِ سموم
چلی، جس سے پوری فصل برباد ہوگئی، اور باغوں کے پھل بھی گر پڑے، اور اسکی وجہ سے سارے جزیرہ
میں سخت ابتری پھیل گئی،

سالم کے مظالم | اس موقع پر ضرورت تھی کہ حکومت عوام سے ہمدردی کرتی لیکن سالم اپنی سخت گیر حکمت
عملی پر قائم رہا، مسلمانانِ صقلیہ ان آفاتِ ارضی وسماوی سے پریشان تھے، اور سالم اپنے جبر وتشدد سے
سرکاری ٹیکسوں کی وصولی میں مصروف تھا،

دوسری طرف صقلیہ کی عیسائی رعایا بھی مطمئن نہیں رہی کیونکہ اس نے انھی دنوں طبرمین کے
عیسائی والی رنداش کو کسی جرم میں گرفتار کیا، اور اپنے قصر کے سامنے قتل کرادیا،

Marfat.com

بغاوت | ان حالات سے سارے جزیرہ میں بغاوت کے لئے فضا تیار ہو گئی، اور مقلیہ کی فتنہ پرداز
جماعت نے موقع سے فائدہ اوٹھا کر لوگون کو بغاوت پر آمادہ کیا، اور صوبہ جرجنت مین بغاوت کا اعلان ہو گیا، اور
باغیون نے جرجنت کے گورنر ابن ابی احمد کو وہان سے باہر نکال دیا، یہ واقعہ ۳۲۵ھ ۹۳۶ء مین پیش آیا، اوراسی
سال قلعہ بلوط کے لوگون نے بھی بغاوت کی اور وہان کے حاکم ابن عمران کو شہر سے نکال دیا،

جب سالم کو ان واقعات کی اطلاع ملی تو اوس نے افریقیہ اور صقلیہ دونون کی متحدہ فوج کا ایک لشکر
باغیان جرجنت کی گوشمالی کیلئے روانہ کیا، باغیون نے مقابلہ کیا، اور شاہی فوج کو شکست دیدی،

اس کے بعد سالم نے ایک دوسرا لشکر مرتب کرکے فوج کی کمان خود اپنے ہاتھ مین لی، اور
دارالحکومت سے روانہ ہوا، جرجنت کے بیرونی حصہ مین شہر کے باہر دونون فوجین باہم صف آرا ہوئین،
اور نہایت سخت لڑائیان شروع ہو گئین، بالآخر ماہ شعبان مین اہل جرجنت پسپا ہوئے،

لیکن ابھی سالم جرجنت مین داخل ہو کر امن وامان قائم نہ کرنے پایا تھا، کہ خود دارالحکومت بلرم
سے بغاوت کی خبر پہنچی، بلرم مین اس وقت اسحاق تبانی اور محمد بن ... دو فتنہ پرداز اشخاص سالم کے خلاف
مصروف عمل تھے، ان لوگون نے اولاً اہل جرجنت کی کامیابی کی مبالغہ آمیز داستانین شہرت دیکر اہل شہر
اہل شہر کو سالم کے دردناک مظالم کے افسانے سنا کر انھین برانگیختہ کیا جس سے شہر مین بھی بغاوت
کی آگ لگ گئی،

جب سالم کو یہ حالات معلوم ہوئے تو وہ بھاگا ہوا بلرم آیا، یہان شہر کے دروازے بند تھے، اس نے
محاصرہ کر لیا، اور شاہی فوج اور باغیون مین موقع بموقع جھڑپ ہونے لگی اور محاصرہ طویل ہو گیا
یہانتک کہ ذی القعدہ کا مہینہ آگیا،

سالم کا افریقیہ سے امداد طلب کرنا | سالم کو ابھی تک بغاوت سے کوئی سابقہ نہین پڑا تھا، اسکو ابوسعید کی تیار کی ہوئی
زمین ملی تھی، اور اتنے دنون اطمینان سے حکومت کرتا رہا، جرجنت کی بغاوت کو

ابتداءً اوس نے اتفاقی واقعہ خیال کیا، اور معمولی لشکر بھیج دیا، پھر اوس کی ناکامی کے بعد خود کوچ کر
لیکن دار الحکومت سے روانگی کے پہلے یہاں کا انتظام مکمل کر لینا تھا اسلئے اب جیسے جیسے جرم کی بغاوت
ہوتی گئی، اس کی پریشانیوں مین اضافہ ہوتا گیا، آخران تمام حالات کی مفصل اطلاع دربار افریقہ لکھ بھیجی
اور وہان سے جلد از جلد کمک طلب کی،

فرمانروائے افریقیہ القائم نے ایک لشکر جرار مرتب کیا، جس مین متعدد شجاع اور بہادر فوجی افسر
بھی تھے، اور اس لشکر کو ایک تجربہ کار قائد خلیل بن اسحاق کی سرکردگی مین سالم کی معاونت کے لیے صقلیہ روانہ
ہوجانے کا حکم دیا،

اہل صقلیہ کی ایک کامیاب حکمت عملی

جب جزیرہ مین سالم کی ان کارروائیون کی اطلاع پھیلی، اور شاہی فوج کی آمد
کی خبر گشت کرنے لگی، تو باغیون کو ہوش آیا، انھین اپنی اندرونی قوت کا اندازہ
تھا، انھون نے نہایت عجلت اور ہوشیاری سے باشندگان صقلیہ کی طرف سے ایک عرضداشت مرتب کی اور
تیزرو جہاز کے ذریعہ سے ایک وفد القائم کی خدمت مین روانہ کر دیا،
عرضداشت مین پہلے القائم کو باشندگان صقلیہ کی اطاعت و فرمانبرداری کا یقین دلایا گیا، اور
بغاوت و سرکشی کا اصل باعث صرف سالم کے طرز حکومت اور اوس کے بے پناہ جور وظلم کو قرار دیا گیا،
اور ظاہر کی گئی کہ یہ بغاوت حکومت افریقیہ کے مقابلہ مین نہین صرف سالم کے خلاف برپا ہے،

سالم کی معزولی اور خلیل بن اسحاق کا تقرر،

یہ حکمت عملی باغیون کے سرغنہ اسحاق بستانی کی تھی، جو کامیاب ثابت ہو
چنانچہ القائم نے عرضداشت سنتے ہی خلیل بن اسحاق کو سالم کی معاونت
بھیجنے کے بجائے اس کے ہاتھ اوسکی معزولی کا پروانہ دیکر اوسکو صقلیہ روانہ کر دیا[1]،
سالم کامل ۲۰ برس سے اس جزیرہ پر حکمرانی کر رہا تھا، القائم کے اس طرز عمل سے باغیون کے مقا

[1] ... تاریخ ابی الفداء ... تاریخ جزیرہ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون ... ابن اثیر ... صفحہ ۲۵

اسکی سخت توہین ہوئی، اور اگرچہ القائم کے اس طرزِ عمل سے صقلیہ کی بغاوت فوری طور پر فرو ہوگئی تاہم اس طرزِ عمل کی اصولِ حکمرانی کے لحاظ سے توصیف نہیں کیجا سکتی اگرچہ یہ بھی صحیح ہو کہ سالم نے صقلیہ میں نہایت دردانگیز مظالم کئے تھے تاہم یہ سمجھا جاسکتا تھا کہ جو عرضداشت بعد میں بھیجی گئی، وہ علمِ بغاوت بلند کرنے سے پیشتر بھی بھیجی جاسکتی تھی، لیکن اگر اس کے باوجود باغیوں کو پاداشِ عمل سے محفوظ رکھنا تھا، تو کم سے کم حکومت کے وقار کو سنبھالنے کے لئے سالم کو طرابلس صقلیہ سے بلا لیا جاتا، ورنہ جو کچھ آج سالم کے ساتھ پیش آیا، کیا معلوم کل وہی اسکے جانشین خلیل کے ساتھ بھی پیش نہ آئے گا۔

ابو العباس خلیل بن اسحاق فاطمی والی صقلیہ (۷)

۳۲۶ھ — ۳۲۹ھ
۹۳۷ء — ۹۴۰ء

ابو العباس خلیل بن اسحاق بن ورد افریقیہ کے ذی اثر و ممتاز فاضل میں تھا، طرابلس الغرب اس کا وطن تھا، ابتداءً علم ادب کی تحصیل میں مصروف رہا، پھر تصوف کا ذوق ہوا، اور صوفیہ کی صحبت میں شبانہ روز مسجد میں رہنے لگا۔

اس کے بعد بعض حوادث کے پیش آجانے سے اوسکی زندگی میں انقلاب ہوا، اور امورِ مملکت میں دلچسپی لینے لگا، چنانچہ جب عبید اللہ کے عہدِ حکومت میں القائم کی سرکردگی میں مصر پر حملہ کیا گیا، تو اوس لشکر میں خلیل بھی اسکندریہ پہنچا، اور پھر مصر کے محکمۂ خراج کا افسرِ اعلیٰ مقرر ہوا، بعد ازیں وہاں سے افریقیہ آیا، اور افریقیہ اور مصر کی متحدہ فوج اور افریقیہ کی بحری طاقت کا افسرِ اعلیٰ مقرر کیا گیا،

خلیل جیسے جیسے اپنے ان مراتب میں ترقی کرتا گیا، ویسے فرمانروائے افریقیہ عبید اللہ کی خدمت میں زیادہ رسوخ ہوتا گیا، اور پھر رفتہ رفتہ اس کا عبید اللہ کے مقربینِ خاص میں شمار ہونے لگا، عبید اللہ کی شان میں اس کے بعض قصائد بھی ہیں، جن میں وہ کسی حد تک تجاوز کر گیا ہے،

پھر اتفاق سے کچھ دنون کے بعد کسی سلسلہ مین عبید اللہ کو خلیل سے شکر رنجی پیدا ہوگئی جو بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچی کہ وہ خلیل کے خون کا پیاسا ہوگیا، اور اس کا کام تمام ہوچکا ہوتا، اگر القائم اسکو اپنے باپ کی خشمگین نگاہون سے بچا کر اپنے دامن مین چھپا نہ لیتا۔

اس واقعہ کے بعد ہی خود القائم کا عہد حکومت آگیا اور صقلیہ مین اون حالات کے پیش آجانے سے عہدہ ولایت پر مقرر کیا گیا[۱]

خلیل اواخر ذی الحجہ ۳۲۵ھ ۹۳۷ء مین افریقہ سے روانہ ہوا، اور اوائل محرم ۳۲۶ھ ۹۳۷ء مین ساحل طرم پر اوترا[۲] اوس کی آمد کی خبر جزیرہ مین پہلے ہی لوگ جوق درجوق آتے، اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کرتے، خلیل نے باشندگان صقلیہ کے اس طرز عمل پر اپنی خوشنودی کا اظہار کیا۔

اہل صقلیہ کی وفاداری

پھر باشندگان صقلیہ نے خلیل کی خوشنودی وہمدردی دیکھ کر اپنی عورتون اور بچون کو اس کے پاس بھیجا کہ وہ رو رو کر سالم کے مظالم بیان کرین چنانچہ بچے اور عورتین خلیل کے پاس آئین، اور رقت انگیز لہجہ مین سالم کے مظالم کی ہولناک داستانین بیان کرتین اور اپنے گریہ و ماتم سے ساری مجلس سر پر اٹھالیتین خلیل سب کو تسلی و تشفی دیتا، اور تلافی مافات کے وعدے کرتا،

اسی طرح جرجنت اور طرم کے معززین کے وفود خلیل کی خدمت مین باریاب ہوئے، اور سالم کے ظالمانہ طرز عمل اور اپنی بغاوت کے اسباب و وجوہ بتفصیل بیان کئے، اور پھر خلیل کے مطیع و منقاد رہنے کے حلف اوٹھائے[۳]

---

[۱] الحلیۃ السیرا، ابن آبار، در اماری ص ۱۰۴، [۲] نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۲، [۳] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۲۵۲، وابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۰۹

خلیل کا جدید نظم ونسق | خلیل نے انھی حالات سے متاثر ہو کر ان وفود کے ارکان کے شہروں کو جو سالم کے مقرر کیے ہوئے تمام عمال کو صوبہ داریوں اور دوسرے اہم عہدوں سے معزول کیا اور ان کی جگہ نئے عمال مقرر کر کے باشندگان صقلیہ میں اپنا مزید اعتماد حاصل کیا۔[۱]

دوسری طرف سالم معزول ہونے کے بعد اسی جزیرہ میں موجود تھا جب اوس نے خلیل کا یہ رنگ دیکھا، تو اوس کے منتقمانہ جذبات اوبھر پڑے، اور وہ خلیل کے خلاف اپنی معاندانہ کارروائیوں میں مصروف ہو گیا، اور لوگوں کو اس سے برگشتہ کرنے کیلئے مختلف افواہیں پھیلانے لگا،

سالم کی بغاوت انگیزی | چنانچہ اوس نے سب سے پہلے انھی معززین جرجنت وبلرم کو جو خلیل کی خدمت میں باریاب ہو چکے تھے، اپنا تختہ مشق بنایا، اور اون کے درمیان افواہ پھیلائی کہ القائم نے خلیل کو در اصل شاہی فوج کے قتل کا جو پچھلی بغاوت میں تہ تیغ کیگئی ہے، اہل صقلیہ سے انتقام لینے کیلئے روانہ کیا ہے، اگرچہ اسوقت وہ لطف وملائمت سے پیش آرہا ہے لیکن درپردہ انتقام لینے کی تیاریوں میں مصروف ہے،

سالم کا یہ حربہ کارگر نکلا، اور جزیرہ میں خلیل کے خلاف آوازیں پیدا ہو گئیں لیکن خلیل نے دوراندیشی سے کام لیا، اور قبل ازیں کہ کسی کھلی بغاوت سے اوسے سابقہ پڑے اوس نے اس کی انسدادی تدبیریں شروع کر دیں،

ایک جدید شہر خالصہ کی تعمیر | صقلیہ کی بغاوتوں میں عمال حکومت کو سب زیادہ دشواری اور مجبوری دارالحکومت بلرم کی بغاوت میں پیش آتی تھی، والی صقلیہ جب کسی دوسرے شہر کو مطیع کرنے روانہ ہوتا، تو خود دارالحکومت کے باشندے شہر کے دروازے بند کر لیتے، اور والی صقلیہ کو بار بار محاصرہ و مقابلہ کرنا پڑتا، اسلئے خلیل کو یہ خیال پیدا ہوا کہ حکومت کے دفاتر اور عمال کے قیام کیلئے بلرم سے الگ اسی کے قریب ایک نیا شہر تعمیر کرے، اور اوسکو عام باشندوں کے میل جول سے بچائے رکھے، کہ جب کسی

[۱] نہایۃ الارب در لماری صفحہ ۴۳۲،

Marfat.com

دوسری جگہ فوج لشکر کشی کیجائے، تو تھوڑی ہی شاہی فوج بھی دارالحکومت کے دروازے بند کرکے شہر پر تسلط قائم رکھ سکے، ورنہ اس وقت بلرم کی موجودہ شکل یہ تھی کہ والیِ صقلیہ اندرونِ شہر میں مقیم تھا، شاہی فوج جا بجا پھیلی ہوئی تھی اس لئے کبھی یہ پیش آتا کہ باغی ولاۃ پر اچانک حملہ کر دیتے اور ولاۃ بے دست و پا گرفتار ہو جاتے، کیونکہ بلرم دارالحکومت ہونے کے علاوہ ایک تجارتی شہر تھا، اس لئے آبادی نہایت گنجان تھی، ایک ہی مقام پر کسی شہری کا مکان ہے، تو وہیں پر کسی فوجی افسر کا، ایک جگہ تجارت کی منڈی لگی ہوئی ہے، اور وہیں پر عمالِ حکومت نے اپنے دفاتر کھولے ہیں، اس مشترک زندگی سے اولاً اربابِ حکومت کا رعب و داب صحیح طور پر قائم نہیں ہوتا تھا، دوسرے ملکی معاملات کے انصرام میں بھی دشواریاں پیش آتی تھیں، قصرِ حکومت کی ہر قسم کی خبریں محلہ محلہ گشت کرتیں اور پھر ایک شہر سے دوسرے شہر میں پھیل جاتیں، اور اس طرح جزیرہ کے چپہ چپہ میں حکومت کے متعلق مختلف قسم کی موافق و مخالف افواہیں پھیل جاتیں، چنانچہ کثرتِ بغاوتوں کے علاوہ ابن ابی الخنزیر کا واقعہ چند ہی دن پیشتر گذرا تھا کہ محض تھوڑی سی غلط فہمی سے باغی اس کے محل میں یکایک گھس پڑے اور وہ جست لگا کر ایک پڑوسی کے مکان میں کود پڑا، مگر وہاں بھی پناہ نہیں ملی،

اس لئے حسن نے بلرم کی چہار دیواری کے باہر ساحل سمندر پر ایک وسیع رقبہ میں ایک جدید شہر کی تعمیر کا فیصلہ کیا[1] اور اس کی بنا و تخطیط کے بعد تیزی سے عمارتیں بننے لگیں، تمام عمارتیں ایک دوسرے سے الگ اور حسب ضرورت تعمیر ہوئیں، جن میں والیِ صقلیہ اور اسکے ماتحت عمال کے جداگانہ محلات کے علاوہ حکومت کے تمام صیغوں کے لئے الگ الگ عمارتیں بنائی گئیں جن میں ایوانِ حکومت، فوجی بارکیں، قید خانہ، اور جہاز اور دیگر بحری آلاتِ حرب کے کارخانہ دارالصناعۃ کی عمارتیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، نیز اس حلقہ کے باشندوں کے لئے ایک مسجد اور سڑکوں پر جابجا حمام بنائے گئے، اس شہر کی تعمیر میں یہ خصوصیت بے لحاظ رکھا گیا، کہ اس میں تعمیری حیثیت سے ایسی کوئی شان پیدا نہ ہو کہ رفتہ رفتہ یہ محدود رقبہ بھی شہر کی

[1] ابن اثیر جلد ۸ ص ۱۸۵۔

Marfat.com

شکل میں تبدیل ہو جائے، اسلئے اس عہد میں شہر کے جو جو لوازم ضروری تھے [illegible] دوکانیں اور بازار وغیرہ [illegible] سے سمجھے جاتے تھے، وہ اس نئے شہر میں جگہ نہ پا سکے اور اون کے لئے ایک عمارت بھی تعمیر نہیں ہوئی، اس شہر کی تعمیر کے بعد نہایت مضبوط و مستحکم سنگی دیوار اس کے چاروں طرف کھینچ دی گئی اور اس سنگی شہر پناہ میں آمد و رفت کیلئے چاروں سمتوں پر چار دروازے رکھے گئے، یہ شہر پناہ بلرم کی قدیم فصیل کو مسمار کر کے اوسی کے ملبہ سے تعمیر کی گئی،

یہ سلسلہ تعمیر چند ماہ میں اختتام کو پہنچ گیا اور خلیل نے اس جدید شہر کا نام خالصہ [illegible] ہو گیا، اور اسی سال حکومت کے تمام شعبے اس میں منتقل ہو گئے[1]

خالصہ کی تعمیر باشندگان صقلیہ کی مرضی کے خلاف عمل میں آئی تھی اور وہ [illegible] پہنچائی گئی کہ سرکشوں کو اپنی سرکشی کا موقع نہ ملے،

علاوہ ازیں خلیل نے خالصہ کی تعمیر [illegible] سامان یہاں سے منتقل کر دیا گیا، جسمیں سرکاری اور غیر سرکاری مکانوں کے انہدام کی ضرورت پیش آئی اور خصوصاً [illegible] کی شہر پناہ بلرم کی فصیل کو مسمار کر کے اوسی کے ملبہ سے تیار کی گئی، اور اس طریقہ سے اگرچہ باشندگان بلرم کو [illegible] کی تعمیر نہایت شاق گذری لیکن انکے غیر مسلح کر دئے جانے کے باعث [illegible] اسی سلسلہ میں بلرم کی بغاوت و سرکشی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا،

بغاوت جزیرہ میں بلرم کے بعد جرجنت دوسرا سرکش شہر تھا، جب وہاں کے باشندوں کو خلیل کی اس کاروائی کا علم ہوا، تو وہ خیں سالم کی پھیلائی ہوئی افواہوں کا مزید یقین آیا، اور وہ حکومت سے مقابلہ پر آمادہ ہو گئے [illegible] اپنی حفاظت کیلئے جرجنت کی فصیل کے کمزور مقامات کو مستحکم کر لیا، لیکن ابھی وہ کوئی مزید پیشقدمی نہ کرنے پائے تھے

[1] نزہۃ المشتاق صفحہ ۲۳، معجم البلدان ج ۳ صفحہ ۲۹، شمس الدین صوفی دمشقی نے [illegible] عجائب البر والبحر میں مقام تعمیر کا زمانہ ۳۲۳ھ قرار دیا ہے لیکن یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے [illegible] خلیل کے [illegible] صقلیہ کے [illegible]

کہ اس اثنا میں یہ خبر خلیل کو پہنچ گئی وہ سنتے ہی ماہ جمادی الاولیٰ ۳۲۶ھ میں جرجنت پر حملہ آور ہوا اہل شہر فصیل کے دروازے بند کرکے محصور ہوگئے خلیل نے ڈیرے ڈالدئے اس کے بعد جرجنت والے فصیل سے باہر نکلتے اور محاصرین پر حملہ آور ہوتے، اور یہ تقریباً دستور ہوگیا کہ صبح کو نکلتے اور شام تک زور آزمائی کرتے، اور رات کو فصیل کے اندر چلے جاتے اس طریقہ سے محاصرہ طویل ہوتا گیا، اور اسی طرح سات آٹھ مہینے گذر گئے،

آخر خلیل محاصرہ سے عاجز آگیا، اسی اثنا میں موسم سرما بھی آگیا، اور وہ محاصرہ اٹھا لینے پر مجبور ہوا، چنانچہ ماہ ذی الحجہ ۳۲۶ھ میں وہ جرجنت سے بے نیل مرام خالصہ واپس آگیا،

خلیل کی اس ناکام واپسی سے اہل جرجنت کی ہمت بڑھ گئی وہ بغاوت کا علم ہاتھ میں لیکر سارے جزیرہ میں پھیل گئے، اور شاہی فوج پر اپنی کامیابی و فتحمندی کے افسانے مشہور کئے، اور دوسرے شہر کو بغاوت پر آمادہ کرنے کیلئے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے مختلف شہروں اور قلعوں پر بھیج دئے، کہ وہ اہل شہر کی امداد و معاونت سے شاہی عمال اور شاہی فوج کو شہر اور قلعہ سے نکال دیں،

چنانچہ ۳۲۷ھ کے آغاز میں اہل جرجنت کی جد و جہد سے صقلیہ کے اکثر ممتاز شہر اور قلعے مازر، ابلا، اطنو، بلوط، اور قلعہ ابی ثور وغیرہ باغی ہوگئے، اور ان مقامات سے حکومت کے تمام عمال اور فوج باہر نکال دی گئی،

قحط سالی اس وقت صقلیہ کے باغی ہر طرف بہتر حال میں تھے لیکن صقلیہ کے پے در پے فسادات و انقلابات سے جزیرہ اور خصوصاً بلرم اور اس کے مضافات میں سخت قحط پڑ گیا، اور لوگ اپنے لخت جگر بچوں کو بھون بھون کر کھانے لگے، چنانچہ صاحب تاریخ جزیرہ صقلیہ لکھتا ہے:۔

وکانت فی تلک الایام مجاعۃ شدیدۃ فی المدینۃ والبوادی حتی اکل الوالدون اولادھم

اور اس زمانہ میں شہر اور دیہاتوں میں سخت قحط پڑا، یہاں تک کہ لوگ اپنے بچوں کو کھا گئے،

Marfat.com

باغیون کی حکومت بیزنطی سے استمداد

جب جزیرہ مین یہ صورت پیدا ہوگئی تو باغیون نے ایک دوسرا راستہ اختیار کیا، اور صقلیہ کے مسلمان باشندون نے اسلامی حکومت کے خلاف اوسکی قدیم دشمن و متحارب حکومت حکومت بیزنطی قسطنطنیہ سے امداد طلب کی، حکومت بیزنطی کا تعلق ایک زمانہ سے صقلیہ سے منقطع ہوچکا تھا لیکن جب ایسے مواقع خود پیش کئے گئے تو اوس نے اس سے فائدہ اوٹھایا، اور ایک بیزنطی بیڑا صقلیہ کے مسلمان باغیون کی امداد کے لئے قسطنطنیہ سے روانہ کیا جس پر فوج کی ایک کثیر تعداد سوار تھی، اور نیز باغیون کو قحط زدگی سے بچانے کے لئے غلون سے بھرے ہوئے جہاز بھی اس جنگی بیڑے کے ساتھ صقلیہ بھیجے گئے۔

افریقیہ سے کمک اور سالم کی وفات

دوسری طرف خلیل نے ان واقعات کی مفصل روداد القائم کو لکھ بھیجی، اور وہان سے ایک عظیم الشان لشکر صقلیہ پہنچا، اسی اثنا مین سالم سابق امیر صقلیہ نے جو در پردہ باغیون کی رہنمائی کر رہا تھا، وفات پائی، اور خلیل کو اس کمک کی آمد اور سالم کی وفات سے بڑی تقویت پہنچی اور اوس نے ایک منظم طریقے سے باغی شہرون اور قلعون پر تاخت شروع کی،

بغاوت کا استیصال

خلیل کی یہ فوجکشی نہایت کامیاب ہوئی، اور باغی بیزنطی لشکر کی امداد کے باوجود شاہی لشکر کا راستہ کہین نہ روک سکے۔ وہ سب سے پہلے اپنا لشکر لیکر قلعہ ابی ثور پہنچا، اور اس پر قابض ہوا، پھر بلوط گیا اور وہان بھی کامیاب ہوا، یہان سے ابلاطنو پہنچا، اور یہان بھی محاصرہ ہی مین تھا کہ سنہ ۳۲۷ھ ۹۳۸ء ختم ہوگیا،

جب ابلاطنو کے محاصرہ مین سال ختم ہوگیا، تو وہ یہان کا محاصرہ اٹھا کر جرجنت چلا گیا جو بھی باغیون کا مرکزی مقام تھا، اور اوس کا محاصرہ کرلیا، اگرچہ [illegible] قحط اور سالم کی وفات کے باعث اہل جرجنت کی قوت ٹوٹ چکی تھی لیکن حالت محاصرہ مین بھی بیرونی شہرون سے اون کے تعلقات چند خفیہ راستون سے قائم تھے، اسلئے خلیل کا یہ محاصرہ بھی طویل ہوگیا [illegible]

سے گھبرا کر اس کا اہتمام ایک تجربہ کار فوجی افسر ابو خلف بن ہارون کے سپرد کیا اور خود خالصہ چلا آیا، کہ یہان حکومت کی مخالف ضرورتون کو پورا کرے،

اسی طریقہ سے جرجنت کے محاصرہ کو کامل دو سال گذر گئے اس اثنار مین نہ محاصرین شہر مین داخل ہوے، اور نہ محصورین نے امان طلب کی لیکن دو سال گذرنے کے بعد ان کی حالت بدسے بدتر ہوگئی، اور ایسی صلاحیت بھی نہین رہی کہ خفیہ راستون سے آمدورفت جاری رکھنے کے باوجود محاصرہ کا مقابلہ کرتے رہین،

باغیون کا ترک وطن و ترک مذہب

جب اہل جرجنت کو مقابلہ سے بالکل مایوسی ہوگئی، تو یہان کے باشندون مین سے ایک کثیر تعداد جسمین زیادہ تر یہان کے امرار و معززین تھے، حکومت کے انتقام کے خوف سے انہی خفیہ راستون سے فرار ہوگئے، اور آس پاس کے عیسائی ملکون مین پناہ گزین ہوے، اور وہان امن وامان سے زندگی بسر کرنے کیلئے مذہب اسلام ترک کرکے عیسائیت قبول کرلی، جو تمامتر انہی کی بغاوتون اور سرکشیون کا نتیجہ تھا،

شہر کے معززین و امرار کے نکلنے کے بعد باقی ماندہ لوگون کے لئے محاصرہ کے مشکلات زیادہ بڑھ گئے، اسلئے اسلامی سپہ سالار ابو خلف بن ہارون کو بہت جلد صلح کا پیغام بھیجا، ابو خلف نے اس شرط پر امان دی کہ جرجنت کے مستحکم قلعہ سے جس پر اس شہر کی حفاظت کا دارومدار ہے شہر کی فوج نیچے اتر آئے، اور اوسکو خالی کرکے حکومت کے قبضہ مین دیدے، اہل شہر نے اس شرط کی تعمیل کی اور شہر پر قبضہ ہوگیا،

لیکن ارباب حکومت کے دل مین اہل جرجنت کی طرف سے اس قدر غیظ و غضب پیدا ہوچکا تھا کہ اونھون نے شہر مین داخلہ کے بعد اپنے مواعید کا بھی کوئی پاس نہین کیا، اور شہر کے تمام جنگجو باشندون کو گرفتار کرکے خالصہ روانہ کردیا،

Marfat.com

جرجنت کی اطاعت کے بعد پھر صقلیہ کے دوسرے شہرون مین حکومت کا اقتدار خود بخود قائم ہوگیا، اور بلا استثنا تمام شہرون اور قلعون نے اپنی اپنی اطاعت کا اقرار کیا، اور اب گویا پورے جزیرہ مین پھر ایک نئے سرے سے ایک منظم حکومت کا دار و دورہ شروع ہوگیا،

یہ بغاوت جسقدر اہم تھی، اسی قدر دیرپا رہی، چنانچہ جمادی الاولی ۳۲۲ھ سے شروع ہوئی تھی اور ذی الحجہ ۳۲۹ھ مین اختتام کو پہنچی[۱]

افریقیہ مین آتش بغاوت یہ عجیب اتفاق ہے کہ ادھر صقلیہ کی بغاوت فرو ہوئی، اور ادھر مرکزی حکومت افریقیہ مین اس سے زیادہ سخت بغاوت اوٹھ کھڑی ہوئی، اس بغاوت کا علمبردار قبیلۂ زناتہ کا ایک شخص ابویزید بن کیداد تھا، ابویزید عقیدۃً خارجی تھا، اور اگرچہ اوس نے عبید اللہ المہدی ہی کے عہد حکومت ۳۱۶ھ مین دولت فاطمی کے خلاف خروج کیا تھا، اور عبید اللہ کے بعض مذہبی تشدد و مظالم کے باعث مسلمانان افریقیہ کے مختلف فرقون کے پیرو اس کے زیر علم آگئے تھے، اور باغیون کا ایک اچھا خاصہ جتھا تیار ہوگیا تھا، تاہم عبید اللہ اپنی قوت بازو سے اس فتنہ کو دبائے رہا، اگرچہ اوسکے حملون کا سلسلہ کبھی موقوف نہین ہوا، مگر القائم کے عہد حکومت کے آغاز کے ساتھ ہی ابویزید کی دعوت کو زیادہ فروغ حاصل ہوا، القائم کو اوس کے فرو کرنے مین دشواریون کا سامنا ہوا[۲]

اس موقع پر اوس کو اپنا قدیم تجربہ کار قائد خلیل یاد آیا، اور اسکو جلد سے جلد صقلیہ سے افریقہ طلب کیا،

خلیل کی افریقہ روانگی خلیل کو یہ فرمان عین اوس وقت ملا جب اوس نے صقلیہ کی تمام بغاوتین سر کرکے ایک اطمینان کی سانس لی تھی، چنانچہ اوسکو چند دن بھی اطمینان سے بیٹھنا نصیب نہین ہوا، اور صقلیہ کی زمام حکومت عارضی طور پر ابوعطاف محمد بن اشعث کے سپرد کی، اور ایک دوسرے شخص

۱؎ ابن اثیر ج ۸ ص ۱۵۲، والبیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۲۹۵ و تاریخ جزیرۂ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون در اماری ص ۱۷۲،

۲؎ ابن اثیر ج ۸ ص ۱۳۱، ۲۱۲، ۳؎ تاریخ جزیرۂ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون مین "ابوعطاف" کے بجائے "ابن عطاف" ہے جو عام روایتون کے خلاف

ابن کوفی کو اسکا معاون مقرر کیا، اور انھی دونون کی ذمہ داری پر بھروسہ کرکے وہ ماہ ذی الحجہ ۳۲۹ھ ۹۴۰ء مین جمعہ کے دن صقلیہ سے روانہ ہوا، اور صقلیہ کی بغاوتون کے قطعی استیصال کیلئے جرجنت کے باغیون مین سے چیدہ سرکشون کو ایک جہاز پر اپنے ہمراہ سوار کیا، اور جب وہ وسط سمندر مین پہنچا، تو قیدیون کے اوس جہاز کو نیچے سے توڑ واڈالا، اور سرکشون کی یہ پوری جماعت غرقاب ہوگئی [۱]

خلیل کا عہد حکومت | کہا جاتا ہے کہ خلیل کا عہد حکومت نہایت دردناک مظالم سے لبریز ہے لیکن اسکو نظر انداز نہ کرنا چاہیے کہ خلیل کا تمام دور حکومت بجز ابتدائی چند دنون کے فتنہ و فساد سے مملو رہا، باشندگان صقلیہ نے خلیل سے مسلسل چار برس تک باضابطہ جنگ کی اس لئے اس شورش و انقلاب اور اوس کے بعد کے ہنگامہ دار وگیر مین باشندگان صقلیہ کی کثیر تعداد تہ تیغ ہوئی، ابن عذاری نے خلیل کے عہد حکومت پر ایک اجمالی تبصرہ کیا ہے، وہ لکھتا ہے :-

خلیل ابن اسحٰق نے صقلیہ مین وہ کچھ کیا جسکو خدا اس کا کوئی مثیل رو دار انجام دیکھا تھا اللہ
اس کے بعد کے اس نے اون سے کیا، انھی مسلمانون کو خونریزی اور گرسنگی سے ہلاک کر ڈالا، یہان تک کہ وہ عیسائی ممالک میں بھاگ گئے، اور ان مین سے اکثر نے عیسائی مذہب قبول کرلیا۔

یہ صقلیہ مین چار سال تک والی رہا جب وہان سے ۳۲۹ھ ۹۴۰ء مین افریقیہ پہنچا، تو ایک دن معززین افریقیہ کے ایک مجمع مین مختلف موضوع پر گفتگو ہورہی تھی اسی سلسلہ مین اوسکے صقلیہ جانے کا بھی تذکرہ آیا، اس پر خلیل خود نہایت فخر و تبختر سے اپنے کشتگان ظلم کی تعداد کے متعلق رک رک کر یون کہنے لگا "مین نے وہان ہزارون کو قتل کیا بلکہ پھر کچھ ٹھہر کر کہا نہین مین نے وہان چھ ہزار آدمی مارے ہونگے" مگر پھر فوراً ہی اسکی بھی تردید کی اور کہا دس ہزار نہین واللہ اس سے بھی زیادہ [۲]

---

[۱] ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۲۵۳ [۲] البیان المغرب حوادث ۳۲۵ھ جزء دوم صفحہ ۲۳۹۔ پھر خلیل افریقیہ مین ابویزید سے مقابلہ لیئے روانہ ہوا اور ۳۳۲ھ مین اس کا لشکر اس باغی سے ہو گیا، ابویزید نے اسکو مع چند رفقا کے گرفتار کرلیا اور پھانسی پر لٹکا دیا۔

ابو عطاف محمد بن اشعث الازدی فاطمی والی صقلیہ (۷)

۳۲۹ھ تا ۱۳۳۲ھ / ۹۴۰ء تا ۹۴۴ء

ابو عطاف کو خلیل نے عارضی طور پر اپنا قائم مقام بنایا تھا، اس کا یہ عارضی انتخاب مستقل تقرر کی حیثیت سے قبول کر لیا گیا، کیونکہ حکومت افریقیہ اس وقت اپنے داخلی مشکلات میں مبتلا تھی، ان جزی امور پر توجہ نہ کر سکی، اس لئے خلیل ہی کی نامزدگی سے ابو عطاف نے مستقل طور پر عنان حکومت سنبھال لی، اور حکومت افریقیہ کی خاموشی سے اس انتخاب کی تصدیق ہو گئی،

بغاوت کے بعد بدامنی

جب ابو عطاف نے حکومت سنبھالی تو اس کو نئے حالات سے دوچار ہونا پڑا، اگرچہ خلیل یہاں کا سیاسی مطلع صاف کر چکا تھا لیکن گذشتہ چند سال کی بغاوت، قحط سالی، اور آفات ارضی و سماوی کے پیش آجانے سے یہاں کے باشندوں کی اقتصادی و معاشی حالت ابتر ہو گئی، اور ملک میں ایک دوسری قسم کی بدامنی اور ابتری پھیل گئی، چوری، ڈاکہ، اور رہزنی لوٹ مار قتل اور غارتگری کی وارداتیں کثرت سے پیش آنے لگیں، اور ملک میں ہر طرف خوف و ہراس طاری ہو گیا،

ابو عطاف نے دانائی سے ان حالات پر قابو حاصل کیا، اور ملک میں نظم و نسق کر کے ہر طرف امن و امان قائم کیا،[1]

القائم کی وفات اور المنصور کی جانشینی

اسی اثنا میں ۱۳ شوال ۳۳۴ھ / ۹۴۶ء کو فرمانروائے افریقیہ القائم بامر اللہ نے وفات پائی، اس کی وفات نازک موقع پر ہوئی تھی، ابو یزید کا لشکر دارالحکومت کے قریب آچکا تھا، اعیان حکومت نے نہایت خاموشی سے اس کے لڑکے اسمٰعیل کو المنصور بن اللہ کے

---

[1] تاریخ جزیرہ صقلیہ جن دخلہا المسلمون و ما بعدہا ارمی ص ۱۱۲

لقب سے تخت پر بٹھا دیا، اور القائم کی وفات کو راز مین رکھ کر سکہ اور خطبہ بدستور اوسی کے نام کر جاری کیا

ابوطاہر اسمٰعیل بن ابی القاسم المنصور من اللہ فاطمی فرمانروای افریقیہ

۳۳۴ھ — ۳۴۱ھ
۹۴۵ء — ۹۵۲ء

افریقہ کی بغاوت کا اثر صقلیہ پر

اسمٰعیل المنصور ۳۲ برس کی عمر مین تخت حکومت پر بیٹھا، لیکن اوس نے جس پر آشوب زمانہ مین عنان حکومت ہاتھ مین لی تھی اس وقت دولت افریقیہ موت و زیست کی کشمکش مین مبتلا تھی، اس کے سریر آرائے حکومت ہوتے ہی ابویزید پایۂ تخت مہدیہ کے قلعہ تک پہنچ گیا اور المنصور سخت سراسیمگی مین مبتلا ہو گیا،

انھی وجوہ سے وہ صقلیہ کی طرف مطلق توجہ نہ کر سکا، اور سیاسیات صقلیہ سے بالکل کنارہ کش رہا[1] اور پھر جب اسی اثنا مین ابویزید مہدیہ کے دروازے تک پہنچ گیا تو باشندگان مہدیہ کی ایک کثیر تعداد خوف و دہشت سے وہان سے فرار ہو کر صقلیہ مین آکر پناہ گزین ہوئی،

صقلیہ کے عیسائیون کی سرکشی

المنصور کی صقلیہ سے عدم توجہی اور ان مصیبت زدون کی صقلیہ مین پناہ گزینی سے دولت فاطمی کی بیچارگی اور بے بسی کی مبالغہ آمیز داستانین سارے جزیرہ مین پھیل گئین، اور اس سے ابوعطاف کے رعب وداب اور صقلیہ مین شاہی اقتدار کو صدمہ پہنچا، اور اس کا نمایان اثر یہان یہ ظاہر ہوا، کہ یہان کی عیسائی رعایا نے سالانہ خراج کی ادائی سے متفقہ طور پر انکار کر دیا، اور اگرچہ[2] ان لوگون نے تلوارین بے نیام نہین کین، لیکن درحقیقت یہ سرکشی صقلیہ کی پہلی بغاوتون سے زیادہ سخت تھی، ابوعطاف خاموشی سے سب تماشا دیکھتا رہا، اور کچھ نہ کر سکا، اس طرح سے تحصیل وصول مطلق بند ہو گئی، اور اس کا نمایان اثر صقلیہ کے خزانہ پر پڑا،

---

[1] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۳۴۲ وغیرہ، [2] ابن خلدون ج ۴ صفحہ ،

Marfat.com

ابوعطاف پر حملہ

اسی اثنا میں ۳۳۵ھ میں ایک دوسرا واقعہ پیش آیا، کہ صقلیہ کے ایک معزز و شجاع قبیلہ طبری کے چند معززین اور ابوعطاف میں کچھ اختلافات پیدا ہوئے ابوعطاف کی بیچارگی کا اندازہ ہو چکا تھا اس قبیلہ کے ایک انبوہ کثیر نے دوسرے [illegible] عید الفطر کے دن حملہ کیا، حملہ آوروں کی [illegible] بھی شریک ہو گئے، ابوعطاف کے ارد گرد جو محافظ دستہ تھا، وہ تہ تیغ [illegible] چنانچہ خالصہ کے قلعہ میں جا کر پناہ لی، چونکہ اوس کی فوج [illegible] اسلئے خاموشی سے قلعہ بند ہو گیا،

حملہ آور قلعہ کے گرد منڈلاتے رہے لیکن قلعہ بام کا کوئی حل نہ تھا، وہ اپنی [illegible] گرا ڈالے، آخر حملہ آوروں کو ناکام [illegible] البتہ [illegible]

افریقہ میں امن وامان کا قیام اور اس کا اثر صقلیہ پر

صقلیہ میں یہ بد امنی اور سرکشی صرف افریقہ کی بغاوت کی وجہ سے تھی، وہاں کے حالات ۳۳۶ھ کے اوائل میں رو بہ اصلاح آئے اور ابویزید باغی آغاز سال کے ساتھ ہی ماہ محرم ۳۳۶ھ میں مار ڈالا گیا، اور اسکے قتل کے بعد اسکے جو چند اعیان و انصار بچ رہے تھے [illegible] ۳۳۶ھ میں [illegible] آیا، اور سارے ملک میں امن وامان قائم ہو گیا،

حسن بن علی الکلبی کا صقلیہ پر تقرر

ابوعطاف مدت سے اس موقع کا منتظر تھا جب افریقہ کے امن وامان کا حال [illegible] تو اپنی بیکسی کی مفصل داستان لکھ بھیجی، اور اس جزیرہ کے حالات [illegible] درستی کی طرف توجہ دلائی، المنصور نے اس پر فوری توجہ کی، اور ایک آزمودہ کار [illegible] ابویزید کی بغاوت فرو کرنے میں [illegible] صقلیہ کی ولایت کا فرمان لکھ کر [illegible] ہو گیا اس [illegible] حسن بن علی الکلبی [illegible] صقلیہ میں ایک [illegible] آغاز ہوا [illegible] صقلیہ کی تاریخ میں

لہ ابن اثیر ج ۸ ص [illegible] ۳۳۲، ۳۵۴ و ابن خلدون [illegible] ابو الفداء ج ۲ ص ۷۶ کتاب المونس ص ۱۸۶

Marfat.com

دولت کلبیہ صقلیہ

۳۳۶ھ سے ۴۳۱ھ
۹۴۷ء سے ۱۰۳۵ء

حسن کے ورود صقلیہ سے یہاں ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے اور وہ صقلیہ میں سلطنت کلبیین کا قیام ہے اس نے یہاں کی زمام حکومت سنبھالنے کے بعد اپنے خاندان کی ایک موروثی خود مختار سلطنت قائم کردی، جو اگرچہ اصولاً پورے طور پر آزاد و خود مختار نہیں کہی جاسکتی کہ اسوقت بھی اسکی حیثیت سلطنت فاطمیہ کے ایک صوبہ کی سی تھی تاہم یہ حکومت اپنے تمام اندرونی معاملات میں بالکل آزاد تھی، آل حسن یکے بعد دیگرے تخت حکومت پر آتے گئے، جنھیں شاہان فاطمی کی طرف سے خطاب و خلعت رتبہ عطا کیا جاتا اسلئے اس دور میں آیندہ چلکر سلطنت فاطمیہ سے صقلیہ کی وابستگی گویا ویسی ہی رہ گئی تھی، جیسے آل اغلب خلافت عباسیہ سے وابستہ کہے جاتے تھے، چنانچہ صقلیہ میں بھی کلبی فرمانروا اپنی جانشینی کے لئے اپنے خاندان میں سے ولی عہد مقرر کرتے اور رسمی طور پر ان کی تصدیق شاہان فاطمیہ کی طرف سے کیجاتی اسی طرح معاملات ملکی کے انصرام اور فتوحات کی وسعت والتوا میں مرکزی حکومت کو دخل نہیں تھا، خزانہ کا شعبہ تمامتر انہی کے قبضہ میں تھا صرف ایک محدود رقم مرکزی حکومت کو بطور خراج سالانہ بھیج دیجاتی، اور اسی طرح ملکی سکے بھی انہی فرمانروان کلبیہ کے نام سے مضروب ہوتے تھے، اسلئے وہ سلطنت فاطمیہ سے بجز ایک رسمی تعلق کے تمام حیثیات سے آزاد تھے اور انھوں نے ایک شایان شان شاہانہ شان و شوکت کر و فر خدم و حشم ایوان و دربار اور جشن جلوس کی صقلیہ میں نمود و نمایش کی، اور

Marfat.com

صقلیہ نے بھی اسلامی دور حکومت میں ایک خود مختار حکومت کی بہار دیکھ لی جس کی داغ بیل ڈالنے والا یہی حسن بن علی الکلبی تھا،

ابو الغنائم حسن بن علی بن ابی الحسن بانیٔ دولت کلبیہ

سنہ ۳۳۶ھ – سنہ ۳۴۳ھ
۹۴۷ء – ۹۵۴ء

حسن بن علی افریقہ کے ایک معزز قبیلہ بنو کلب کا ایک ممتاز رکن تھا، اس کا خاندان سلطنت فاطمیہ کے جان نثاروں میں شمار ہوتا تھا، اور اسے موروثی بزرگی و عظمت حاصل تھی، پھر خود اس میں ذاتی اوصاف جمع ہو گئے تھے، نہایت شجاع اور ذکی و فہیم تھا، اسی نے ابو یزید کے فتنہ کو جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیا، اسلئے یہ اپنے خاندانی شرف و مجد اور اپنے ذاتی جوہر اور مکارم و اوصاف و خصائل سے افریقہ کے ذی اثر و مرتبت اشخاص میں شمار کیا جاتا تھا اور فرمانروائے فاطمی المنصور سے اسکو نہ صرف تقرب خاص حاصل تھا، بلکہ خود المنصور اس سے ادب و احترام سے پیش آتا، اور اس سے بزرگانہ نصیحتیں حاصل کرتا، اس لئے افریقہ میں المنصور کا یہ دست راست سمجھا جاتا تھا[1]

حسن کا ورود صقلیہ
بنو طبری کی مخالفانہ شورش

حسن افریقہ سے روانہ ہوا، اور صقلیہ کے سب سے قریب بندرگاہ مازر پر لنگر انداز ہوا، اہل شہر کو اس کی آمد کی خبر ہو چکی تھی، لیکن ساحل پر کوئی شخص پیشوائی کیلئے موجود نہیں تھا، جب آفتاب غروب ہو گیا اور رات کی تاریکی اچھی طرح چھا گئی، تو باشندگان صقلیہ کی ایک جماعت رات کی تنہائی میں نہایت پوشیدہ طور پر حسن کی خدمت میں باریاب ہوئی، اس جماعت میں افریقہ کے مہاجرین اور قبیلۂ کتامہ کے معززین تھے، باشندگان صقلیہ کی یہ جماعت حکومت کی حقیقی وفادار تھی، انہی میں سے اس نے حسن کو صقلیہ کی سیاسیات کے رازہائے سربستہ سے آگاہ کیا، جس سے معلوم ہوا کہ خاندان بنو طبری کی

[1] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۲۲۵ و ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۰۲۔

Marfat.com

بغاوت انگیزی کا سلسلہ ابو عطاف کی معزولی کے بعد بھی جاری ہے، اور جب سے بنو طبری کو حسن کے تقرر کی اطلاع ملی ہے، وہ اسکے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں،

چنانچہ اسی جماعت سے یہ بھی معلوم ہوا، کہ حسن کے خیر مقدم کے مقاطعہ کی اصل محرک یہی بنو طبری اور اون کی ہمنوا جماعت ہے، اور جب اون لوگون نے حسن کی آمد پر کسی خیر مقدم کی تیاری نہین کی، تو عام باشندگان صقلیہ کو بھی ان کے شر و فساد کے خوف سے اس سے گریز کرنا پڑا، اور یہ معززین بھی محض بنو طبری کے شر و فساد سے بچنے کے لئے نہایت پوشیدہ طور پر امیر کی خدمت مین حاضر ہوئے ہین

اس کے بعد اون لوگون نے حسن کو اس اہم راز سے بھی آگاہ کیا، کہ بنو طبری کا ایک وفد جو علی بن طبری اور محمد بن عبدون وغیرہ پر مشتمل ہے، افریقیہ گیا ہے، تاکہ وہ المنصور سے حسن کی ولایت صقلیہ کے فرمان کو منسوخ کرائے، اور وہی لوگ باشندگان صقلیہ کو ہدایت کر گئے ہین، کہ جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس وفد کے مطالبہ کا المنصور نے کیا جواب دیا، اور وہ اس کے ساتھ کس طریقہ سے پیش آیا، اوس وقت تک حسن کو ساحل صقلیہ سے سرزمین صقلیہ پر قدم رکھنے سے باز رکھا جائے،

پھر اس جماعت کے رخصت ہونے کے بعد اوسی سرکش قبیلہ طبری کے چند برآوردہ اشخاص حسن کے پاس پہنچے، کہ حسن اور اس کے رفقا کو دیکھکر کچھ عام اندازہ کر سکین اور علاوہ ازین جب وہ مازر مین اوتر چکا تھا، تو کم سے کم اپنی حیلہ سازیون سے اس کو دار الحکومت بلرم تک پہنچنے نہ دین، تاوقتیکہ افریقی وفد کی جدوجہد کے نتائج ... لوگ ... حسن کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور ... طریقہ سے ... ملاقات کی، اس کے جواب مین حسن نے بھی اسی گرمجوشی کا اظہار کیا، باتون باتون مین ... کی روانگی کا تذکرہ چھڑ گیا، اور مشورہ سے یہ طے پایا، کہ پہلے یہ لوگ بلرم جاتے ہین، اور جب وہان سے لوٹ آئین، تو وہ اون کی معیت مین بلرم روانہ ہو، حسن نے بھی اس تجویز پر اپنی رضامندی ظاہر کی، اور پھر سب کو حسن اخلاق سے رخصت کر دیا،

ادھر یہ جماعت روانہ ہوئی اور اُدھر حسن نے بلرم کے کوچ کا سامان کیا، اور کوشش کی کہ وہ اس فتنہ پرداز جماعت کے بلرم پہنچنے اور وہاں ان کے ریشہ دوانیاں کرنے سے پہلے بلرم پہنچ جائے، جب حسن بلرم کے قریب پہنچا تو دور ہی سے اوس کی تشریف آوری کی خبر شہر میں پہنچ گئی اور حاکم شہر مع تمام عہدہ داران حکومت اور شہر کے برآوردہ باشندے اس کی پیشوائی کے لیے شہر سے باہر نکلے اور نہایت اعزاز واکرام سے اوس کا استقبال کیا اور حسن نے بھی اس کا مناسب جواب دیا،

اسی اثنا میں حسن کے آجانے اور خزین حکومت اور پرامن باشندوں کی جانب سے اسکے استقبال کیے جانے کی خبر کوطری کو ملی اور اس وقت یا تو مجبور ہو کر بجز اسکے کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ وہ بھی اس کے خیر مقدم میں شریک ہو، چنانچہ سرخیل جماعت سلیمان بن بلری بہ تکلف استقبال کے لئے خود روانہ ہوا اور آگے راہ میں استقبال کیا، حسن نے بھی خوشی سے گلے لگا لیا اور حسن اخلاق سے پیش آیا، اور خیر مقدم کے یہ ابتدائی مراسم گویا ابتدائی کامیابی کا راز اپنے اندر پنہاں رکھتے ہوئے ختم ہو گئے،

چنانچہ اسکے بعد صقلیہ کے تمام باشندوں کا میلان حسن کی طرف ہو گیا اور لوگ کوطری کو چھوڑ کر حکومت کے ہوا خواہ بن گئے یہاں تک کہ کوطری کی جماعت میں مخالفت کرنے کی ہمت باقی نہیں رہی، اور تقریباً سارا صقلیہ حسن کا اطاعت گذار بن گیا،

جب حکومت کے مخالفوں نے حسن کے اثر و اقتدار کا یہ رنگ دیکھا تو ایک نئی چال اختیار کی گویا عجب تھا کہ حسن کا تمام بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا، ان لوگوں نے کسی قدیم مسلمان صقلی باشندہ سے سازش باز کر کے حسن کے کسی خاص خدمتگار خادم کو جو شجاعت و تہور میں مشہور اور حسن کے مقربین خاص میں تھا، اوس کے گھر مدعو کیا، وہ خادم وقت موعودہ پر اس کے گھر پہنچا، صقلی نے آتے ہی اسے اندر بٹھایا اور خود کسی ضرورت کا بہانہ کر کے باہر نکل آیا، اور سازشی تمام پس پشت سے آکر مارنے لگا اس کے قتل سے شہر کی مخلوق جمع ہو گئی اور اسماعیل بن سلمہ وغیرہ اس مجمع میں شامل ہو گئے، پھر وہ صقلی اپنے

نو وارد دہقان کی جانب اشارہ کرکے رو رو کر بیان کرنے لگا کہ

"حسن کا یہ ظالم میرے گھر میں گھس پڑا اور میری آنکھوں کے سامنے میری بیوی کی عصمت دری کی"،

اس واقعہ سے مجمع میں اشتعال پیدا ہوا، اور پھر اسمٰعیل وغیرہ نے اپنے مختلف فقروں سے مجمع کو اور بھی برانگیختہ کیا، اور اسی سلسلہ میں اس نے کہا،

"ان لوگوں کے کرتوت ہیں، حالانکہ ابھی شہر پر پورا تسلط بھی نہیں ہوا ہے"۔

اس کے بعد اسمٰعیل نے مجمع کو حسن کے پاس فریاد لیکر جانے کا مشورہ دیا، چنانچہ مشتعل مجمع اور وہ صقلی غیظ و غضب میں شور و واویلا کرتا محل شاہی پہنچا، حسن نے مستغیث کو فوراً محل کے اندر طلب کیا، اور اس سے ماجرے کی روداد سنی، مستغیث کے بیان پر کوئی دوسرا شاہد موجود نہیں تھا، اسلئے اسکو اپنے بیان پر حلف شرعی دیا، جس کو اس نے خاموشی سے اٹھا لیا، اس کے بعد حسن نے بھی نہایت صبر و تحمل سے اپنے ایمان کا ثبوت دیا اور اپنے عزیز ترین خادم کے قتل کا حکم صادر کر دیا، اور وہ سیاست مصلحت کی راہ پر قربان کر دیا گیا،

حسن کے اس طرز عمل سے مجمع کا رنگ بدل گیا، اور زور زور سے یہ فقرے گونجنے لگے، ہمیں ایسے ہی عادل فرمانروا کی ضرورت تھی، اب ہماری مسرت و شادمانی کا وقت آپہنچا، اب ملک آبادیوں سے پر رونق اور عدل و انصاف سے مالا مال ہوگا، مجمع کے یہ مسرت کے نعرے حسن کے دشمنوں کے خرمن امید پر بجلی بن کر گرے، اور وہ مایوسی و حرمان نصیبی کے ساتھ اپنے اپنے گھر لوٹ آئے۔

مخالفین حکومت کا استیصال

اس کے بعد حسن اس سربرآوردہ سازشی گروہ کے استیصال کی فکر میں لگا رہا، اسی اثنا میں المنصور کے پاس سے ایک خفیہ ہدایت نامہ پہنچا کہ اس نے اس صقلی وفد کے عمائد اسمٰعیل بن طبری، محمد بن عبدون اور محمد بن جبار وغیرہ کو جو حسن کی تقرری کے خلاف کوشش کرنے کیلئے افریقیہ پہنچے تھے گرفتار کر لیا ہے، بہتر ہے کہ وہ لوگ بھی گرفتار کر لئے جائیں جو صقلیہ میں اس گروہ کے شامل کی

Marfat.com

حیثیت رکھتے ہیں، اور ان میں سے اسمٰعیل بن طبری، رجا بن عتبا وغیرہ کے نام بہ تصریح تھے،

لیکن اگرچہ اس واقعہ کے بعد ابن خلدون کی تصریح کے مطابق اس جماعت کا زور ٹوٹ چکا تھا، تاہم ابھی حسن کو ایسی ہر دلعزیزی حاصل نہیں ہوئی تھی، کہ وہ کھلے طور پر ان لوگوں پر ہاتھ ڈالتا اور جزیرہ میں فتنہ و فساد کی آگ نہ بھڑک جاتی، اس لئے اس نے استیصال کے لئے ایک جدید طرز عمل اختیار کیا، اور اس فتنہ پرداز سازشی جماعت کو اپنی سازش سے برباد کیا،

حسن نے رفتہ رفتہ سرگروہ جماعت اسمٰعیل وغیرہ سے اپنے تعلقات خوشگوار پیدا کئے، وہ لوگ شاہی محل میں آتے اور حسن بازدید کیلئے ان کے یہاں جاتا، حسن نے ایک دن اسمٰعیل سے باغ کی سیر کا اشتیاق ظاہر کیا، اور پھر کچھ دنوں کے بعد اسمٰعیل کو بلا بھیجا کہ وہ اس کی معیت میں اسکے باغ کی سیر کو جائے گا، اور اسی کے ساتھ اس نے اس جماعت کے تمام سربرآوردہ اشخاص کے پاس اسمٰعیل کی طرف سے پیغام بھیج دیا، کہ وہ شاہی محل میں آئیں اور یہاں سے والی کی معیت میں باغ کی سیر و تفریح کے لئے روانہ ہوں،

جب پورا مجمع اکٹھا ہو گیا، حسن نہایت بے تکلفی سے ملا، اسکو واقف نہ ہونے دیا اور اپنی دلچسپ گفتگو کا ایک طویل سلسلہ چھیڑ دیا، جس میں ایسی محویت ہوئی کہ آفتاب غروب ہو گیا، اور محل کے فراش فانوس جلانے لگے، اس وقت حسن متعجب ہو کر چونک پڑا، اور وقت کی تاخیر پر افسوس کرنے لگا، پھر مہمانوں کو نہایت سادگی سے مخاطب کر کے کہا، اب تو رات ہو گئی مناسب ہے کہ آپ لوگ آج میری میزبانی قبول فرمائیں، اور جواب کا انتظار کئے بغیر ملازمین کو ان سب کے نام پر اور سپاہیوں کو جو سواریوں کے ساتھ آئے تھے، حکم بھیج دیا کہ وہ واپس چلے جائیں سب لوگ یہیں شب باش ہوں گے، تم لوگ اپنے گھروں کو جاؤ، صبح کو آنا، اس کے بعد پھر باتوں میں مشغول ہو گیا،

Marfat.com

جب رات کچھ زیادہ آئی تو حسن بستر سے اوٹھ گیا، اسی وقت اچانک فوج کے ایک مضبوط مسلح دستہ نے ان منحرفوں کو اپنی حراست میں لے لیا، اور سب لوگ قید خانہ میں بھیج دیے گئے، اور پچھلی شب میں ان تمام معزز قیدیوں کے [illegible] محلوں پر فوجیں دوڑا دی گئیں، اور ان کا تمام گھر بار ضبط کر لیا گیا،

صبح کو شہر میں یہ ہیبت ناک واقعہ مشہور ہوا، اور سارے شہر میں سناٹا چھا گیا، اب مخالفین حکومت میں ایسا کوئی بھی موجود نہ تھا جو [illegible] کی سرکشی کر کے اوس میں آمادہ فساد کرتا، تمام شہری دم بخود اپنے اپنے گھروں میں خاموش بیٹھے رہتے،

حکومت کی کامل اطاعت حسن کو جزیرہ میں ہر دلعزیزی حاصل ہو چکی تھی، اس واقعہ سے سارے جزیرہ میں حکومت کے رعب و داب کا سکہ بھی قائم ہو گیا، اور جزیرہ کے چپہ چپہ میں اطاعت و فرمانبرداری کی فضا پیدا ہو گئی،

چنانچہ اس واقعہ کے بعد جزیرہ کے وہ عیسائی باشندے بھی خود بخود مطیع ہو گئے جنھوں نے حکومت کی کمزوری سے فائدہ اوٹھا کر [illegible] دینا بند کر دیا تھا، چنانچہ تمام علاقوں نے بغیر کسی فوج کشی یا کسی اور تحریک کے از خود تین سال کی مالگذاری کی رقم جمع کی، اور ایک صاحب کو اپنا نمایندہ بنایا، کہ وہ عرض معذرت کے بعد حکومت کے دفتر مال میں جمع کر دے، حسن نے اون کی معذرت قبول کی اور تین سال کی رقم مالگذاری کی خزانہ عامرہ میں داخل کر لی گئی،

بزنطی بیڑے کی صقلیہ پر حملہ آوری / حسن کی فوجکشی اور فتوحات حسن صقلیہ کے معاملات سے مطمئن ہو جانے کے بعد [illegible] قدرۃ اعلیٰ کی طرف [illegible] اتفاق وقت کہ اسکی ابتدا دوسری جانب سے ہوئی اور اطلاع [illegible] ملی کہ قیصر روم صقلیہ [illegible] حسن کے [illegible]

[illegible]

پھر صقلیہ پر پڑ رہی ہیں، اور اس نے جہازون کا ایک بڑا بیڑا صقلیہ پر حملہ آوری کے لئے روانہ کر دیا ہے،

اس لئے اس موقع پر صقلیہ کے معاملات کا رو بہ اصلاح ہو جانا حسن کے لیے قیمتی ثابت ہوا چنانچہ

جب امن و امان کے قیام کے بعد ان انتظامات سے فراغت حاصل ہوئی تو قیصر روم کے مقابلہ کی تیاریاں کیں لیکن

صقلیہ کی فوج بزنطی بیڑے کے مقابلہ کے لئے کافی نہیں تھی، اس لئے المنصور سے امداد طلب کی، اس

نے ایک بڑا فوجی صقلیہ کی سرکردگی میں صقلیہ روانہ کیا جس میں ۷ ہزار سوار اور ۳۵۰۰ پیادے تھے

اور نیز بحری فوج اس کے علاوہ تھی، حسن نے اس اثنا میں جزیرہ سے بھی ایک بڑی فوج [illegible] کی تھی

چنانچہ ان سب کو لیکر وہ بری و بحری راستہ سے مسینا پہنچا، لیکن یہاں [illegible] تھا [illegible]

تک نہیں پہنچا تھا،

حسن نے بزنطی بیڑے کے انتظار میں وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا اور [illegible]

کر کے اپنی فوج لیکر اٹلی روانہ ہو گیا، کیونکہ گذشتہ چند سال کی بدامنی سے اٹلی کی اسلامی فتوحات کے اثرات

زائل ہو چکے تھے، اٹلی کے معاملات زیادہ تر معاہدون سے وابستہ تھے، جب القائم کی تخت نشینی کے بعد

صقلیہ میں بغاوت کی آگ مشتعل ہوئی اور خلیل اون کے فرو کرنے میں مصروف ہوا، اوسی زمانہ سے حکومت

قلوریہ نے بھی اپنے جزیہ کی متعینہ رقم کو ادا کرنا موقوف کر دیا تھا اور اس وقت تک یہ سلسلہ اسی طرح

منقطع تھا،

حسن سب سے پہلے ریو پہنچا، یہاں اسلامی آبادی کافی تعداد میں تھی، اور یہی ایک ایسا شہر تھا جسکو اسلامی

حکومت کا مطیع کہا جا سکتا تھا، حسن نے اسی کو فوجی مرکز قرار دیا، اور یہاں سے قلوریہ [illegible]

پر فوجیں روانہ کر دیں، اور خود ایک عظیم الشان لشکر لے کر ایک اہم شہر جراچہ (GERACA)

پر جو ریو سے شمال مشرق میں ۲۰ میل پر واقع تھا، اور اس زمانہ کے خوبصورت شہرون میں شمار کیا جاتا تھا

[illegible] ابن اثیر ج ۸ ص ۳۵۲ [illegible]

حسن نے اسکا محاصرہ کرلیا، شہر کے کنارے ایک وادی وادی جراجہ کے نام سے بہتی تھی، اور شہر میں اسی کا پانی پیا جاتا تھا حسن نے اس وادی پر قبضہ کرکے اہلِ شہر پر پانی کے تمام راستے روک دیے اور ان کا ایسا شدید محاصرہ کیا، کہ چند ہی دن میں پیاس کی شدت سے شہر کے باشندوں کے ہلاک ہونے کی نوبت آگئی اور قریب تھا کہ حسن اس شہر پر بزورِ شمشیر قبضہ کرلیتا لیکن اس اثنا میں بزنطی بیڑے کے آمد کی خبر آئی کہ وہ ادرنت میں آکر مقیم ہے اسلئے حسن نے جراجہ والوں سے کسی معینہ رقم پر صلح کرلی، اور محاصرہ اٹھا کر رومیوں کے مقابلے کے لئے روانہ ہوگیا، لیکن رومی اسلامی لشکر کی آمد کی خبر سنتے ہی ادرنت سے فرار ہوکر صوبۂ الکبردہ کے مشہور شہر باری روانہ ہوگئے، حسن نے ان کا تعاقب نہیں کیا، اور وہیں صوبۂ قلوریہ کے مختلف شہروں کو تخت و تاراج کرتا رہا، چنانچہ خود قلوریہ کے ایک قلعہ قسانہ کا محاصرہ کیا، اور فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے مختلف مقامات پر بھیج دئے، قلعہ قسانہ کا ایک مہینہ تک محاصرہ جاری رہا، آخر اہلِ قلعہ عاجز آگئے، اور صلح کی درخواست پیش کی، حسن نے ایک معقول رقم وصول کرکے محاصرہ اٹھا لیا،

اسی اثنا میں [illegible] لئے موزوں نہ تھا، اگر اس سے جو فوجی نقل و حرکت میں کام آسکتی تھی برف سے [illegible] اقامت کا قصد کیا، اور فوج لیکر آلی سے مسینا چلا آیا، چونکہ رومی بیڑا مسینا کے قریب موجود تھا، اس لئے فوج کا بیشتر حصہ یہیں رکھا، اور خود ملکی نظم و نسق کے لیے بلرم چلا آیا،

اسکے بعد المنصور نے [illegible] چنانچہ حسن جاڑے گذرنے کے بعد ذی الحجہ ۳۴۰ھ میں مسینا سے [illegible] معلوم ہوا کہ جراجہ والوں کی امداد کے لئے بزنطی لشکر پہنچ چکا ہے، حسن نے بھی [illegible] وہاں شہر کی فوج اپنے عیسائی حکمران مرعوس کی معیت میں اور بزنطی لشکر بحری قائد ملیان (MANGIAS) کی سرکردگی میں موجود تھا، یوم عرفہ کے دن دونوں فوجیں آمنے سامنے آئیں، اور معرکہ کارزار گرم ہوگیا، دونوں طرف کے جوانمردوں نے

Marfat.com

واد شجاعت دی، آخر زور کے رن کے بعد عیسائیون کو شکست ہوئی اور میدان جنگ چھوڑ کر فرار ہوگئے
مسلمانون نے تعاقب کیا اور یہ سلسلہ رات گذرنے تک جاری رہا، یہانتک کہ رِیو کی شہر پناہ نے
مسلمانون کا راستہ روک دیا، اس معرکہ مین مسلمانون کو بہت ضروریات کی چیزین [illegible] باربرداری کے
جانور اور آلات جنگ وغیرہ ہاتھ آئے،

اس کے بعد حسن نے دوسرے شہرون ترمِلس (TREMELI) اور [illegible] وغیرہ
پر تاخت کی، اور ہر جگہ کامیاب ہوا، ان لڑائیون مین بیشمار قیدی مسلمانون کے ہاتھ آئے انہی مین بیزنطی
بیڑے کا امیر البحر بھی تھا، یہ سب قیدی صقلیہ اور افریقیہ کے مختلف شہرون مین بھیج دئے گئے اور بیزنطی امیر البحر
کو سولی پر چڑھا دیا گیا[1]،

عارضی صلح اور اسکے شرائط

حسن کی اس مہم کا آخری میدان جرّاجہ قرار پایا ۳۴۱ھ / ۹۵۲ء مین اوس نے اس کا محاصرہ
کرلیا، محاصرہ کو چند ہی دن گذرے تھے کہ شہنشاہ قسطنطین ہفتم پارفیروجنیٹس (CONSTANTINE VII
POYPYYOGENITUS) ۳۰۱ھ تا ۳۴۸ھ / ۹۱۲ء تا ۹۵۹ء نے اپنے ایک راہب کو نمایندہ بنا کر
حسن کی خدمت مین بھیجا جس نے مشرقی روم کے فرمانروا کی طرف سے ایک عارضی صلح کی درخواست پیش
کی جو منظور ہوئی،

مسجد ریو

حسن کے شرائط صلح [illegible] مسلمانان [illegible] ایک مسجد کی تعمیر بھی [illegible]
مسجد کے استحفاظ و بقا کے لئے اس معاہدہ مین [illegible] شرطین بھی طے کر لی گئین، جو حسب ذیل تھین
(۱) مسلمانون کو ریو (رِگیو) مین مسجد تعمیر کرنے اور اس مین نماز پڑھنے اور اذان دینے سے روکا نہ جائیگا
(۲) اس مسجد مین عیسائیون کو داخلہ کی اجازت نہ ہوگی،
(۳) وہ مسلمان قیدی جو کسی وقت عیسائیون کے ہاتھ مین گرفتار ہون وہ کسی طرح فرار ہو کر اس

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۸۰، وتاریخ جزیرہ صقلیہ من حین دخلها المسلمون دولاری ص ۱۴۲،

داخل ہو جائیں، تو وہ مامون ہو جائیں گے، عام ازیں کہ وہ مسلمان قیدی اپنے دین پر قائم ہوں یا مرتد ہونے کا اعلان کر چکے ہوں،

(۴) اگر رومیوں نے اس مسجد کی ایک اینٹ بھی نکالی تو صقلیہ اور افریقیہ کے تمام گرجے اور کنیسے بیک وقت مسمار کر دیے جائیں گے،

حسن تکمیل صلح کے بعد لوٹ آیا، اور اسی معاہدہ کے رو سے جسکو رومیوں نے قبول کر لیا تھا یہاں وسط شہر میں ایک عالیشان مسجد کی بنیاد ڈالی اور اس کے ایک پہلو میں ایک نہایت بلند مینارہ (اذان دینے کی جگہ) [illegible] تمام سے توحید الٰہی کا اعلان کیا جاسکے اس مسجد کی شکل میں مسلمانان صقلیہ کی فتوحات کی ایک شاندار یادگار اٹلی میں قائم ہو گئی،

حسن مسجد کی تعمیر کے بعد اپنے لشکر کو لے کر صقلیہ لوٹ آیا، حسن کے اٹلی کی فتوحات پر تبصرہ کرنے کے لئے اس مسجد کی تعمیر کے شرائط پر نگاہ ڈالنا کافی ہے، کہ اوس نے کس فاتحانہ انداز میں شہنشاہ قسطنطنیہ سے شرائط صلح طے کئے، ابن اثیر ان شرائط کو نقل کرنے کے بعد آخر میں لکھتا ہے،

فوفا الروم بهذه الشروط كلها ذلة وصغاراً[1] — پھر رومیوں نے ان تمام شرطوں کو ذلت و حقارت برداشت کر کے پورا کیا،

فرمانروائے افریقیہ کی وفات حسن کی واپسی کے بعد شوال ۳۴۱ھ/۹۵۲ء میں المنصور فاطمی فرمانروائے افریقیہ کا انتقال ہو گیا، اور اس کا لڑکا معد المعز لدین اللہ کے لقب سے تخت حکومت پر بیٹھا،

المعز لدین اللہ بن المنصور فاطمی فرمانروائے افریقیہ

۳۴۱ھ - ۳۶۵ھ / ۹۵۲ء - ۹۷۵ء

حسن کی روانگی افریقیہ المعز ماہ شوال ۳۴۱ھ/۹۵۲ء میں تخت نشین ہوا، حسن کو مرکزی حکومت افریقیہ کے معاملات سے

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۱۵۹ و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۹، و تاریخ صقلیہ من [illegible] المکتبۃ الصقلیہ لامارای ص ۱۷۱ [illegible]

Marfat.com

بھی وابستگی رہتی تھی، اسلئے وہ المنصور کی وفات اور المعز کی تخت نشینی کے بعد صقلیہ سے افریقیہ روانہ ہوا اور اٹلی کے فتوحات کے مال غنیمت اور امدادی فوج کے سپہ سالار قیصر [illegible] کو ساتھ لیکر ۳۴۲ھ میں افریقیہ پہنچا،

حسن کا احمد کو بطور قائم مقام والی صقلیہ

حسن نے صقلیہ میں اپنے لڑکے ابو الحسن احمد کو اپنا قائم مقام بنا دیا، اور وہ اپنے باپ کی طرف سے نیابۃً حکومت کرنے لگا۔[1]

احمد کا ولایت صقلیہ پر مستقل تقرر

حسن افریقیہ پہنچکر وہاں کے ضروری کاموں میں مصروف ہو گیا، اور اس سلسلہ میں ایک سال گذر گیا، [illegible] اپنے لڑکے احمد کے لئے صقلیہ کی ولایت کا فرمان تقرری حاصل کرے آخر ایک سال کی کامل خاموشی کے بعد اس نے اس مسئلہ کو المعز کے سامنے چھیڑا جس نے ۳۴۳ھ میں احمد کے نام فرمان ولایت لکھکر بھیج دیا۔

حسن کا صقلیہ میں نیابۃً حکومت

احمد کے اس فرمان تقرر سے صقلیہ میں حسن کا عہد حکومت ختم ہو گیا، جو ابن اثیر کی صحیح روایت کے بموجب پانچ برس دو مہینے رہا، اس [illegible] بغاوت کے تمام سرچشموں اور فتنوں کا سدباب کیا، اٹلی میں [illegible] چنانچہ اس کے بعد احمد کا تقرر اس کی [illegible] حکومت [illegible] ایک [illegible] ثابت ہوا۔

---

[1] البیان المغرب ابن عذاری [illegible] و ابو الفدا [illegible] و ابن خلدون [illegible] افریقیہ کا سال صرف ابو الفدا نے صاحب تاریخ [illegible]

[illegible] نہایۃ الارب [illegible]

[illegible] احمد کے تقرر [illegible] المعز [illegible]

[illegible] فرمان تقرر [illegible] نقل ہے [illegible]

[illegible] لیکن [illegible] صحیح نہیں

ابوالحسن احمد بن حسن کلبی فرمانروائے صقلیہ (۲)

سنہ ۳۴۳ھ - ۳۵۸ھ / ۹۵۴ء - ۹۶۸ء

صقلیہ کے ڈاک کے جہاز کی وجہ سے افریقیہ واندلس مین آویزش

احمد کے فرمان ولایت پانے کے دوسرے سال ۳۴۴ھ/۹۵۵ء مین ایک ایسا ناخوشگوار واقعہ پیش آیا، جس سے مغرب کی دو اسلامی حکومتون بنو امیہ اندلس اور فاطمیہ افریقیہ مین باہمی آویزش ہو گئی،

حکومت فاطمیہ افریقیہ اور حکومت امویہ اندلس مین فاطمیین کے ابتدائے قیام سے آویزش شروع ہو گئی تھی، چنانچہ اس سے پہلے افریقیہ کے بعض شمالی علاقہ کے لئے دونون حکومتون مین مختلف لڑائیان ہو چکی تھین جنکی وجہ سے فاطمیین کے ممالک محروسہ مین سے ایک خاصہ رقبہ فاطمیین کی اطاعت سے منحرف ہو کر امویین کے سایۂ عاطفت مین جا چکا تھا اس لئے دونون حکومتون کے تعلقات ابتدا ہی سے ناخوشگوار تھے لیکن اس کے باوجود بحر روم دونون کی آماجگاہ تھا، اور دونون کے جہاز آزادی آمد و رفت رکھتے تھے،

چنانچہ ۳۴۴ھ/۹۵۵ء مین صقلیہ کا ایک جہاز سرکاری وغیر سرکاری ڈاک لیکر افریقیہ جا رہا تھا جسمین حکومت کے ضروری سرکاری کاغذات اور دیگر معمولی رسائل تھے، ادھر ادھر اموی حکومت کا ایک عظیم الشان بیڑا مشرق سے واپس آ رہا تھا، اس اموی بیڑے کو عبد الرحمٰن الناصر فرمانروائے اندلس نے اہتمام سے تیار کرایا تھا، اور اسکو سب سے پہلی مرتبہ نہایت قیمتی مال و اسباب لاد کر مشرق روانہ کیا تھا، اور واپسی مین اسی انداز کے نہایت قیمتی تحفے جن مین گانے والی خوبصورت لونڈیان بھی تھین، فرمانروائے اندلس کے لئے اسکندریہ سے بھیجے جا رہے تھے اور اسکندریہ کے دوسرے مسافر بھی سوار تھے، یہ اندلسی بیڑا صقلیہ

کے جہاز سے نسبۃً بہت بڑا تھا اسلئے اس نے صقلیہ کے جہاز کو بے دست و پا پاکر گرفتار کرلیا اور اپنے ساتھ لے کر اندلس روانہ ہوگیا،

المعز نے یہ خبر سنکر ایک عظیم الشان بیڑا اندلسی جہاز کے تعاقب مین روانہ کیا، اور بیڑے کی قیادت بانی دولت کلبیہ حسن کے سپرد کی، حسن نہایت تیزی سے اپنا بیڑا لے کر روانہ ہوگیا۔ وہ اندلسی بیڑا اندلس کے ایک ساحلی شہر مریہ پہنچکر لنگر انداز تھا، یہ بھی اسی ساحل پر جا پہنچا، مریہ مشرق و مغرب کے اتصال کا دروازہ تھا، اور اسی وجہ سے نہایت پر رونق تجارتی شہر تھا، اور ساحل پر بھی بڑے بڑے جہاز تجارتی مال و دنیا سے لدے ہوئے لنگر انداز رہتے تھے[1]،

حسن نے یہان پہنچتے ہی قطار در قطار جہازون اور کشتیون مین آگ لگادی، اور آگ کے شعلے آناً فاناً تمام پھیل گئے، اور لوگون مین عام بھگدڑ مچ گئی، پھر حسن نے اوس جہاز کو گرفتار کرلیا جس کے تعاقب مین یہانتک پہنچا تھا، ابھی تک اوس کا مال و اسباب و تار نہین گیا تھا، حسن نے سب پر قبضہ کرلیا، اور اوس اچانک حملہ کا ایک حملہ سے جواب دیکر بغیر کسی قسم کا نقصان اوٹھائے ہوئے مظفر و منصور واپس آگیا، عبدالرحمن الناصر نے اوس کے جواب مین ایک لشکر فاطمیین کے ممالک محروسہ مین غارتگری کرنے کیلئے روانہ کیا، اور ادھر سے المعز نے مقابلہ کے لئے فوج بھیجی، دونون مین معرکہ آرائی ہوئی، اور دونون طرف کے سپاہی تہ تیغ ہوئے، اور صقلیہ کی ڈاک کے ایک معمولی جہاز کے لئے یہ سخت ہنگامہ آرائی برپا ہوگئی[2]،

---

[1] معجم البلدان ج ۸ (مریہ) ص ۲۴۲، ۳۴۳، [2] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۸۵؛ پھر ایک دو جنگ کے بعد دونون حکومتون مین مصالحت ہوگئی، اور المعز کو چند مقامات سے دستبردار ہونا پڑا، موسیو سدیو نے فاطمیہ و بنو امیہ کی اس آویزش کی ابتدا حسن کے اوس حملہ سے کی ہے، جو مریہ پر اوس نے کیا تھا، تاریخ عرب ص ۲۴۹، لیکن یہ صحیح نہین ہے، سلسلہ [illegible] خود اسکی تردید کرتے ہین،

اٹلی پر فوج کشی

اس کے بعد حسن نے ۳۴۵ھ میں اٹلی پر تاخت کرنے کیلئے ایک بیڑا تیار کیا، اور خود اپنی سرکردگی میں لیکر روانہ ہوا، یہ بیڑا ابھی راہ میں تھا، کہ سمندر میں طوفان آیا، اور بہت سے جہاز غرق ہوگئے، صرف [illegible] جہاز [illegible] باقی رہ گئے، اور حسن بقیہ جہازوں کو [illegible] لوٹا لایا

اٹلی کا ایک اسلامی علاقہ پر تسلط

اسلامی جہازوں کی اس بربادی سے اٹلی کی حکومتوں کو حوصلہ پیدا ہو گیا، اور انھوں نے ایک اسلامی [illegible] پر قبضہ کر لیا، حسن نے اس کے تدارک کے لئے ایک دوسرا بیڑا تیار کیا، اور اس کو اپنے بھائی عمار کی سرکردگی میں روانہ کیا، لیکن اتفاق وقت کہ یہ بیڑا بھی طوفان میں گھر گیا، اور [illegible] عمار بھی ہلاک ہو گیا[1]

والی صقلیہ کا [illegible] افریقیہ [illegible]

حسن امیر [illegible] فاطمی سلطنت کے قیام کی کوششوں میں مصروف تھے، اسی سلسلہ میں [illegible] نے المعز کی خدمت میں باریاب ہونا چاہا، اور بیعت امامت کے [illegible]

چنانچہ [illegible] میں صقلیہ [illegible] کو ساتھ لے کر افریقیہ آیا، اور اس صقلی جماعت نے المعز کی خدمت میں باریاب ہو کر اس کے ہاتھ پر بیعت امامت کی، المعز نے سب کو حسب مرتبت خلعت عطا کیا، اور یہ سب لوگ [illegible] واپس آئے، یہ صقلیہ کی جانب سے خلافت فاطمی کی بیعت تھی،

ایک شاہی جشن مسرت

اسکے بعد ۳۵۱ھ میں المعز کے لڑکے کے ختنہ کی تقریب ہوئی جسمیں صقلیہ اور افریقہ دونوں [illegible] وقت ایک جشن عام [illegible] اور اس تقریب کے ساتھ صقلیہ میں بھی عام تقریب منائی جائے، اور اس [illegible] صقلیہ میں [illegible] ایک ہی دن سب کا ختنہ کرایا جائے، اسی غرض سے المعز نے احمد سے صقلیہ [illegible] لڑکوں کے اعداد و شمار دریافت کئے، چنانچہ احمد نے جزیرہ کے تمام غیر مختون بچوں کی فہرست مرتب کی، جو تعداد میں ۱۵ ہزار تھے، اور المعز کو ان سے مطلع کر دیا، المعز نے

[1] [illegible] الاعلام [illegible]

ختنہ کی تقریب کی انجام دہی کی تاریخ یکم ربیع الاول مقرر کی،

چنانچہ یکم ربیع الاول ۳۵۵ھ کو پہلے صقلیہ کے تمام غیر مختون بچون کو ختنہ کی تقریب مین حکومت کی طرف سے نئے کپڑے پہنائے گئے، پھر احمد نے سب سے پہلے اپنے لڑکے کا ختنہ کرایا، پھر اپنے بھائیون کا اور اُن کے بعد معززین ورؤسا کے صاحبزدون کی باری آئی، اور پھر صقلیہ کے عام باشندون کے غیر مختون بچون کی تقریب ادا ہوئی، اور ایک ہی دن نہایت دھوم دھام سے پندرہ ہزار بچون کا ختنہ کر دیا گیا،

اسکے بعد المعز کی طرف سے ایک لاکھ درہم اور تحائف کے پچاس بوجھ افریقیہ سے آئے جوان تمام بچون مین تقسیم کر دیے گئے،[1]

اس طریقۂ جشن سے یا تو بادشاہ اور رعایا کے درمیان باہمی یگانگت پیدا کرنا مقصود تھا، یا یہ ایک مشرقی طرز شہنشاہی کی ایک دلچسپ نمایش تھی، جو فرمانروائے وقت کی مرضی کے مطابق بخیر و خوبی انجام پائی،

شہنشاہ روما کا صقلیہ کے خلاف مذہبی جنگ کا اعلان

ادھر چند سال سے صقلیہ مین کامل امن وامان قائم تھا، اور حکومت ملک کی تمدنی و علمی ترقیون مین مصروف تھی، اسی اثنا مین اٹلی مین ایک اہم سیاسی انقلاب ہوا، اور شاہ جرمنی اوتھو اعظم (OTHO THE GREAT) (۹۱۲ء تا ۹۷۳ء) نے اٹلی کے بعض حصص پر اقتدار حاصل کرکے سلطنت کلیسائے روما اور اس کے فرمانروا پوپ کو اپنے قبضہ و اختیار مین کر لیا، اور پوپ کے عزل و نصب کا اختیار اپنے ہاتھ مین لیلیا، اور پوپ کی جانب سے شہنشاہ کا لقب حاصل کرکے اٹلی کے اکثر حصۂ ملک پر فرمانروائی کرنے لگا،

اوتھو اعظم نے کلیسائے روما سے تعلق پیدا کرکے فوراً مسیحیت کی خدمت کی ذمہ داری بھی قبول کی اور خدمت مسیحیت کے نام سے اٹلی کی اسلامی آبادیون اور اسلامی حکومت کے زیر اثر شہرون پر حملہ آور ہو

---

[1] ابوالفدا ج ۲ ص ۹۶

شروع کردی چنانچہ یورپین مورخین مذہب عیسوی کے ایک خدمت گذار کی حیثیت سے اسکا نام لیتے

صقلیہ کے عیسائیون کی بغاوت

اٹلی مین اسلام و عیسائیت کے جنگ کی صداے بازگشت صقلیہ بھی پہنچی، اور یہان وہی عیسائی رعایا جو حسن کے قیام اقتدار کے بعد خود بخود مطیع ہوئی، اور بلرم مین اپنا بھیجکر اپنی سہ سالہ مالگذاری از خود خزانہ مین داخل کرگئی تھی اوتمو کی دعوت جہاد سے متاثر ہوئی صقلیہ مین عیسائیون کا مرکزی شہر طبرمین تھا، وہ اگرچہ ایک سے زیادہ مرتبہ اسلامی حکومت کے قبضہ مین آچکا تھا تاہم اسلامی حکومت نے صقلیہ کے عیسائیون کی درخواست پر اس کو باجگذار شہرون مین تسلیم کرلیا تھا اسلئے اوسکے باشندون نے آسانی سے علم بغاوت بلند کردیا،

دوسری طرف جب احمد کو عیسائیون کی اس تحریک کی اطلاع ملی، تو اوس نے بھی صقلیہ کی فوج کو نئے سرے سے آراستہ کیا، اور نیز افریقہ سے مزید فوجی کمک طلب کی، اس لئے طبرمین کی بغاوت کی خبر سنتے ہی وہ بلرم سے روانہ ہوا، اور اواخر ماہ جمادی الاولی ۳۵۱ھ ۹۶۲ء بروز جمعہ طبرمین پہنچا، اور شہر کا محاصرہ کرلیا، اسی اثنا مین افریقہ کی کمک بھی احمد کے چچازاد بھائی ابن عمار کی سرکردگی مین آپہنچی، اور دونون فوجین طبرمین کے محاصرہ مین مصروف ہوگئین،

فتح طبرمین اور وہان کے عیسائیون کا استیصال

اگرچہ اسلامی حکومت کی جنگی تیاریان، عیسائی دنیا کی طلب مبارزت کے جواب مین تھین، اس لئے ایک شہر کا محاصرہ اس کے لئے کچھ دشوار نہ تھا، لیکن فصیل شہر کے استحکام کے باعث محاصرہ مین ایک طویل مدت گذر گئی، آخر احمد کو اپنے باپ حسن کی حکمت عملی یاد آئی، جو اوس نے جراجہ کے محاصرہ مین اختیار کی تھی، چنانچہ طبرمین مین بھی ایک دریا شہر ہوکر گذرتا تھا، اور وہی کا پانی یہان پیا جاتا تھا، احمد نے اس دریا کا رُخ پھیر کر اہل شہر پر پانی روک دینے کا فیصلہ کیا، اور اسی غرض سے ایک نہر کھدوانے لگا، اور چند دن مین دریا کے دہانے کا رُخ پھر گیا،

ابن اثیر، ابن خلدون... ج ۲، ص ۳۲۷ طبع یازدہم:

اہل شہر پانی کے ایک ایک قطرہ کے لئے ترس گئے، اور وہ بالآخر مجبوراً مسلمانون کے سامنے سپر ڈالکر خود اپنی جانب سے ذیل کی شرطین پیش کرنی پڑین،

۱- شہر کی تمام دولت و ثروت پر قبضہ کر لیا جائے،

۲- تمام اہل شہر کی جان بخشی کیجائے،

۳- شہر کے جنگجو باشندے طوق غلامی پہننا قبول کرتے ہین،

احمد نے یہ شرطین منظور کرلین، اور ۲۵ ذی القعدہ ۳۵۱ھ ۹۶۲ء کو سات مہینے کے محاصرہ کے بعد شہر پر قابض ہو گئے، اور شہر کے باشندے گرفتار کر کے افریقیہ بھیج دئے گئے، جن کی تعداد نویری کے بیان کے مطابق ایک ہزار پانچسو ستر اور ابو الفدا کی تصریح کے مطابق ایک ہزار سات سو سے کچھ زیادہ تھی،

طبرمین میں اسلامی نوآبادی اس کے بعد شہر مین اسلامی نوآبادی قائم کیگئی، اور اس کا نام المعز فرمانروائے افریقیہ کے نام پر المعزیہ رکھا گیا، اور جنگی حیثیت سے اسکی قلعبندی کر دی گئی،[۱]

عیسائیت و اسلام کی ایک جنگ عظیم اور فتح رمطہ طبرمین کا قطعی استیصال صقلیہ کے دوسرے شہرون رمطہ اور مسینا وغیرہ کے عیسائیون کو شاق گذرا، اور جہان جہان ممکن ہوا انھون نے جوش انتقام مین علم بغاوت بلند کر دیا، اور پھر بزنطی حکومت سے امداد طلب کی، چنانچہ نویری لکھتا ہے "اور جب مسلمانون نے طبرمین فتح کر لیا، اور وہان سکونت اختیار کر کے اسکو آباد کر لیا، اور قائد جیدی کے ساتھ تو اہل رمطہ بغاوت پر آمادہ ہوئے اور دمستق شاہ قسطنطنیہ سے امداد چاہی"[۲]

---

[۱] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۲۴، ابو الفدا ج ۲، صفحہ ۱۰۳، نہایۃ الارب در امارمی صفحہ ۴۳۳، [۲] دمستق اون شاہان بزنطی کو کہتے تھے، جو خلیج قسطنطنیہ کے مشرقی حصون کے والی ہوتے تھے، اور وہ نسلاً بزنطی حکومت کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، (ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۲۴۴) یہ وہی دمستق ہے جو سیف الدولہ کے مقابلہ مین گیا تھا، اور متنبی نے اپنے مشہور قصیدہ مین

Marfat.com

المعز نے یہ حالات سنکر احمد والی صقلیہ کو لکھ بھیجا کہ حسن بن عمار کو رمطہ کے محاصرہ کے لئے روانہ کردے اور اوسکو بھی طبرمین کی طرح عیسائیون سے خالی کرالے،

ابن عمار یوم پنجشنبہ ۲۹ رجب ۳۵۲ھ کو رمطہ پہنچا، اہل رمطہ پہلے سے تیار تھے، ابن عمار نے محاصرہ کرلیا، اور اہل رمطہ روزانہ شہر سے نکل کر صفین درست کرتے، اور لڑ بھڑ کر شہر مین داخل ہوجاتے، جب ابن عمار نے جنگ کا یہ نقشہ دیکھا، تو اوس کو اس کے طول پکڑنے کا یقین آگیا، لیکن بہرصورت اس شہر کو عیسائیون سے خالی کرانا تھا، اس لئے اوس نے طویل محاصرہ کا سامان کیا، چنانچہ اسلامی لشکر کے قیام کے لئے میدان محاصرہ مین پختہ بارکین بنوائین، اور خود اپنے لئے بھی ایک محفوظ قلعہ تعمیر کرایا،

ابن عمار رمطہ مین محاصر تھا کہ صقلیہ پر حملہ آوری کے لئے ایک عظیم الشان بزنطی بیڑے کی آمد کی خبر ملی جسکو نقفور نے بڑے اہتمام سے تیار کرایا تھا ابن عمار نے اوسکی اطلاع احمد کے پاس بھیجی، اور احمد نے ایک تیز رو جہاز المعز کے پاس بھیجا، اور افریقیہ سے جلد سے جلد کمک طلب کی، اور خود صقلیہ مین جنگی تیاری کرنے لگا، چنانچہ تمام شکستہ حال جہازون کو از سر نو درست کیا، کچھ نئے بنے ہوئے جہاز بیڑے مین شامل کئے، اور جسقدر بری و بحری فوج تیار ہوسکتی تھی، سب کو مسلح کرلیا، اور اودھر المعز نے

(بقیہ حاشیہ ص ۲۵۷) فی الدمستق بارب سے اوسی کو مراد لیا ہے، اس کا نام نقفور تھا، اور دمستق سے نویری کی مراد بھی نقفور ہے، ابن اثیر کے مطبوعہ نسخہ کے متن مین اس کا نام نقفور چھپا ہے یہ صحیح نہین، اس کا صحیح نام نقفور ہی ہے، جو ابن اثیر کے دوسرے نسخہ سے حاشیہ پر منقول ہے، کیونکہ اس کے نام کا یورپین تلفظ نائیکیفورس یا نسیفورس دوم فوکس (NICEPHORUS II PHOCAS) ہے جس کا عربی تلفظ نقفور صحیح ہوگا، اس کا عہد حکومت ۳۵۲ھ مطابق ۹۶۳ء سے ۳۵۹ھ مطابق ۹۶۹ء تک ہے، یہ شاہان بزنطی مین سے باسل دوم اور قسطنطین ہشتم کا اتالیق تھا، اور ۳۵۲ھ مطابق ۹۶۳ء سے حکومت بزنطی کا مدار المہام شہنشاہ (CO-REGENT EMPERORS) تسلیم کیا گیا، اور چھ سال تک ان تینون کی مشترکہ شہنشاہی رہی، (اسٹوری آف دی نیشنس بزنطائن ایمپائر ج ۳۰ ص ۲۲۹، ۲۳۲) نقفور حامی مذہب اور عربون کا دشمن تھا، حلب، طرطوس اور مصیصہ وغیرہ پر قابض ہوا، اور صقلیہ پر حملہ آوری کیلئے جنگی بیڑے بھیجے، (ابن اثیر جلد ۸ ص ۲۲۶)

Marfat.com

بھی پورا اہتمام کیا، اور اپنے صیغۂ فوج کا جائزہ لے کر چیدہ لشکر تیار کیا، اور ان سپاہیوں کے تالیف قلوب کے لئے ان میں گرانقدر رقمیں تقسیم کیں، اور پھر سب کو حسن کلبی کی قیادت میں صقلیہ روانہ کردیا، کہ صقلیہ میں ایسے مشکل وقت میں حسن کی رہبری کی ضرورت تھی، چنانچہ وہ ماہ رمضان ۳۵۲ھ میں صقلیہ پہنچ گیا،

اس کے بعد وہ عظیم الشان رومی بیڑا جس کی آمد کا غلغلہ ڈیڑھ دو مہینے سے جزیرہ میں بلند تھا، یوم چہار شنبہ ۴ شوال ۳۵۲ھ کو ایک تجربہ کار جنرل منویل کی سرکردگی میں صقلیہ پہنچا اور مسینا کے ساحل پر لنگر انداز ہوگیا، اس بیڑے میں چالیس ہزار سے زیادہ کار آزمودہ سپاہی تھے مسینا کے عیسائی پہلے سے آمادہ بغاوت تھے، شہر کے دروازے کھل گئے، اور رومی لشکر شہر میں داخل ہوگیا، اور اسی شہر کو اپنا مرکز قرار دیا، یہاں اونے فصیل کی کمزوریاں درست کیں، پھر اوس کے گرداگرد ایک عمیق خندق کھود ڈالی،

یہ رومی لشکر ستم زدگان طبرمین کے انتقام میں آیا تھا، اور نیز جزیرہ کے عام عیسائیوں کو مسلمانوں کے پنجۂ ظلم سے نجات دلانا بھی اس کا مطمح نظر تھا، اس لئے جزیرہ کے عیسائیوں میں بھی جوش وخروش پیدا ہوا، منویل نے جزیرہ میں بھی فوجی بھرتی کی تحریک کی، چنانچہ جزیرہ کے عیسائی ہر طرف سے جوق درجوق اس کے زیر علم آنے گئے، یہانتک کہ اس قدر عظیم الشان لشکر اس کے علم کے نیچے آگیا، کہ عرب مورخین ابن اثیر اور نویری وغیرہ کے بیان کے مطابق اتنی بڑی فوج کبھی صقلیہ میں جمع نہیں ہوئی تھی،

منویل نو دن تک مسینا میں مقیم رہا، اور پھر ۱۵ شوال ۳۵۲ھ کو ایک ٹڈی دل انسانوں کے مجمع کو ساتھ لیکر رمطہ کے عیسائی محصورین کو مسلمان محاصرین سے نجات دلانے کے لئے روانہ ہوا، بعض مورخین کے بیان کے روسے یہ رومی لشکر تقریباً ایک لاکھ انسانوں پر مشتمل تھا، [1]

[1] عقد الجمان در یادگاری ج ۲ ص ۵۶،

ادھر بھی اگرچہ فوج کی تعداد بہت ہی کم تھی لیکن ذو آزمودہ کار قائد حسن کلبی اور حسن بن عمار کے ہاتھوں میں فوج کی کمان تھی، کیونکہ حسن کلبی بھی رمضان ہی میں ابن عمار کی اعانت کیلئے رمطہ پہنچ چکا تھا۔[۱]

حسن اور ابن عمار عیسائیوں کی تیاریوں سے آگاہ تھے اس کے ساتھ اپنی قوت کا بھی اندازہ تھا، علاوہ ازیں اب محصورین کا خوف علیحدہ تھا، کہ وہ عین موقع کارزار پر شہر کے دروازے کھول حملہ آور نہ ہو جائیں۔ اس لئے ان لوگوں نے ایک جنگی حکمت عملی اختیار کی اسلامی لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا، اور چاروں کو چار راستوں پر مقرر کیا، چنانچہ ایک مضبوط دستہ مسینا کے راستہ پر ابن عمار کی نگرانی میں روانہ ہوا، مسینا، رمطہ سے نومیل پر واقع تھا، اور منویل اسی راستہ سے کوچ کرتا آرہا تھا، دوسرا دستہ رمطہ کے رُخ پر محاصرہ قائم رکھنے کے لئے چھوڑ دیا گیا کہ محصورین عقب سے حملہ نہ کر بیٹھیں، اور تیسرا دستہ میقس کے راستہ پر بھیج دیا گیا جو رمطہ سے جنوب کی طرف واقع تھا، یہ راستہ طرمین اور مسینا

[۱] ابن اثیر کی تصریح سے رمطہ کے اس محاصرہ اور آیندہ پیش آنے والی عظیم الشان جنگ کی کمان ابن عمار کے ہاتھ میں تھی لیکن ابوالفدا، اور لسان الدین ابن الخطیب نے اس کو حسن بن علی الکلبی کی طرف منسوب کیا ہے اس لئے ہمارے خیال میں اصل واقعہ یوں ہے کہ ابن عمار پہلے سے محاصرہ کئے ہوئے تھا، حسن افریقیہ سے امدادی فوج لے کر جب صقلیہ پہنچا، تو اس کا ایک حصہ رمطہ کے محاصرہ میں امداد پہونچانے کے لئے یہاں چلا آیا، جو یقیناً حسن ہی کی سرکردگی میں آیا ہوگا اگرچہ حسن کے نام کی کوئی تصریح نہیں ہے چنانچہ ابن اثیر لکھتا ہے،

وسیرھم مع الحسن بن علی والد احمد فوصلوا الی صقلیۃ فی رمضان فسار بعضھم الی الذین یحاصرون رمطہ فکانوا معھم حیث محاصرھا۔ ج ۸ ص ۲۱۲

اور المعز نے تقسیم خلعات کے بعد ان سپاہیوں کو احمد کے والد حسن بن علی کی سرکردگی میں روانہ کردیا، اور وہ لوگ رمضان میں صقلیہ پہنچے اور انہیں سے کچھ لوگ محاصرین رمطہ کے پاس چلے گئے، چنانچہ یہ لوگ بھی محاصرہ میں شریک تھے

اس لئے درحقیقت ان مورخین نے ان واقعات کو حسن کی شخصیت کی وجہ سے اسی کی طرف منسوب کیا اور ابن اثیر نے ابن عمار کے نام کو اس لئے لیا کہ اسی کی سرکردگی میں محاصرہ کا آغاز ہوا تھا۔

Marfat.com

کی آمد ورفت کا تھا، اور نہایت دشوار گذار تھا، اور چوتھے دستہ کو دنش کے راستہ پر بھیجا، جو رمطہ سے شمال مین واقع تھا، اس طریقہ سے ہر چہار طرف سے ناکہ بندی کر دی گئی، ان تقسیم سے اس کا اصل منشا یہ تھا، کہ جب رومی فوج قریب آئے تو میقس اور دنش والے دستے اوس پر میمنہ اور میسرہ سے اچانک حملہ کر بیٹھین، اور پھر سامنے سے خود ابن عمار اپنی جمعیت لیکر ٹوٹ پڑے،

لیکن اتفاق سے مسلمانون کی یہ حکمت عملی منویل پر کسی طرح آشکارا ہو گئی، اور اوس نے بھی نہایت خاموشی سے اپنے دو مضبوط دستے اون دونون راستون پر مقابلہ کے لئے بھیج دئے اور تیز ایک تیسرا دستہ اوس راستہ پر بھیج دیا، جو برم سے رمطہ آتا تھا، تاکہ اگر ابن عمار کی امداد کے لئے کوئی کمک آتی ہو، تو اوسکو بھی روک دیا جائے، اور خود رمطہ کی طرف بڑھتا رہا،

جب دونون فوجین آمنے سامنے آئین، تو منویل نے اپنے لشکر کو چھ صفون مین ترتیب دیا، اور اپنے جنگی قواعد سے اسلامی لشکر کو ہر طرف سے گھیر لینے کی کوشش کی، مسلمانون کی اوس حکمت عملی کی ناکامی سے نقشہ جنگ بگڑ چکا تھا، اسلئے ایک ہی جگہ جمع ہو کر مقابلہ کرنے لگے، اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی، اسی اثنا مین محصورین رمطہ موقع پاکر باہر نکل آئے، اور مسلمانون پر عقب سے بھی حملہ ہونے لگا، اسلامی لشکر اس وقت ایک دائرہ مین محصور تھا، اور ہر طرف سے بجلی کی طرح تلوارین اون کے سرون پر گرنے لگین، دیر تک یہی حالت قائم رہی، آخر مسلمانون کے پائے استقلال مین لغزش آئی، اور نہایت ابتری سے پسپا ہوئے، عقب مین حملہ آور محصورین کی ایک قلیل تعداد تھی اسلئے راستہ ملگیا، اور مسلمان افتان وخیزان کسی طرح اپنے خیمون تک پہنچ گئے،

اب رومیون کو اپنی فتح کا یقین ہو گیا، وہ جوش وخروش سے تعاقب کرتے آگے بڑھے، اس وقت قریب تھا کہ مسلمان ہتھیار ڈالدین لیکن ابن عمار کو یہ بخوبی معلوم تھا کہ یہ میدان صقلیہ کی سہ صد سالہ اسلامی تاریخ کے لئے فیصلہ کن ثابت ہو گا، یہ سوچتے ہی آگے بڑھا، اور ایک زبردست

آواز کے ساتھ چلا اوٹھا،

اَللّٰھُمَّ اِنَّ بَنِی آدَمَ اَسْلَمُوْنِی ، خداوندا! انسانون نے تو مجھے دشمن کے سپرد

کَلَّا تُسْلِمْنِی ، کردیا، مگر تو مجھے ہرگز اون کے سپرد نہ کرنا،

ابن عمار یہی چلاتا ہوا قریب کے ایک دستہ کو ہمرکاب لے کر رومیون کے بڑھتے ہوئے لشکر پر ٹوٹ پڑا، ابن عمار کے اس دستہ کا ایسا متفقہ حملہ تھا کہ گویا ایک ہی شخص تمام رومیون کو زیروزبر کر رہا ہے،

رومیون کو اپنی کثرت تعداد پر ہمیشہ گھمنڈ رہا ہے، ابن عمار کے اس مختصر دستہ کی اس جرأت پر حقارت کی نظر ڈالی، اور ابن عمار کے جواب مین رومی سپہ سالار منویل نے بلند آواز سے چند طنز آمیز فقرے کہے عجب اتفاق، انہی چند فقرون نے مسلمانون پر جادو کا کام کیا، اور کچھ ایسی دینی غیرت وحمیت پیدا ہوئی کہ ہان پر کھیل کر ہر جوان جوش وخروش سے پھر میدان مین کود پڑے اودھر منویل نے بھی وفور غضب سے بیتاب ہوکر خود اپنے گھوڑے کو مہمیز دی اور نیزہ سنبھال لیا، اور ایک جوان مرد مسلمان سپاہی کو ایسا تاک کر نیزہ مارا کہ وہ وہین سرد ہو گیا، منویل ابھی تک فوج کو لڑا رہا تھا، اب وہ خود میدان مین آیا تھا، مجاہدین ایسے موقع کے ہمیشہ انتظار مین رہتے ہین، اس کو دیکھتے ہی ہر طرف سے گھیر لیا اور اپنی پوری طاقت کے ساتھ اوس پر ٹوٹ پڑے اور اس پر نیزون پر نیزے پڑنے لگے لیکن مسلمانون کے نیزے اوس کے آہنی خود اور زرہ بکتر سے اچٹ اچٹ جاتے، تب مسلمانون نے اوسکے گھوڑے کو نشانہ بنایا، گھوڑا چند ٹھوکرون مین زخمی ہو کر گر پڑا، گھوڑے کے گرتے ہی منویل زمین پر آرہا، اور مجاہدین نے چشم زدن مین اوس کا سر تن سے جدا کیا،

منویل کے قتل سے رومیون مین تہلکہ پڑ گیا، بڑے بڑے کارآزمودہ افسر اور مقدس بطارقہ جوش انتقام مین سینہ سپر آگے بڑھے، اس وقت بڑے زورون کا رن پڑا، اسلامی لشکر کے حوصلے بھی بڑھ چکے

تھے، ایک ہی نرغہ میں اس پیش رو جماعت کو کائی کی طرح کاٹ کر ڈال دیا، اب جنگ کا پانسہ پلٹ چکا تھا، پھر بھی رومی لشکر سے میدان پٹا پڑا تھا وہ بھیڑ بکریون کی طرح مسلمانون کے سامنے آتے اور مسلمان صفون کی صفین چاک کرتے چلے جاتے اس سے رومیون مین ابتری پیدا ہوئی، رومی سوارون نے فوج کو بہت کچھ سنبھالنا چاہا، لیکن تھوڑی دیر مین تمام صفین درہم برہم ہوگئین،

اسی اثنا مین تائید ایزدی سے آسمان پر گھنگور گھٹا اوٹھی، اور بادل کی گرج اور بجلی کی تڑپ سے میدان جنگ مین اور زیادہ خوفناک سمان پیدا ہوگیا، اودھر مسلمانون کی تلوارون کی کوند کیا کم تھی کہ گھٹا ٹوپ اندھیرے مین برق و رعد کی خوفناک چمک اور تڑپ سے رومیون مین عام بدحواسی طاری ہوگئی، اسی سراسیمگی مین ایک طرف کو پسپا ہوئے لیکن شومی قسمت سے اودھر ایک عمیق خندق کھدی ہوئی تھی، ادھر مسلمانون کا تعاقب جاری تھا، آخر خوف و دہشت اور عام بدحواسی مین اسی خندق مین کود پڑے لیکن خندق مین جان کی سلامتی کیلئے کچھ آپس مین کشمکش ہوگئی، اور آپس ہی مین ایک دوسرے کا خاتمہ کرنے لگے یہانتک کہ رومیون کی لاشون سے خندق پٹ گئی، اور مفرور رومی سپاہی اپنے گھوڑون کی ٹاپ سے اپنے بھائیون کی لاشین روندتے ہوئے پار نکل گئے، اور میدان جنگ کا مطلع صاف ہوگیا، مگر مسلمانون نے اس وقت بھی پیچھا کرنا نہ چھوڑا، رومی جدھر موقع پاتے فرار ہوتے، اور مسلمان نشان قدم ڈھونڈ ڈھونڈ کر تعاقب کرتے اور پکڑ پکڑ کر قتل کرتے،

جنگ کا آغاز پو پھٹتے ہوا تھا، عصر تک میدان کارزار گرم رہا، پھر فرار اور تعاقب کا سلسلہ رات گذرے تک جاری رہا،

نویری کے بیان کے مطابق مقتولین جنگ کی تعداد دس ہزار سے متجاوز تھی، کچھ لوگ زندہ گرفتار ہوئے جنمین اکثر معززین اور کارآزمودہ قائدین تھے، مال غنیمت کثیر مقدار مین حاصل ہوا جو فوجی خیمہ و خرگاہ گھوڑے باربرداری کے سامان اور آلات جنگ وغیرہ کے علاوہ تھا، اسی سلسلہ مین

مسلمانوں کی خوش قسمتی سے اون کی ایک کھوئی ہوئی عزیز ترین متاع بھی ہاتھ آئی، وہ آنحضرت صلعم کے کسی صحابی کی ایک ہندی تلوار تھی، جو بارہا غزوات نبوی میں آنحضرت صلعم کے حضور میں کام کرچکی تھی، اس مبارک شمشیر پر یہ الفاظ کندہ تھے،

هذا اسیف هندی وزنہ مائة	یہ ہند کی بنی ہوئی تلوار ہے جس کا وزن ایک سو ستر
وسبعون مثقالا طال ما ضرب بین	مثقال ہے اس نے بارہا رسول اللہ صلی اللہ
یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	علیہ وسلم کے سامنے کام دیا ہے،

یہ تلوار غالباً قسطنطنیہ کے پہلے حملہ میں کسی صحابی کے ساتھ قسطنطنیہ گئی ہو، اور یا شام کی لڑائیوں میں حکومت بزنطی کو دستیاب ہوئی ہو، اب یہ متاع گران مایہ مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی، اور یہی اس فتح کا سب سے بڑا ثمرہ تھا،

اس کے بعد جنگ کے تمام قیدی جو تعداد میں صرف دو سو تھے، اور مال غنیمت جس میں یہ تلوار بھی تھی المعز کے پاس مژدۂ فتح کے ساتھ بھیج دئے گئے،[1]

جب دوسری صبح نمودار ہوئی، رمطہ کا میدان سنسان پڑا تھا، جو مفرور رومی بچ گئے تھے، وہ پو پھٹتے ہی ... کی سرزمین کو الوداع کہکر جہازوں پر سوار ہو گئے، اور ریو میں جا کر پناہ لی، انھی کے ساتھ مسینا و نیز دوسرے عیسائی باغی بھی فرار ہو گئے،

حکومت ریو کا قسطنطنیہ کے مفرور سپاہیوں کو پناہ دینا ان معاہدوں کے خلاف تھا، جو اسلامی حکومت صقلیہ اور ریو میں طے پائے تھے، اس لئے رمطہ کی اس جنگ کا آخری میدان آپ سے آپ ریو قرار پا گیا، لیکن ابھی ابن عمار کو شہر رمطہ کا آخری فیصلہ کرنا تھا اسلئے وہ وہیں ٹھہر گیا،

---

[1] نہایۃ الارب حوادث ۳۵۳ھ دراماری ص ۴۹۵، ابن اثیر ج ۸ ص ۴۱۲ و عقد الجمان فی تاریخ اہل الزمان ... ج ۲ ص ۱۸۶

اگرچہ میدان رمطہ مین مسلمانون کی اس پر فخر عظیم الشان فتحمندی کے بعد باشندگان رمطہ مین مقاومت کا حوصلہ باقی نہین رہا تھا، مگر رمطہ کے عیسائیون مین مذہب عیسوی پر فدایت کا جنون آمیز جذبہ ابھی تک کارفرما تھا، اس لئے اون لوگون نے آخر دم تک مسلمانون سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا، اور محاصرہ کے شدائد سے بچانے کے لئے شہر کی ضعیف اور ناتوان آبادی کو جن مین عورتین اور بچے زیادہ تھے شہر کی فصیل سے باہر نکال دیا، اور صرف جنگ آزما سپاہی اپنے چند رشتہ دارون کے ساتھ قلعہ مین محصور ہو کر بیٹھ گئے، مگر پھر ان مین سے بھی ایک ہزار سپاہیون نے فاقہ کشی سے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دئے، اور مسلمانون کے رحم و کرم پر اسلامی لشکر مین چلے آئے، اسلامی سپہ سالار نے انھین گرفتار کر کے بلرم بھیج دیا،

اس کے بعد اسلامی لشکر کے سپہ سالار نے اہل شہر کی بیچارگی و درماندگی کا اندازہ لگا کر طریقہ محاصرہ بدل دیا، اور ایسے مسلسل حملون کا سلسلہ جاری کر دیا، کہ محصورین کو ایک لمحہ بھی اطمینان سے بیٹھنا نصیب نہ ہوتا، یہان تک کہ چند ہی دن کے اندر ایک دن چند مسلمان سپاہی شب کے تاریکی مین فصیل پر سیڑھیان لگا کر چڑھ گئے، اور شہر کے دروازے کھول دئے، اور رات ہی کے وقت پورا اسلامی لشکر شہر مین گھس گیا، اور قتل عام کا بازار گرم کر دیا، جو بچے اور عورتین شہر مین باقی رہ گئی تھین، وہ گرفتار کر لی گئین، اور شہر کی [illegible] مسلمانون کو مال غنیمت مین ملی،

اس کے بعد اس شہر کو بھی طبرمین کی طرح عیسائیون سے خالی کرا لیا گیا، اور یہان بھی مسلمانون کی ایک نوآبادی شہر، مکانون کی معمولی مرمت اور فصیل کے جنگی استحکام کو از سر نو درست کر کے قائم کی گئی اور پھر حسن بن علی الکلبی اور ابن عمار اسلامی لشکر لیکر بلرم چلے آئے،

ایک فیصلہ کن بحری جنگ

حکومت صقلیہ فتح رمطہ کی تکمیل کے بعد ریو کی طرف متوجہ ہوئی، یہان مفرور رومی لشکر، اور صقلیہ کے مختلف رومی شہرون کے مفرور عیسائی باغی پناہ گزین تھے، چنانچہ احمد ایک عظیم الشان جنگی بیڑا خود اپنی سرکردگی مین لیکر اٹلی روانہ ہوا، صقلیہ کے وہ مفرورین پہلے سے خائف تھے، عجب اتفاق کہ اسلامی بیڑا

Marfat.com

عین اسی وقت پہنچا جب وہ لوگ ساحل رتو سے سوار ہو کر جان بچانے کیلئے کسی اور طرف جا رہے تھے، دونوں بیڑوں کا سمندر میں مقابلہ ہو گیا، وہ لوگ بھی پوری طرح مسلح تھے۔ دیر تک بحری جنگ ہوتی رہی اسی اثنا میں چند جانباز مجاہدین سمندر میں کود پڑے، اور جہازوں کو اپنے بحری آلاتِ حرب سے توڑ کر برباد کرنے لگے۔ اس طریقہ سے بیشمار جہاز غرقاب ہو گئے، اسی کے ساتھ خونریزی کا سلسلہ بھی جاری رہا، اور بیشمار عیسائی قتل ہوئے،

اس بحری جنگ میں رومی فوج تقریباً برباد ہو گئی، ان میں کا ایک بڑا حصہ مارا گیا، ایک حصہ سمندر میں غرق ہوا، کچھ لوگ فرار ہو گئے لیکن وہ ایسے منتشر ہوئے کہ کسی کو آپس میں ایک دوسرے کی خبر نہیں ملی۔ اور کچھ لوگ زندہ گرفتار ہوئے جن میں ایک بہت بڑی تعداد معززین و بطارقہ کی تھی چنانچہ ابن خلدون کی تصریح کے مطابق ایک ہزار عمائد معززین اور ایک سو بطارقہ تھے، اور اسی کے شایانِ شان مالِ غنیمت بھی ملا، یہ بحری جنگ اس سلسلہ محاربات میں ایک فیصلہ کن جنگ قرار پائی، اور اس کا نام "وقعۃ المجاز" پڑ گیا۔

مسلمانوں کی اس شاندار فتح سے قسطنطنیہ میں صفِ ماتم بچھ گئی، نقفور قیصر روم اس وقت علاقہ شام میں ایک اسلامی شہر مصیصہ پر حملہ آور تھا، اور اگرچہ مسلمانانِ مصیصہ بہت زیادہ درماندہ ہو چکے تھے لیکن جب اسکو اس حسرتناک تباہی کا حال معلوم ہوا، تو وہ اسی پریشانی و دلتنگی میں محاصرہ سے دستبردار ہو گیا اور دیوانہ وار قسطنطنیہ چلا آیا،

سرزمین یورپ میں ایک [illegible]

صقلیہ کی تاریخ میں یہی جنگ حقیقی معنوں میں فیصلہ کن ثابت ہوئی، اور اسی جنگ کے بعد صقلیہ پر عیسائی دنیا نے حقیقی معنوں میں اقتدار تسلیم کیا، اسی دن سے صقلیہ کی عیسائی آبادی بھی حقیقی طور پر مطیع ہوئی، اور شہنشاہ قسطنطنیہ بھی صقلیہ کے دعوی سے قطعاً دستبردار ہو گیا، اگرچہ امرِ واقعہ کے لحاظ سے دولتِ اغالبہ کے آخر عہد میں فتح صقلیہ پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی تھی لیکن

Marfat.com

یورپین مورخین اسی فتح رمطہ پر صقلیہ مین اسلامی حکومت کی فاتحانہ پیشقدمیون کا سلسلہ ختم کرتے ہین، اور اسی دن سے صقلیہ پر کامل اقتدار تسلیم کرتے ہین، چنانچہ ان کے نقطۂ نظر سے ۱۳۸ سال کی مسلسل تگ ودو کے بعد جو ۲۱۲ھ/۸۲۷ء سے شروع ہوکر ۳۵۴ھ/۹۶۵ء پر ختم ہوتی ہے صقلیہ کی تسخیر پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی، چنانچہ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے۔

جس طرح سرقوسہ (سیراکیوز) باسل مقدونی کے عہد حکومت مین عیسائیون کے ہاتھ سے نکلا اوسی طرح عربون کے حملے نقفور (نکفورس) کے عہد حکومت مین عین اوسی سال جس سال کہ وہ تخت نشین ہوا، پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے، چنانچہ ۳۵۲ھ/۹۶۲ء مین اون لوگون نے طرمین (طاورمینا) پر قبضہ کیا اور سنو سال کے لئے اس نے اسلامی حیثیت اختیار کرلی، اور پھر ۳۵۴ھ/۹۶۵ء مین رمطہ کو بھی نہ ڈال دیا گیا، اور اسلامی مقبوضات مین داخل ہوگیا،

اس طرح ۱۳۸ سال مین عربون [illegible] کیا، جو کنانیٹ (CANAANITE) سے کچھ بہتر [illegible] اب پورا جزیرہ ایک عربی جزیرہ تھا جس [illegible] ایک خالص اسلامی حیثیت اختیار کرلی"[1]

حسن کلبی کی وفات احمد نے اختتام جنگ کے بعد یوم المجاز کے تمام معزز قیدیون اور مال غنیمت کو اپنے باپ حسن کے پاس صقلیہ بھیج دیا، جو اس وقت [illegible] کی حکومت سنبھالے تھا، اوسے یوم المجاز کی ایسی غیر متوقع کامیابی کی کبھی امید نہ تھی، اس لئے جب اوسکو اپنے لڑکے کی اس عظیم الشان فتح مندی کی اچانک خوشخبری پہنچی، اور ایسے ایسے نامی اور مشہور رومی قائدین پابجولان اسکے سامنے لائے گئے تو وہ فرط مسرت سے مدہوش ہوگیا، اور شادمانی وکامرانی کے نشہ سے مخمور قیدیون کی لانے والی جماعت کے استقبال کو آگے بڑھا لیکن اوس کے جذبات مسرت اعتدال پر قائم نہین رہے، جذبات مسرت سے اوسکی طبیعت ہیجان مین آگئی، اور شدت سے بخار چڑھ آیا، اور یہ واقعہ شادی مرگ ثابت ہوا، اور سات

---

[1] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا طبع یازدہم ج ۲۵ ص ۳۲، کنانائٹ یعنی کنعانی یہان اس سے مراد صقلیہ کے فنیقی حکمران ہین،

کی علالت کے بعد ۱۰ ذی القعدہ ۳۵۳ھ مطابق ماہ نومبر ۹۶۴ء کو اوس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، وفات کے وقت اسکی عمر ۵۳ سال کی تھی،

جنوبی اٹلی پر تاخت ادھر احمد بحری جنگ کے اختتام کے بعد اندرون اٹلی میں چلا گیا تھا، کہ یہاں کی مقامی حکومتوں کو ان کی غداری کی سزا دے، چنانچہ وہ مختلف شہروں کو تاخت و تاراج کرتا رہا، بالآخر صلح کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی، اور ... سے عہد نامے مرتب ہوے، جن کے رو سے ایک معقول رقم بطور تاوان کے وصول کیگئی، اور ہر سال کے لئے جزیہ کی ایک متعین رقم کی ادائی طے پائی، اسی اثنا میں اسکو اپنے باپ کے سانحۂ ارتحال کی خبر پہنچی، چنانچہ یہاں کے تمام امور پا یہ تکمیل کو پہنچا کر اوائل ۳۵۴ھ ۹۶۵ء میں صقلیہ آ گیا [1]۔

حکومت بزنطی اور حکومت افریقیہ میں مصالحت حکومت بزنطی ۳۵۴ھ ۹۶۵ء تک کی شکستوں کے تلخ تجربوں کے بعد جب صقلیہ کے دعوی سے دستبردار ہوگئی تو کچھ دنوں کے بعد چاہا، کہ دونوں حکومتوں میں مستقل طور پر دوستانہ مراسم قائم ہو جائیں، چنانچہ ۳۵۶ھ ۹۶۶ء میں حکومت بزنطی اور افریقیہ میں دوستانہ مصالحت کے نامہ و پیام ہونے لگے، اور اسکی ابتدا خود قیصر روم نقفور نے کی المعز نے بھی اس کے جواب میں نہایت خندہ جبینی سے دست مصالحت بڑھایا، طرفین سے عزت و احترام کے ساتھ تحائف کا سلسلہ جاری رہا، اور آخر ایک پائدار صلح نامہ مرتب ہو گیا، اس مصالحت کا تذکرہ عرب و یورپین مورخین دونوں نے کیا ہے، چنانچہ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں قیصر روم نقفور (فوکس) کا سوانح نگار لکھتا ہے، کہ

"جب وہ بری بحری شکستوں کے بعد سسلی کے دعوی سے دستبردار ہوگیا، تو اوس نے ۹۶۷ء میں فرمان روا ے مصر سے صلح کر لی" [2]

تکمیل صلح کے بعد المعز نے پورے حالات کی تفصیل احمد کے پاس لکھ بھیجی، اور صقلیہ میں بھی اس صلح کا اعلان کر دیا گیا، اور اسی سال المعز کی تحریک کے بموجب اسی سلسلہ میں صقلیہ میں چند نئے احکام نافذ کیے گئے۔

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۱۳ نہایۃ الارب در امار ی ص ۲۸۴ ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۵ و ص ۲۰۹ ابو الفداء ج ۲ ص ۹۵ و اعمال الاعلام در یاد گار ... ۲۸۴ ...

[2] ... ص ۵۰ کتاب ... ص ... و نہایۃ الارب در امار ی ص ۲۸۴، دائرۃ ... انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا سوانح نیکیفورس فوکس ج ۱۹ ...

اس کے بعد دونون حکومتون مین نہایت دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے باہم تحائف کے تبادلے ہوئے چنانچہ ۳۵۸ھ / ۹۶۸ء مین قیصر روم کی طرف سے قسطنطنیہ سے المعز کے پاس پھر ہدیے آئے المعز نے اس کے جواب مین خلوص و مودت کے اظہار کے لئے صقلیہ کی دونون عیسائی آبادیون طرمین اور رمطہ کو پہلے کی طرح عیسائیون کے سپرد کر دینا چاہا، چنانچہ احمد کو اس کا فرمان موصول ہوگیا، کہ ان دونون شہرون کو مسلمانون سے خالی کر کے عیسائیون کو دیدیا جائے، اور اس طریقہ سے رومیون نے ان شہرون کو جنہیں وہ بزور شمشیر نہ لے سکتے تھے، عربون سے اپنے دوستانہ مراسم کے پردہ مین حاصل کیا،

طرمین اور رمطہ کی بربادی

المعز کا یہ فرمان خواہ قیصر روم کی خواہش کی تکمیل کے لئے ہو یا دوستانہ تعلقات کے عملی ثبوت کے لئے از خود آیا ہو، بہرحال یہ عام مسلمانان صقلیہ کو نہایت ناگوار گذرا، اور خود والی صقلیہ احمد کے لئے اس درجہ ناقابل برداشت ثابت ہوا، کہ اوس نے امتثال امر کے بجائے اپنے بھائی ابوالقاسم اور اپنے چچا جعفر کو بھیج کر دونون شہر مسلمانون سے خالی کرائے اور انہیں عیسائیون کے حوالہ کرنے کے بجائے مسمار کر کے ان مین آگ لگا دی گئی،

احمد نے جو کچھ کر گذرا وہ محض ایک غیر معتدل ملی و قومی غیرت و عصبیت اور بیجا [illegible] کی کشش انتقام مین تھا، جو ایسے موقعون پر سرزد ہو جاتا ہے، اسی قسم کی ایک مثال دور حاضر مین بھی ملتی ہے، جب جنگ عظیم کے بعد ۱۹۱۹ء مین معاہدہ سیورے طے پایا، اور جرمن امیر البحر کو جرمن بیڑا دشمنون کے حوالہ کرنے کا حکم ملا تو عین اسدن جب وہ جہاز دشمنون کے قبضہ مین جانے والے تھے، جرمن امیر البحر نے جہازون کو آگ لگا کر غرقاب کر دیا،

لیکن اس قسم کے واقعات جب بھی پیش آئین، اور جس جذبہ سے بھی سرزد ہون ان کے ارتکاب کرنے والے حکومت کی نگاہ مین بے قصور نہین ٹھہرتے، اسلئے احمد بھی اس جرم کے بعد اپنے عہدہ پر قائم نہین رکھا جا سکتا تھا، چنانچہ جب المعز کو [illegible] یہ حال معلوم ہوا، تو اوس کی پاداش مین ولایت صقلیہ کے حد سے

اوس کو معزول کیا، اور صقلیہ سے ترک سکونت کر کے افریقہ واپس آنے پر مجبور کر دیا۔

خاندان کلبیہ کا صقلیہ سے انقطاع

احمد شاہی خاندان کی بجا آوری مین اپنے تمام اہل خاندان، بال بچون، بھائی بہن عزیز و اقارب اور اپنی تمام دولت و ثروت اور خدم و حشم کے ساتھ تیس جہازون مین سوار ہو کر صقلیہ سے روانہ ہو گیا، اور اس کے بعد بظاہر خانوادۂ کلبیہ کا ایک متنفس بھی صقلیہ مین باقی نہین رہ گیا، اور صقلیہ سے دولت کلبیہ کا بظاہر انقطاع ہو گیا[۱]۔

کلبین کی صقلیہ سے بے تعلقی مین تعلق

لیکن واقعات کی ترتیب سے جہان تک سمجھا جا سکتا ہے، المعز کا خانوادۂ کلبیہ کے ساتھ یہ برتاؤ صرف ایک سیاسی نمایش تھی، کہ شاہی فرمان کی نافرمانی کی بظاہر سزا دی جائے تاکہ روم و عرب کی اوس مصالحت مین کوئی فرق نہ آنے پائے، اسی لئے المعز نے اپنی برافروختگی کے اوس اظہار کے باوجود خانوادۂ کلبیہ کے ارکان کے ساتھ اون کے افریقہ پہنچنے کے بعد اچھا برتاؤ کیا، اور خود احمد اور خانوادۂ کلبیہ کے دوسرے اکابر کو حکومت کے جلیل القدر عہدون پر سرفراز کیا[۲]۔

جدید والی کا تقرر

المعز نے صقلیہ کو دولت کلبیہ سے بظاہر بے تعلق کر دینے کے بعد ایک خوش آیند طریقہ سے اس بے تعلقی مین بھی ایک تعلق قائم رکھا، اور صقلیہ سے خانوادۂ کلبیہ کے اخراج کے بعد اسی خانوادہ کے ایک آزاد کردہ

---

[۱] نہایۃ الارب در اماری ص ۴۲۷ [۲] جب خانوادۂ کلبیہ افریقہ پہنچا، تو المعز نے احمد کو افریقہ کے پورے بحری بیڑون کا افسر اعلیٰ مقرر کیا، اور اسوقت مصر و شام مین جو پیشقدمی جاری تھی، اسکی نگرانی اوسی کے سپرد کی، لسان الدین ابن الخطیب صاحب اعمال الاعلام لکھتا ہے،

ولما ولی احمد بن حسن قام بامور صقلیہ خیر قیام و والی الجهاد فیہا، استدعاہ المعز بعد لما رحل الی تغلب البلاد المصریۃ والشامیۃ فقدمہ علی جیوش البحر وکانت اساطیلہ عظیمۃ قد ذکرتھا مرادہم

(دیار بکری، جلد ۲ ص ۳۵۴)

اور جب احمد بن حسن صقلیہ کا والی مقرر ہوا تو اوس نے نظم و نسق اور سلسلۂ فتوحات کا بہترین انتظام کیا، پھر المعز نے اوسکو اپنے پاس اوس وقت طلب کیا جب وہ مصر و شام پر حملہ آور ہونے لگا، اور اوسکو بحری لشکر کا افسر اعلیٰ مقرر کیا، چنانچہ اوس کے بڑے بڑے سفینات عظیم الشان تھے جن کا

غلام یعیش کو جو بانی دولت کلبیہ حسن کا پروردہ تھا، والی مقرر کیا، اور اس طریقہ سے اگرچہ کلبین کو بظاہر صقلیہ سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا، تاہم اس تقرر سے دولت کلبیہ کا انتساب کسی نہ کسی حیثیت سے قائم رہا، اگرچہ جدید والی صقلیہ یعیش صقلیہ اور افریقہ دونوں جگہ خود بھی اثر و اقتدار رکھتا تھا، تاہم اوسکی شہرت "موالی حسن" کے انتساب کے ساتھ قائم تھی، اور عجب کیا کہ اس کا تقرر اسی لیے ہوا ہو، کہ مناسب موقع سے کلبین

(بقیہ حاشیہ ص ۳۷۰) اور اسی طرح ابو الفدا لکھتا ہے کہ المعز نے اوس کو اس اہم خدمت کے لیے عارضی طور پر افریقہ طلب کیا اور احمد نے یعیش کو (جو اوس کے بعد والی ہوا) اپنی طرف سے اپنا قائم مقام بنایا، ابو الفدا اور لسان الدین ابن الخطیب نے طریقہ عمل کے غلط کرنے اور اس سلسلہ میں جو وقتی تبدیلیاں ہوئیں ان کا تذکرہ نہیں کیا ہے اس لیے ان واقعات کو ان لوگون نے اس طرز ادا میں بیان کیا ہے،

اسی طرح خانوادۂ کلبیہ کا ایک دوسرا رکن ابو عبد اللہ محمد الکلبی (المولود ۳۱۹ھ ۹۳۱ء) صقلیہ سے افریقہ آنے کے بعد المعز کے مقربین خاص میں شامل ہو گیا، پھر جب المعز مہدیہ سے ترک سکونت کر کے مصر پہنچا، اور قاہرہ میں قیام پذیر ہوا تو وہ بھی اوس کے ساتھ قاہرہ پہنچا، مقریزی لکھتا ہے،

وقدم ابو عبد اللہ ھذا الی مصر مع المعز وکان اخص الناس واقربھم (کتاب المقفی مقریزی) (یہ ابو عبد اللہ معز کی معیت میں مصر پہنچا، یہ اوس کے مخصوص ترین اشخاص اور مقربین میں تھا)

ابو عبد اللہ محمد جب مرض الموت میں مبتلا تھا، تو المعز کو اس سے جو تعلق خاطر تھا، اسکے تقاضہ سے اسکے مکان پر اسکی عیادت کو آیا کرتا، اور جب ۲۰ جمادی الاولیٰ ۳۶۲ھ ۹۷۳ء کو وفات پائی، تو تجہیز و تکفین میں خود شریک ہوا، اور شاہانہ تزک و احتشام سے جنازہ اٹھایا، قاضی نعمان بن محمد نے غسل دیا، اور خود المعز نے نماز جنازہ پڑھائی، پھر خود ہی تابوت کھولا، اور اوس کے بعد اپنے ولیعہد امیر عبد اللہ بن المعز کی استعانت سے لاش کو اپنے ہاتھون سے اٹھا کر تابوت میں رکھا اور قاہرہ کے سکونتی مکان میں دفن کیا،

یہ واقعات ان تعلقات کو اچھی طرح واضح کرتے ہین، جو خاندان بنو فاطمہ اور خانوادۂ کلبیہ کے درمیان قائم تھے، اس لئے المعز صرف کسی ایک امیر کو معزول کر دینے سے اس پورے خاندان کو صقلیہ سے جلا وطن کر دینے پر مجبور نہ تھا، لیکن سیاسی حکمت عملی کا یہی اقتضا تھا کہ فوری طور پر کوئی تبدیلی کی جائے جو والی اختیار کیا گیا وہ اوسی کا تھا جسے احمد نے ان شہرون کے آباد کرنے کیلئے اپنے خاص رشتہ دارون ہی کو منتخب کیا تھا، اسلئے پورے خاندان کا سوال درپیش آ گیا تھا، اور اسی لئے دوبارہ خانوادۂ کلبیہ کو بلا لینے کا فیصلہ کیا،

Marfat.com

کو پھر برسر اقتدار کردیا جائے، اور اسی لئے ہم یعیش کو بھی فرمانروایان کلبین کے سلسلہ کی ایک کڑی شمار کرتے ہین،

احمد کا زمانہ حکومت مورخین احمد کا زمانہ حکومت سولہ سال نو مہینے لکھتے ہین، جو اوس کے قائم مقامی کے زمانہ کو ملا کر ہوتا ہے[۱]

یعیش مولی احسن کلبی فرمانروائے صقلیہ (۳)

۳۵۸ھ – ۳۵۹ھ
۹۶۸ء – ۹۶۹ء

یعیش ۳۵۸ھ ۹۶۸ء مین والی مقرر کیا گیا، باشندگان صقلیہ کو قدرۃً اس کا تقرر ناگوار گذرا، وہ احمد اور خانوادۂ کلبیہ کو مستوجب سزا نہین سمجھتے تھے،

دار الصناعہ کے مزدورون مین کشت و خون اور بغاوت عجب اتفاق کہ اسی اثنا مین جزیرہ مین ایک ... پیدا ہوگیا، اور اسی سلسلہ مین یعیش کے خلاف بغاوت پھیل گئی،

بلرم مین جہاز سازی کے لئے ایک دار الصناعۃ قائم تھا، اور اس پر موالی بنی کتامہ کو زیادہ رسوخ حاصل ہوگیا تھا، یہ کارخانہ صقلیہ کے بڑے کارخانون مین تھا، صقلیہ کے جنگی بیڑے اسی مین تیار ہوتے تھے، اس مین زیادہ تر موالی بنو کتامہ کام کرتے تھے، اور چھوٹے بڑے عہدہ دار اور مزدور اکثر انہین مین سے تھے، یعیش نے برسر حکومت آنے کے بعد اس کے کاریگرون مین موالی بنی کتامہ کے علاوہ صقلیہ کے مختلف اسلامی قبائل کے کاریگر بھرتی کردئے، اور کارخانہ کے اندرونی سیاسیات مین باہمی کشمکش شروع ہوگئی،

---

[۱] ابن اثیر ج ۸ ص ۴۴۹، ابو الفدا ج ۲ ص ۹۷، نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۱، و اعمال الاعلام در یادگاری ج ۱ ص ۴۷۷، اعمال الاعلام مین احمد کے افریقیہ کی روانگی کی تاریخ اواخر ماہ شوال ۳۵۹ھ ہے، ممکن ہے مہینہ کی تعیین صحیح ہو مگر یہ سنہ ابن اثیر نویری اور ابو الفدا وغیرہ کی روایت سے مختلف ہے اور واقعات کی ترتیب سے انہی روایتون یعنی ۳۵۸ھ کی تائید ہوتی ہے،

بغاوت یہ واقعہ کوئی ایسا اہم نہ تھا کہ اس کا اثر سارے جزیرہ مین پھیل جاتا، اور اوسکی وجہ سے ایک عام کشت وخون کی نوبت آجاتی، لیکن جزیرہ مین یعیش کے خلاف جو فضا پہلے سے موجود تھی، اس سے اوسکو مدد ملی، اور اسکی لہر کارخانہ سے نکل کر سارے جزیرہ مین پھیل گئی، ابتدا کارخانہ کے اندر موالی بنی کتامہ اور دوسرے قبیلون کے کاریگرون مین کشت وخون ہوا، اس کا اثر شہر بلرم پر پڑا، پھر موالی جہاں جہان آباد تھے، یہ فتنہ ان مقامات تک پہنچا، اور مرقوسہ وغیرہ مین بدامنی پھیل گئی اور وہان اور اس کے مضافات مین موالی کی ایک کثیر تعداد قتل کی گئی،

یعیش نے ابتداءً معاملات کے سدھارنے کی کوشش کی، اور فریقین مین مصالحت کی سلسلہ جنبانی کی لیکن وسکو کامیابی نہین ہوئی، اسی اثنا مین وہ جماعت بھی اوٹھ کھڑی ہوئی، جو ملک مین یعیش کے خلاف ہنگامہ آرائی چاہتی تھی، چنانچہ ملک مین ہرطرف ہنگامہ وشورش برپا ہوگئی، شورش پسندون نے خاص طور سے ان عیسائیون پر اوتارا، جو صقلیہ مین جابجا آباد تھے، کیونکہ ان کے خیال مین المعز نے انھی کی مدد سے بنی کلبیہ کو یہان سے جلاوطن کیا تھا،

احمد کا دوبارہ تقرر جب المعز کو ان حالات کی خبر ہوئی، تو اوس نے اس کے تدارک کے لئے باشندگان صقلیہ کا مطالبہ منظور کیا، اور یعیش کو معزول کرکے احمد کے تقرر کا دوبارہ اعلان کردیا،

احمد بن حسن کلبی والی صقلیہ (۴)

۳۵۹ھ
۹۶۹ء

احمد کی نیابت احمد دوسری مرتبہ صقلیہ کی ولایت پر سرفراز کیا گیا، اس واقعہ سے صقلیہ مین دولت کلبیہ کی بنیاد اور زیادہ مستحکم ہوگئی، احمد کا یہ دوبارہ تقرر اسکی عدم موجودگی مین عمل مین آیا تھا، وہ اس وقت اپنے سابق عہدہ امارت البحر پر سرفراز تھا، اور مصر کی مہم مین گیا ہوا تھا، اسلئے المعز نے اوس کے بھائی ابوالقاسم کو اس کا قائم مقام

Marfat.com

بنا کر صقلیہ بھیج دیا،

ابوالقاسم احمد کے قائم مقام کی حیثیت سے ۱۰ شعبان ۳۵۹ھ / ۹۷۰ع کو صقلیہ پہنچا، باشندگان صقلیہ نے احمد کے تقرر اور ابوالقاسم کی اس قائم مقامی کو دل سے پسند کیا، ملک میں ہر طرف امن و امان قائم ہو گیا۔[1]

احمد کی وفات
ابوالقاسم کا تقرر

ابوالقاسم چند ماہ تک احمد کی طرف سے نیابۃً فرائض امارت انجام دیتا رہا، لیکن مسلمانان صقلیہ کی بدقسمتی سے احمد کا وہ سفر سفر آخرت ثابت ہوا، اور وہ طرابلس الشام کے ساحل پر کسی مرض میں مبتلا ہوا، اور اواخر ۳۵۹ھ / ۹۷۰ع میں اوس نے وفات پائی، اور اوسکی وفات کے بعد ابوالقاسم کے نام اوائل ۳۶۰ھ / ۹۷۰ع میں مستقل فرمان تقرر موصول ہوا،

ابوالقاسم بن حسن کلبی فرمانروائے صقلیہ (۵)

۳۶۰ھ - ۳۷۲ھ
۹۷۰ع - ۹۸۲ع

المعز نے احمد کی وفات پر اوس کا ابوالقاسم کو تعزیت نامہ بھیجا، اور ایک فرمان تقرر بھیج کر اوس کو صقلیہ کا مستقل والی بنایا، یہ فرمان ماہ محرم ۳۶۰ھ / ۹۷۰ع میں صقلیہ پہنچا،[1]

دولت کلبیہ صقلیہ کا استقلال

ابوالقاسم کلبیین میں وہ خوش قسمت فرمانروا ہے جس کے عہد میں دولت کلبیہ صقلیہ کا استقلال

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۴۴۹، ۴۴۳، سلہ نہایۃ الارب دراماری ص ۴۴۲، ابوالفداء ج ۲ ص ۹۷، اعمال الاعلام دریادگاری ج ۲ ص ۴۰۰، میں نے بقول ابن نہایۃ الارب کے بیان کو ترجیح دی ورنہ اعمال الاعلام میں احمد کی تاریخ وفات یوم پنجشنبہ ۲ ذی الحجہ ۳۵۹ھ بتا دی اور ابوالقاسم کے جدید فرمان تقرر کے آنے کی تاریخ اواخر ماہ رجب ۳۵۹ھ ہی، غالباً سنہ کی تصحیح کے ساتھ تاریخ وفات صحیح ہے۔

Marfat.com

باضابطہ تسلیم کیا گیا، جو دولت فاطمیہ کے پایۂ تخت کے افریقہ سے مصر منتقل ہو جانے کا ایک نتیجہ تھا،

خلافت عباسیہ اور دولت فاطمیہ افریقہ میں اسی وقت سے آویزش شروع ہو گئی تھی جب وہ تاسیس حکومت کے لئے افریقہ آ رہے تھے، یہاں تک کہ چوتھی صدی کے وسط میں حکومت عباسیہ عالم نزع میں آ گئی، اور ان کی حلیف حکومت اخشیدیہ مصر بھی دم توڑ رہی تھی، چنانچہ ۳۵۶ھ میں معز الدولہ جو خلیفہ عباسی پر حاوی ہو چکا تھا انتقال کر گیا، اور اس کے انتقال کے بعد اس کے لڑکے بختیار اور اس کے چچازاد بھائی عضد الدولہ میں باہمی زد و خورد پیدا ہوئی، اور کارکنان دولت عباسیہ اپنے انہی مناقشوں میں الجھے رہے، اور دولت عباسیہ کے ممالک محروسہ اور ان کی حلیف سلطنتوں میں اختلال پیدا ہوا، خصوصاً مصر کے والی کافور اخشیدی کے انتقال کے بعد مصر میں عام اضطراب پیدا ہوا، اور ملک کو قحط کے مصائب سے بھی دوچار ہونا پڑا،

عباسیہ کی حریف سلطنت دولت فاطمیہ کے فرمانروا المعز نے ان حالات سے فائدہ اٹھانا چاہا، اور ایک فوجی افسر جوہر کی سرکردگی میں جو سرزمین صقلیہ ہی کا ایک فرزند تھا مصر پر چڑھائی کر دی، اور ۱۵ شعبان ۳۵۸ھ کو مصر پر قابض ہو گیا، اور پھر اس نے سال کے اختتام سے پہلے شام کا بھی علاقہ فتح کر لیا، اور مصر و شام پر فاطمی پرچم لہرانے لگے،

ان فتوحات کے بعد المعز نے جوہر صقلی کے اصرار سے افریقہ سے منتقل ہو کر مصر کے جدید تعمیر شدہ شہر القاہرہ کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا، جس کی تعمیر جوہر کی سرکردگی میں ۳۶۱ھ تک انجام پا گئی تھی،

چنانچہ المعز ۳۶۱ھ میں اپنے لاؤ لشکر اور خدم و حشم کے ساتھ افریقہ سے روانہ ہوا، پہلی منزل سردانیہ میں قرار پائی، اور یہاں تین چار مہینے مقیم رہ کر مغربی ممالک کے صوبوں کا انتظام کیا، اسی سلسلہ میں افریقہ کی ولایت کو یوسف بن بلکین بن زیری بن مناد صنہاجی کے سپرد کیا جس نے افریقہ میں ایک طاقتور حکومت صنہاجیہ

۱؎ ابن اثیر ج ۸ ص ۲۲۵، ص ۲۲۱، ص ۲۴۳،

قائم کی، لیکن افریقیہ کی ولایت سے صقلیہ اور طرابلس الغرب وغیرہ کو الگ کر دیا، اور ان میں سے صقلیہ کو افریقیہ کے ایک مساوی درجہ حکومت تسلیم کر کے اوس کو مستقل طور پر آل حسن یعنی کلبیین کے سپرد کر دیا اور ابوالقاسم کو اپنی نگرانی میں صقلیہ کا ایک خود مختار فرمانروا تسلیم کیا،

کلبیین اگرچہ عملاً پہلے ہی سے یہاں کے خود مختار والی تھے تاہم اب ضابطہ کے ساتھ یہ خانوادہ یہاں کا شاہی خاندان تسلیم کیا گیا، اور یہاں اون کی ویسی ہی متوارث حکومت قائم ہوگئی جیسی کسی زمانہ میں اغالبہ کی افریقیہ میں قائم تھی، چنانچہ اغالبہ کی طرح ان کا بھی صقلیہ میں سکہ و خطبہ جاری ہوگیا، اور فاطمیین سے اون کا اوسی قسم کا ایک برائے نام تعلق قائم رہا، جیسے اغالبہ کا عباسیہ سے تعلق قائم تھا،

اس کے بعد المعز منصوریہ سے جدید دارالسلطنت قاہرہ مصر پہنچا، اور اب جزیرہ صقلیہ کے مرکزی حکومت سے جو ابتداً تھے وہ افریقیہ کے بجائے مصر سے وابستہ ہوگئے،[1]

المعز کی وفات	ورود مصر کے چند سال کے بعد المعز نے ۱۱ ربیع الآخر ۳۶۵ھ ۹۷۵ء کو قاہرہ میں ۴۵ سال کی عمر میں وفات پائی
اس کی جانشینی	کل مدت خلافت ۲۳ سال، ۱ مہینے ہوئی، المعز نہایت نیک سیرت حلیم طبع اور اہل علم کا قدردان

اور خود ماہر علم و فن تھا، یہ فاطمیین میں سب سے زیادہ خوش قسمت فرمانروا گذرا ہے، حدود مملکت میں دیار مغرب کے علاوہ مصر و شام حرمین شریفین، اور بعض حصص عراق داخل تھے، اس کے بعد اس کا لڑکا نزار تخت خلافت پر العزیز باللہ کے لقب سے سرفراز ہوا،[2]

العزیز باللہ ابو منصور نزار بن معد خلیفہ فاطمی

۳۶۵ھ ۹۷۵ء - ۳۸۶ھ ۹۹۶ء

العزیز ۱۴ محرم ۳۴۴ھ ۹۵۵ء کو افریقیہ پیدا ہوا، ۲۱ سال کی عمر میں تخت خلافت پر بیٹھا، سپہ سالاری کے عہد

---

[1] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۲۴۳ و ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۳۹، ۳۰، ابوالفداء ج ۲ صفحہ ۱۱۱ [2] خطط مقریزی ج ۲ صفحہ ۱۹۷،

پر جوہر صقلی کو سرفراز کیا، اور وزارت عظمی کا قلمدان یعقوب بن کلس کے سپرد کیا،

اب فرمانروایان صقلیہ استقلال تام رکھتے تھے اس لئے خلافت مصر مین تبدیلی کی وجہ سے ابوالقاسم کیلئے ولایت صقلیہ کے فرمان کی تجدید کی ضرورت نہین تھی،

اٹلی کا حملہ صقلیہ پر اور صقلیہ کی جوابی پیشقدمی اٹلی پر

ابوالقاسم ایک امن پسند فرمانروا تھا، مدت تک سکون واطمینان سے حکومت کرتا رہا یہان تک کہ المعز کا عہد کامل امن وامان سے گذر گیا لیکن اوسکی امن پسندی جنگ وجدل اور کشت وخون کو روکنے مین زیادہ دنون تک کامیاب نہ ہوسکی کیونکہ روما پر شاہ جرمنی اوتھو اعظم کے برسراقتدار ہوجانے سے عیسوی دنیا مین نئی جان پڑ گئی تھی، اوس کے انتقال کے بعد جب ۹۷۳ء مین اوس کا لڑکا اوتھو دوم (۹۵۵ء - ۹۸۳ء / ۳۴۴ھ - ۳۷۲ھ) کے لقب سے شہنشاہ ہوا، تو مذہب عیسوی کی خدمت کی ذمہ داری اوس کے ہاتھ مین آگئی، اور اوس نے بڑے جوش وخروش سے کلیسا کی خدمت شروع کی،

چنانچہ عرب مورخین کے بیان کے رو سے ۳۶۵ھ/۹۷۵ء مین اٹلی سے ایک عظیم الشان مسیحی لشکر صقلیہ پر حملہ آوری کیلئے مسینا پہنچا، مجاہدین صقلیہ نے بھی مدت سے شوق جہاد کو پورا نہین کیا تھا، فرمانروائے صقلیہ ابوالقاسم نے جہاد کا اعلان کیا، اور مسلمان جوق در جوق جہاد کی شرکت کے لئے فوج مین داخل ہوگئے جن مین ایک کثیر تعداد علما وصالحین امت کی بھی تھی،

مجاہدین کا یہ مقدس لشکر مبارک ماہ رمضان مین مسینا پہنچا، مگر عیسائی مسلمانون کی تیاریون کی خبر سنکر ابنائے مسینا عبور کرکے اٹلی فرار ہوگئے،

جب ابوالقاسم مسینا پہنچا تو میدان خالی تھا، مسینا کے عیسائیون نے اٹلی کے عیسائیون کی امداد کی تھی اونھین سرزنش کی اور پھر اٹلی روانہ ہوگیا، اور یہان کسنتہ کا محاصرہ کیا، چند دن محاصرہ مین گذرے تھے کہ اہل شہر طالب امان ہوئے اور زر نقد کی ادائی پر صلح ہوگئی اور ابوالقاسم یہان سے ایک دوسری قلعہ جبتوا[1]

---

[1] بعض مورخین نے غلطی کھاہے،

Marfat.com

وچند دیگر مقامات پر پہنچا، اور یہان بھی اسی طرح کامیابی حاصل ہوئی،

اس کے بعد ابوالقاسم نے لشکر کو ۲ دو حصون مین تقسیم کیا، ایک حصہ اپنے ساتھ رکھا، اور دوسرے حصہ کو اپنے بھائی قاسم کے سپرد کیا، جو جنگی جہازون پر سوار ہو کر قلوریہ روانہ ہوا، اور ایک ساحلی شہر بربولہ[ف] پہنچا، اور لشکر کو قلوریہ مین جابجا پھیلا دیا جو تاخت و تاراج کرتا رہا، عیسائیون سے مختلف لڑائیان ہوئین جنمین بہت سے عیسائی کام آئے، اور کچھ گرفتار کئے گئے، اور غلام بنائے گئے، اور کثیر مال غنیمت حاصل ہوا، اور کچھ دنون کے بعد ابوالقاسم ... کر کے ... واپس آیا[۵۲]

رمطہ کی دوبارہ تعمیر | فوجی نقل و حرکت کے اس آغاز کے بعد ابوالقاسم کو رمطہ کی تعمیر کا دوبارہ خیال پیدا ہوا، کیونکہ ... مسینا مین ایسا کوئی مستحکم شہر نہ تھا جہان فوجی چھاؤنی قائم کیجاتی، مسینا کے باشندون سے جزیہ ... اور ... ملی کی گذشتہ بغاوت سے عیسائیون کے حملہ کا ہر وقت اندیشہ ہو گیا تھا، اس لئے ابوالقاسم نے رمطہ کو ... سر نو تعمیر کرنا شروع کیا، تاکہ اس سے صقلیہ کے شمالی ساحل کی نگرانی کا کام لیا جا سکے، رمطہ کی تعمیر کا سال نویری کے بیان کے روسے ۳۵۵ھ اور ابن اثیر کے بیان کے روسے ۳۵۴ھ ہے، غالباً تعمیر کا آغاز ۳۵۵ھ مین ہوا ہو، اور ۳۵۶ھ مین وہ اختتام کو پہنچا، پھر ابوالقاسم نے شہر کی تعمیر کے بعد اپنے موالی مین سے ایک آزمودہ کار افسر کی سرکردگی مین یہان ایک فوج متعین کر دی،[۵۳]

مہم ... البقر | اس کے بعد ابوالقاسم ۳۶۲ھ مین دوبارہ اٹلی روانہ ہوا، اور قلوریہ پہنچا، یہ لشکر اہتمام سے روانہ ہوا تھا، وافر سامان رسد ساتھ تھا، ابرجہ (BRAGIA) مین پہلی منزل ہوئی، یہان ابوالقاسم کو خیال ہوا کہ سامان رسد ضرورت سے زیادہ ہے، اور اس کے نقل و حمل سے فوج کی نقل و حرکت مین دیر ہوتی ہے، اس لئے

ف ابن اثیر میں شہر کا یہی نام ہے، ادریسی کے نقشہ مین ایک شہر کا نام (Bova) ہے، عجب کیا کہ یہی شہر ہو ورنہ تزودر (...) کے بجائے بربولہ چھپ گیا ہو مگر تزودر صوبہ انکبردہ مین واقع تھا، ۵۲ ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۲۹ و بیان المغرب ج ۱ صفحہ ... وانسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۲۰ صفحہ ۲۲۳ ... ۵۳ ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۲۹ و نہایۃ الارب ...

Marfat.com

اوس نے لشکر مین منادی کرادی کہ جس قدر گائین اور بکریان ساتھ ہین، وہ کھالی جائین اور جو اوس کرکی بچ جائین، وہ منتشر کردی جائین، چنانچہ اٹھارہ ہزار مین گائین اور بکریان ذبح کی گئین اور جو باقی بچ گئین، انھین اٹلی کے میدان مین منتشر کردیا گیا، اور پھر فوج کو کوچ کا حکم دے دیا گیا، لوگون نے اسی مناسبت سے ابوالقاسم کی اس مہم کو مناخ البقر (مویشیون کی چراگاہ) کے نام سے موسوم کیا ہے[1]

پھر ابوالقاسم نے سنت اغاثہ (Sant Agata) کا محاصرہ کیا، اہل قلعہ تاب مقاومت نہ لاسکے، اور قلعہ کو مع مال و متاع مسلمانون کے سپرد کردیا، اور یہ اس مہم کی پہلی کامیابی تھی،

تارنٹو کی بربادی اس کے بعد اسلامی لشکر تارنٹو پہنچا، اہل شہر مسلمانون کے ساتھ بارہا بدعہدی کرچکے تھے، اس لئے ان لوگون نے خوفزدہ ہوکر یہ عجیب حرکت کی کہ اسلامی لشکر کی آمد کی خبر سن کر شہر کے دروازے اندر سے بند کردئے، اور پھر فصیل پر چڑھ کر پوشیدہ طور پر شہر کو خالی کردیا، ابوالقاسم کو اسکی کسی طرح خبر لگ گئی، اوس نے فصیل پر سیڑھیان لگا کر چند سپاہیون کو شہر مین پہنچایا، جنھون نے شہر کے دروازے کھول دئے اور مسلمان شہر مین داخل ہوگئے، پھر ابوالقاسم نے فصیل کو مسمار کردینے کا حکم دیا، اور شہر مین جو کچھ مال و متاع باقی رہ گیا تھا اوس پر قبضہ کرلیا، اور پھر شہر مین آگ لگادی،

فتوحات اس کے بعد ابوالقاسم نے فوج کو دو حصون مین تقسیم کیا، ایک حصہ کو شہر اذرنت اور اس کے اطراف مین تاخت و تاراج کرنے کیلئے روانہ کیا، اور خود اوس نے ایک شہر غرنیلیہ (Carignola) کا محاصرہ کیا، یہان مسلمانون اور عیسائیون مین مقابلہ ہوا، اور آخر زر نقد کی ادائی پر صلح ہوگئی، اور اوس کے بعد پوری فوج

---

[1] ابوالفدا، ج ۲ ص ۰۹، سنہ ۵۲ ابن اثیر مین "مسلہ" بغیر نقطون کے ہے ... جو صوبہ انکبردہ مین واقع تھا اور جو نزہۃ المشتاق ادریسی ص ۴۴ مین مذکور ہے، ادریسی کے مختلف نسخون مین اسکا اختلاف ہے، ہم نے اوس کے یورپین تلفظ کے لحاظ سے یہ اختیار کیا ہے، اور یہی ادریسی کے مطبوعہ نسخہ کی ... کیا گیا ہے،

Marfat.com

ہرمن واپس آگئی ۹۵ھ

اوتھو دوم کا حملہ اسلامی نوآبادی پر

مسلمانون کے یہ حملے شہنشاہ اوتھو دوم کی گذشتہ پیشقدمی کے جواب مین تھے، اس لئے اوسے قدرۃً ان حملون کا جواب دینا تھا، اتفاق سے وہ اٹلی و نون اٹلی کی بعض سیاسی گتھیان سلجھا رہا تھا، چنانچہ بنیڈکٹ ہفتم (Benedict VII) کو پوپ کی مسند پر دوبارہ بٹھایا، اور اس موقع پر اوس نے مغربی یورپ کے تمام حصون سے شاہزادون اور امرا کو مدعو کرکے ایک دربار منعقد کیا، اور پھر عربون کے ان حملون کے سدباب کا سوال پیش آیا کہ اٹلی کی سرزمین کو عربون سے خالی کرایا جائے،

سقوط طیطو چنانچہ اوس نے ماہ ستمبر ۹۸۱ء مین صوبہ اپولیا پر پیشقدمی کی اور اوسکو نمایان کامیابی ہوئی[۱] اور پھر اوس نے ایک اسلامی شہر پر قبضہ کرلیا، متاخر مورخین کے بیان کے روسے اوتھو دوم[۲] کو یہ کامیابی ایک اسلامی نوآبادی قلعہ طیطو[۳] (Tarento) پر ہوئی، مسلمانون کو دو لڑائیون مین ناکامی ہوئی، اور قلعہ اون کے ہاتھ سے جاتا رہا،

---

[۱] ابن اثیر ج ۹ صفحہ ۴۹، [۲] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۲۰ ص ۲۷۴، طبع یازدہم انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار کا یہ بیان مجمل ہے، نہیں کہا جاسکتا کہ عربون پر حملہ آور ہونے کی تحریک مغربی یورپ کے شاہزادون اور امرا کے اوسی اجلاس مین ہوکر باہمی مشورت وتعاون باہمی کے اظہار کے بعد طے پائی، یا اوس کے بعد یہ واقعہ پیش آیا، اگر اسی اجلاس مین طے پائی تو مقالہ نگار نے اوس کو عمداً مجمل رکھا، اور اس انداز مین بیان کیا، کہ حرف گیری کا موقع نہ ہو، [۳] عربی اور یورپین ماخذون مین ان لڑائیون کے جو حالات ہین وہ ایک دوسرے سے مطابق ہین، نہ زمانہ اور سنہ مین اختلاف ہے اور نہ اون کے آغاز وانجام کے بیانات مین، جو کچھ اختلاف ہے وہ یہی حملہ آور عیسائی فرمانروا کے نام مین ہے، عرب مورخین اس کا نام بردویل لکھتے ہین، اور یورپین ماخذون مین یہ واقعات اوتھو دوم کے نام لکھے ہین، بردویل اور اوتھو مین کوئی مطابقت سمجھ مین نہین آتی، ایک شبہ ہوتا ہے، اور شاید یہی صحیح ہو، کہ بردویل بنیڈکٹ کا معرب ہے، بنیڈکٹ ہفتم رومی کلیسا کا پوپ اور سلطنت کلیسا کا فرمانروا تھا، اور اوتھو دوم سلطنت کلیسا کا شہنشاہ اور اوتھو کی مہم مین تمام سرگرمیان کلیسا کے زیر اہتمام جاری تھین، اسلئے یہ کچھ مستبعد نہین کہ عرب مورخین نے اوتھو کی سرگرمیون کو بنیڈکٹ کی جانب منسوب کردیا ہو، اسلئے ہم بردویل کے بجائے اوتھو دوم کے نام کو متن مین درج کرتے ہین، طیطو کے نام مین کتابون کے مختلف نسخون مین اختلاف ہے، ابن خلدون مین "رمطہ" ہے، لیکن یہ بہرصورت نسخہ کی غلطی ہے، ابن اثیر کے مطبوعہ نسخہ نے بھی متن مین "ملطہ" ہے، یہ بھی صحیح نہین کہ عربی مین جزیرہ مالٹا کو ملطہ لکھتے ہین، اور مالٹا پر اس عہد مین

Marfat.com

صقلیہ کا جوابی حملہ اٹلی پر

جب ملیطو کے سقوط کی خبر صقلیہ پہنچی تو ابو القاسم ماہ ذیعقدہ ۳۷۱ھ (۹۸۲ء) مین ملیطو کو گذار کرانے کیلئے اٹلی روانہ ہوا لیکن عجب اتفاق کہ جب منزلِ مقصود کو صرف ایک مرحلہ باقی رہ گیا، تو اسکی طبیعت پر افسردگی طاری ہوئی، اور مقابلہ کا ارادہ فسخ کردیا، اور فوج کے بڑے افسرون کو بلا کر کہا کہ "مین یہان سے لوٹ جانا چاہتا ہون آپ لوگ میری مخالفت نہ کرین، ہم اس تنگ مقام کو چھوڑ کر کسی دوسرے مقام پر دشمنون کا مقابلہ کرین گے"

چنانچہ اس فیصلہ کے بعد جنگی بیڑون کا رُخ پھیر دیا، مگر اتفاق سے وہین کسی طرف سمندر مین عیسائیون کے چند جہاز چکر کاٹ رہے تھے، اونھون نے مسلمانون کی یہ بدحوصلگی دیکھ لی، اور اوتھو کے پاس نامہ بھیجے کہ مسلمانون نے اوس سے مرعوب ہو کر جنگ کا ارادہ فسخ کردیا اور واپس لوٹ گئے، اون کا تعاقب کیا جائے کامیابی یقینی ہے،

اوتھو دوم یہ سنتے ہی فوج لیکر روانہ ہوا، اور ۱۵ دن کے سفر کے بعد ۲۰ محرم ۳۷۲ھ مطابق ماہ جولائی ۹۸۲ء کو اسلامی لشکر سے دوچار ہوا،

سرزمین اٹلی مین مقام اسٹیلو (STILO) کے پاس دونون فوجون کا مقابلہ ہوا مسلمان پہلے سے افسردہ خاطر تھے، اوتھو نے اپنے پہلے ہی حملہ مین مسلمانون کی صفین درہم برہم کردین، پھر کچھ دیر کے بعد مسلمانون نے ازسرنو مقابلہ کیا۔ دونون طرف کے بہادرون نے دادِ شجاعت دی اور دونون طرف کے مرد میدان سپاہی کٹ کٹ کر میدان مین گرنے لگے، فتح و شکست کا کوئی فیصلہ نہ ہوسکا،

امیر ابو القاسم کی شہادت

اسی اثنا مین عیسائیون کا ایک دستہ ابو القاسم کے حلقہ کی طرف بڑھا، جو اپنے چند جان نثار غلامون کے محافظ دستہ کی حفاظت مین سمندر کے کنارے گھوڑے پر سوار تھا، عیسائی فوج کے اوس دستہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۰) عیسائیون کا کوئی حملہ نہیں ہوا، ابن اثیر کے دوسرے نسخہ مین جسکے اختلافات حاشیہ پر درج ہین ملطیہ ہے ہمارے خیال مین یہی لفظ صحیح ہے، ملطیہ دراصل وہی قلعہ ہے جسکو ادریسی نے ملیطو لکھا ہے۔

اس جماعت پر حملہ کیا، ابوالقاسم کا دستہ مختصر تھا، عیسائیون کو غلبہ حاصل ہوا، اور آزمودہ کار مجاہدین کام آنے لگے، اتفاقِ وقت اسی حملہ مین ایک عیسائی سپاہی کسی طرح ابوالقاسم تک پہنچ گیا، اور اس کی پیشانی پر تاک کر ایک ایسا نیزہ مارا کہ اوس کا سر پھٹ گیا، اور گھوڑے سے گرتے ہی دم توڑ دیا،

مسلمانون کی فتح اور اوتھو دوم پر ابوالقاسم کی یہ شہادت واقعہ کے لحاظ سے نہایت اہم تھی لیکن خوش قسمتی سے ابوالقاسم کی شہادت مستور رہی، نہ مسلمانون کو خبر ہوئی کہ وہ اپنی ایسی گرانمایہ دولت کھو چکے ہین، اور نہ عیسائیون کو پتہ چلا کہ وہ اصل میدان جیت چکے ہین[۱] اسلئے لڑائی کا سلسلہ بدستور قائم رہا،

اس واقعہ کے تھوڑی دیر کے بعد مسلمانون نے تازہ دم ہو کر پھر ایک سخت حملہ کیا، عیسائیون نے بھی ترکی بترکی جواب دیا لیکن اس مرتبہ وہ زیادہ ثابت قدم نہ رہ سکے، اور پسپا ہونے لگے، مسلمانون نے یہ دیکھ کر حملہ اور زیادہ سخت کر دیا، اور عیسائیون مین ایک عام بھگدڑ پڑ گئی، مسلمان پیچھا کر کے قتل کرتے رہے،

اوتھو دوم کا فرار تعاقب کا سلسلہ رات تک جاری رہا، اتفاق سے مفرورین مین خود اوتھو ایک گھوڑے پر بھاگتا ہوا نظر آیا، مسلمانون نے اس کا پیچھا کیا، اور اوس کے گھوڑے تک پہنچ گئے، وہ بھاگتا جاتا، اور حملون کا جواب دیتا جاتا، یہان تک کہ اوس کے گھوڑے نے جواب دے دیا، وہ خود بھی زخمون سے چور ہو چکا تھا، اور قریب تھا کہ مسلمان اسی میدان مین اس کا کام تمام کر دین مگر ایک یہودی کی جان نثاری کام آئی، وہ اس کے مفرورین مین تھا، اوس نے اپنا گھوڑا اوس کے سپرد کیا، اور کہا میرے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ، اگر میں مارا جاؤن تو میرے بال بچے تمھارے سپرد ہین، اوتھو اوسی گھوڑے پر سوار ہو کر تا فاناً نظرون سے اوجھل ہو گیا، اور وہ یہودی جان سے مارا گیا،

اوتھو فرار ہو کر اپنے خیمہ مین پہنچا، یہان اوس کے اہل و عیال اور چند احباب موجود تھے اونھین ساتھ لیا، اور ایک تیز رو جہاز پر یہان سے چھپ کر روسانو روانہ ہو گیا، عرب مورخین

---

[۱] عیسائی مورخین کو اب تک اسکی خبر نہین چنانچہ انسائیکلو پیڈیا وغیرہ کے مقالہ نگار اور مورخین اس کا تذکرہ نہین کرتے،

اسکی روانگی روما کو لکھتے ہیں،

اوتھو دوم کی موت

اس کے بعد عرب مورخین کا بیان ہے، کہ اوتھو کو اس جنگ میں ایسے کاری زخم لگے تھے کہ وہ جانبر نہ ہو سکا، اور کچھ دنون کے بعد انتقال کر گیا، اور دوسری طرف یورپین مورخین میں ان کو اس کا اعتراف تھا کہ اوس کی موت طبعی نہین ہوئی، صدمات سے انتقال ہوا لیکن ان صدمات کا تعلق عربون کی اس جنگ سے نہین، بلکہ اوتھو جرمنی کی مشرقی سرحد پر عام بغاوت کی خبر سنکر ۷ دسمبر ۹۸۳ء کو روما میں بعمر ۲۸ سال انتقال کر گیا۔[1]

انسائیکلوپیڈیا میں اوتھو کی شکست کی غلط توجیہ

اس جنگ کے صرف آخری حملہ مین چار ہزار عیسائی مقتول اور بہت سے بطارقہ گرفتار ہوئے اور اٹلی اور جرمنی کی سلطنتون پر اس کا گہرا اثر مرتب ہوا لیکن یورپ مورخین اوتھو دوم کی اس ذلت آمیز شکست کی پردہ پوشی کے لئے اس کے بعض دوراز کار اسباب بیان کرتے ہین، چنانچہ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا میں اوتھو دوم کے سوانح نگار نے اس شکست کو ہلکا کرنے کیلئے اوس کو اس رنگ مین پیش کیا ہے:۔

"اور پھر اوس نے اٹلی کی سرزمین پر عرب حملہ آورون کو سزا دینے کی تحریک کیگئی، اور ستمبر ۹۸۱ء مین اوس نے اپولیا مین کوچ کیا، جہان اوسکو اولا ایک لائق التفات کامیابی حاصل ہوئی،

لیکن عرب اور مشرقی سلطنت (بیزنطی حکومت) کے درمیان ایک معاہدہ ہو گیا، اور مشرقی سلطنت اس وجہ سے مشتعل ہوئی کہ اوتھو نے اپولیا پر حملہ کیا تھا، اور اس صلح نامہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ اوتھو کی فوجون کو سٹیلو کے قریب جولائی ۹۸۲ء مین ایک سخت ہزیمت اوٹھانی پڑی"،

حکومت بیزنطی کا اپولیا کے حملہ پر مشتعل ہو جانا ایک امر آخر ہے لیکن حکومت بیزنطی اور عرب کے درمیان کوئی صلح جو ہوئی تھی اس کی روداد اس سے پیشتر گذر چکی ہے، دیکھنا یہ ہے کہ جب حیرت انگیز امر ہے کہ ایک معاہدہ صلح

[1] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا جلد ۲۰ صفحہ ۳۸۳ تاریخ اوتھو دوم طبع یازدہم،

سکے، اوتو کو کالون پر ۸۱۵ برس پیچھے مجبوراً اپنے ہتھیار ڈالنے پڑے کہ اتنے بڑے ایک شہنشاہ کی شکست کا جرم ہلکا ہوتا ہے، وہ معاذ عرب مورخین کے متفقہ بیان کے رو سے اوتھو دوم کی تخت نشینی سے کالون سات برس پہلے وقوع اولی کی جنگ مین ہوا تھا، چہ جائیکہ اوس کا وقوع ۹۸۱ع کے حملہ اپولیا کے بعد بعض ان حملہ اپولیا کے باعث تصور کیا جاوے، اسکو صرف عرب مورخین ۳۷۲ھ مین لکھتے ہین جسکے مطابق ۹۸۲ع ہوتا ہے بلکہ خود انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کی ایک دوسری جلد مین نقفور (فوکس) کا سوانح نگار اس حقیقت کو بیان کرتا ہے اور انسائیکلوپیڈیا کے اوراق کی تردید انسائیکلوپیڈیا ہی کے اوراق سے ہوتی ہے، نقفور فوکس کے سوانح نگار کا وہ بیان یہ ہے:-

"لیکن بری و بحری دونون شکستون سے مجبور ہو کر وہ (نقفور) اس بات پر مجبور ہوا کہ ۹۶۷ع مین اس نے دشمن (یعنی مسلمانون) سے صلح کر لی اور اوتو اول سے اپنے کو محفوظ کرنے کی طرف متوجہ ہوا جو دونون (حکومت صقلیہ و حکومت افریقیہ) کا دشمن تھا"

فرمانروایان یورپ کے کالون کے نتائج

بہرحال اس شکست کا جرمنی اور اٹلی کی سلطنتون پر گہرا اثر پڑا، چنانچہ اٹلی اور جرمنی کے شاہزادون کی ایک دوسرے کا نظریہ بدل گیا اور اس مین ان مختلف سلطنتون کے فرمانرواؤن نے عربون کو تباہ و برباد کرنے اور انکو اٹلی سے خارج کر دینے کا ایک نیا عہد و پیمان کیا، جسکے نتیجے بعد مین ظہور پذیر ہوئے

مجاہدین کی مراجعت اور ابوالقاسم کی جانشینی

سلسلہ بیان کے لحاظ سے صقلیہ کا اسلامی لشکر ابھی اٹلی کے میدان جنگ مین ہی تھا وہان جنگ کے خاتمہ کے بعد مسلمانون کو ابوالقاسم کی شہادت کی خبر ملی اور فوج مین کہرام مچ گیا، ابوالقاسم کا لڑکا جابر فوج مین موجود تھا، اوس نے باپ کی جانشینی کی، اور بہ عجلت صقلیہ کی واپسی کا اہتمام کیا، مسلمانون نے مال غنیمت جمع کر لیا تھا، اور کچھ تقسیم بھی کر لیا مگر جابر نے اس قدر جلدی مچائی کہ مال غنیمت جمع کرنے سے روک دیا، اور اس کا بہت کچھ ساز و سامان میدان مین پڑا رہ گیا اور جابر اپنی فوج لیکر بادیدۂ پرنم صقلیہ چلا آیا اور یہان تجہیز و تکفین کے مراسم ادا کر کے صقلیہ ہی کی خاک کے سپرد کر دیا

ابوالقاسم کا عہد حکومت و عادات و خصائل

ابوالقاسم کی حکومت کا زمانہ بارہ سال پانچ مہینے اور پانچ دن ہے، مورخین کا بیان ہے کہ وہ ایک نیک سیرت حلیم بردبار، عادل منصف، اور امن پسند فرمانروا تھا، حکومت

کے فرائض سعی و جانفشانی سے ادا کرتا، اور اگرچہ امن پسند تھا لیکن جب اوسکو چھیڑ دیا جاتا، تو لڑائیون مین بھی سرگرمی سے حصہ لیتا، اور لڑائیون مین خود شریک ہوتا، آخری مہم مین موت سے ہمکنار ہوتا تھا، شاید اسی لئے بشارت خواب آئی، اور از خود دل پر ایسے اثرات طاری ہوئے کہ واپسی کا فیصلہ کر بیٹھا اور اسلئے بعض مورخین نے اس واقعہ خاص کو اسکی بزدلی سے تعبیر کیا لیکن بعض دوسرے مورخین نے اوسکو اسکی رائے کی غلطی پر محمول کیا ہے۔ ذاتی فضائل مین بھی یگانہ تھا، جود و افضال روزگار مین تھا اور اس لئے علما، و اہل علم کا نہایت قدردان تھا، داد و دہش اوس کے ممتاز خصائل تھے، وفات کے بعد نہ ایک درہم نہ دینار چھوڑا، اور نہ اوس کے ورثہ کو جائداد غیر منقولہ کا کوئی ایک چپہ ترکہ مین ملا، کیونکہ ذاتی ملکیت جو کچھ تھی، سب کو آغاز ہی مین [illegible] کے لئے وقف کر چکا تھا، اس لئے اوس کی وفات سے صقلیہ کے عام باشندون کو سخت ملال ہوا، اور اپنے انہی اوصاف و خصائل اور جنگ مین شہادت پانے کی وجہ سے شہید کے لقب سے پکارا گیا، اور ابوالقاسم الشہید اس کا نام پڑ گیا۔[1]

جابر بن ابوالقاسم کلبی فرمانروائے صقلیہ (۲)

۳۷۲ھ — ۳۷۳ھ / ۹۸۲ء — ۹۸۳ء

جابر کی نااہلی اور زمان تقرر

جابر اٹلی ہی مین اپنے باپ کا جانشین ہو گیا تھا، لیکن افسوس ہے کہ اوس مین حزم و احتیاط، تدبر و دور اندیشی اور اصابت رائے کا فقدان تھا، وہ ابوالقاسم کا صحیح جانشین ثابت نہین ہوا، اور برسر حکومت ہوتے ہی اس کی کمزوریان آشکارا ہونے لگین، مگر اوس کے باوجود خلیفہ ثانی العزیز باللہ نے اسکی ولایت کی تصدیق کر دی، اور تھوڑے عرصے اوسکا زمان تقرر معزول ہو گیا، جسمین اوس کا اپنے باپ

[1] ابن اثیر ج ۹ ص ۱۱، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۲، ابو الفداء ج ۲ ص ۱۲۰، نہایۃ الارب درامار ی ص ۲۴۲، اعمال الاعلام درامار ی ص ۷۴، دائرۃ المعارف برطانیکا ج ۲۰ ص ۸۴۰، تاریخ اٹلی از مور ج ۲ ص ۳، تاریخ بیزنطینی ج ۴ ص ۱۵۰، تاریخ انحطاط و زوال سلطنت روما گبن ج [illegible] ص ۱۰، ہسٹوریکل ہسٹری ج ۵ ص ۱۶۰ (اردو دائرۃ المعارف)۔

Marfat.com

کی جگہ صقلیہ کا فرمانروا تسلیم کیا، چنانچہ اوس کے بعد وہ صقلیہ کے قصر شاہی مین جو موجودہ خلیفۂ فاطمی العزیز کے نام سے "قصر عزیزیہ" کہا جاتا تھا، فروکش ہوا، اور انصرامِ حکومت مین مصروف ہو گیا،[۵]

چند ہی ماہ مین اس کے خلاف عام جذبات پیدا ہوئے خصوصاً فوج مین بغاوت پھیل گئی، اور اس کی کمزوریون اور بد انتظامیون کا عام چرچا ہونے لگا، دربار مصر تک پے در پے شکایتین پہنچین، اور اسکے معزول کرنے کا مطالبہ ہونے لگا،

عزل و جانشینی آخر العزیز نے اوس کو معزول کر دیا، اور اوس کے بجائے خانوادہ کلبیہ مین سے ایک لائق اور تجربہ کار شخص جعفر بن محمد کو نامزد کیا، جو اوس وقت مصر مین موجود تھا. جابر کو قدرۃً اپنی معزولی کا رنج ہوا لیکن اپنی کمزوریون سے آگاہ تھا، خاموشی سے دستکش ہو گیا، یہ واقعہ اسی سال ۳۷۶ھ / ۹۸۶ء مین پیش آیا،

زمانہ حکومت جابر کا زمانہ حکومت صرف ایک سال کچھ مہینے رہا،

۵ لیکن ابو الفدا کے بیان کے روسے فرمان تقرر موصول نہین ہوا وہ لکھتا ہے. فولی الامر ابنہ جابر بغیر ولایۃ الخلیفہ یعنی ابو القاسم کے بعد اس کا لڑکا جابر خلیفہ مصر کے فرمان کے بغیر والی ہوا) لیکن دوسری طرف لسان الدین ابن الخطیب اور نویری بہ تصریح لکھتے ہین کہ فرمان تقرر موصول ہو چکا تھا، نویری لکھتا ہے، ولی بعدہ جابر بن ابی القاسم فسر آہ سجل العزیز باللہ بن المعز لدین اللہ من مصر (اس کے بعد جابر بن ابو القاسم والی ہوا، اوسکو العزیز کی طرف سے تقرر فرمان پہنچا) ممکن ہے ابو الفدا نے اسلئے لکھا ہو کہ جابر ابھی نیا ہی والی بنا تھا، اوس وقت بہرحال تقرر کا کوئی فرمان نہین آسکتا تھا، اور پھر اوس کے بعد ہی جابر سے کمزوریان ظاہر ہوئین، اور وہ معزول کر دیا گیا، اسلئے گمان ہوسکتا ہے کہ تقرر کا فرمان نہ آیا ہو، لیکن ابو الفدا اور نویری دونون سے قدیم روایت لسان الدین بن الخطیب کی ہے، وہ جس انداز مین اوسکو لکھتا ہے اوس سے یہ شبہات بھی اسکے دور ہو جاتے ہین، لکھتا ہے، ولم یکن بجابر حزم ولا سداد ولکن وصلہ تقلید نزار ملک العبیدیہ من مصر وسجل لہ علی ملک ابیہ (یعنی جابر مین اگرچہ حزم واصابت رائے کا فقدان تھا، اسکے باوجود اوس کو نزار فرمانروائے عبیدیہ مصر کی طرف سے فرمان آیا جس نے اوسکو اوسکے باپ کی جگہ مقرر کیا)

دیکھو ابو الفدا ج ۲ ص ۱۲۶ نہایۃ الارب نویری ورق ۲۲۳ و اعمال الاعلام لسان الدین بن الخطیب دیباد مجموعہ مضامین ج ۲ ص ۸،

جعفر بن محمد کلبی فرمانروائے صقلیہ (۷)

۳۷۳ھ - ۳۷۵ھ
۹۸۳ء - ۹۸۵ء

جعفر خانوادۂ کلبیہ کا رکن رکین اور سابق فرمانروا جابر بن القاسم کا چچا زاد بھائی تھا، اس کا سلسلۂ نسب یہ ہے محمد بن جعفر بن حسن (بانیٔ دولت) بن علی بن ابی الحسین،

جعفر مصر میں شعبۂ وزارت کے کسی جلیل القدر عہدے پر فائز تھا، اور العزیز کو اس پر کامل اعتماد تھا، جس کی وجہ سے حکومت کے معاملات میں دخیل رہتا تھا اسلئے اسکو مصر چھوڑنا ناگوار گذرا اور یہ تقرر پسند نہ آیا، لیکن مصر میں اس کی روز افزوں ترقی، اور بارگاہ خلافت میں اس کی پذیرائی و رسوخ مصر کے وزیر اعظم یعقوب بن کلس کو کھٹک رہی تھی، اس لئے وہ موقع کا منتظر تھا اور کسی مناسب طریقہ سے مصر سے اس کو علحدہ کرنا چاہتا تھا، اسی اثنا میں سابق فرمانروائے صقلیہ جابر کی شکایتیں دربار خلافت میں پہنچیں ابن کلس نے موقع کو مغتنم سمجھا، اور اس عہدہ کے لئے جعفر کا نام پیش کردیا جعفر خانوادۂ کلبیہ کا رکن تھا، اور اس عہدہ کیلئے کسی کلبی فرمانروا کی ضرورت تھی، پھر یعقوب بن کلس کی شخصیت بھی ایسی نہ تھی کہ جعفر اس کا کھلا ہوا مقابلہ کرتا، اس لئے جعفر نے خاموشی سے سپر ڈال دی، اور چار و ناچار بارگاہ خلافت کی اس پیشکش کو قبول کرلیا،

جعفر کا ورود صقلیہ جعفر بری راستہ سے ساحل میرہ ہو کر مصر سے روانہ ہوا، مشہور ترکی قائد بلکتگین آقائی محمود غزنوی بھی جعفر کا ہمسفر تھا، یہ لوگ دوم چہارشنبہ ۲۵ صفر ۳۷۳ھ (۹۸۳ء) کو المنصوریہ پہنچے اور پھر جعفر منصوریہ میں چند دن کے قیام کے بعد صقلیہ روانہ ہوا، اور جابر سے حکومت کا جائزہ لے لیا،[۱]

۱؎ ابو الفداء ج ۲ ص ۱۰۹، اعمال الاعلام یادگاری ج ۲ ص ۸۰، ۴۸ و نہایۃ الارب، ابن اثیر و ابن خلدون وغیرہ،

جعفر ایک ہوشمند مدبر فرمانروا ثابت ہوا حکومت کی تمام بدانتظامیون کی اصلاح کی، اور انتظام مملکت مین مصروف ہوگیا، اور ایک سال مین حکومت مین جو جو خرابیان پیدا ہوگئی تھین، وہ درست ہوگئین اور ایک عمدہ نظم و نسق قائم ہوگیا۔[۱]

رمطہ اور طبرمین کو عیسائیون کے حوالہ کرنے کا دوبارہ فرمان

کچھ دنون کے بعد جعفر کو ایک مشکل درپیش ہوئی، واقعہ یہ تھا کہ خلیفہ فاطمی العزیز باللہ کے حرم مین ایک عیسائی خاتون سیدۂ عزیزہ کے لقب سے تھی، چونکہ عزیز کو دل سے عزیز تھی اوس نے رسوخ و اثر سے صقلیہ کی سیاسیات مین مداخلت کی، اور صقلیہ کے عیسائی قیدیون کے آزاد کرنے اور عیسائیون کے اون شہرون کو جنھین ایک مرتبہ المعز بھی عیسائیون کو واپس کردینے کا حکم نافذ کرچکا تھا، انھین واپس کردینے کا حکم جاری کرایا۔

چنانچہ "سیدۂ عزیزہ" کا بھائی جو راہب بھی تھا، ایک فرمان لے کر جعفر کے پاس پہنچا، کہ صقلیہ کے شہر مسینس، رمطہ اور طبرمین کو اس راہب کے سپرد کردے، اور اوس کے پاس جسقدر پرانے اور نئے عیسائی قیدی مین ان سب کو بھی اس کے حوالہ کردے،"

جعفر کا بہ لطائف الحیل ٹالنا

العزیز کا یہ فرمان صقلیہ مین اس مرتبہ بھی اوسی قدر ناپسندیدہ سمجھا گیا جس قدر اس سے پہلے اس قسم کے فرمان پر بھی ظاہر ہوچکی تھی، لیکن جعفر نے احمد کے برخلاف ہوش و خرد سے کام لیا اور حکمت عملی سے اس پر غالب آ گیا، چنانچہ جب وہ راہب ایک مہینہ کے بعد صقلیہ پہنچا، تو جعفر نے اوس کا پرتپاک خیر مقدم کیا، اور اوسکو اپنا مہمان بنایا، لیکن راز داری کے ساتھ اس پر سخت نگرانی رکھی کہ وہ صقلیہ کے عیسائیون مین سے جن لوگون سے ملنا چاہے، انھین اس سے ملنے کی باز رکھا جائے، یہان تک کہ چار مہینے اسی طرح بلطائف الحیل گذر گئے، اوسکے بعد اوس نے العزیز کے فرمان کی تعمیل کا خیال ظاہر کیا، اور فرمان کے دوسرے ٹکڑے یعنی عیسائی قیدیون کو اوس کے حوالہ کردینے کی تعمیل اس دلچسپ طریقہ سے کی کہ عیسائیون مین جس قدر بوڑھے

[۱] ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۱۲

بوڑھیاں، مریض، اپاہج، اور لنگڑے لولے تھے، سب کو جمع کرکے اوس کے سپرد کیا، اور اوس سے کہا کہ آپکو یہاں قیام کرنے کی اجازت نہیں وہ ان سب کو ساتھ لیکر یہاں سے فوراً کوچ کر جائے۔

چنانچہ وہ راہب حیران و ششدر صقلیہ سے اون سب عیسائیون کو ساتھ لے کر اوٹھ کھڑا ہوا، اور سیدھے قسطنطنیہ چلا آیا، اور وہان پہنچ کر العزیز کو ایک مکتوب کے ذریعہ تمام سرگذشت لکھ بھیجی۔

ادھر جعفر نے بھی العزیز کے سامنے اپنی جوابدہی کا سامان کیا کوئی معقول عذر موجود نہ تھا اس لئے ایک دوسری تدبیر اختیار کی، جو کارگر نکلی، چنانچہ اوس نے صقلیہ سے راہب کی روانگی کے بعد نہایت رازداری سے ایک اندلسی جہاز خریدنے کا حکم دیا، اور پھر اس مین ہر قسم کے عمدہ اندلسی سازو سامان مہیا کئے، پھر صقلیہ مین مشہور کرایا کہ جہاز یہان اس کے پاس ابن ابی عامر فرمانروائے اندلس کا فرستادہ آیا ہے، اس کے بعد العزیز کو حسب ذیل مکتوب بھیجا:۔

"فرمانروائے اندلس کا پیغام آیا ہے کہ مین اسکی اطاعت قبول کرون اور اس [illegible] اطاعت [illegible] یہی شرط ہوگی کہ مین اس امر مین قطعاً خود مختار رہونگا جب چاہون اندلس سے قطع تعلق کرکے اپنی خود مختاری کا اعلان کردون"

اس وقت امر واقعہ یہ تھا کہ صقلیہ کی حکومت کلبیہ معناً خود مختار تھی محض ایک رسمی حیثیت سے اس کا مصر سے تعلق قائم تھا، اس لئے جعفر کی یہ چال چل گئی، اور اس خط سے العزیز کافی متاثر ہوا، اور اوسکے جواب مین اوس نے ایک [illegible] مکتوب [illegible] جسمین جعفر کو خاندان کلبیہ کی اطاعت [illegible] دلادادوں کے تمام آبا و اجداد اونکی اور اوس کے [illegible] خلفا کی اطاعت کرتے رہے، اور یہ [illegible] دلاتے [illegible] بعد اوسکو اپنے آبا و اجداد کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کی اور [illegible] جعفر کے باپ محمد اور [illegible] حسن اور خاندان کلبیہ کے دوسرے ارکین [illegible] اور [illegible] کو نام بنام [illegible] پیش کیا، اور [illegible]

اندلس کی دعوت کو رد کر کے وفادارانہ طور پر اوسکی اطاعت پر قائم رہنے پر شکریہ ادا کیا،

یہ خط جس لب و لہجہ مین آیا، اوسکے بعد جعفر کے اوس سنگین جرم پر باز پرس کا کوئی سوال ہی نہین رہا، اور اس طریقہ سے وہ چند شہر عیسائیون کی اس دوسری مرتبہ کی کوشش کے باوجود مسلمانون کے قبضہ مین باقی رہ گئے،[۱]

وفات و جانشینی جعفر اسی طرح حسن تدبیر سے فرمانروائی کرتا رہا لیکن افسوس ہے، کہ زیادہ دنون تک اوسکو فرمانروائی کا موقع نہ مل سکا، اور ۳۷۵ھ مین اوس کا انتقال ہوگیا جعفر کے بجائے اوس کے بھائی عبد اللہ نے جگہ لی،

علم و فن کی ترقی جعفر امور مملکت مین دستگاہ رکھنے کے علاوہ اہل علم کا بھی نہایت قدردان تھا، اہل علم و شعراء سے اوس کا دربار بھرا رہتا، اور انکو انعام و اکرام سے مالا مال کرتا، اس لئے اوسکے چند سالہ دور حکومت میں صقلیہ میں ایک علمی فضا پیدا ہوگئی، جس کی تفصیل جلد دوم مین آئے گی،

عبد اللہ بن محمد کلبی فرمانروائے صقلیہ (۸)

۳۷۵ھ - ۳۷۹ھ
۹۸۵ء - ۹۸۹ء

عبد اللہ اپنے بھائی جعفر کی جگہ تخت حکومت پر بیٹھا، اوس نے بھی اپنے بھائی کے نقش قدم کی پیروی کی اور پیشیدہ میوہ کو سلسلہ جہیز ا. توقع تھی کہ اوس کے حسن سیرت تدبر اور مآل اندیشی سے ملک کو فلاح پہونچیگا لیکن زمانہ نے زیادہ مہلت نہ دی اور چند سال مین انتقال ہوگیا، لسان الدین ابن الخطیب نے تاریخ وفات یوم پنجشنبہ ۲ رمضان ۳۷۹ھ لکھی ہے، لیکن ابن خلدون اور ابو الفداء ۳۷۹ھ لکھتے ہین،

جانشین عبد اللہ نے اپنے حین حیات مین اپنے لڑکے ابو الفتوح کو اپنا جانشین بنایا،[۴]

---

[۱] اعمال الاعلام در یادگاری ج ۲ صفحہ ۴۴، [۲] ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۱۰، [۳] اعمال الاعلام در یادگاری ج ۲ صفحہ ۴۵، [۴] ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۱۰ ابو الفداء ج ۲ صفحہ ۱۳۰

ثقۃ الدولہ ابوالفتوح یوسف بن عبداللہ کلبی فرمانروائے صقلیہ (۵)

۳۷۹ھ - ۳۸۸ھ
۹۸۹ء - ۹۹۸ء

ابوالفتوح یوسف اپنے باپ کی جگہ صغر سنی مین تخت حکومت پر بیٹھا تخت نشینی کے بعد خلیفہ فاطمی العزیز باللہ کی طرف سے فرمان ولایت آیا، اور ثقۃ الدولہ کے لقب سے اوسکو سرفراز کیا گیا،

ثقۃ الدولہ مین نظام حکومت کے سنبھالنے کی ایسی بہترین صلاحیت تھی کہ ابتک اوسکی نظیر فرمانروایان کلبیین مین نظر نہیں آئی تھی، حکومت کے نظم و نسق کو درست رکھنے کے ساتھ اوس نے اٹلی کی ریاستون کو بھی مطیع کرلیا،

اٹلی کی ریاستون کی اطاعت اٹلی مین اوتھو دوم کی شکست کے بعد مختلف ممالک کے عیسائی فرمانرواؤن کی جو کانفرنس ہوئی تھی اوس کے بعد اٹلی کی اسلامی نوآبادیون پر عیسائیون کی تاخت شروع ہوگئی تھی ثقۃ الدولہ نے ان عیسائی حملون کا جواب دیا، اور ان مین ... قدر کامیاب ہوا کہ عرب مورخین باتفاق لکھتے ہین کہ اٹلی کی تمام عیسائی حکومتین اوسکے سامنے سرنیاز جھکانے پر مجبور ہوگئین، جس سے مسلمانان اطالیہ امن و امان کی زندگی بسر کرنے لگے، اور صنعت و حرفت اور تجارت مین روز افزون ترقی کرنے لگے

صقلیہ کا عمرانی شباب اٹلی کی ریاستون کو مطیع کرنے کے بعد یہ صقلیہ مین امن و امان سے حکومت کرنے لگا، صقلیہ کے اسلامی عہد مین اس کا عہد حکومت تمدنی حیثیت سے بہترین سمجھا جاتا ہے، ہر قسم کی تمدنی ترقیان نظام حکومت علوم و آداب، صنعت و حرفت، زراعت اور تجارت اپنے معراج کمال پر پہنچی، ملک مین نہایت فارغ البالی کا دار دورہ شروع ہوا، اور معاشی و اقتصادی حیثیت سے ایسی مرفہ الحالی رہی کہ عرب مورخین کے بقول اوس کی نظیر دوسرے ملکون مین اوسوقت معدوم تھی، خود صاحب معجم

سلئے ارباب علم وفضل کا قدر دان تھا، اون پر بے دریغ دولت نثار کرتا، اور اوسکی داد ودہش سے ہر کہ ومہ فیضیاب ہوتا، دور دور کے اہل علم اور شعرا اس کی بخششون اور قدر افزائیون کا شہرہ سن کر کھینچ کھینچ کر صقلیہ چلے آتے، اور صرف اوسی کی ذات خاص سے صقلیہ اس عہد مین علم وفن اور شعر وادب کا ایک مرکز بنگیا، اوس کے دربار مین شعر وادب کی محفلین گرم رہتین، درباری وغیر درباری شعرا کا ہجوم رہتا، مفسرین ومحدثین فقہا ومتکلمین اور اطبا کی قدر افزائی ہوتی، اور اوس کی قدردانی سے ان کے علم وفن کی بارش سے ہر خزینہ سیراب ہوتا،

خلیفہ فاطمی العزیز کی وفات — العزیز باللہ نے ۳۸۶ھ / ۹۹۶ء مین وفات پائی، اوس کی مدت حکومت ۲۱ سال اور چند ماہ رہی، ایک نیک سیرت فرمانروا تھا، وفات کے وقت اسکی عمر صرف ۴۲ سال چند ماہ کی تھی، اس کے بعد اوس کا لڑکا ابوعلی منصور فرمانروا ہوا اور الحاکم بامر اللہ کا لقب اختیار کیا،

الحاکم بامر اللہ خلیفہ فاطمی مصر

۳۸۶ھ – ۴۱۱ھ / ۹۹۶ء – ۱۰۲۰ء

حاکم ۱۱ سال کی عمر مین تخت پر بیٹھا، ابتداءً وزارت عظمیٰ کے منصب پر العزیز کی وصیت کے مطابق برجوان فائز تھا، لیکن کتامہ کے رئیس ابومحمد حسن بن عمار اوسکی طرف سے نیابۃً فرائض وزارت ادا کرتا، لیکن پھر حسن بن عمار نے اقتدار حاصل کرکے امین الدولہ کے لقب سے قلمدان وزارت سنبھال لیا،[1]

امین الدولہ حسن بن عمار ثقۃ الدولہ فرمانروائے صقلیہ کا چچازاد بھائی تھا، اس لئے اس دور مین صقلیہ کی مرکزی حکومت مصر پر بھی خاندان کلبیہ کو غلبہ حاصل ہو گیا تھا، جس کے اثرات صقلیہ پر بھی پڑے،[2] چنانچہ حاکم کے سریرآرائے حکومت ہونے کے بعد حکومت کلبیہ صقلیہ کی روایات مین ایک اور

[1] مقریزی ج ۲ ص ... وابن خلدون ج ۴ ص ... [2] ابوالفدا ج ۲ ص ... وابن خلدون ج ۴ ص ...

اضافہ ہوا یعنی ثقۃ الدولہ کے عین حیات ہی میں اوس کا لڑکا جعفر بارگاہ خلافت کی جانب سے اوس کا ولی عہد نامزد کیا گیا، اور اوس کی تصدیق میں الحاکم کا ایک فرمان صقلیہ میں شایع ہوا۔[1]

ثقۃ الدولہ کی علالت اور حکومت سے کنارہ کشی

عجب اتفاق کہ اس فرمان ولیعہدی کی اشاعت کے کچھ دنوں بعد ۳۹۹ھ میں ثقۃ الدولہ پر اچانک فالج کا حملہ ہوا جس سے اوس کا بایاں پہلو مفلوج ہو گیا، اور داہنے پہلو پر بھی کچھ نہ کچھ اثر پڑا، اس لیے وہ اپنی زندگی ہی میں اپنے لڑکے جعفر کے حق میں حکومت سے دستکش ہو گیا۔

ثقۃ الدولہ کا عہد حکومت

ثقۃ الدولہ کا عہد حکومت جس شان و شوکت اور فارغ البالی سے صقلیہ میں گذرا وہ ایک یادگار تھا، عام مورخین نے اوس کے عہد حکومت کا جو تذکرہ کیا ہے اس میں اوس کے ذاتی اوصاف و خصائل اور طرز حکومت، اور اوس کے عہد میں صقلیہ کی عام ارزانی کا نہایت پرشکوہ الفاظ میں ذکر کیا ہے، ابن خلدون کہتا ہے :-

"اس کی جلالت شان اور فضل و کرم سے اوس کے پیشرو فرمانرواؤں کو لوگ بھول گئے۔"

ابن عذاری لکھتا ہے :-

"اوس کے زمانہ میں لوگ اپنی بہترین خواہشوں کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے، اور تمام کام اوس کی تدبیر سے ٹھیک تھے، اوس نے رومی ممالک کو مسخر کر لیا، اور اوس کی فیاضی اور عدل کا جس کثرت سے ظہور ہوا بہت سے ملکوں میں اوس کا وجود نہیں پایا جاتا۔"

اسی طرح لسان الدین بن الخطیب لکھتا ہے :-

"اوس کے زمانہ میں لوگوں کے ایام زندگی اوس کی بہترین خواہش کے مطابق بسر ہوتے تھے، اوس نے ملک کو [illegible] پر پہنچنے تک [illegible] کر لیا تھا، دشمنوں کو [illegible] لیا تھا اور تمام کام اوس کے درست تھے

[1] نہایۃ الارب [illegible] ۱۲۳ [illegible]

اور اوس نے لوگوں پر اس قدر فیاضیاں کین کہ حد بیان مین نہین آسکتین چنانچہ اس کے ممالک مین جسقدر عدل آسایش اور امن وامان تھا وہ سب کو معلوم ہے[۵]

کچھ دنون کے بعد اوس نے صقلیہ سے ہجرت کی جس کا تذکرہ آیندہ آے گا جس وقت وہ صقلیہ سے ترک سکونت کرکے روانہ ہوا ہے اوسکے جود وسخا اور عام داد ودہش اور بخششون کے باوجود اوسکی ذاتی ملکیت کا ایک دینار اُس کے ساتھ تھا، اوسکی ذاتی ملکیت کا اندازہ نمونہ کے طور پر اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اوسکے پاس ۱۴ ہزار باڑے ایسے تھے جنمین صرف اونٹ اور گھوڑے باندھے جاتے تھے خچرون کے باڑون کا شمار ان سے علحدہ ہے اور ہجرت کے وقت ۶ لاکھ ۰ ہزار دینار اپنے ساتھ نقد مصر لے گیا[۵]

تاج الدولہ سیف الملۃ جعفر بن ثقۃ الدولہ کلبی فرمانروائے صقلیہ (۱۰)

۳۸۸ھ تا ۴۱۰ھ
۹۹۸ء تا ۱۰۱۹ء

لقب اور لوائے فاطمی جعفر کی تخت نشینی کے چند دن بعد دربار خلافت سے فرمان ولایت موصول ہوا اور اوسکے ساتھ الحاکم نے لوائے فاطمی اور تاج الدولہ سیف الملۃ کے لقب سے اوسکو سرفراز کیا،

صقلیہ کی مرفہ الحالی جعفر بھی اپنے باپ ہی کی طرح کروفر اور شان وشکوہ کے ساتھ حکومت کرنے لگا[۵] اور امور مملکت اور طرز حکومت مین ثقۃ الدولہ کی روش کی پیروی کی، چنانچہ اوس کے دور حکومت مین بھی صقلیہ اپنے مرفہ الحالی، امن وامان اور نظام حکومت کے لحاظ سے نہایت آسودہ حال رہا، ابن خلدون وغیرہ نے خصوصیت سے اس کا ذکر کیا ہے،

اس کے عہد حکومت کی مرفہ الحالی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب ۳۹۵ھ / ۱۰۰۴ء مین قح

۵ ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۱، ابن عذاری حوادث [illegible] اعمال الاعلام ذرکاری [illegible] ابن اثیر ج ۱۰ صفحہ [illegible]
وابوالفدا ج ۲ صفحہ [illegible] نہایۃ الارب ابن ماری صفحہ ۲۹۲ وابوالفدا [illegible]

مین شدید قحط پڑا، اور ملک پر مصائب نازل ہوئے تو لوگ ہجرت کر کر کے صقلیہ آنے لگے، صاحب معالم الایمان افریقہ کے قحط کے سلسلہ بیان مین جو کچھ لکھتا ہے، اوس سے صقلیہ کی عام مرفہ الحالی اور ملکی نظم و نسق اور امن و امان کا اندازہ ہوتا ہے، وہ لکھتا ہے، :-

اس سال (یعنی ۳۹۵ھ مین) افریقہ مین شدید قحط پڑا، جس مین نہایت قیمتی جانین ضایع ہوئین گاؤن کے گاؤن اور اکثر آباد شہر صاف ہوگئے، بازار اور مسجدین سنسان ہوگئین، یہان تک کہ بہائم بھی معدوم ہوگئے، چنانچہ اسی سال علما، اور صالحین کی ایک کثیر تعداد نے اس دار فانی سے رحلت کی، اور اسی وجہ سے افریقہ کے عام باشندون، بازاری لوگون اور دہقانیون کے علاوہ معززین و ذی اثر اشخاص کی ایک کثیر تعداد افریقہ سے صقلیہ چلی گئی کیونکہ وہان کا نرخ نہایت سستا تھا، راستے پرامن تھے، اور سلطان عادل تھا۔[1]

دیباچۂ زوال

صقلیہ مین دولت کلبیہ کے قیام کو پچاس برس سے اوپر گذر چکے تھے، اس اثنا مین نو دس فرمانروا نسلاً بعد نسلٍ فرمانروائی کی، اس پنجاہ سالہ مدت مین صقلیہ کے سرکش عیسائی علاقہ کی سرکوبی کے علاوہ اٹلی کی عیسوی ریاستون کو زیر کر لیا، اور امن و سکون سے صقلیہ مین فرمانروائی کرتے رہے، اور یہان نظام حکومت کی درستی، امن و امان کا قیام ملک کی مرفہ الحالی، نرخ کی عام ارزانی زراعت صنعت اور [illegible] کی روز افزون ترقی، دولت و ثروت کی بہتات، علم و ادب کی گرم بازاری، [illegible] علم کی قدر شناسی اون کے جود و کرم اور داد و دہش کی فراوانی، اور اون کا شاہی کروفر، لاؤ لشکر، خدم و حشم، چتر و جلوس، جاہ و حشم اور شوکت و شان اپنے حد کمال کو پہنچ گئی،

اس لئے ضرور تھا کہ اصول توریث حکومت کے عام قانون کے مطابق اس [illegible]

[1] ابن خلدون ج ۴ ص ۲۱، معالم الایمان ج ۳ ص ۱۲،

Marfat.com

ہوتا ہے، اور اب اس کا آغاز خانوادۂ شاہی کی باہمی رقابت سے ہوتا ہے،

شاہی خاندان میں باہمی رقابت

چنانچہ تاج الدولہ کی تخت نشینی و فرمانروائی کے سولہ سترہ برس بعد ۴۰۵ھ ۱۰۱۴ء میں اس کے بھائی علی نے اوس کے خلاف خروج کیا، اوس نے صقلیہ کے مختلف بربری قبیلوں اور خاندان کلبیہ کے موالی کو اپنا ہمنوا بنایا تھا، اور انھی دونوں کو اپنے زیر علم لیکر صقلیہ کے تاج و تخت کا دعویدار بنکر آگے بڑھا،

چونکہ صقلیہ کی شاہی فوج زیادہ تر انھی دونوں جماعتوں بربر اور موالی پر مشتمل تھی، اسلئے یہ بغاوت بالکل کامیاب ہوئی اور تاج الدولہ کے لئے اس کا فرو کرنا کچھ آسان نہ تھا تاہم ابھی فوج کا ایک کثیر حصہ اوس کا مطیع و منقاد تھا تاج الدولہ نے ادھی کی امداد سے بھائی کے مقابلہ کے لیے ایک لشکر تیار کر کے روانہ کر دیا، اور نتیجہ کا انتظار کرنے لگا،

یہ جنگ بلرم کے قریب یوم چہار شنبہ، شعبان ۴۰۵ھ ۱۰۱۴ء کو پیش آئی، شاہی فوج کو غلبہ حاصل ہوا بربر و موالی کی ایک کثیر تعداد تہ تیغ ہوئی، اور جو باقی بچے وہ بھاگ کھڑے ہوئے، اور خود علی زندہ گرفتار ہو کر بھائی کے دربار میں پیش کیا گیا،

علی کا قتل

تاج الدولہ کا باپ ثقۃ الدولہ اسی مفلوج حالت میں ابھی تک زندہ تھا، وہ اس برادرانہ جنگ کو نہایت حسرت کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا، پھر علی کو پابہ جولان دربار میں دیکھا لیکن اس کی جان نہ بچا سکا تاج الدولہ نے اوسکے قتل کا فیصلہ صادر کر دیا، یہ سانحہ ثقۃ الدولہ کے لئے اور زیادہ روح فرسا ثابت ہوا، اسکو نہایت کرب و بیچینی سے اپنے سرکش لڑکے کی تڑپتی ہوئی لاش کا منظر دیکھنا پڑا، علی کے قتل کا واقعہ اوس کے خروج کے ٹھیک آٹھویں دن پیش آیا،

تاج الدولہ کی ایک اہم سیاسی غلطی

تاج الدولہ کا غصہ صرف علی کی جان لیکر فرو نہیں ہوا، اس کے بعد اوس کا جذبۂ انتقام قبائل بربر و موالی کی طرف رجوع ہوا اور ایک ایسی سیاسی غلطی کر بیٹھا

Marfat.com

جس سے نہ صرف دولت کلبیہ کا آیندہ چل کر خاتمہ ہوا بلکہ وہ صقلیہ سے اسلامی حکومت کے زوال کا بھی ایک سبب قرار پاسکتا ہے۔

قبائل بربر و موالی کا استیصال | یہ سیاسی غلطی اس کے ایک فرمان کا اعلان اور اوسکی تعمیل تھا اوس نے انتقام میں یا اپنے نقطہ نظر سے صقلیہ کو آیندہ کے خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے صقلیہ سے بربر اور موالی کے استیصال کا فیصلہ کرلیا، حالانکہ باغیوں کی جماعت میں ان جماعتوں کے تمام افراد شامل نتھے لیکن اوسکو ان دونوں جماعتوں سے بالکل بے اعتمادی ہوگئی، اور صقلیہ کو ان کے وجود سے خالی کرانا چاہا چنانچہ پورے جزیرہ میں یہ ایک عام حکم جاری کردیا کہ

"دولت کلبیہ کے قلمرو سے تمام بربر اپنے پورے اہل وعیال کے ساتھ جلا وطن کردیے جائیں اور تمام موالی میں سے ایک ایک شخص چن چن کر قتل کردیا جائے"۔

فرمان شاہی کی فوراً تعمیل ہوئی، بربر تو ایک ایک کرکے افریقیہ چلے آئے اور موالی میں سے ہر ایک شخص بلا استثنا وہیں صقلیہ میں ذبح کردیا گیا۔

ایک نئی فوج کی ترتیب اور اوس کے نتائج | صقلیہ کی شاہی فوج میں غالب تعداد انہی دونوں جماعتوں کی تھی، اس لئے بربریوں کی جلا وطنی اور موالی کے اس قتل عام سے صقلیہ کی فوجی چھاونیاں خالی ہوگئیں تاج الدولہ نے ان خالی چھاونیوں کو باشندگان صقلیہ کی وطنی فوج سے آباد کیا، اور افریقی عہدیدار اور "صقلی فوج" کے امتزاج سے صقلیہ میں ایک نظام حکومت قائم کیا گیا۔

لیکن یہ تاج الدولہ کی ایک ایسی سیاسی غلطی تھی جس سے دولت کلبیہ کی نسبتاً ... کیونکہ اولاً تو فوج کی تعداد بہ نسبت پہلے کے بہت کم رہ گئی، اس کے علاوہ انہیں لوگوں کو حکومت کی محافظت سپرد کی گئی ہے کل تک جن کی خود نگرانی کیجاتی تھی، اور ملک کو اون کے آئے دن کی بغاوتوں سے بچایا جاتا تھا، اس لئے اب صورت حال یہ تھی کہ حکومت کے انتظامی صیغوں کو نہ اس وطنی فوج ...

اعتماد تھا، اور نہ وطنی لشکر کو حکومت کے عہدیدارون پر اعتماد تھا، چنانچہ رفتہ رفتہ حکومت کے رعب و داب مین فرق آگیا، یہانتک کہ باشندگان صقلیہ کے دلون سے حکومت کی حقیقی ہیبت و عظمت زائل ہوگئی اور اس طریقہ سے اس کے اقتدار کو اسقدر شدید صدمہ پہنچا کہ چند ہی سال مین ایک محض معمولی بات پر تاج الدولہ کے خلاف ایک عظیم الشان فتنہ کھڑا ہوگیا،

حسن بن محمد باغائی تاج الدولہ کے عہد مین وزارت عظمیٰ کے عہدہ پر ایک شخص حسن بن محمد باغائی سرفراز تھا، تاج الدولہ نے امور مملکت کو تمام وکمال اسی کے سپرد کردیا تھا، باغائی نے استبداد پسند طبیعت پائی تھی، اور مزاج مین کسی قدر رعونت بھی تھی، لشکر کے قائدین سے اون کے شایان شان نہ ملتا، صقلیہ کے اہل علم اور صاحبین امت کے مراتب کا لحاظ نہ کرتا، اون لوگون سے اپنے حسب منشا کام لینا چاہتا اور اسمین ناکامی ہوتی، تو اون کی توہین و تذلیل کے علاوہ ان پر مظالم کرنے سے بھی دریغ نہ کرتا، علاوہ ازین شاہی خاندان مین بھی باہمی رقابت پیدا ہوچکی تھی، اون پر بھی مظالم ہوتے رہتے، اس لئے باغائی سے باشندگان صقلیہ خوش نہ تھے، اور ادھر حکومت کا وقار پہلے ہی اوٹھ چکا تھا، لوگ موقع کے منتظر تھے، کہ اسی اثنا مین باغائی نے سنہ ۴۱۰ھ / ۱۰۱۹ء مین صقلیہ کے طریق خراج مین کچھ ترمیم کی، جس سے باشندگان صقلیہ مین عام بے چینی پیدا ہوگئی،

قانون محاصل مین ترمیم اب تک صقلیہ کا رواجی قانون محاصل یہ تھا، کہ لگان پیداوار یا زمین کے اعتبار سے لئے جانے کے بجائے ہل بیل کی تعداد کے لحاظ سے وصول کی جاتی،

باغائی نے اس رواجی قانون مین ترمیم کی اور اسلامی ممالک کے عام قانون خراج یعنی عشر کو رائج کردیا،

تاج الدولہ پر یورش اگرچہ اس جدید قانون مین فی نفسہ کوئی نقص نہین تھا، بلکہ یہ اون عام طریقون کی پیروی تھی جو دیگر اسلامی ممالک مین رائج تھی تاہم باشندگان صقلیہ کی جلد جوئی کے لئے یہ بہانہ کافی تھا، چنانچہ اسی بنیاد پر حکومت

کے خلاف ایک عظیم الشان بغاوت اوٹھ کھڑی ہوئی، اور ایک مشتعل مجمع قصر حکومت کی جانب روانہ ہوا، مجمع کے غیظ وغضب اور اشتعال کا یہ عالم تھا کہ اس ٹڈی دل مجمع مین حملہ آور نوجوانون کے علاوہ بچے اور بوڑھے بھی شریک تھے، حکومت کی فوج پہلے سے بے قابو تھی، چنانچہ یہ غضب آلود مجمع بغیر کسی مزاحمت کے شاہی محل تک پہنچ گیا، تاج الدولہ روپوش ہوگیا، مجمع قصر شاہی کی عمارت پر چارون طرف سے ٹوٹ پڑا، جس سے محل کو بھی کچھ نقصان پہنچا، اور قریب تھا کہ تاج الدولہ بلوائیون کے پنجہ مین گرفتار ہوجائے کہ اچانک ثقۃ الدولہ یوسف محل سے باہر نکلا، اور اسی کی دستگیری اوس کے کام آئی،

ثقۃ الدولہ یوسف کی دست اندازی

ثقۃ الدولہ یوسف اگرچہ سالہا سال سے صاحب فراش تھا، تاہم فینس پر سوار ہوکر بلوائیون کے سامنے آیا، یوسف اس وقت بھی باشندگان صقلیہ کا محبوب تھا، اور اوسکی شخصیت اب بھی محبت وعقیدت کا مرکز تھی، اوس کو دیکھتے ہی اوس کے عہد حکومت کی یاد تازہ ہوگئی، مجمع اخلاص وعقیدت سے اس کی تعظیم مین سر دقدآگے بڑھا، اور اوسکی فینس کو ہر طرف سے گھیر لیا، مجمع کی اس وقت عجیب کیفیت تھی، یوسف سامنے تھا، اور اس کے مبارک عہد کا ایک ایک واقعہ یاد آرہا تھا، اور ادھر خود یوسف موجودہ حالات سے سخت روحانی کرب وبیچینی مین مبتلا تھا جس کے اثرات سے اُس کا بیمار وغمزدہ چہرہ اور زیادہ پژمردہ ہوگیا تھا، آخر مجمع بھی اس پردرد منظر کی تاب نہ لاسکا، اور مجمع کی آہ وبکا اور گریہ وزاری سے ایک حشر برپا ہوگیا،

تاج الدولہ کی معزولی کا مطالبہ

یوسف یہ دیکھکر مجمع کو تسلی وتشفی دینے لگا، پھر نہایت شفقت اور محبت سے اُس کو خطاب کیا، اور تاج الدولہ کے خلاف اوس کے تمام مطالبات دریافت کئے اور اوس کے منظور کرلینے کا وعدہ کیا، جس پر مجمع نے بے تکلفی سے اُس سے تاج الدولہ جعفر کی معزولی کا مطالبہ کیا اور باغانی کو مجمع مین طلب کیا گیا،

تاج الدولہ کی معزولی اور اسکی جانشینی کا فیصلہ مجمع کی مرضی پر

چنانچہ یوسف نے مجمع کا مطالبہ فوراً منظور کر لیا، اور اسی مجمع مین تاج الدولہ کی معزولی کا اعلان کر دیا، اور مزید بران اوس کے بجائے کسی نئے فرمانروا کے انتخاب کا مسئلہ بھی مجمع ہی کی مرضی پر چھوڑ دیا جس نے ثقۃ الدولہ کے دوسرے لڑکے احمد المعروف بہ اکحل کو نامزد کیا،

باغائی کا حشر

اس کے بعد مجمع کا دوسرا مطالبہ پورا کرنے کیلئے باغائی کو طلب کیا گیا، وہ جیسے ہی مجمع مین پہنچا، مشتعل مجمع ہر طرف سے اس پر ٹوٹ پڑا، اور اوسی وقت اوسکو قتل کر ڈالا، اور پھر مجمع نے فرط مسرت سے اس مقتول کے سر کی تشہیر جلوس کی شکل مین پورے شہر مین کی، اور بجوش انتقام مین اوسکی بے حرمتی کیلئے اس کی لاش کو آگ مین جلا دیا، باغائی کے ساتھ اس کا ایک عزیز ابورافع نامی بھی تہ تیغ ہوا،

تاج الدولہ جعفر کی صقلیہ سے ترک سکونت

ثقۃ الدولہ یوسف کو باغائی کا حشر دیکھ کر باشندگان صقلیہ کے جوش انتقام کا اندازہ ہوا، اور اوس کو جعفر کی جان کا خطرہ پیدا ہوا، اس لئے اوسنے اس کے لئے یہی مناسب سمجھا، کہ وہ صقلیہ کو خیرباد کہدے چنانچہ نہایت پوشیدہ طور پر اوسکو ایک جہاز پر سوار کر کے مصر روانہ کر دیا،

یہ واقعات یوم دوشنبہ ۸ محرم ۴۱۰ھ کو پیش آئے،

تاج الدولہ احمد الاکحل بن ثقۃ الدولہ یوسف کلبی فرمانروائے صقلیہ[11]

سنہ ۴۱۰ھ ــــ سنہ ۴۲۷ھ
۱۰۱۹ء ــــ ۱۰۳۵ء

امن وامان کا قیام

احمد الاکحل صقلیہ کی عنان حکومت ہاتھ مین لیتے ہی نہایت جانفشانی سے صقلیہ کے حالات کی اصلاح و درستی مین مصروف ہوا لیکن اوسکو کوئی خاص دشواری پیش نہین آئی، کیونکہ وہ باشندگان صقلیہ کے انتخاب ہی سے سریر آرائے حکومت ہوا تھا اسلئے لوگون نے قیام امن وامن

مین اس کا ہاتھ بٹایا، اور بلا استثنار ہر جگہ امن و امان قائم ہوگیا، اور صقلیہ کے تمام شہر اور قلعے مطیع و منقاد ہوگئے،

فرمان تقرر اور خطاب پھر کچھ دنون کے بعد خلیفہ فاطمی مصر الحاکم کی طرف سے اوسکو ضابطہ کا فرمان ولایت موصول ہوا، اور اوس کو تائید الدولہ کے لقب سے سرفراز کیا گیا،

ثقۃ الدولہ کی مصر کو روانگی اس طرف صقلیہ مین کچھ دنون جو حالات رونما ہوئے، اور شاہی خاندان کی رقابت کا جس طرح آغاز ہوا، اور اوس کے جو نتائج برآمد ہوئے، ثقۃ الدولہ یوسف اس عالم پیری مین اون سے گھبرا اوٹھا، اور اوس نے صقلیہ پر مصر کے قیام کو ترجیح دی، اور یہان امن و امان کے قیام کے بعد مصر روانہ ہوگیا، اور وہین سکونت اختیار کر لی،

وہ اپنے ساتھ دولت و ثروت کا ایک بڑا انبار بھی لیتا گیا، جس مین چھ لاکھ ستر ہزار دینار نقد تھے[1]

الحاکم خلیفہ فاطمی کی گمشدگی، اور جانشینی اسی اثنار مین مرکزی حکومت مین ایک اہم واقعہ پیش آیا، وہ خلیفہ فاطمی مصر الحاکم کی گمشدگی ہے، سوئے اتفاق سے الحاکم مرض خفقان مین مبتلا تھا، اس لئے تخت حکومت پر بیٹھنے کے چند سال بعد اوس سے نہایت ناشایستہ حرکتین سرزد ہوئین، اور بالآخر انہی حرکتون سے اوسکی جان گئی، اور وہ ماہ شوال ۴۱۱ھ مین یکایک لاپتہ ہوگیا، اوس نے کل پچیس سال ایک مہینہ حکومت کی، اوس کی گمشدگی یا قتل کے بعد اسکی بہن نے اوس کے نوعمر لڑکے ابوالحسن علی کو اس کا جانشین بنایا، اور وہ الظاہر لاعزاز دین اللہ کے لقب سے تخت حکومت پر بیٹھا،

---

[1] نہایۃ الارب در اماری صفحہ ۴۴۴، و ابن اثیر ج ۹ صفحہ ۱۳۱ و ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۱۴، و ابوالفدا ج ۲ صفحہ ۰، و کتاب المونس صفحہ ۲۶، ابن خلدون کے نسخہ مین احمد الاکحل کا لقب سند الدولہ چھپ گیا ہے،

الظاہر لاعزاز دین اللہ ابو الحسن علی بن الحاکم خلیفہ فاطمی مصر

۴۱۱ھ ۱۰۲۰ء - ۴۲۷ھ ۱۰۳۵ء

الظاہر نے ۱۶ برس کی عمر میں تاج خلافت سر پر رکھا، اور عید الضحیٰ کے دن اس کی خلافت کا جشن منایا گیا، اولاً امور مملکت کی نگرانی الحاکم کی بہن نے اپنے ہاتھ میں لی، پھر چار سال کے بعد اس کا انتقال ہو گیا، اور مختلف امرائے دولت وزارت عظمیٰ پر فائز ہونے لگے۔[1]

صقلیہ کی فوجی طاقت کا استحکام تائید الدولہ رفتہ رفتہ صقلیہ کے معاملات کو نہایت مطمئن طریقہ سے روبہ اصلاح لے آیا، فوجی طاقت پر خصوصیت سے توجہ کی، اور تاج الدولہ کے عہد حکومت کی ناعاقبت اندیشانہ حکمت عملی سے جو خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں، اون کے دور کرنے کی کوشش کی، اور اپنی پوری قوت سے فوجی طاقت کو مستحکم کیا،

اٹلی میں نارمنوں کی آمد صقلیہ میں ادھر یہ حالات رونما تھے، اودھر جنوبی اٹلی میں مسلمانون کے خلاف ایک نئی صورت حال قائم ہو گئی یعنی اوسی زمانہ میں یورپ کی ایک وحشی قوم نارمن کو اقتدار حاصل ہوا جس کے تفصیلی حالات آیندہ صفحات میں آئیں گے،

اتفاق وقت کہ ۱۰۱۶ء میں کچھ نارمن یروشلم کی زیارت سے واپس آرہے تھے، کہ سلرنو کے قریب ان کا جہاز تباہ ہو گیا، یہ لوگ ظاہری شکل وصورت میں تو بہیکل اور جنگجو تھے، اور ان کی بہادرانہ وجنگجویانہ اور قزاقانہ روایات بھی یورپ میں شہرت پا چکی تھیں، اس لئے اٹلی میں ان کے اتفاقاً آجانے پر شاہ سلرنو نے اون کے خدمات حاصل کر لئے، اسی زمانہ میں صقلیہ میں تاج الدولہ کے خلاف رعایا کے جذبات برانگیختہ

[1] ابن خلدون ج ۴ ص ۶۰ و خطط مقریزی ج ۲ ص ۱۶۔

Marfat.com

تھے، اسلئے شاہ سلرنو نے صقلیہ کی ان سیاسی پیچیدگیون سے فائدہ اوٹھایا، اور ان نارمنون کی اعانت سے اٹلی کی اسلامی آبادیون پر جارحانہ حملے شروع کر دیئے[1]۔

اٹلی پر تاخت جب صقلیہ مین تاج الدولہ کی معزولی کے بعد سکون پیدا ہوا، اور تائید الدولہ نے فوجی قوت درست کر لی، تو اوس نے اٹلی پر حملہ آوری کا اہتمام کیا، اور صقلیہ سے متعدد مہمین روانہ کین کبھی کبھی خود اپنی قیادت مین لشکر لے کر وہان پہنچا، انہین معلوم ان اسلامی لشکرون کا مقابلہ شاہ سلرنو کے متاجر نارمن سپاہیون سے بھی ہوا یا نہین لیکن عرب مورخین کے بیانات کے مطابق اس زمانہ کی یہ اسلامی مہمین اٹلی مین نہایت کامیاب ہوئین، اسلامی لشکر کو ہر جگہ فتحیابی ہوئی، اور غلبہ و استیلا کے ساتھ لوٹ مار غارتگری، آتش زدگی حصول زر اور قیدیون کی گرفتاری کے بکثرت واقعات پیش آئے، اور یہ لشکر وہان سے کامیاب ہو ہو کر صقلیہ لوٹ آتے رہے[2]۔

تائید الدولہ کے لڑکے جعفر کی ناعاقبت اندیشی اگرچہ تائید الدولہ کو یہ کامیابیان حاصل ہوئین، اور اٹلی کی علیحدہ حکومتون کے متاجر سپاہی بھی بہ ظاہر انکا راستہ روک سکے لیکن دوسری طرف اس کے بعض نتائج بد صقلیہ مین ظاہر ہوئے، اور پھر بالواسطہ اون کے اثرات اٹلی پہنچے،

تائید الدولہ جب ان مہمون مین اٹلی جاتا، تو انصرام حکومت کے لئے اپنے لڑکے جعفر کو نائب قائم مقام بنا جاتا، جعفر نوعمر و ناتجربہ کار تھا، اون امور کا لحاظ نہ کر سکا، جو صقلیہ کے اس نازک دور میں فرمانروائی کے لئے ضروری تھے، اور جنھین سامنے رکھ کر تائید الدولہ فرمانروائی کرتا تھا، چنانچہ تائید الدولہ کی عدم موجودگی مین ملک کی فضا پھر خراب ہونے لگی، اہل صقلیہ کو رفتہ رفتہ حکومت کے خلاف شکایتین پیدا ہو گئین، اور جب تائید الدولہ اٹلی سے آخری سفر سے صقلیہ لوٹا، تو یہان تمام بنا بنایا کھیل بگڑ چکا

---

[1] تاریخ یورپ الیورڈ پیرد فریڈ شیول حصہ اول ترجمہ شایع کردہ جامعہ عثمانیہ صفحہ ۱۵۲ ابن اثیر ج ۱ صفحہ ۱۲۰

[2] ونہایۃ الارب درا اری صفحہ ۴۴۴،

تھا، اور وہ یہان آکر اُمی سیاسی پیچیدگیون کے حل کرنے مین مصروف ہوگیا، لیکن یہ گتھیان سلجھنے کے بجائے اور الجھ گئین جسکی تفصیل آیندہ آتی ہے،

صوبہ قلوریہ سے اسلامی اقتدار کا زوال

اسی نازک دور مین جب تائید الدولہ صقلیہ کی پیچیدگیون کے حل کرنے کی ناکام کوششون مین مصروف تھا، اٹلی کے قلوریہ (کلبریا) کے مسلمانون اور اسلامی آبادیون پر ایک ایسی آفت ناگہانی آئی جس سے قلوریہ مین مجاہدین کی سہ صدسالہ جانبازیون وخون فشانیون کے اثرات یکلخت زائل ہوگئے،

جب وہ نارمن سپاہ جو ۴۲۱ھ مین ریاست سلرنو مین متاجر سپاہی بن گئی تھی، اٹلی کی اسلامی بستیون اور آبادیون کو لوٹ مار کر مال غنیمت اور انعام واکرام سے لدی پھندی اپنے وطن نارمنڈی پہنچی، تو اون کے ہموطنون مین اس کا شہرہ ہوا، اور پیشہ قزاقی کے خوگر وحشی نارمنون کے جرگے جوق درجوق اٹلی آتے گئے، اور یہان کی عیسوی ریاستون مین ملازم ہوتے گئے،

اسی اثنا مین تائید الدولہ کے اون حملون سے جو ابھی وہان کیے گئے تھے، عیسوی حکومتون مین جوش وخروش پھیلا، اور اونھون نے اٹلی سے اسلامی ریاست اور اسلامی آبادیون کا نام ونشان مٹا دینے کا فیصلہ کیا، اور ایک نارمن سردار کی سرکردگی مین زور وشور سے حملے شروع ہوگئے، اور جلد جلد صوبہ قلوریہ کے مختلف اسلامی شہرون پر قبضہ ہونے لگا، اور مسلمانان اٹلی کے دردناک مصائب کا آغاز ہوگیا،

اس کے بعد اس نارمن سردار نے چند اہم مقامات پر جنگی عمارتین تعمیر کین اور ایک مفتوح اسلامی شہر کو مرکز قرار دے کر نارمن حکومت کی تشکیل کرلی،

سلہ ابن اثیر ج ۹ ص ۱۳۰، نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۴، ابوالفدا ج ۲ ص ۹۷، ۲۰۰، ابن خلدون ج ۴ ص کتاب المونس ص ۸۷،

Marfat.com

یہ مسلمانانِ اٹلی کی شومیٔ قسمت تھی کہ اون پر یہ چانک متفقہ حملے ایسے وقت مین شروع ہوئے جب اون کی پشت پناہ حکومت، دولتِ کلبیہ صقلیہ خود اپنے مصائب مین گرفتار تھی، چنانچہ فرمانروائے صقلیہ تائید الدولہ ایسے اہم اور نازک موقع کے ہونے کے باوجود مسلمانانِ اٹلی کی کوئی مدد نہ کرسکا،

جب حکومتِ صقلیہ کی طرف سے کوئی مدافعانہ بیڑا روانہ نہ ہوسکا، تو مغرب کی اسلامی حکومتون مین سے حکومتِ صنہاجیہ مین جنبش پیدا ہوئی، اس وقت افریقیہ پر ایک بیدار مغز اور غیور فرمانروا المعز کے لقب سے حکمران تھا، وہ اٹلی کے مسلمانون کے مصائب کے حالات سنکر کچھ تو اخوتِ اسلامی سے اور کچھ اس لئے کہ اٹلی مین افریقیہ ہی کے مسلمان خاندان آباد ہین، اون کی امداد کے لئے تیار ہوا، اور افریقیہ مین مسلمانانِ اٹلی کے مصائب کی پر درد داستان کے ذریعہ سے مذہبی جہاد کا وعظ کہلایا، اور مجاہدین جوق درجوق اس فوج مین شریک ہونے لگے،

جب پورا لشکر تیار ہو گیا، تو چار سو جہازون کا ایک عظیم الشان بیڑا ساحلِ افریقیہ سے اٹلی کی طرف روانہ ہوا، کہ نارمنون کا استیصال کرکے قلوریہ مین اسلامی اقتدار کو دوبارہ قائم کرے لیکن قضا و قدر کا فیصلا اوس کے برعکس ہوچکا تھا، چنانچہ وہ عظیم الشان امدادی بیڑا افریقیہ سے ابھی تھوڑی ہی دور آگے بڑھا تھا کہ جزیرۂ قوصرہ کے قریب سمندر مین سخت طوفان آیا، اور بادِ مخالف کے سخت جھونکون، اور سمندر کی تلاطم خیز موجون سے پورا بیڑا غرقاب ہوگیا، صرف تھوڑے سے آدمی بچ گئے، جو افریقہ چلے آئے، اور اوسی وقت قلوریہ کے حرمان نصیب مسلمانون کا آفتاب اقبال غروب ہوگیا،

اٹلی کے صوبۂ قلوریہ سے مسلمانون کا باضابطہ تعلق ۲۲۵ھ؁ / ۸۳۹ء مین پیدا ہوا، اور ۴۱۶ھ؁ / ۱۰۲۵ء مین اوس مین زوال آیا، اس اثنا مین کم وبیش دو سو برس تک مسلمانون نے یہان حاکمانہ اقتدار قائم رکھا، یہان ان کی آزاد و خود مختار حکومت اٹلی کی مختلف عیسوی حکومتون کے درمیان اس طرح قائم رہی، کہ ان

Marfat.com

ہین جس کے ساتھ اوسکی قوت بازو شامل ہوجاتی تھی وہ قوی ہوجاتی تھی۔

صوبۂ انکبردہ کی منظم اسلامی حکومت کا خاتمہ تو خود مسلمانون کی خانہ جنگیون سے ہوچکا تھا جس کا تذکرہ اوپر گذر چکا ہے اب صوبۂ قلوریہ کی اسلامی حکومت کا خاتمہ ان نارمنون کے ہاتھون ہوا، قلوریہ مین مسلمانون کو متعدد شہرون اور قلعون پر اقتدار حاصل رہا، اور وہ مقامات مستقل اسلامی آبادیون اور بستیون کی حیثیت سے قائم رہے، اور ایسی بعض آبادیان صوبۂ قلوریہ کے علاوہ بعض دیگر صوبون مین نارمنون کے اس حملہ کے بعد بھی انفرادی طور پر باقی رہین، اور اونھین بعد مین زوال آیا جس کا تذکرہ آیندہ آئے گا،

اٹلی مین مسلمانون کے قیام کا سبب بڑا مقصد تجارتی ترقی تھا، وہ آزادانہ طور پر وہان قیام رکھ کر تجارت کرتے ... آبادیون کی حیثیت بڑی حد تک تجارتی ... کی تھی، تجارت کی ترقی کے لئے اونھین صنعت وحرفت پر خصوصیت سے توجہ تھی اس لئے صنعتی حیثیت سے مسلمانان اٹلی اس عہد کی ترقی یافتہ قومون مین شمار کئے جاتے تھے،

مسلمانان قلوریہ نے اپنی اون اسلامی آبادیون اور بستیون کی آزادی اسلامی حکومت صقلیہ کے زیر سایہ ہمیشہ برقرار رکھی، ان پر جب کبھی کسی عیسوی حکومت نے نظر اٹھائی، صقلیہ کی اسلامی حکومت نے اپنی پیشقدمیون سے اوس کا جواب دیا یہی وجہ ہے کہ اٹلی مین اسلامی حکومت صقلیہ کی بہ کثرت پیشقدمیان نظر آتی ہین،

قلوریہ سے اسلامی اقتدار کے زوال کے بعد وہان سے مسلمانون کی ایک بڑی جماعت جس مین علما اور صالحین اور اہل علم بھی تھے، ہجرت کرکے صقلیہ اور اٹلی کے صوبۂ انکبردہ کی بعض اسلامی آبادیون مین چلی آئی اور جو متفرق ... مین رہ گئے، اونھین اونکی نسلون کو اسلام سے بیگانہ ہوجانا پڑا،

... اون اسلامی آبادیون تک جو ... برقائم رہ گئی تھین، نارمنون کو ... ان کی انفرادی ... برقرار رہی،

صقلیہ پر بزنطی حملہ انہی دنون حکومت بزنطی کے فرمانروا باسل ثانی (۳۶۵ھ ۹۷۶ء ۴۱۵ھ ۱۰۲۵ء) کو صقلیہ پر حملہ آوری کا خیال پیدا ہوا، اور ۴۱۵ھ ۱۰۲۵ء مین ایک عظیم الشان بیڑا صقلیہ روانہ کرنا چاہا، لیکن اوسکی اچانک موت سے یہ تیار شدہ بیڑا درہم برہم ہو گیا[1]،

تائید الدولہ کی نفاق انگیزی صقلیہ مین تائید الدولہ کے لڑکے جعفر کے طرزِ عمل سے رعایا اور حکومت کے درمیان جو کشمکش شروع ہو گئی تھی، تائید الدولہ نے اوس سے نکلنے کے لئے ایک نئی تدبیر اختیار کرنی چاہی، وہ رعایا کے درمیان باہمی نفاق انگیزی تھی،

صقلیہ مین اوس وقت دو قسم کے مسلمان آباد تھے، کچھ خانوادے ایسے تھے، جو افریقیہ سے آکر آباد ہوئے تھے اور کچھ ایسے تھے، جو اسی سرزمین کے قدیم باشندے تھے اور اونکے گھرانے ایک زمانہ سے مسلمان تھے صقلیہ کے مسلمانونکی یہی ایک بڑی تقسیم افریقی و صقلی جماعتون کے نام سے ہوسکتی تھی اسلئے تائید الدولہ کو انہی دونون قسم کے مسلمانون کو باہم تقسیم کرکے ایک دوسرے کے مدمقابل لانے کا خیال پیدا ہوا، اور اس کے لئے اوس نے خفیہ ریشہ دوانی شروع کردی، چنانچہ اوس نے وطنی و غیر وطنی کا سوال اوٹھانے کیلئے اولاً صقلی مسلمانون مین سے معزز ذی اثر اشخاص کو ازدواج کے ساتھ اپنے یہان مدعو کیا، اور اون سے اس مقصد پر دیر تک گفتگو کرتا رہا، جس کا ماحصل یہ تھا کہ اہل افریقیہ جو یہان اجنبی حیثیت رکھتے تھے صقلیین پر مستولی ہو گئے ہین، اون کی جائداد و املاک اور دولت و ثروت مین شریک و سہیم بن گئے ہین، ضرورت ہے کہ ان ناانصافیون کا تدارک کیا جائے،

---

[1] ہسٹوری آف دی نیشنس بزنطائن ایمپائر، ج ۲۰ ص ۳۴۴ و انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا (سسلی)، ج ۲۵ ص ۲۲ طبع یازدہم، انسائیکلوپیڈیا مین ۱۰۲۵ء کے بجائے ۱۰۲۶ء ہے، اور یہ تصریح ہے کہ باسل نے اپنا بیڑا روانہ کردیا، لیکن اوس کی خبرِ وفات سے وہ صقلیہ تک نہین پہنچ سکا، لیکن یہ صحیح نہین ہے، باسل دوم ۱۰۲۶ء سے پہلے ۱۰۲۵ء ہی مین وفات پاچکا تھا، اور اسکی تصریح مذکورہ بالا حوالہ کے علاوہ اسی انسائیکلوپیڈیا کی ایک دوسری جلد مین باسل دوم کے سوانحِ حیات کے تحت موجود ہے، (ج ۴ ص ۴۶ طبع یازدہم)

صقلی جماعت کے مدبرین دوراندیش تھے، اس خوفناک سازش مین شریک ہونے کیلئے تیار نہین ہوئے، اور تائید الدولہ کو صفائی سے جواب دیدیا:-

"یہ ممکن نہین اب ہمارے اون کے ازدواجی تعلقات قائم ہو چکے ہین، اور ہم دونون ایک دوسرے سے نسبی قرابتون سے وابستہ ہین، اور ہم دونون بمنزلہ واحد کے ہو چکے ہین"

جب تائید الدولہ اس صقلی جماعت کی طرف سے مایوس ہوا، تو اوس نے دوسرے فریق کو ٹٹولنا چاہا، اس دوسرے گروہ پر اس کا جادو چل گیا، اور صقلیہ کے افریقی مسلمان، اور حکومت مین صقلی باشندون کے خلاف جن مین مسلم و غیر مسلم دونون تھے، اتحاد قائم ہو گیا، اور اس سازش اتحاد کے بعد حکومت کو رعایا کی ایک جماعت کی تائید حاصل ہو گئی، اور وقتی طور پر تائید الدولہ اپنے مقصد مین کامیاب ہو گیا،

اس کے بعد اس سازش اتحاد کے رو سے صقلیہ کے افریقی مسلمان حکومت کے مختلف شعبون مین پیش پیش ہو گئے، اعلیٰ عہدون پر بیش قرار تنخواہون کے ساتھ سرفراز ہوئے، اون کی جائدادین خراج سے آزاد کی گئین، اور ہر ممکن طریقہ سے انھین صقلی مسلمانون اور غیر مسلمون پر فوقیت دینے کی کوشش کیگئی، اول اون سے علی عہدے خالی کرائے گئے، پھر حکومت کے صیغۂ مالیہ کا توازن قائم کرنے کیلئے افریقی مسلمانون کی اون جائدادون کے محاصل کے عوض جو خراج سے آزاد کیگئی تھین، اہل صقلیہ کی جائدادون پر خراج کا دوہرا بار ڈالا گیا، اور پھر اہل افریقیہ کی پاسداری مین ہر ہر قدم پر ان کی حق تلفی کیجانے لگی،

صقلی جماعت کی المعز صنہاجی سے استمداد

صقلی مسلمان واقعات کی اصلیت سے واقف تھے، کہ وہ تمام حقوق و مراعات جن سے اہل افریقیہ اس وقت فائدہ اوٹھا رہے ہین، اس سے پہلے خود ان کے سامنے پیش کئے جاچکے تھے، اور وہ اون کو رد کر چکے تھے، اس لئے ایسی صورت مین ان ناانصافیون پر حکومت کو دوبارہ توجہ دلانا لاحاصل تھا، اسلئے وہ حکومت کے طریق عمل کی اصلاح و درستی سے مایوس ہو گئے، اور اس کے بجائے اوس کا حل ایک دوسری شکل مین تلاش کیا، وہ حکومت صنہاجیہ افریقیہ سے استمداد تھی، چنانچہ نہایت خوشی سے اہل صقلیہ کا

Marfat.com

ایک وفد المعز صنہاجی فرمانروائے افریقیہ کی خدمت مین استمداد کے لئے حاضر ہوا،

المعز اگرچہ ابھی تک خلفائے فاطمی کا ماتحت خیال کیا جاتا تھا لیکن اوس نے شیعی مذہب کو ترک کر کے سنی المذہب ہوجانے سے وہ حقیقی تعلقات جو ان دونون مین ہونے چاہئے تھے، قائم نہین رہے تھے، اور پھر فرمانروایانِ کلبین کے شیعی ہونے سے افریقیہ اور صقلیہ مین بھی کچھ اچھے مراسم قائم نہین رہے تھے، کیونکہ المعز افریقیہ مین شیعون کیلئے شمشیر برہنہ تھا، مذہبی عصبیت ان دونون حکومتون مین مخلصانہ تعلقات کے قائم ہونے مین مانع تھی، جس کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے، کہ ۴۰۹ھ مین شیعون کی ایک جماعت نے جو دو سو سوارون پر مع اہل و عیال کے مشتمل تھی، افریقیہ کے مظالم سے عاجز آ کر صقلیہ کو اپنی پناہ گزینی کے لئے منتخب کیا، اگرچہ اوسکو صقلیہ پہنچنے کا موقع نہین ملا، اور ایک گانون مین قتل کر دی گئی، تاہم اس سے ان دونون حکومتون کے تعلقات کا اندازہ ہوجاتا ہے،

سلہ المعز حکومت صنہاجیہ کا چوتھا فرمانروا تھا، جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے، خلیفہ فاطمی المعز نے یوسف بلکین صنہاجی کو افریقہ کی فرمانروائی سپرد کی تھی، یوسف کے بعد منصور بن یوسف، پھر بادیس بن منصور فرمانروا ہوئے، بادیس کا ۴۰۶ھ مین انتقال ہوا، اور ان تینون کے عہد حکومت مین افریقیہ اور مصر کے تعلقات ویسے ہی رہے جیسے کہ مصر و صقلیہ مین اس وقت تک قائم تھے، بادیس کے بعد اوس کا لڑکا المعز آٹھ سال اور چند مہینے کی عمر مین تخت حکومت پر بیٹھا، اتفاق سے اوسکی تعلیم و تربیت ایک ایسے شخص کی نگرانی مین ہوئی، جو فرقہ اہل السنۃ والجماعۃ مین سے مذہب مالکی کا پیرو تھا، اوس نے آہستہ آہستہ المعز کو مذہب اسماعیلی سے برگشتہ کر کے مذہب اہل سنت کی دعوت دی، اور اس مذہب کی طرف اوس کو مائل کر لیا، یہ واقعہ سیاسی حیثیت سے افریقیہ کے لئے نہایت اہم ثابت ہوا، کیونکہ اگرچہ افریقیہ پر اسماعیلی ایک صدی سے زیادہ سے حکمران تھے، لیکن باشندگان افریقیہ کی عام آبادی اپنے آبائی مذہب اہل السنۃ والجماعۃ پر قائم تھی، اس لئے جب المعز کے تبدیل مذہب کی خبر افریقیہ مین شائع ہوئی تو اہل افریقیہ کو بڑی مسرت حاصل ہوئی، اور شیعہ حنفی کے فرقہ وارانہ جذبات جو اب سرد پڑ چکے تھے، پھر سے تازہ ہوگئے، اور اہل افریقیہ ایک مرتبہ آخری فیصلہ کر کے سرزمین افریقیہ سے شیعون کو نیست و نابود کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے، چنانچہ المعز کے سال جلوس کے دوسرے ہی سال جب افریقیہ کے عوام کو ایک موقع پر المعز کے مذہب اہل سنت کی طرف مائل ہونے کا علم ہوا، تو وہ جذبات سے مغلوب ہو کر اس نشہ مین [illegible] جب تاریخ [illegible] شیعون [illegible] افریقیہ [illegible]

Marfat.com

اس لئے جب صقلی وفد نے المعز کی خدمت میں پہنچکر اوس کو صقلیہ کی صورت حال سے آگاہ کیا، اور اس سے یہ تہدید آمیز درخواست کی کہ یا تو حکومت افریقیہ جزیرہ صقلیہ کو اپنے ممالک محروسہ میں داخل کرلے، اور اہل صقلیہ کو دولت کلبیہ آزاد کرائے، ورنہ وہ مجبور ہوں گے کہ عیسائیوں کو بلاکر اس اسلامی جزیرہ کو اون کے سپرد کردیں[1]

افریقیہ کا حملۂ صقلیہ پر

المعز انھی حالات کی بنا پر صقلیہ کی حملہ آوری پر تیار ہوگیا، اور اپنے لڑکے عبداللہ کی سرکردگی میں چھ سو سپاہیوں کا ایک مختصر دستہ روانہ کیا جسمیں تین سو سوار تھے تاکہ وہ صقلیہ کی فوج کی امداد سے غلبہ حاصل کرے، یہ افریقی لشکر انھی اہل صقلیہ کی رہنمائی میں صقلیہ پہنچا، اور دارالحکومت بلرم کی طرف روانہ ہوگیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۹) سنہ ۴۰۷ھ میں شیعوں کا ایسا وحشتناک قتل عام ہوا کہ سرزمین افریقیہ تھرا اوٹھی، اس طریقہ سے المعز کے تخت نشین ہونے کے دوسرے سال ہی اس کے اور فاطمیین کے درمیان نباہ سا اختلاف پیدا ہوگیا لیکن اب صنہاجیوں نے افریقیہ میں پوری قوت حاصل کرلی تھی اس لئے فاطمیین کے لئے یہی بسا غنیمت تھا کہ افریقیہ میں فاطمی سکہ و خطبہ جاری رہے یہی وجہ تھی کہ سنہ ۴۰۷ھ میں شیعوں کے قتل عام پر حکومت فاطمی مصر نے کوئی احتساب نہیں کیا بلکہ المعز کو مطیع و فرمانبردار رہنے کے لئے اوس پر اخلاقی دباؤ ڈالا، ہر دوسرے تیسرے سال خلعت اور تحائف مصر سے آتے، مختلف مواقع پر بلند خطابات عطا کئے جاتے، اور اس طریقہ سے اس کا وہ اعزاز واکرام ہوا، جو اس کے آبا و اجداد کو بھی انکی بہترین وفاداریوں کے باوجود نصیب نہ ہوا تھا، لیکن فاطمیین کی شومی قسمت سے ان کی یہ سب کوششیں بے سود ثابت ہوئیں اور ابن اثیر کی روایت کے مطابق سنہ ۴۳۵ھ میں اور ابن عذاری کے بیان کے رو سے سنہ ۴۴۰ھ میں الامیر شرف الدولہ عضد الدولہ المعز بن بادیس نے فاطمیین کی اطاعت کا جوا اوتار پھینکا، اور افریقیہ میں ان کا خطبہ و سکہ موقوف ہوگیا اور ان کی بجائے خلافت عباسیہ سے افریقیہ کا دوبارہ تعلق قائم ہوا، اور خلیفہ عباسی القائم بامر اللہ نے المعز کو الملک الاوحد ثقۃ الاسلام شرف الامام عمدۃ الانام ناصر دین اللہ قاهر اعداء اللہ و مؤید سنۃ رسول اللہ صلعم ہو تسمیم المعز بن بادیس کے خطاب سے سرفراز کرکے فرمان ولایت بھیج دیا (ابن اثیر و ابن عذاری [illegible])

[1] ابن اثیر [illegible] نہایۃ الارب [illegible] صفحہ ۴۴۳

اہل صقلیہ اس حملہ آور فوج کے ماننے والے تھے، اور صقلیہ کی شاہی فوج میں صقلیین ہی کی زیادہ کثرت تھی اس لئے شاہی فوج کا ایک بڑا حصہ قدرتی طور پر جنگ سے الگ ہوگیا، اس لئے عبد اللہ چند معرکہ آرائیوں کے بعد بہت جلد دارالحکومت خالصہ کی شہرپناہ کے نیچے پہنچ گیا، اور تائید الدولہ اپنی مختصر جمعیت کے ساتھ خالصہ کے قلعہ میں محصور ہوگیا

اہل صقلیہ میں اختلاف اور تائید الدولہ کا قتل،

چند دن اسی حال میں گذرے اس اثناء میں تائید الدولہ اپنی صقلی فوج کو ہموار کرنے میں مصروف رہا، اور اس کی کوششوں سے اس کی نمک خوار سپاہ اوس کی امداد کے لئے تیار ہوگئی، اور قریب تھا کہ حالات بدل جائیں کہ اسی اثناء میں اوس جماعت کو جو افریقی فوج کو اپنے ساتھ صقلیہ لائی تھی تائید الدولہ پر دسترس حاصل ہوگیا، اور اوس نے موقع پاتے ہی نہایت عجلت سے اوس کو قتل کر ڈالا، اور سر کاٹ کر المعز کے پاس افریقیہ بھیج دیا، یہ واقعہ ۴۲۵ھ میں پیش آیا[۱]

اہل صقلیہ اور افریقیہ میں جنگ

تائید الدولہ کے اس قتل سے فتنہ اور زیادہ برانگیختہ ہوا، اور اوس کی مؤید جماعت دولت کلبیہ کی حمایت پر آمادہ ہوگئی، اور اون لوگوں کے خلاف جو افریقیہ سے فوج لے آئے تھے آوازیں بلند ہوئیں، لیکن دور اندیشوں نے مصلحت اندیشی سے کام لیا، اور اون لوگوں سے کوئی اشتعال برتاؤ کرنے کے بجائے، بحث وتمحیص سے اون کو ہموار کرنا شروع کیا، کہ اس غیر ملکی قبضہ کا کوئی خوشگوار نتیجہ نہ ہوگا، چنانچہ پھر ان لوگوں کی بھی رائے بدل گئی، اور اب یہ جماعت بھی عبد اللہ کی مخالفت پر آمادہ ہوگئی، اور اوس کے خلاف متفقہ مقابلہ کے لیے صقلیہ کی ایک بڑی فوج میدان میں اتر آئی،

عبد اللہ کے لئے یہ حالات خلاف توقع تھے، وہ صرف اہل صقلیہ کی امداد کے بھروسہ پر مٹھی بھر فوج لے کر آیا تھا، تاہم اوس نے مقابلہ کیا، اور اوس کے تین سو جانباز سپاہی پہلے ہی حملہ میں مقتول ہوگئے، اوس کے بعد وہ اپنی باقی ماندہ فوج لیکر افریقیہ واپس چلا گیا،[۲]

[۱] ابن خلدون کے نسخہ میں ۴۱۵ھ ہے لیکن صحیح نہیں ہے ۔ ۲۲ ابن اثیر ج ۹ صفحہ ۱۳ ونہایۃ الارب جلد ۲ ... [۲] ابن خلدون

خلیفہ فاطمی معز کی وفات اور اس کا جانشین

اسی سال ماہ شعبان ۴۲۷ھ میں خلیفہ فاطمی الظاہر لاعزاز دین اللہ نے وفات پائی کل مدت خلافت ۱۵ سال اور کچھ مہینے رہی، اس کے بعد اس کا لڑکا ابو تمیم معد المستنصر بامر اللہ کے لقب سے تخت خلافت پر بیٹھا۔

المستنصر بامر اللہ ابو تمیم معد بن الظاہر خلیفہ فاطمی

۴۲۷ھ – ۴۸۷ھ
۱۰۳۵ء – ۱۰۹۴ء

المستنصر نے بھی اپنے باپ کے نقش قدم کی پیروی کی، اور امور مملکت کو وزراء کے سپرد کر دیا، اور باوجودیکہ صقلیہ میں اس وقت اہم انقلابات ہو رہے تھے، لیکن خلافت فاطمی کی طرف سے کوئی مداخلت نہیں ہوئی۔

دولت کلبیہ کا زوال

شیوخ و امراء کا انتخاب

صقلیہ میں تائید الدولہ کے قتل اور افریقی لشکر کی واپسی کے بعد انقلاب انگیز اضطراب پیدا ہو گیا، حکومت کا رعب و داب جاتا رہا، اور شورہ پشت جماعتوں کے سرگروہ کو اقتدار حاصل ہو گیا، اور وہ لوگ صقلیہ کی حکومت کے سیاہ و سپید کے مالک بن بیٹھے، ان لوگوں نے افریقی فوج کی واپسی کے بعد مجلس شوریٰ منعقد کی، اور تائید الدولہ کے چھوٹے بھائی حسین کو صمصام الدولہ کا لقب دیکر رسمی طور پر برائے نام تخت حکومت پر بٹھا دیا۔

تاریخ ابن خلدون ج ۴ ص ... ابوالفداء ج ۲ ص ۹۰ ابن اثیر کے نسخہ میں افریقی فوج کے مقتولین کی تعداد دو ہزار آٹھ سو لکھی ہے، لیکن یہ نسخہ کا اختلاف ہے غالباً آٹھ سو کی جگہ آٹھ ہزار ہو گیا، کیونکہ فوج کی مجموعی تعداد صرف ... ہی تھی ابن خلدون اور ابوالفداء میں یہی تعداد ہے، لیکن اماری نے ابوالفداء کے دو نسخوں سے نقل کیا ہے، ایک میں آٹھ سو اور ایک میں آٹھ ہزار ہے ملاحظہ ہو ضمیمہ ج ۲ ص ...

صمصام الدولہ حسن بن یوسف ثقۃ الدولہ کلبی فرمانروائے صقلیہ (۱۲)

۴۲۷ھ/۱۰۳۵ء - ۴۳۱ھ/۱۰۳۹ء

صمصام الدولہ وہ آخری بدبخت کلبی تاجدار ثابت ہوا جس کو ایک دن بھی سکون سے حکومت کرنا نصیب نہیں ہوا، جن شورش پسندوں نے اس کے سر پر تاج رکھا، دارالحکومت پر عملاً وہی قابض ہوگئے، اور عمالِ حکومت کا عزل و نصب اور ہنگامۂ دار و گیر برپا کر دیا، جس سے شہر کے معززین سر چھپانے پر مجبور ہو گئے،

جب دارالحکومت میں یہ فضا پیدا ہوگئی، تو اوروں کو بھی جرأت ہوئی، جو جس صوبہ کا گورنر تھا، وہ خود حکمران بن بیٹھا، جس کی معزولی کا پروانہ پہنچا، اس نے اس کو ٹھکرا کر خود مختاری کا اعلان کر دیا، یہاں تک کہ بعض شہروں کے حاکموں نے بھی اپنی مطلق العنانی کا اعلان کر دیا، اور کسی کو مرکزی حکومت سے کوئی علاقہ باقی نہیں رہ گیا، ابن اثیر اور عام مورخین لکھتے ہیں:—

"حالات میں عام اضطراب پیدا ہوگیا، رذیلوں کو حکمرانی کا موقع مل گیا، اور ہر شخص اپنے اپنے شہر کا مطلق العنان فرمانروا بن بیٹھا"

مسینا پر بزنطی قبضہ

ایک طرف صقلیہ میں یہ اضطراب انگیز حالات طاری تھے، دوسری طرف اسی اثناء میں قیصر روم میکائیل چہارم (MICHAEL IV) (۴۲۵ھ تا ۴۳۲ھ / ۱۰۳۴ء تا ۱۰۴۱ء) نے اپنے پیشرو فرمانروا باسل روم کی ناتمام آرزو کی تکمیل کرنی چاہی، اور صقلیہ پر حملہ آوری کے لئے مذہب کے نام پر فوج بھرتی کی، جس میں عیسوی مذہب کے ہر فرقہ کے لوگ شامل ہوئے، اور ایک بڑا لشکر تیار ہوا، جس کا امیر اس عہد کے سب سے بڑے جنرل کپتان جارج مینیاکس (GEORGE MANIACES) کو مقرر کیا گیا،

بیزنطی بیڑا ۱۰۳۸ء میں مسینا پہنچا، اور انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار کے بقول ان حملہ آوروں کے اس حملہ کو مسلمانانِ صقلیہ کی باہمی جنگ سے تقویت پہنچی، اور وہ مسینا پر قابض ہو گئے، [1]

صقلیہ پر عیسوی حملہ کا اسی سے آغاز ہوا، اور ممکن تھا، کہ بعد میں بعض دوسرے حالات پیش نہ آجاتے، تو صقلیہ ایک مرتبہ دوبارہ بیزنطی صوبہ بن جاتا، لیکن بعد کے واقعات نے بیزنطی شہنشاہوں کی یہ آرزو پوری نہ ہونے دی،

دولتِ کلبیہ کا زوال بلرم میں صمصام الدولہ کی تخت نشینی کے بعد حکومت میں جو اختلال و اضطراب پیدا ہو گیا تھا، وہ روز بروز ترقی کرتا گیا، اور ۴۲۷ھ/۱۰۳۵ء سے ۴۳۱ھ/۱۰۳۹ء تک چند سال یہی حالات قائم رہے، اور مظلوم صمصام الدولہ کے بنائے کچھ نہ بن سکی، آخر وہ ساعت بھی آپہنچی کہ دولتِ کلبیہ کا یہ ٹمٹماتا ہوا چراغ بھی گل کر دیا جائے، چنانچہ ۴۳۱ھ/۱۰۳۹ء میں یہ آخری کلبی تاجدار بھی تختِ حکومت سے معزول کر دیا گیا، اور اسی پر دولتِ کلبیہ کا خاتمہ ہو گیا، [2]

صمصام الدولہ معزول ہونے کے بعد خاموش بیٹھ گیا، لیکن دشمنوں نے پھر بھی اوس کی جان بخشی نہ کی، اور صقلیہ میں جلد جلد حالات بدلنے کے بعد جب ایک شخص ابن تمنہ نامی القادر باللہ کے لقب سے تخت پر بیٹھا تو اوس نے خطرات کو مکمل طور پر ختم کر دینے کے لیے صمصام الدولہ کا کام تمام کر دیا، اور اوس کے قتل کے ساتھ ہی خانوادۂ کلبیہ کا چراغ ہمیشہ کیلئے گل ہو گیا،

دولتِ کلبیہ پر ایک نظر

ابو الغنائم حسن بن علی بانیِ دولتِ کلبیہ ۳۳۶ھ/۹۴۷ء میں صقلیہ آیا، اور ۴۳۱ھ/۱۰۳۹ء میں صمصام الدولہ نے تختِ حکومت چھوڑا، اس طرح خانوادۂ کلبیہ کو کامل ۹۶ برس تک صقلیہ پر فرمانروائی کرنیکا موقع ملا،

---

[1] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا جلد ۲۵ ص ۳۳، ہسٹری آف دی نیشنز ج ۰ ص ۲۴۶ [2] ابن اثیر ج ۹ ص ۱۳۱، ابن خلدون ج ۴ ص ۲، نہایۃ الارب، بیان المغرب، اماری ص ۳۴۵، ابو الفداء ج ۲ ص ۹، وغیرہ،

دولت کلبیہ صقلیہ پر اوس کی اس ۹۶ سالہ عمر مین متعدد دور گذرے، اس کی بنا و تاسیس حسن بن علی کے مضبوط ہاتھون سے پڑی، اور اگرچہ اس کے ولایت صقلیہ پر مامور ہونیکے وقت اسکے خاندان کی متواتر حکومت کا کوئی خیال نہین تھا، لیکن اوس نے اپنے اس اثر ورسوخ سے جو اس عہدہ پر فائز ہونے سے پیشتر اوس کو حاصل تھا، اور پھر صقلیہ مین آمد کے بعد اپنی دوراندیشی اور حسن تدبیر سے تمام بغاوتون کے استیصال کرنے اور جنوبی اٹلی مین فتوحات حاصل کرنے سے اوسکی شخصیت صقلیہ اور افریقیہ دونون جگہ اس قدر نمایان ہوگئی کہ اوس نے خود صقلیہ مین دولت کلبیہ کی تاسیس کا خواب دیکھا، اور اپنے بجائے اپنے لڑکے احمد کو قائم مقام بنایا، پھر افریقیہ پہنچ کر مرکزی حکومت مین رسوخ سے کام لیکر احمد کو صقلیہ کی مستقل ولایت کا پروانہ دلوایا، یہ اوس کی وہ پہلی کوششین تھین، جو اس خاندان کی حکومت کو عالم وجود مین لائین، اور اوس کے بعد ابوالقاسم کے عہد حکومت تک صقلیہ مین جسقدر کلبی فرمانروا گذرے اونھون نے اس حکومت کی بنیادین اُستوار کین یہی دولت کلبیہ کا دور اول تھا،

پھر اسی عہد کے آخری فرمانروا ابوالقاسم کے زمانہ مین خلافت فاطمی کے زیر سایہ حکومت کلبیہ کی مکمل آزادی وخودمختاری تسلیم کرلی گئی جس کے رو سے اب خلفائے فاطمی مصر کو عملاً صقلیہ کے داخلی معاملات مین دخل اندازی کا کوئی حق حاصل نہین رہا، کلبی فرمانروا جس کو چاہتا، ولیعہد نامزد کرتا، اور خلیفہ فاطمی رسماً اوسکی تصدیق کرتا، اور سریر آرائی کے بعد اوس کو صقلیہ کی فرمانروائی کا فرمان بھیج دیتا، اور ادھر فرمانروائے کلبی کا فریضہ تھا، کہ اس حکومت کی نسبت کو خلافت فاطمی کے ساتھ برقرار رکھے صقلیہ کی مسجدون مین جمعہ کے خطبہ مین خلیفہ فاطمی کا نام لیا جائے، اور سالانہ خراج کی ایک متعینہ رقم سال بہ سال صوبہ صقلیہ سے مرکزی حکومت کو دیجائے،

ابوالقاسم کے بعد اس حکومت کا دوسرا دور شروع ہوا، جو تاج الدولہ جعفر کے نصف اول عہد حکومت تک قائم رہا، فلسفہ تاریخ مین حکومتون کے زرین عہد سے اون کے دوسرے دور کو تعبیر

Marfat.com

کیا گیا ہے چنانچہ صقلیہ بنی کلب کے دو ادوار اول وآخر دونوں دوروں سے زیادہ شاندار رہا، تاجداران حکومت کو ہموار کی ہوئی سرسبز وشاداب زمین ملی، امن واطمینان سے انھیں کشت وزاری کا موقع ملا، اور تمام سرزمین صقلیہ گلہائے رنگارنگ سے لہلہا اٹھی، حکومت کے تمام شعبے الگ الگ مصروف عمل رہے بلکہ اپنی اقتصادی ومالی حیثیت سے ترقی کرتا رہا، صقلیہ کی زمین خود زرخیز تھی، جب دولت کلبیہ کو اس میں تمدنی آبیاری کا موقع ملا، تو وہ سرزمین یورپ کے ازمنۂ وسطی کی مدنیت کا ایک ایسا اعلیٰ ترین نمونہ بن گئی، جس کی نظیر بجز غرناطہ وقرطبہ کے یورپ کے کسی دوسرے خطۂ ملک میں موجود نہیں تھی، فرمانروایان کلبین نے اپنے اس دور وسطی میں صقلیہ کو تمدن کی تمام نیرنگیوں سے آراستہ کیا، اور ہر قسم کی تمدنی ترقیاں، یعنی نظام حکومت کے مختلف شعبوں دار الوزارۃ، دیوان الکتاب، دیوان الخزن، عدالت وقضا اور دیوان نظر المظالم کا قیام، فرمانروایان حکومت کے شاہانہ شان وشوکت اور لوازم شاہی کا اجراء، شاہوں کے عالیشان محلات، شاہانہ چتر وجلوس، اور شاہانہ القاب وآداب اور خطاب کا رواج، علوم وآداب قرآن حدیث فقہ کلام طب ادب، نحو شعر وشاعری، اور فلسفہ وحکمت وغیرہ کی ترویج، مدارس کا قیام، علماء وشعراء کا پیشگاہ حکومت سے شاہانہ عطایا ووظائف، فنون جمیلہ اور خصوصًا فن تعمیر کی اعلیٰ ترقیاں، صنعت وحرفت کی ترقی وترویج، اور اسی طرح تجارت کی عام گرم بازاری وغیرہ اسی عہد میں معراج کمال پر پہنچیں جن کا اصل مرقع کتاب کی دوسری جلد میں نظر آئے گا،

نیز اسی عہد سے قدرۃً فرمانروایان کلبین کے عیش وعشرت کا زمانہ آیا، اور اس کے نتیجہ کے طور پر شاہی خاندان کی یکجہتی میں بھی فرق آگیا، اور تاج الدولہ کے بھائی علی کی فوج کشی سے فتنہ کا دروازہ کھل گیا، اور یہی دولت کلبیہ کے زوال کا دیباچہ بنا، اور حکومت میں روز بروز اضمحلال آتا گیا، تاج الدولہ نے قبائل بربر کی جلا وطنی، اور غلاموں کے قتل عام سے خود اپنے ہاتھوں حکومت کی بنیاد کھوکھلی کر دی، کیونکہ اگرچہ وہ حضریت وتمدن سے آشنا تھے، لیکن اون کی بدویت

Marfat.com

کا جو جبلی فطرت تھی، اقتضا یہی تھا کہ وہ بدویت وحضریت کے سلسلہ ارتقا کے درمیان میں رکھے جائیں اور فوجی خدمات سے، اور اسی میلان کی فطری بسالت وشجاعت کا سکہ پورے صقلیہ پر جما ہوا تھا جو حکومت کے رعب وداب اور اقتدار قائم کرنے میں نہایت معاون تھا، علاوہ ازیں بربریوں کو یہاں ہردلعزیزی بھی حاصل تھی، اس میلان کے استیصال سے عام باشندگان صقلیہ کے رجحانات تاج الدولہ کی طرف سے بدل گئے اس لئے جب اغانی کے جور واستبداد کا بہانہ ہاتھ آیا، تو بغاوت کی آگ پوری قوت سے بھڑک اوٹھی، اور تاج الدولہ کو حکومت سے دستبردار ہونا پڑا،

چنانچہ نویری نے انہی بربریوں کی جلاوطنی کو تاج الدولہ جعفر کی معزولی کا اصل سبب قرار دیا ہے، وہ لکھتا ہے:-

وادی ذالک الی وثوب اھل — اور اس جلاوطنی کا اثر یہ پڑا کہ لوگ

صقلیۃ بہ (تاج الدولہ) — تاج الدولہ جعفر پر اینڈہ چل کر ٹوٹ

واخراجہ[1] — پڑے، اور اوس کو حکومت سے دستبردار کیا،

تاج الدولہ جعفر کی دستبرداری کے بعد ممکن تھا کہ تائید الدولہ احمد الاکحل معاملات کو سنبھال لیتا، مگر اوس کے ناخلف لڑکے جعفر نے اپنی بے راہروی سے فتنہ کو دوبارہ جگا دیا، اور پھر تائید الدولہ بھی اپنے لڑکے کی حکمت عملی کی حمایت میں آگیا، اور خود نہایت ناروا طرز عمل اختیار کر کے اپنی قبر آپ کھودلی تائید الدولہ کے بعد دولت کلبیہ کی آخری تلوار نیام سے نکلی، اور صمصام الدولہ سریر آرائے حکومت ہوا، لیکن یہ تلوار بھی دولت کلبیہ کے بواخواہوں کے بجائے اوس کے بدخواہوں کے ہاتھ لگ گئی، اونھوں نے اس کی آزمایش کے بغیر اوس کو کمرت اتار کر پھینک دیا، اور صمصام الدولہ کے تخت سے اوترتے ہی دولت کلبیہ کا آفتاب اقبال غروب ہوگیا،

[1] نہایۃ الارب درامار ی ص ۴۴۴،

کلبین کے لئے یہ مایۂ ناز و افتخار ہے، کہ انھین کا وہ عہد زرین تھا جس مین صقلیہ نے تہذیب و تمدن کا حقیقی درس حاصل کیا، اور پھر اوس نے یورپ کے ایک بڑے حصہ کو تہذیب و تمدن کا سبق سکھایا، اس لئے اگرچہ کلبیین کو زوال آگیا، تاہم صقلیہ مین اون کی پھیلائی ہوئی روشنی سے آیندہ صدیون تک اُجاگر رہا،

Marfat.com

طوائف الملوکی

۴۲۱ھ - ۴۴۴ھ
۱۰۲۹ء - ۱۰۵۲ء

دولتِ کلبیہ کے زوال کے بعد جیسا کہ گذر چکا ہے صقلیہ میں عام طور سے طوائف الملوکی پھیل گئی [illegible] شخص جس صوبہ کا گورنر یا جہاں کا حاکم تھا، وہیں اوس نے اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا،

جزیرہ میں بزنطی فتوحات اور اُن کا خاتمہ

انہی دنوں جزیرہ میں بزنطی جنرل منیکس کے حملے شمالی صقلیہ میں جاری تھے، اوس کو یہاں کے دورِ اختلافات سے فائدہ پہنچا، اور اوس نے [illegible] سے [illegible] تک [illegible] رقوسہ اور بعض دوسرے اہم مقامات پر قبضہ کر لیا، اس قبضہ اور استیلا میں بعض شہروں کے مسلمان حاکموں نے بھی اوس کی امداد کی،

لیکن ان بزنطی فتوحات کا دائرہ رقوسہ کے مضافات سے آگے نہ بڑھ سکا، جب مختلف مسلمان حاکم اپنی اپنی جگہ اوٹھ کھڑے ہوئے، تو وہ ۴۳۴ھ میں بزنطی لشکر کو جزیرہ سے نکال دینے میں کامیاب ہو گئے[1]

حکومت میں ایک ہنگامی حکومت

جزیرہ میں صمصام الدولہ کے معزول کئے جانے کے بعد [illegible] دنوں خاص دار الحکومت بلرم میں کوئی ذمہ دار حکومت قائم نہیں ہوئی، کچھ دنوں کے بعد بلرم کے معززین و شرفا ایک ذمہ دار حکومت کے قیام کی کوششوں میں کامیاب ہوئے

[1] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۲۵ ص ۲۰ [illegible] یازدہم، ہسٹری آف دی [illegible] ج [illegible]

اور بلرم میں ایک نام نہاد ہنگامی حکومت کی بنیاد ڈال دی گئی، جس کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ تھی، کہ اس میں کسی شخص واحد کو فرمانروا تسلیم نہیں کیا گیا، بلکہ حکومت کی زمام اجتماعی اور مشترکہ طور پر ان سب کے ہاتھوں میں رہی، یا یوں کہا جائے کہ بلرم کے ذمہ دار شہریوں کی مجلس شوریٰ حکومت کی تنظیم قائم ہوئی۔[1]

طوائف الملوکی لیکن جب مختلف صوبوں اور شہروں کے با اقتدار حکام ان دولت کلبیہ سے اپنی بغاوت کا اعلان کر چکے تھے، تو وہ اس نام نہاد حکومت کی اطاعت پر کیوں آمادہ ہوتے، اس لئے جب جہاں موقع ملا، اس نے اپنے ارد گرد کے شہروں پر قبضہ کر لیا، اور الگ الگ ایک ایک خود مختار حکومت قائم کر لی اور حسب ذیل حکومتیں ابن بلطی المعانی کے ماتحت ہوگئیں۔

شمار	نام حکمران	حدود حکومت
(۱)	شرفائے بلرم	بلرم اور اس کے مضافات،
(۲)	قائد عبد اللہ بن منکوت	مازر، طرابنش، شاقہ، مرسی علی مع مضافات،
(۳)	علی بن نعمۃ المعروف بابن حواس	قصریانہ، جرجنت، قصر نوبو مع مضافات،
(۴)	محمد بن ابراہیم بن ثمنہ	سرقوسہ مع مضافات،
(۵)	ابن الکلابی	قطانیہ مع مضافات۔[2]

ان کے علاوہ بھی جو جو قابل ذکر مقامات تھے، وہ خود مختار ہو گئے، اور ان مقامات پر کسی نہ کسی خاص حکمران

---

[1] نہایۃ الارب در امادی ص ۴۴۵، [2] ابن اثیر ج ۱ ص ۱۳۰، نہایۃ الارب در امادی ص ۴۴۵ ابوالفداء ج ۲ ص ۱۵۹، ابن خلدون کے دونوں نسخوں میں ان شہروں کا ذکر آیا ہے، قصر یانہ اس سے اس کی طرف رجوع کرنا پڑا ہے، اور یہ کہا جائے کہ نسخوں میں اور ابن خلدون میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ ابن خلدون کی متن غائب ہو گئی جس سے اس کی عبارت خبط اور بیان متضاد ہو گیا۔

Marfat.com

اقتدار حاصل نہین ہوا، وہان اگر مسلمانون کی آبادی غالب تھی تو اون کا اجتماعی اقتدار قائم رہا، اور اگر عیسائی زیادہ تھے، تو وہ اُن کے مالک بن بیٹھے، کسی کو کسی سے کوئی سروکار نہین رہا،

خانہ جنگی

ان خود مختار دول خمسہ کے قیام کے بعد ان کی باہمی خانہ جنگی کا آغاز ہوا، اور ہر کمزور پر قوی کی نگاہ حرص پڑنے لگی، اور انھی حریفون کی باہمی نبرد آزمائی کا سلسلہ شروع ہو گیا،

ابن ثمنہ کا اقتدار بلرم پر اور مرکزی حکومت کی تشکیل

چنانچہ ان متغلبین مین سے حاکم سرقوسہ ابن ثمنہ آگے بڑھا، اور بلرم کی طرف [illegible] پیشقدمی کی [illegible] کہ یہان کسی شخص واحد کا قبضہ نہ تھا، علاوہ ازین [illegible] پر قبضہ کر لینے کے بعد دوسری چھوٹی چھوٹی ریاستون پر پیشقدمی کرنے کا ایک بہانہ ہاتھ آجائے گا [illegible] حکومتون کو مرکزی حکومت کا مطیع و منقاد بنایا جائے،

بلرم کی ہنگامی حکومت پر رفتہ رفتہ یہان کی [illegible] جماعت قابض ہو چکی تھی، اوس نے ابن ثمنہ کا خیر مقدم کیا، نیز شرفائے بلرم نے بھی کوئی مزاحمت نہین کی، کہ ممکن ہے ابن ثمنہ اپنی طاقت سے صقلیہ مین کوئی مضبوط و مرکزی حکومت قائم کرنے مین کامیاب ہو جائے، اور پورے صقلیہ کو پہلے کی طرح مطیع و منقاد بنا لے، اس لئے ابن ثمنہ بلرم پہنچتے ہی یہان کا جائز فرمانروا تسلیم کر لیا گیا،

ابن ثمنہ نے بلرم پر قبضہ کرنے کے بعد القادر باللہ کا لقب اختیار کیا، یہ گویا اس امر کا اعلان تھا کہ وہ فرمانروایان کلبین کی جگہ تخت حکومت پر بیٹھا ہے، اب صقلیہ کی جس قدر دوسری ریاستین ہین، ان کے فرمانروا ایک متغلب کی حیثیت رکھتے ہین،

صمصام الدولہ کا قتل

ابن ثمنہ نے استحکام حکومت کے لئے آخری معزول کلبی تاجدار صمصام الدولہ کو راستے [illegible] سمجھا، کہ مبادا پھر کوئی [illegible] چنانچہ [illegible] صمصام الدولہ ابن ثمنہ کے حکم سے قتل کر دیا گیا،

اس کے بعد اوس نے اجتماعی حکومت قائم کرنے کے لئے عملی قدم اوٹھایا، اون خود سر ریاستون نے

Marfat.com

سے قطانیہ کا حکمران ابن الکلابی سب سے کمزور تھا، اس لئے ابن ثمنہ نے اولاً اسی طرف رخ کیا، ابن الکلابی نے مقابلہ کیا، لیکن پیش نہ پاسکا، لڑائی میں مارا گیا، اوس کے قتل کے بعد صوبہ قطانیہ کا الحاق بھی اس نام نہاد مرکزی حکومت سے ہو گیا،

اب صقلیہ میں متوازن طاقتیں علحدہ علحدہ ہو گئیں، ابن ثمنہ بلرم، ترتوسہ اور قطانیہ کا فرمانروا تھا، ابن حواس قصریانہ اور جرجنت کا حکمران، اور ابن منکوت مازر طرابنش، شاقہ، اور مرسی علی پر قابض تھا، ابن ثمنہ کی دلی آرزو یہ تھی کہ وہ پورے جزیرہ پر حکمرانی کرے، لیکن یہ دونوں موخر الذکر حکومتیں اتنی کمزور نہ تھیں کہ ان کا بھی خاتمہ کر دیا جائے، اس لئے اوس نے اپنی روش بدلی، اور ان دونوں سے مساویانہ تعلقات پیدا کرنا چاہے، لیکن ابن الکلابی کے قتل کے بعد ایک دوسری دشواری بھی پیش آگئی تھی، یعنی ابن الکلابی اور ابن حواس میں مصاہرانہ تعلقات قائم تھے، اور ابن حواس کی حقیقی بہن میمونہ ابن الکلابی کے حبالۂ عقد میں تھی،

اس لئے ابن ثمنہ کو ابن حواس کی طرف سے جارحانہ پیش قدمی کا قدرۃً خطرہ پیدا ہو گیا، اسلئے ابن ثمنہ نے دوراندیشی سے کام لیا اور میمونہ کی عدت ختم ہوتے ہی ابن حواس کے پاس عقد کا پیغام بھیج دیا، ابن حواس نے بھی ملک کے امن وامان کے لئے اوس کو مناسب خیال کیا، اور میمونہ ابن ثمنہ کے حبالۂ عقد میں داخل ہو گئی،[1]

جزیرہ میں امن وامان | ابن ثمنہ اور ابن حواس کا یہ جدید رشتہ جزیرہ کے فرمانرواؤں کے لئے رشتۂ اتحاد ثابت ہوا، ابن ثمنہ کی برتری تسلیم کر لی گئی، تمام مسجدوں میں اوس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا، اور ملک میں ہر طرف امن وامان قائم ہو گیا،

صقلیہ کا خلافت فاطمی سے انتساب | علاوہ ازیں چونکہ صقلیہ کے یہ سب فرمانروا دولت کلبیہ کے عہد کے گورنر اور

[1] ابن خلدون ج ۴ ص ۲۱۰ و نہایۃ الارب ونباری ص ۴۴۳،

Marfat.com

حاکم شہر تھے، اس لئے مذہباً شیعی تھے، اسی لئے قیام امن وامان کے بعد اُن کے تعلقات خلیفۂ فاطمی مصر سے بدستور سابق قائم ہوگئے، اور صقلیہ سے دولت کلبیہ کے زوال کے بعد خلافت فاطمی کا انتساب قائم رہا[1]

ایک خانگی اختلاف اور خانہ جنگی

صقلیہ میں چند سال تک امن وامان قائم رہا، یہاں تک کہ چند سال گذرنے کے بعد ایک اتفاقی واقعہ پیش آتا ہے، اور ابن حواس اور ابن ثمنہ جس کڑی سے باہم ملے تھے، وہ ٹوٹ جاتی ہے، اور اسی سے ان دونوں فرمانرواؤں کا رشتۂ اتحاد بھی ٹوٹ جاتا ہے،

وہ اتفاقی واقعہ ۴۴۴ھ ۱۰۵۲ء میں پیش آیا، ایک دن میمونہ اور ابن ثمنہ میں کسی بات پر باہمی تکرار ہوگئی اور سخت کلامی کی نوبت آگئی، میمونہ بھی درشت الفاظ میں جواب دیتی گئی، اس وقت ابن ثمنہ شراب کے نشہ سے مخمور تھا، غیظ وغضب میں ہوش سے گذر گیا، اور طیش میں اسکے دونوں ہاتھ کی فصد کھلوادی کہ اسکی زندگی کا خاتمہ ہوجائے، میمونہ کے ہاتھوں سے خون کا فوارہ جاری ہوگیا، اور ابن ثمنہ اوس کو اسی حال میں چھوڑ کر باہر چلا گیا، اتفاق سے ابن ثمنہ کے لڑکے ابراہیم کو واقعہ کی خبر ہوئی، وہ دوڑا ہوا خود پہنچا، اور اطباء کو بلا کر علاج کرایا، اور وہ صحتیاب ہوگئی،

جب صبح ہوئی، تو ابن ثمنہ ندامت وانفعال سے غرق عرق تھا، میمونہ سے اپنے کئے کی معذرت چاہی، کہ رات کو جو کچھ گذری وہ نشہ کی بے اعتدالی تھی، میمونہ بظاہر اوسکی جانب سے صاف ہوگئی، اور دونوں میں تعلقات خوشگوار ہوگئے،

لیکن میمونہ کا دل صاف نہیں ہوا، اوس نے کچھ دنوں بعد مغالطہ دیکر میکے جانے کی خواہش کی، ابن ثمنہ نے اہتمام سے تحائف کے ساتھ اوس کو رخصت کیا، اوس کے بعد اوس نے گھر پہنچ کر تمام واقعات کی دردانگیز تفصیل اپنے بھائی ابن حواس کے سامنے بیان کی، وہ سنتے ہی آگ بگولا ہوگیا، اور قسم کھا بیٹھا، کہ

---

[1] اگرچہ اس کا تصریحی ذکر کہیں نظر نہیں آیا، لیکن آیندہ ۴۵۳ھ کے سلسلۂ واقعات سے پتہ چلتا ہے، کہ اوس وقت یہ سلسلہ قائم رہا، جس کا ذکر آیندہ صفحات میں آئے گا،

Marfat.com

اب میمونہ کو ابن ثمنہ کے پاس کبھی جانے نہ دیگا، چنانچہ کچھ دنون کے بعد جب ابن ثمنہ کے آدمی میمونہ کو لیجانے کے لئے قصریانہ پہنچے تو اوس نے رخصت کرنے سے انکار کردیا، اور وہ لوگ بلرم واپس چلے گئے،

اسی خانگی اختلافات سے صقلیہ مین خانہ جنگی کا دوبارہ آغاز ہوتا ہے، ابن ثمنہ جوش غضب مین اپنی فوجین لے کر قصریانہ کی دیوار کے نیچے کھڑا ہوگیا، ابن حواس نے شہر سے نکلکر مقابلہ کیا، قصریانی لشکر غالب آیا، اور ابن ثمنہ نے قطانیہ کی طرف راہ فرار اختیار کی، ابن حواس نے تعاقب کیا، اور قطانیہ کے قریب پہنچ کر اوسکی بقیۃ السیف فوج کا بھی خاتمہ کردیا، ابن ثمنہ جان بچاکر مسینا مین داخل ہوگیا،[1]

ابن ثمنہ کی نامسعود استمداد

اس جنگ مین ابن ثمنہ کی ساری فوجی قوت کا خاتمہ ہوگیا، اس مین ایسی صلاحیت باقی نہین رہی کہ ابن حواس کا مقابلہ کرتا اس نے اپنی امداد کیلئے اوس نے اپنی اور سارے جزیرہ کی بدبختی سے نارمنون کی بڑھتی ہوئی طاقت کو پشت پناہ بنانے کا فیصلہ کیا جنھون نے صقلیہ پہنچ کر اس طوائف الملوکی کا خاتمہ کیا، اور سارے جزیرہ مین ہمیشہ کے لئے مسیحی علم بلند کردیا،

[1] نہایۃ الارب دیاری ص ۲۳۶، ابن اثیر ج ۹ ص ۱۳۱ وابن خلدون ج ۴ ص ۲۱۱ وغیرہ

نارمنی فتنہ

اور

صقلیہ میں اسلامی سلطنت کا خاتمہ

۴۴۳ھ – ۴۸۴ھ
۱۰۵۱ء – ۱۰۹۱ء

نارمنی ... سے لوٹ مار کے لیے نکلے ... فرانس پہنچے ان کا پہلا حملہ شارلمین کے عہد میں ہوا، دوسرے حملہ میں انھوں نے پیرس کا محاصرہ کیا، اور اسی میں انھیں برگنڈی دے دیا گیا،

الغرض نارمنوں نے دسویں صدی عیسوی کے آغاز سے یورپ میں اپنا سیاسی وجود تسلیم کرا لیا اور ۹۱۲ء کی ایک صلح کے رو سے دریائے سین کے دونوں جانب کی زمین فرانسیسی بادشاہ چارلس دی سمپل سے حاصل کی اور رولف دی گینجر (۹۱۱ء–۹۲۷ء) کی سرداری میں ایک باجگذار ریاست نارمن یا نارمنڈی قائم ہوئی، رولف نے یورپ سے اختلاف پیدا کرنے کیلئے اپنے قدیم بت پرستانہ دستور کو ترک کر کے عیسائیت قبول کر لی اور اس کو اصطباغ دیا گیا، اور شاہی خاندان کی ایک لڑکی اس کے عقد میں دی گئی، لیکن اس کے باوجود نارمن اپنے قدیم پیشہ قزاقی و غارتگری سے باز نہیں آئے ... فرانس اور نارمنڈی میں بھی ناخوشگوار تعلقات قائم رہے،

ان لوگوں نے اپنا پیشہ قزاقی ... قریب قریب ... میں ...

منوں کا رُخ کیا، اُن میں سے ایک گروہ نے جو یہاں کے ڈیوک ولیم کی سرکردگی میں تھا، انگلستان پر چھاپا مارا، اور اوسی نے انگلستان میں ایک عظیم الشان سلطنت قائم کی، اور ولیم فاتح کے نام سے تخت نشین ہوا، اسی طرح نارمنوں کا دوسرا گروہ گیارہویں صدی عیسوی سے بحر روم پر چھاپے مارنے لگا، اور رفتہ رفتہ یہاں کی اسلامی حکومتوں کو برباد کر ڈالا[۱]

نارمن اٹلی میں نارمن عیسائیت قبول کر لینے کے بعد یروشلم کی زیارت کیلئے بحر روم میں بکثرت آنے جانے لگے، اور اپنے اسی مذہبی سفر میں اپنے آبائی پیشہ قزاقی سے بھی فائدہ اوٹھاتے رہے، اسی زمانہ میں اتفاقی طور پر ایک نارمن جہاز ۱۰۱۶ء میں اٹلی پہنچا، اور جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے ان نارمنوں نے اٹلی کی ریاست سلرنو میں ملازمت اختیار کی، اسکے بعد اون کے اسلامی آبادیوں کو لوٹا[۲] پھر مال غنیمت لیکر نارمنڈی واپس جاتے اور وہاں سے جوق در جوق اٹلی آتے اور یہاں مناجرسیاہ بنکر جنوبی اٹلی کی اسلامی ریاست اور اسلامی نوآبادیوں کو پامال کرنے کا تذکرہ اپنی اپنی جگہ اوپر گذر چکا ہے،

اسکے بعد ان لوگوں نے اٹلی میں عظمت و شوکت حاصل کر لی اور تھوڑی ہی دنوں میں اپنی جرات و ہمت سے اپنا سیاسی وجود جنوبی اٹلی کی انہی ریاستوں سے تسلیم کرا لیا جن کی ملازمت سے وہ الگ ہو گئے تھے چنانچہ تقریباً ۱۰۲۰ء میں نیپلز کے حاکم نے مقام اور سا ان کو جاگیر کے طور پر دے دیا، اور پھر اون لوگوں نے چند اسلامی نوآبادیوں پر قبضہ کیا، اور کچھ دوسرے علاقے بھی اون کے زیر اقتدار آئے اور ایک مختصر حکومت کی داغ بیل ڈال دی، اور ۱۰۵۳ء میں پوپ لیو نہم پر حملہ آور ہو کر اوس کو گرفتار کر لیا، اور پھر اوس سے خطا معاف کرا کے نارمن حکومت کی تصدیق کی تحریری سند حاصل کر لی،

رابرٹ گوسکارڈ اسی اثنا میں نارمنڈی میں وہاں کے ڈیوک اور طبقہ امرا کے درمیان میں کچھ باہمی ناچاقی ہوئی، اور ان لوگوں نے ڈیوک کی مستبدانہ حکومت کی تاب نہ لا کر نارمنڈی سے ہجرت کی،

---

[۱] ہسٹری آف دی نیشنس (نارمنس) ج ۹ ص ۔ [۲] تاریخ مسلمانان یورپ ج ۲ ص ۔ [۳] جغرافیہ ملٹن برنسلونیہ ص ۱۲۳،

انھی مین ایک اولوالعزم شخص رابرٹ گوسکارڈ تھا، اوس نے اٹلی پہنچ کر نارمنون مین بڑی عزت پیدا کی، او
کچھ دنون کے بعد اٹلی کے نارمنون کا سردار بن گیا،

خاندان ہاٹول

رابرٹ گوسکارڈ ایک نارمن خاندان ہاٹول (HAUTEVILLE) مین سے تھا، رابرٹ کے برسراقتدار آجانے سے نارمنون مین اس خاندان کو امتیاز حاصل ہوگیا، اوران مین سے چھٹے اولوالعزم شجاع ایسے گذرے جو اٹالیہ وصقلیہ کے نارمن کارنامون کے اساسی بنیاد ہین، خصوصًا رابرٹ اوراس کے چھوٹے بھائی راجر نے بہترین کارنامے انجام دئے اور خصوصًا آخرالذکر قائد راجر نے ایشیا ویورپ کی صلیبی لڑائیون کی ایسی مستحکم بنیاد ڈالی جس نے آخر یہ امر واقعہ ہے کہ مغرب اور مصروشام کی اسلامی حکومتون کے قصر اقتدار کو متزلزل کردیا۔[1]

راجر اول

راجر اول ٹنکرڈ آف ہاٹول کا سب سے چھوٹا لڑکا تھا ۱۰۳۱ء مین پیدا ہوا، سن شعور کے بعد جنوبی اٹلی آیا، اوراپنے بڑے بھائی رابرٹ گوسکارڈ کے کلبریہ کے حملون مین اوس نے نمایان کارنامے انجام دئے اورکچھ دنون کے بعد ان فتوحات مین وہ مالکانہ حیثیت سے برابر کا حصہ دار تسلیم کرلیا گیا۔[2]

نارمنون کو صقلیہ پرحملہ آوری کی دعوت۔

اسی زمانہ مین میسنا کے عیسائیون نے مسلمانون کی خانہ جنگیون سے فائدہ اٹھانا چاہا، اورنارمنون کو صقلیہ پرحملہ آوری کی دعوت بھیج دی، لیکن ابھی گفت وشنید مکمل نہین ہونے پائی تھی کہ ۱۰۶۱ء مین ابن تمنہ ابن حواس سے شکست کھانے کے بعد نارمنون سے امداد حاصل کرنے کے لئے کلبریہ روانہ ہوا، اور ملیطو پہنچ کر صقلیہ پرحملہ آوری کی استدعا پیش کی۔

نارمن والی کلبریہ رابرٹ گوسکارڈ نے صقلیہ کے معاملات کو راجر کے سپرد کیا، اورراجر ہی نے ابن تمنہ سے گفت وشنید شروع کی، کہ اگر صقلیہ پرحملہ آوری طے پاگئی، تو اسی کی سرکردگی مین یہ مہم

[1] تاریخ عرب الیوتھیچ حصہ اول شائع کردہ جامعہ عثمانیہ ص ۱۵ و تاریخ انگلستان ج ۱ (ترجمہ شائع کردہ جامعہ عثمانیہ) ص ۱۶۱ واخبار الاندلس ج ۲ ص ۵۵
[2] انسائیکلوپیڈیا ج ۲۳ ص ۴۳ (راجر)

انجام پائے گی۔

راجہ کا پس و پیش اور ابن ثمنہ کی طمانیت دہی

لیکن راجر صقلیہ کی اسلامی حکومت کی عظمت و سطوت سے آگاہ تھا، کیونکہ صقلیہ کی یہ سہ صد سالہ اسلامی حکومت سے ارض کلبریہ کے چپہ چپہ پر اسلامی عظمت و سطوت کا سکہ جما ہوا تھا،

آج سے کچھ دنون پیشتر شہنشاہ اوتھو دوم نے صقلیہ پر ایک مرتبہ دندان آز تیز کئے، اور اپنی مجرمانہ جرأت کا [illegible] اور مزہ چکھ کر اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکا تھا، پھر احمد اکحل اپنی پریشان حالی کے باوجود ایک سے زیادہ مردان وحشی و قزاق نارمنون پر غالب آچکا تھا، اس لیے مسلمانان صقلیہ کی بسالت و شجاعت اور جنگی کارنامون سے نارمن اس قدر مرعوب تھے کہ اونھین صقلیہ پر جارحانہ حملہ آوری کی جرأت نہ ہوئی، اور اون لوگون نے ابن ثمنہ کی درخواست کا یہ جواب دیا:۔

"وہان بہت بڑی فوج ہے، جس کے مقابلہ کی قوت ہم مین موجود نہین"

ابن ثمنہ نے نارمنون کی اس غلط فہمی کو دور کیا، اور اپنے وطن کی پردہ دری کرکے اون سے کہا

"اب اہل صقلیہ اپنی خانہ جنگیون مین مصروف ہین، علاوہ ازین ملک کا ایک حصہ میرا مطیع و فرمانبردار اور میرے حکم کے امتثال کے لئے تیار ہے"

راجر ابن ثمنہ کی گفتگو سے مطمئن ہو گیا، اور فوج کو اپنی کمان مین لیکر دشمن وطن ابن ثمنہ کی رہبری مین بماہ رجب سنہ ۴۵۴ھ/۱۰۶۱ء مین کلبریہ سے صقلیہ روانہ ہو گیا۔[1]

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۲، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۱۱، نہایۃ الارب درامالی ص ۴۴۴، کتاب المونس، ص ۸۰، ابوالفدا ج ۲ صفحہ ۲۲۱،

[2] اس موقع پر عرب اور یورپین مورخین مین اختلاف ہے، تمام یورپی مورخین صقلیہ پر نارمنون کا سب سے پہلا حملہ سنہ ۱۰۶۱ء مین لکھتے ہین، اس کے رو سے ہجری سنہ ۴۵۳ھ ہوتا ہے لیکن دوسری طرف تمام عرب مورخین صقلیہ پر نارمنون کا

نارمن لشکر

یورپ کے مورخین کا بیان ہے کہ فتح صقلیہ کے لئے راجر کے ہمرکاب جو فوج آئی، وہ خالص نارمنوں پر مشتمل نہیں تھی، وہ مخلوط قوموں کی ایک مرکب فوج تھی، جو حیثیت سے ایک علم کے نیچے جمع ہوگئی تھی، لیکن اس فوج کو جن قائدوں کی سرکردگی حاصل تھی، ان کے انتساب سے پوری فوج کو نارمن کہا گیا،[1]

نارمنوں کے لئے آسانیاں

بہرحال یہ اپنے حسب و نسب کے لحاظ سے نارمن ہوں یا کوئی دوسرے جنگجو مخلوط النسب گروہ سے تعلق رکھتے ہوں، انھیں صقلیہ کی فتح کیلئے کسی غیر معمولی شجاعت کا جوہر دکھانے کی ضرورت نہیں تھی، اس وقت صقلیہ میں صرف ان کا یہی علم ان کی کامیابی کا سب سے بڑا ضامن تھا، کہ سقلیہ کے

(بقیہ حاشیہ ص ۴۲۵) پہلا حملہ ۴۴۴ھ میں لکھتے ہیں، جس کے رو سے عیسوی ۱۰۵۲ء ہوتا ہے، عرب مورخین کا بیان کسی طرح نظر انداز کرنے کے قابل نہیں، اولاً اس لئے کہ سب کے سب متفقاً یہی سال لکھتے ہیں، علاوہ ازیں یہ سنہ اپنے سلسلۂ واقعات کے لحاظ سے اپنے ماقبل و مابعد سنین سے اس قدر پیوستہ ہے کہ اس کی تغلیط ناممکن ہے، اسلئے بظاہر یہی نظر آتا ہے کہ یورپین مورخین نارمنوں کے اس حملہ سے ناآشنا ہیں اور اس کے بعد جب مورخین کے سلسلۂ بیان میں ۴۵۲ھ ۱۰۶۰ء میں حوادث کی سخت یورش ہوئی اور جس کا تذکرہ آگے آتا ہے، یورپین مورخین نے اس کو پہلا حملہ قرار دیا، اور یہ خیال ممکن ہے کہ اس وقت کلبریہ سے تازہ دم فوج آئی ہو،

لیکن ہمارے اس تطابق کے پیدا کرنے میں نہایت سخت مایوسی اور دقت ہوتی ہے جب یورپین ماخذوں کے رو سے رابرٹ گوسکارڈ کا ۱۰۵۹ء میں والی ایولیا کا جانشین ہونا ثابت ہوتا ہے، (الیور ص ۱۵) اور انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کے مقالہ نگار کا یہ بیان سامنے آتا ہے کہ راجر اول نارمنڈی سے جنوبی اٹلی میں ۱۰۵۸ء کے ابتدا میں ۱۰۵۸ء مطابق ۴۵۰ھ آیا ہے، اس لئے ۴۴۴ھ میں اٹلی میں اس کا وجود ہی ثابت نہیں ہوتا، مگر عرب مورخین بغیر التباس یہی لکھتے ہیں کہ ۴۴۴ھ ۱۰۵۲ء میں صقلیہ میں عیسائیوں کا سب سے پہلا حملہ ہوا اور وہ اسی رجار بن تنکرد یعنی راجر بن ٹنکرڈ کی سرکردگی میں پیش آیا ہو سکتا ہے کہ آئندہ کوئی ایسا ماخذ دریافت ہو جس سے یہ اختلاف بیان اور تضاد دور ہو جائے اور یا تو کوئی التباس دور ہو کر عرب اور یورپین مورخین کے ان بیانوں میں کوئی صحیح مطابقت پیدا ہو جائے یا ان میں کسی ایک کی تغلیط کا حق حاصل ہو جائے، سردست ہم نے محض واقعات کے سلسلہ اور عربی ماخذوں سے اخذ کردہ سنین کے ربط کو قائم رکھنے کیلئے متن میں عرب مورخین کی روایت کو درج کر دیا ہے،

(۱) انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا (نارمن) ج ۱۶ طبع یازدہم،

Marfat.com

عیسائی اون کے استقبال کے لئے چشم براہ تھے، اور صقلیہ کے مسلمان اپنی خانہ جنگیون اور خانہ ویرانیون سے برباد ہورہے تھے،

سقوط مسینا چنانچہ راجر ایک لشکر ابن ثمنہ کی رہبری مین لیکر براہ راست مسینا روانہ ہوا، اور خلیج مسینا کو راتون رات عبور کرکے ساحل مسینا پہنچا، شہر کے عیسائیون نے خیر مقدم کیا، اور شہر مین داخل ہوگیا، اور نارمنون کے لئے تسخیر صقلیہ کی سب سے بڑی مہم اس آسانی سے انجام پاگئی،

نارمنون کو کمک جب فتح مسینا کی خبر کلبریہ پہنچی تو رابرٹ نے ایک عظیم الشان فوج راجر کے پاس امداد کے لئے روانہ کی،

جزیرہ کے عیسائیون کے دعوت نامے ادھر جب نارمنون کی آمد اور سقوط مسینا کی خبر جزیرہ مین پھیلی، تو صقلیہ کے عیسائیون مین بھی مذہبی جوش وخروش تازہ ہوگیا، جہان جہان اون کی آبادی زیادہ تھی، اونھون نے مسلمانون کے خلاف بغاوت کردی، اور جہان مسلمانون کی آبادی زیادہ تھی، وہان کے عیسائیون نے نارمنون کو خفیہ دعوت نامے بھیج دئے،

صقلیہ کے شمالی علاقہ پر نارمنون کا قبضہ صقلیہ مین عیسائیون کی آبادی زیادہ تر مسینا، قطانیہ اوران کے اطراف وجوانب مین تھی، اس لئے سقوط مسینا کے بعد ان حالات مین ان تمام مقامات پر نارمنون کو بہت جلد تسلط حاصل ہوگیا، اور خصوصاً اس سے بھی کہ ان اطراف پر ابن ثمنہ نے ابن الکلابی کو قتل کرکے قبضہ کرلیا تھا،

چنانچہ اس کے بعد جب راجر نے مسینا سے کوچ کیا، تو بغیر خون کا ایک قطرہ بہائے وہ نہایت آسانی سے قصریانہ کے پھاٹک تک پہنچ گیا، اور صقلیہ کے شمالی علاقہ کا ایک بڑا حصہ اسکے زیر اقتدار آگیا، نویری نارمنون کے حملہ صقلیہ کے بیان مین لکھتا ہی:-

فسار معہ فی شہر رجب ۴۴۴ھ و اذ — راجر ابن ثمنہ کے ساتھ ماہ رجب ۴۴۴ھ مین روانہ ہوا

وادبع مایہ فلم یلقوا من یدانعھم — یہان صقلیہ مین کسی نے نارمنون کی مدافعت نہین کی،

واستولوا علی ما مروا علیہ فی طریقھم؎ — اور راستہ مین جتنے مقامات ملتے گئے وہ قبضہ کرتے چلے گئے،

محاصرۂ قصریانہ راجر نے مضافاتِ مسینا پر قابض ہونے کے بعد قصریانہ کا رُخ اسلئے کیا تھا، کہ اوس پر یہ حقیقت بہت جلد آشکارا ہوگئی، کہ پورے جزیرہ کی فتح کا راز ابن حواس والیِ قصریانہ کی شکست مین پنہان ہی اسلئے قصریانہ پہنچ کر اوس کا محاصرہ کرلیا،

ابن حواس مقابلہ کیلئے شہر سے باہر نکلا، دونون فوجون مین مقابلہ ہوا، لیکن وہ نارمنون کے حملون کی تاب نہ لاسکا، اور قلعہ بند ہوکر بیٹھ رہا،

راجر کو سب سے بڑی آزمایش جو کرنی تھی، وہ کرچکا تھا، اوسکو ابن حواس کی قوت کا پورا اندازہ ہوگیا کہ کھلے میدان مین وہ کس قدر فوجی طاقت کی نمایش کرسکتا ہی اسلئے اب قصریانہ کی سر بفلک سنگی فصیل کے محاصرہ مین وقت ضایع کرنا بے سود سمجھا، اور محاصرہ اوٹھالیا،

اس کے بعد راجر نے یہان کی فتوحات مین ایک دوسری روش اختیار کی یعنی یہان طوائف الملوکی کے بعد یہان کے اکثر شہر اور قلعے اپنے نگہبانون سے خالی پڑے تھے اون پر قبضہ کرکے صلیبی علم لہرا دیے اس قبضہ و استیلا مین سارا جزیرہ اون کا جولانگاہ بن گیا، اس زمانہ مین غلون کے کھیت تیار تھے باغ بھی پھلون سے لدے تھے، وحشی نارمنون نے اونھین لوٹ لوٹ کر سارے جزیرہ مین تہلکہ ڈالدیا جس سے مسلمانانِ صقلیہ کے دردناک مصائب کا آغاز ہوگیا، اور مسٹر اسکاٹ کے بقول اب عیسائیون نے مسلمانون سے اون مصائب کا جو ابتدا مین اونھون نے اٹھائی تھے انتقام لینا شروع کیا، مسلمانون کیلئے عرصہ حیات تنگ ہوگیا، اور ان کیلئے اپنے شہرون اور آبادیون سے باہر نکلنا دشوار ہوگیا،

علماء و صلحین کی جزیرہ سے ہجرت جب جزیرہ مین ظلم و ستم وحشت و بربریت و قزاقی کے یہ واقعات بکثرت تیزی سے

۱؎ نہایۃ الارب نویری صفحہ ۴۴ و اخبار الاندلس ج ۲ صفحہ ۵۵، ۵۶

Marfat.com

وقوع پذیر ہونے لگے، اور جزیرہ کے مسلمانون کی اجتماعی قوت کی پراگندگی سے مدافعت کی بھی کوئی صورت نظر نہین آئی، تو جزیرہ کے علما، وصالحین نے یہان سے ہجرت شروع کی، اور مسلمانون کی ایک بہت بڑی جماعت صقلیہ کی اُمت مسلمہ پر خون کے آنسو بہاتی ہوئی دوسرے اسلامی ملکون کو ہجرت کر گئی،[ف]

دربار افریقیہ سے استمداد

جب صقلیہ کی زبون حالی اپنی انتہا کو پہنچ چکی، تو مسلمانان صقلیہ مین سے چند ستم زدہ المعز والی افریقیہ کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور اپنے درد دکھ کی کہانی اوسے سنائی، اگرچہ مسلمانان صقلیہ ایک مرتبہ المعز اور اوسکے لڑکون کے ساتھ اپنے غدارانہ طرز عمل کا ثبوت دیکھ چکے تھے، تاہم یہ وقت ذاتی کدورتون کا نہین تھا، المعز نے خندہ جبینی سے مسلمانان صقلیہ کی استدعا قبول کر لی اور ایک عظیم الشان بڑا تیار کرکے نارمنون سے جنگ آزمائی کیلئے صقلیہ روانہ کر دیا،

افریقی بیڑے کی غرقابی

لیکن قضا وقدر کا فیصلہ برعکس تھا، یہ بڑا جزیرہ قوصرہ کے قریب پہنچا تھا کہ سمندر کے تھپیڑون مین گرفتار ہو گیا اور جہاز ایک ایک کرکے غرقاب ہونے لگے، یہان تک کہ پورا بیڑا تہ آب ہو گیا، صرف چند آدمی مشکلون سے اپنی جان بچا سکے، یہ صرف ایک افریقی بیڑے کی تباہی نہین تھی، بلکہ مسلمانان صقلیہ کا ستارۂ صبح سامنے جھلملا کر نظرون سے اوجھل ہو گیا، اور مسلمانان صقلیہ کی آخری نوشتہ پورا ہوا، اب ان کی تمام توقعات خود انھین کی ذات سے وابستہ رہ گئین، کیونکہ اس وقت عالم اسلامی مین جو چند حکومتین اُن کی امداد کر سکتی تھین وہ خود اپنی خانہ جنگیون اور باہمی مناقشون مین ایسی مصروف تھین، کہ صقلیہ کی اس عالم نزع مین آئی ہوئی اسلامی حکومت کی کوئی امداد نہین کر سکتی تھین، نتیجہ

لسان الدین محمد بن الخطیب صقلیہ کی اسلامی سلطنت کے زوال کے تذکرہ مین اجمالاً لکھتا ہے:۔

ثم تداول ولایۃ صقلیۃ امراء	پھر صقلیہ کی ولایت اسی خانوادہ (کلبیہ) کے درمیان
من ھذا البیت الی ان انقطع عنھم	منتقل ہوتی رہی۔ یہان تک کہ (اسلامی حکومت) کے

[ف] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۰۲، نہایۃ الارب جلد ۲۲ ص ۲۰۲ و اخبار الاندلس ج ۲ ص ۵۹،

Marfat.com

امداد المسلمین لاشتغال کل جہة بما | مسلمانوں کی امدادوں سے منقطع ہو گئی کیونکہ تمام
یخصہا من الفتن (دریا گاری ج ۴ ص ۶۶) | اطراف و ممالک اپنے اپنے فتنوں میں مشغول تھے

اس لئے صقلیہ کی جو کچھ توقعات تھے، وہ اسی صنہاجی حکومت افریقیہ سے تھے۔ اگرچہ وہ اس وقت بدقسمتی سے ایسے حالات میں گھری تھی، کہ اگر المعز مسلمانان صقلیہ کی درخواست اپنی مجبوریوں کے باعث مسترد کر دیتا تو بھی قابل الزام نہ ٹھہرایا جاتا تاہم اوس نے اپنی اسلامی ہمدردی کا ثبوت دیا لیکن اب اس بیڑے کی غرقابی کے بعد وہ بھی بے دست و پا ہو گیا۔ اس کی وجہ سے اوس کو گوناگون مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اور صقلیہ میں بھی نارمنوں کا سیلاب نہایت تیزی سے آگے بڑھا، چنانچہ ابن اثیر اور نویری اس بیڑے کی بربادی پر حسب ذیل متفقہ تبصرہ کرتے ہیں:۔

وکان ذہاب ہذا الاسطول مما | اس بیڑے کی بربادی سے المعز بہت کمزور
اضعف المعز وقوی علیہ العرب | ہو گیا، اور (اوس کی مملکت پر حملہ آور) عرب (جو
حتی اخذوا البلاد منہ فملک حینئذ | عبیدیین کے فرستادہ تھے) اوس کے شہروں
الفرنج اکثر البلاد (صقلیہ) علی | پر قابض ہونے لگے، اور اسی کے بعد
مہل ولم یمنعہم احد | اوسی وقت فرنگی صقلیہ کے اکثر شہروں پر
واشتغل صاحب افریقیہ | بغیر کسی روک ٹوک کے قابض ہونے لگے
بما دہمہ العرب ومات المعز | جنکو روکنے والا کوئی موجود نہیں تھا، کیونکہ
سنة ثلاث وخمسین و | فرمانروائے افریقیہ عربوں سے برسر پیکار ہو گیا
واربعمایة:..... | اور پھر وہ ۴۵۳ھ میں وفات پا گیا،

جب صقلیہ میں نارمنوں کا راستہ روکنے والا کوئی باقی نہیں رہا، تو وہ شہر بہ شہر فتح کرتے آگے بڑھے، نیز عجلت کار کیلئے اٹلی سے مزید کمک طلب کی، اور رابرٹ خود اپنی قیادت میں فوج

Marfat.com

لیکر مئی ۱۰۶۱ء ۴۵۳ھ مین صقلیہ پہنچا، یورپین مورخین اسی دوسری یورش کو نارمنون کا پہلا حملہ قرار دیتے ہین، اس حملہ مین اونھون نے تقریباً اکثر چھوٹے بڑے قلعون پر قبضہ کرلیا، اور اب مسلمانون کے قبضہ مین صرف چند اہم شہر جربنت، قصریانہ، بلرم، سرقوسہ، مازر، اطرابنش، رغوس اور نوطس وغیرہ باقی رہ گئے، اور گو اس وقت بھی بلرم مین ایک نام نہاد مرکزی حکومت قائم تھی، تاہم امر واقعہ کے لحاظ سے ان شہرون کی مدافعانہ قوت کا اجتماعی شیرازہ بکھر چکا تھا، ہر شہر کے مسلمان انفرادی طور پر اپنے اپنے امیر کی قیادت مین اپنے اپنے شہر کی حفاظت کے ذمہ دار ہوگئے، اور اسطرح نارمنون کیلئے ان کی تسخیر زیادہ آسان ہوگئی،

اٹلی کی دولت اسلامی کا زوال

جب صقلیہ مین مسلمانون کی درماندگی اس عالم مین پہنچ گئی، تو اٹلی کے وہ مسلمان بھی جور و ظلم کا نشانہ بنے جو ابھی تک اٹلی مین قیام پذیر تھے،

اگرچہ کلبریہ سے مسلمانون کی حکومت کا خاتمہ ۱۲۲۵ء ۶۱۴ھ مین ہوچکا تھا، تاہم انکبردہ مین مسلمانون کی ایک خود مختار ریاست ابھی تک قائم تھی، اور وہان کا ایک ساحلی شہر اطرانہ (ٹرانی TARANI) اس کا دارالحکومت تھا جو مشہور شہر باری سے ۵۴ میل پر آباد تھا، اطرانہ مین عیسائی اور مسلمان دونون قومین آباد تھین، جب یہان کے عیسائیون کو صقلیہ کے مسلمانون کی پریشان حالیون کا علم ہوا، تو اونھون نے بھی حوصلہ کرکے اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کردی، عیسائیون اور مسلمانون مین کشت و خون ہوا، مسلمان ان مقامی عیسائیون کی بغاوت پر غالب آئے، اور انھین زیر کرکے پھر مطیع بنالیا، لیکن اوس کے بعد فوراً ہی جب یہ خبر نارمنون کو پہنچی، تو اونھون نے فوجکشی کرکے شہر پر قبضہ کرلیا، اور اسی پر اٹلی کی دولت اسلامی کا خاتمہ ہوگیا، یہ واقعہ ۱۰۶۱ء ۴۵۳ھ کے بعد پیش آیا،[۵]

شہر پر نارمنون کے استیلا کے بعد اٹلی کے مسلمانون کی ایک جماعت وہان سے ہجرت کرکے صقلیہ کے پرامن شہرون مین چلی آئی، کچھ لوگون نے دوسرے اسلامی ملکون کی راہ لی اور کچھ لوگ ایسے

---

۵ خبار اندلس ج ۲ ص ۳۵ و نزہۃ المشتاق ذکر اطرانہ،

بھی تھے، جو وہان سے نکل نہ سکے، اور وہ یا ان کی آئندہ نسل اسلام کے نور ہدایت سے محروم کردی گئی،

فرمانروائے افریقیہ کی مداخلت — ۴۵۲ھ (۱۰۶۰ء) کے بعد نارمنون کا سیلاب صقلیہ مین جس زور و شور سے اوٹھا تھا، ممکن تھا کہ اسی ردمین صقلیہ کے وہ اہم شہر بھی اون کے قبضہ مین چلے جاتے، جو ابھی تک مسلمانون کے زیر اقتدار رہ گئے تھے لیکن اچانک فرمانروائے افریقیہ تمیم بن المعز کی بروقت مداخلت سے صقلیہ مین پھر چند روزہ سکون و اطمینان قائم ہو گیا۔

تمیم بن المعز نے افریقیہ کے معاملات کے روبہ اصلاح آنے کے بعد ایک مرتبہ پھر صقلیہ مین اپنے لشکر کے بھیجنے کا فیصلہ کیا، اور اپنے دو لڑکون ایوب اور علی کی قیادت مین ایک فوج روانہ کی، کہ مسلمان ستم زدگان صقلیہ کی عزت و ناموس کی حفاظت کرین، اور ایک اسلامی ملک کو دشمنون کے پنجہ سے نجات دین،

ان دونون بھائیون نے صقلیہ پہنچ کر فوج کو دو حصون مین تقسیم کیا، ایوب اپنا لشکر لیکر دارالسلطنت بلرم مین قیام پذیر ہو گیا، اور علی ایک حصہ فوج کو ساتھ لیکر نارمنون کا راستہ روکنے کیلئے جرجنت چلا گیا،

جب ابن حواس کو علی کے جرجنت آنے کی خبر ملی تو وہان کے شاہی محل کو خالی کراکے علی کے سپرد کرادیا، اور ہدایا و تحایف بھیج کر علی سے اپنی محبت و عقیدت کا اظہار کیا، اور اوسکے بعد ایوب بھی بلرم سے منتقل ہو کر یہین چلا آیا، یہان ان دونون بھائیون کو نمایان ہر دلعزیزی حاصل ہوئی، تو یہ لوگ یہان قیام کرکے ملک کی شیرازہ بندی مین مصروف ہوے، اور نارمنون کے جوابی حملون کی پیشقدمی کی راہ مین پہلا اثر یہ ظاہر ہوا کہ نارمنون کی پیشقدمی کا سلسلہ ملتوی ہو گیا اور بقول لیوپن امیدین پیدا ہوئی اور فتوحات کا یہ التوا چند سال تک قائم رہا،

ایک نیا شاخسانہ — افریقی لشکر کے ورود کے بعد صقلیہ کے حالات کچھ سدھر چلے تھے کہ ایک نیا شاخسانہ نکلا، اور خود مسلمانان صقلیہ

کے ہاتھون مسلمانان صقلیہ کے دور ابتلا کا دوبارہ آغاز ہوگیا،

ابن حواس علی وایوب کی بڑھتی ہوئی ہر دلعزیزی کو پاک جذبہ کے ساتھ دیکھ نہ سکا، اور اہل جرجنت کو پیام بھیجا کہ وہ اون سے شہر خالی کرالے، اس فرمان کی تعمیل قدرۃً ممکن نہ تھی، اسلئے ابن حواس اپنے انتدار کو متزلزل دیکھکر اُن کے خلاف فوجکشی پر آمادہ ہوا، اور اس کا لشکر اسکی قیادت مین اُن کے خلاف جرجنت کے میدان مین صف آرا ہوگیا، ایوب وعلی کی فوج مقابلہ کیلئے نکلی جسمین افریقی وصقلی دونون شامل تھے لیکن جب لڑائی شروع ہوئی، تو صقلی فوج علی سے کٹ کر ابن حواس سے جا ملی اور افریقی فوج کے مقابلہ مین کھڑی ہوگئی،

ابن حواس کا قتل ۔ بالآخر افریقی لشکر فتحیاب ہوا، اور عین لڑائی مین ابن حواس کو ایک ایسا تیر لگا، کہ وہ گھوڑے سے گرتے ہی سرد ہوگیا، اور اسی پر جنگ کے اختتام کا اعلان ہوگیا،

اسکے بعد ایوب وعلی اپنی فوج لیکر شہر مین داخل ہوگئے، اہل شہر اُن سے برگشتہ ہوگئے تھے، اس لئے صحیح امن وامان قائم نہ ہوسکا، اور افریقی وصقلی فوجون مین کشت وخون ہوتا رہا،

افریقی لشکر کی واپسی ۔ ان واقعات سے افریقی شاہزادون کا پیمانۂ صبروشکیب لبریز ہوگیا، انھین کچھ ملک گیری کی ہوس تھی کہ یہان اقتدار قائم کرتے، اسلئے افریقہ واپس جانے کا قصد کرلیا،

صقلیہ کے اعیان ومعززین کی ہجرت ۔ اس واقعہ کے بعد ہی صقلیہ کے تمام اعیان ومعززین کو بھی جزیرہ کی اصلاح سے بالکل مایوسی ہوگئی اور اون لوگون نے بھی چاروناچار ترک وطن کا عزم کیا، اون کے ساتھ بہر حال جزیرہ کے معزز قائدین نے بھی ہمت ہاردی، اس لئے شاہزادگان افریقہ اور اونکے لشکر کے ہمرکاب مسلمانان صقلیہ مین سے ایک انبوہ کثیر جس مین صقلیہ کے اعیان ومعززین، امراء اور رؤساء، علما واہل علم، اور سپاہی فوج کے جیش بحری وبری قائدین تھے ۴۶۱ھ مین سرزمین صقلیہ کو حسرت ویاس کی نگاہون سے دیکھتے ہوے افریقہ روانہ ہوگئے۔[1]

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۳ و نہایۃ الارب ورلماری ص ۔ ،

Marfat.com

ابن الصباع آخری مسلمان تاجدار صقلیہ

۴۶۱ھ — ۴۸۴ھ
۱۰۶۸ء — ۱۰۹۱ء

صقلیہ سے افریقی لشکر کی نامراد واپسی کے المناک واقعہ کے بعد باقی ماندہ مسلمانان صقلیہ نے ایک مرتبہ پھر قسمت آزمائی کی، اور ایک ذی اثر رئیس ابن الصباع نے حکومت قائم کی، اور نارمنوں کے یلغار کی مدافعت کرنے لگا،

حکومت فاطمیہ کا صقلیہ سے طلب خراج

مگر ابھی ابن الصباع کے قدم پورے طور پر جمنے بھی نہ پائے تھے کہ اسے نیا فتنہ و نقاہت ... کے ہاتھوں نہیں خود اپنے ہاتھوں تھا یعنی اس نازک ترین موقع پر نام نہاد اسلامی حکومت صقلیہ کی ... مرکزی حکومت یعنی دولت فاطمیہ مصر کو اپنے حقوق کی پامالی کا خیال پیدا ہوا، اور ۴۶۳ھ میں ایک قاصد بھیج کر ابن الصباع سے خراج کی وہ سالانہ رقم طلب کی، جو صقلیہ بطور ایک ماتحت صوبہ کے حکومت مصر کو ادا کرتا تھا،

اس موقع پر فاطمی تاجداروں سے جیسی شدید لغزش ہوئی، وہ تاریخ کے صفحات میں کبھی فراموش کرنے کے قابل نہیں مصیبت زدہ صقلیہ اس وقت خود امداد کا مستحق تھا، نہ یہ کہ اُس سے خراج کی ادائی کا مطالبہ کیا جاتا، چنانچہ ابن الصباع نے فوراً قاصد مصر سے اپنی معذرت کر دی،

دربار مصر میں یہ معذرت قابل پذیرائی نہیں ٹھہری، اس لئے اب ضرورت ہوئی کہ ... کو اس سرکشی کی سزا دی جائے، دولت فاطمی مصر کے پاس اس مبارک مقصد کو پورا کرنے کے لئے نارمنوں سے زیادہ بہتر ذریعہ کوئی دوسرا نہ تھا، چنانچہ نارمن فرمانروا کو پیغام بھیجا، کہ

صقلیہ کی دعوت نارمنوں کو

یہ جزیرہ حکومت مصر کی جانب سے نارمنوں کی خدمت میں پیش ہے، وہ فوج کشی کریں اور ابن الصباع

کی قائم کردہ اسلامی حکومت کا خاتمہ کر دی،

مسلمانان صقلیہ کے تعلقات افریقہ کی دولت صنہاجیہ سے پہلے منقطع ہو چکے تھے، مصر کی دولت فاطمیہ نے اب نارمنون کو از خود حملہ آوری کی دعوت بھیجی، انھیں اب کسی اسلامی حکومت کے برانگیختہ ہونے کا خطرہ نہیں رہا، اور اب دولت فاطمی کے اوس دعوت نامہ کے بعد حق بجانب تھے، کر وہ اوس کے اس زرخیز جزیرہ پر اپنا علم نصب کردین، چنانچہ نارمنون کے جنگی بیڑے ابن البعباع کے جرم کی پاداش میں جزیرہ کے دار السلطنت بلرم کی فصیل کے نیچے آکر کھڑے ہو گئے،

بلرم کا محاصرہ

بلرم کے محاصرہ کی خبر بجلی کی طرح سارے یورپ میں پھیل گئی، فدائیان مسیحیت کیلئے اپنی دیرینہ عداوت کے پورا کرنے کا وقت آ گیا جن عربون نے اونھیں اپنے سیکڑون سالہ دور میں تہذیب و تمدن کا درس دیا متعصب پادریون نے اونھیں "وحشی، خونخوار، قزاق اور لٹیرے گروہ" کے نام سے مشہور کر رکھا تھا، اور کیون نہ ہوتا جب کہ انھی عربون نے دنیائے مسیحیت کی مقدس سلطنت روم کے چپہ چپہ کو اپنے گھوڑون کی ٹاپون سے روند ڈالا تھا اور روم کے مقدس پوپ کو جو تمام دنیائے مسیحیت کا روحانی باپ تھا، اپنا باجگذار بنا لیا تھا، اسی کا یہ قدرتی نتیجہ تھا کہ اُن کے متعلق سارے یورپ میں یہ داستان پھیلائی گئی تھی کہ انھون نے گرجا کے مقدس پادریون کا لباس کتون اور گھوڑون کو پہنایا، گرجون میں عیش و نشاط کی محفلین گرم کین، مقدس مجمرون میں عود جلایا، مقدس کاسہائے عشاء ربانی میں مسلمانون کی مظفر و منصور فوج کا جام صحت تجویز کیا گیا، اور عین قربان گاہ پر مریم کی کنواری اور اچھوتی ننون کا شیشۂ عصمت چور چور کر ڈالا،

سے محاصرہ میں اقوام یورپ کی شرکت

اسلئے جب ان قزاق، وحشی اور بوالہوس عربون کے اس تاریخی پرشکوہ و با عظمت پایۂ تخت کے محاصرہ کا وقت آیا جس کے چپہ چپہ پر اسلامی روایات کے نشانات قائم ہیں جس کے ہر در و دیوار پر اسلامی تہذیب و تمدن کی شعاعین ضوفشان ہیں

جس کی صدہا مسجدون سے روزانہ پانچ وقت کلمہ توحید کی بانگ درا بلند ہوتی ہے، تو فدائیان مسیحیت یورپ کے ہر حصہ ملک سے جوق درجوق بلرم روانہ ہوئے، کہ محاصرہ مین شریک ہو کر اپنا ایک مقدس ترین فریضہ مذہبی ادا کرین مسٹر امکاٹ لکھتے ہین:-

"حملہ آورون کی فوج کی تعداد یون بھی بڑھ گئی کہ یورپ کے ہر ملک سے آکر لوگ اس مین شامل ہونے لگے اس لئے محاصرین کی فوج کی تعداد اتنی کافی ہو گئی کہ اونھون نے دریا اور خشکی دونون طرف سے مسلمانون کے اس دارالسلطنت کو گھیر لیا"

یہان تک کہ حکومت جرمنی جو بڑی حد تک کلیسائے روما سے معاندانہ روش اختیار کرتی اور قیصر روم کے لئے ان لٹیرے نارمنون کی کسی حکومت کو جائز تسلیم کر لینا کسرشان سمجھا جاتا اوسکے بیڑے بھی انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے مقالہ نگار کے بقول نارمنون کی امداد کے لئے قائد اعظم مینکس کی نیابت مین صقلیہ پہنچے،

محصورین کی پریشان حالی

اودھر عیسائی محصورین کے جوش وخروش کا یہ عالم تھا اودھر مسلمان محصورین کی پریشانی وپراگندگی کا یہ حال تھا کہ ان کی بحری قوت کا خاتمہ تو چند سال پیشتر پہلے ہی مین ہو چکا تھا بری فوج بھی شورہ پشتون سے بھری ہوئی تھی جسمین صقلیہ کے نومسلم باشندے زیادہ تھے اور جب ان سے بھی کمی پوری نہین ہوئی و بلرم کے عیسائی باشندون کو وطن کی حفاظت کے نام پر جمع کیا گیا، ممکن تھا یہ نظام کچھ سود مند ہوتا، مگر حقیقت یہ کہ عیسائی حملہ آورون کو اپنا نجات دہندہ سمجھ رہے تھے اور درپردہ اونھین امداد پہنچانے کے خواہان تھے، اور بلرم کی شورہ پشت مسلم آبادی کا بھی یہ حال تھا کہ وہ اپنی جنگجو فطرت سے کسی وحدت کلمہ پر مجتمع نہین ہوتی، اور عین اس وقت جب دشمنون کے جنگی جہاز اور قلعہ شکن آلات جنگ فصیل شہر پر پتھر برسا رہے تھے، وہ اپنے فرقہ وارانہ عقاید کو تسلیم کرانے کیلئے ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے،

محصورین کا ثبات قدم و جانبازی کی بوتی

تاہم اسی عاقبت اندیش فرقہ پرور آبادی مین پرستاران توحید کی ایک ایسی جماعت بھی تھی، جو بادۂ توحید سے سرمست جام شہادت نوش کرنیکے لئے بیتاب تھی، اور وہی قدسی نفوس پہاڑ کے پرے جمائے ایسے جمے رہے کہ علمبرداران مسیحیت آگے قدم بڑھانے کی جرأت نہ کر سکے، وہ جب حملہ آور ہوتے، عربی شجاعت و بسالت سے دندان شکن جواب ملتا، یہانتک کہ محاصرہ کو کامل پانچ مہینے گذر گئے، اور شہر پر قبضہ کی کوئی صورت نہین نکلی، اور بقول مسٹر اسکاٹ محاصرین کے جی چھوٹ گئے اور قریب تھا کہ محاصرہ سے دستبردار ہوکر واپس چلے جائین

بلرم کے عیسائیون کی غداری

جنگ کے اس نقشہ اور حملہ آورون کے اس ارادہ سے بلرم کی عیسائی آبادی مین انتشار پیدا ہوا، اور عین اس موقع پر جب حملہ آور واپسی کا قصد کر رہے تھے، بلرم کے عیسائیون کی جانب سے انکے پاس خفیہ پیغام پہنچا کہ فصیل شہر کا فلان موقع فلان جگہ کمزور ہے، یہ پیغام ملتے ہی حملہ آورون کے پاؤن سنبھل گئے،

اسکے بعد حملہ آورون نے ایک جنگی چال اختیار کی، فوج کا ایک بڑا حصہ شہر کی مشرقی سمت سمندر کی جانب سے حملہ آور ہوا، مسلمانون نے سینہ تان کر ترکی بہ ترکی جواب دیا، ادھر یہ لڑائی ہو رہی تھی، ادھر رابرٹ فوج کا ایک چیدہ دستہ لے کر مغربی فصیل کے اسی کمزور حصہ پر حملہ آور ہوا، جس کا عیسائیون نے پتہ دیا تھا،

معاہدۂ صلح اور اوسکے شرائط

مسلمانون کیلئے فصیل کے اس نازک حصہ پر اچانک حملہ آوری خلاف توقع تھی، وہ یہ دیکھتے ہی ایسے ہیبت زدہ ہوئے، کہ ہتھیار رکھنے پر مجبور ہوگئے، اور صلح کی درخواست پیش کی، فاتح و مفتوح مین شہر کی حوالگی کا نامہ و پیام ہونے لگا، اور شہر پر نارمنون کے تسلط کے لئے حسب ذیل شرائط طے پائے،

(۱) عیسائی حکومت مسلمانون کو کامل مذہبی آزادی دیگی،

Marfat.com

(۲) بلرم کی تمام مسجدیں اپنی جگہ پر برقرار رکھی جائیں گی،

(۳) مسلمانوں کے لئے اسلامی قانون نافذ رہے گا،

(۴) مسلمانوں کے مقدمات کے فیصلے مسلمان قضاۃ کریں گے، اور اس ضرورت کیلئے قضاۃ رکھے جائیں گے،

شہر کی حوالگی نارمنوں نے یہ شرطیں منظور کرلیں، اور دوسرے دن صقلیہ کے مشہور عالم اسلامی دار السلطنت بلرم کا دروازہ عیسائیوں کے لئے کھول دیا گیا، اور ماہ جنوری ۱۰۷۲ء مطابق ۴۶۴ھ سے بلرم کے قلعوں برجوں اور فصیل کے پھاٹکوں پر صلیبی جھنڈا لہرانے لگا، جو آج تک سرنگوں نہ ہو سکا، [۱]

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۳۳، نہایۃ الارب، کتاب المونس، ابن خلدون، ابو الفداء، وغیرہ و انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۲۰ ص ۷۵۲ لفظ "بلرم" ایضاً ج ۲۵ ص ۱۹ لفظ "سسلی" نارمن فتح یاد از اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۸۰ مسٹر اسکاٹ کو حیرت ہے کہ ایسا عظیم الشان اسلامی دار السلطنت کل پانچ مہینے میں فتح ہو گیا، لیکن ہمیں تو یہ حیرت ہے کہ بلرم کی ایک مختصر اسلامی آبادی نے باوجود پریشان حالی کے پانچ مہینے تک محاصرہ کا مقابلہ کرکے دشمنوں کے قدم کیونکر اکھاڑ دیے جب کہ خود بلرم کے مسلمانوں میں فتنہ و فساد کی آگ موجود تھی، شہر کے عیسائی فریب دہی اور دغا بازی پر تلے ہوئے تھے، دیگر دول اسلامیہ اور صقلیہ کے دوسرے شہروں کے مسلمان امداد کیلئے موجود نہ تھے، مگر پھر بھی بلرم کے ایک مختصر گروہ نے یورپ کی متحدہ طاقت کا مقابلہ کیا، اور جب شہر کے عیسائیوں نے اپنی وطن فروشی سے دشمنوں [illegible] اور شہر کی حفاظت کی کوئی صورت باقی نہیں رہی تو بھی مسلمانوں نے اپنی فاتحین سے ایسے شرائط منوائے [illegible] اور معاہدہ کی پابندی کی جاتی تو بلرم میں آج بھی مسلمانوں کی صورتیں نظر آتیں، اگرچہ [illegible] اس کے بعد معاہدہ کی خلاف ورزی کی [illegible] فتح حاصل کرلینے کے باوجود بھی نارمن [illegible] اور شجاعت سے خوف کھاتا [illegible] کو قبول کرلیا [illegible] مسلمانوں کا مفتوح ہو جانے کے باوجود اپنے مذہب تمدن اور معاشرت کے برقرار رکھے جانے کی سند لے لینا ایک حیرت انگیز واقعہ تھا، لیکن افسوس زمانہ اس معاہدہ کو ردی کے ایک پرزہ [illegible] اور اس بلرم میں جہاں پانسو سے زیادہ مسجدیں آباد رہتی تھیں [illegible] ہر ایک کو قائم رہنا تھا، آج مسجد کا ایک مینار تک موجود نہیں، مسجدیں اگرچہ [illegible] گئیں تو پھر اس سرزمین پر کلمہ توحید کی صدا بلند کرنے والا کوئی باقی نہیں رکھا گیا، ہمیں حسرت ہے تو یہ ہے کہ آج بلرم میں کسی مسلمان کی قبر کا نشان تک باقی نہیں حالانکہ اسی کی خاک میں ہمارے بڑے بڑے نامور سپہ سالار، والیان ملک، جلیل القدر ائمہ، علماء، صوفیہ، حکماء، شعراء اور دیگر ارباب علم و ادب مدفون ہوئے تھے، جن کے تذکرے سے ہماری حدیث، فقہ، علم کلام، طبقات، طب اور شعر و ادب کی کتابیں لبریز ہیں،

سقوط مازر و طرابنش

نارمنون کے لئے برم کی تسخیر کے بعد سارے جزیرے کی تسخیر زیادہ آسان ہوگئی ہر طرف نارمنون کا سکہ بیٹھ گیا، چنانچہ نارمن لشکر نے برم کے بعد مازر اور طرابنش کا رخ کیا، یہ دونون شہر عبداللہ بن منکوت کے قبضہ مین تھے، جو خاموشی سے فرمانروائی کر رہا تھا،

عبداللہ بن منکوت کی طاقت کچھ مستحکم نہ تھی، اس لئے اوس نے نارمنون کے مقابلہ کی جرأت نہ کی، اسلئے جب نارمن لشکر قریب پہنچا، تو اوس نے صلح کا پیغام بھیجا، اور وہی شرائط جن کے جو سقوط برم کے وقت طے پائے تھے، نارمنون سے شرطین منظور کرلین، اور عبداللہ بن منکوت حکومت سے دستبردار ہوگیا، اس طرح پوری اسلامی آبادی جو ایک وسیع علاقہ پر مشتمل تھی، خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر نارمنون کے ہاتھ آگئی، یہ واقعہ ۴۶۴ھ مین پیش آیا،[1]

عبداللہ بن منکوت کی ہجرت

عبداللہ بن منکوت اپنا علاقہ سپرد کرکے بادید برم اپنے اہل وعیال اور قابل نقل وحمل دولت وثروت کو ساتھ لیکر یہان سے ہجرت کرکے افریقیہ چلا گیا، افریقیہ مین صنہاجی فرمانروانے اوس کی قدردانی کی، اور اوس کو فوج کے ایک معزز عہدے پر سرفراز کردیا،[1]

صقلیہ مین اسلامی حکومت کا خاتمہ

عبداللہ بن منکوت کی دستبرداری کے بعد اب صقلیہ مین کوئی نام نہاد اسلامی حکومت بھی باقی نہین رہی، ابن ثمنہ کا خاتمہ ابن حواس کر چکا تھا خود ابن حواس جو جنگ طلب تر کا نشانہ بنا، ابن الصنہاجی نے برم کو پہلے ہی سپرد کردیا، اب صرف ابن منکوت باقی رہ گیا تھا، وہ بھی اپنی جان سلامتی سے نکال کر حکومت سے دستبردار ہوگیا،

سرقوسہ و قصریانہ پر مسلمانون کا انفرادی تسلط

اسلئے اب صقلیہ مین جو اسلامی شہر باقی رہ گئے تھے، اور ان پر ابھی تک اسلامی علم لہرا رہے تھے، اب ضابطہ کے طور پر بھی ان کی مدافعت کا فرض کسی منظم

---

[1] ابن خلدون دار امارہ ص ۲۴۹ و ج ۵ ص ۲۰۱ اس موقع پر ابن خلدون کا مطبوعہ نسخہ صحیح نہین عبداللہ بن حواس تک بجائے عبداللہ بن منکوت ہونا چاہیے اور ابن خلدون نے یہان ان شہرون کو وہ آخری شہر بتایا ہے، جو نارمنون نے فتح کئے لیکن یہ صحیح نہین تحقیق واقعہ اس سے مختلف ہے،

حکومت پر عائد نہین تھا، بلکہ انفرادی طور پر خود اہل شہر، ہر شہر مین اپنی اپنی حفاظت کے ذمہ وار تھے جس شہر مین جیسی اسلامی آبادی ہو، وہ اپنی قوت کے مظاہرہ سے جن شرائط کو منوالے انھی طریقون سے اب ان مقامات کو نارمنون کے قبضہ مین جانا تھا،

نارمنون کی تشکیل حکومت اور فوج کشی کا چند سالہ التوار

جب صقلیہ کے اسلامی شہرون کی یہ صورت حال ہوئی، تو نارمنون نے بھی اُن کی فتح مین کوئی عجلت نہین کی، ہر شہر کو اپنے حال پر چھوڑ دیا، اُن کی اب تمام تر توجہ اپنے مفتوحہ علاقے کی جانب مبذول ہوگئی، اور چاہا کہ نظم ونسق درست کرکے باضابطہ حکومت قائم کرلین۔

چنانچہ نارمنون کی باہمی تقسیم کے روسے صقلیہ راجر کے قبضہ مین آیا، اور اوسکے بڑے بھائی رابرٹ نے اوسکو یہان کا خود مختار فرمانروا تسلیم کیا، صرف بلرم اور مسینا مین دونون بھائی نصف نصف کے شریک رہے، یہ واقعہ اسی سال سنہ ۴۶۴ھ (۱۰۷۲ء) مین پیش آیا اور حکومت کے نظم ونسق کیلئے چند سال کیلئے فوجکشی بالکل ملتوی کردی گئی،

پیشقدمی کا آغاز

راجر نے نظم حکومت کے بعد انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مقالہ نگار کے بقول ۱۰۷۷ء سے اپنی صلیبی لڑائیون کا پھر آغاز کیا، اور صقلیہ کے باقی ماندہ اہم شہرون پر تاختین شروع کردین، اون مین سے بعض بعض شہرون کے مسلمانون نے مدافعت کی اور اون کی تسخیر مین کافی دیر لگی اور بعض شہرون کے مسلمانون مین نارمن فوج کے پہنچتے ہی اپنے دروازے کھول دیے اور وہ فوراً تسخیر ہوگئے۔

سقوط طرابنش و سرقوسہ

اس سہ بارہ یورش مین نارمنون نے شمالی صقلیہ کے اہم شہرون طرابنش اور سرقوسہ پر تاخت کی، یہ دونون شہر اگرچہ پہلے عیسائیون کے اہم مرکز تھے، مگر اُن کی بربادی کے بعد اس مین مسلمانون کی آبادی قائم ہوگئی تھی لیکن اب نہ کوئی یہان مستحکم مرکز

سلہ انسائیکلوپیڈیا ج ۲۳ ص ۲۵۳ طبع یازدہم،

Marfat.com

تھی، اور نہ مسلمانوں کے پاس مدافعت کا سامان اسلئے نارمنوں نے [illegible] مین اُن پر قبضہ کرلیا،[۱]

سقوط جرجنت اسکے بعد نارمنی لشکر نے جرجنت اور قصریانہ کا رُخ کیا، مسلمانانِ جرجنت زیادہ غیور ثابت ہوئے، وہ محاصرہ کی سختیاں اوٹھانیکے ایک حد تک عادی بھی تھے، اسلئے نارمنون کا راستہ روک کر کھڑے ہوگئے، لیکن محاصرین و محصورین کی طاقت مین کوئی نسبت نہ تھی، اسلئے ان محصور مسلمانون کو سخت مصائب کا سامنا ہوا، لیکن جہان تک حد بشریت سے ممکن تھا، ہر طرح کی تکلیفین اوٹھائین، مگر اپنے شہر کو عیسائیون کے سپرد کردینے کا ننگ اوٹھانا نہ چاہا، آخر مُردون کو پھاڑ پھاڑ کر کھانیکی نوبت آگئی اور عالم اضطرار مین شہر کے دروازے کھول دیے، اور [illegible] مین اس پر نارمنی علم نصب ہوگیا،

سقوط قصریانہ اسکے بعد قصریانہ کی باری آئی، یہ جرجنت سے بھی زیادہ سخت جان ثابت ہوا، مسلسل تین سال تک دشمن شہر پناہ کے نیچے پڑے رہے، قصریانہ کی سنگی فصیل ہمیشہ ناقابل فتح رہی ہے، مگر جب ان مجبور مسلمانون کو شہر مین قوت لایموت کا سہارا بھی باقی نہین رہا، تو سپر ڈالنے پر مجبور ہوگئے، اور ۴۸۰ھ ۱۰۸۷ء مین نارمنون کی اطاعت قبول کرلی،[۲]

سقوط رغوس و نوطس اور صقلیہ کی اسلامی اقتدار کا خاتمہ اسکے بعد راجر کی سب سے آخری پیشقدمی دو شہرون رغوس اور نوطس پر ہوئی، یہ دونون شہر مضبوط اور پایدار تھے، اور یہان مسلمان بکثرت آباد تھے، جس کا اندازہ یہان کی بیشمار مسجدون سے کیا جا سکتا ہے، پہلے رغوس فتح ہوا، اور پھر نوطس کی باری آئی، اور [illegible] معاہدون کے رو سے ۴۸۴ھ مطابق ۱۰۹۱ء مین نارمنون کے حلقۂ اطاعت مین داخل ہوگئے، جن پر بلرم، مازر اور طرانش اون کے حوالہ کیے گئے تھے،

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۲۴ [illegible] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۲۳ و نہایۃ الارب و الماری [illegible] مسعودی [illegible] موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے کچھ بعید از قیاس نہیں [illegible] اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے،

ان شہروں [illegible] پر بھی [illegible] ہو گئے اور انہی پر بحر روم کے وسیع ترین جزیرہ صقلیہ سے مسلمانوں کی آخری فرمانروائی ختم ہو گئی اور ۴۸۴ھ ۱۰۹۱ء سے صقلیہ کے تمام مسلمان عیسوی حکومت کی رعایا قرار پا گئے ابن اثیر سقوط قصریانہ کے تذکرہ کے بعد اجمالی طور پر سارے جزیرہ پر نارمنوں کے قبضہ کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتا ہے۔

فتملکھا الفرنج لعنھم اللہ سنۃ	اس پر فرنگیوں نے ۴۸۴ھ میں قبضہ
اربع وثمانین واربعمائۃ	کر لیا، اور راجر تمام جزیرہ کا مالک
وملک جمیع الجزیرۃ	ہو گیا،

اسی طرح صاحب کتاب المونس لکھتا ہے:

واستغلب روجار علی سائر الجزیرۃ	اور ۴۸۴ھ میں راجر پورے جزیرہ پر قابض
فی سنۃ اربع وثمانین واربعمائۃ	ہو گیا
و...... وکانت فی ایدی المسلمین	سے زیادہ [illegible]
ونیف وسبعین سنۃ اعادھا اللہ للاسلام	کو مسلمانوں کے ہاتھ میں رہے۔

زوالِ دولتِ اسلامی پر ایک نظر

نارمنوں نے کامل پچیس برس میں صقلیہ پر کل قبضہ کیا، اور اگر [illegible] اسلامی مقبوضات پر نارمنوں کے حملہ کا زمانہ اس میں شامل کر لیا جائے تو اکتیس برس ہوتے ہیں، یہ خاصی طویل مدت اس عظیم الشان اسلامی حکومت کو برباد کرنے کے لحاظ سے مختصر [illegible] مگر [illegible]

۱؎ کتاب المونس ۔ ابن اثیر ۔ [illegible] ۲؎ [illegible] واخبار الاندلس [illegible] [illegible] سال ہے اس اختلاف کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔

Marfat.com

مسلمان صقلیہ میں آئے تھے، اوس وقت رومی صقلیہ کی حالت اوس سے مختلف تھی جب اسلامی صقلیہ دوبارہ [illegible] نارمن آئے ہیں،

جب قاضی اسد بن فرات ۲۱۲ھ میں یہان آئے، اوس وقت اگرچہ مسلمانان صقلیہ کی ابن ثمنہ کی طرح صقلیہ کے رومیوں کا دشمن فیمی دربار افریقیہ میں پہنچا تھا، مگر وہ فیمی صقلیہ کی حکومت کا کوئی صوبہ دار نہ تھا اوسکی حیثیت صرف ایک قائد فوج کی تھی، اور ابن ثمنہ قائد فوج ہونے کے علاوہ اوسکے ایک علاقہ کا خود مختار فرمانروا بھی تھا، علاوہ ازین مسلمانون اور نارمنون مین ایک دوسرا فرق یہ بھی ہے، کہ جب مسلمان یہان حملہ آور ہوئے تھے اوس وقت قسطنطنیہ کی بیزنطی حکومت صقلیہ کی مرکزی حکومت تھی، مدافعت کی ذمہ داری قیصر روم کے سر عائد تھی، اور روم کے مختلف قیاصرہ اس فرض کو اپنے اپنے عہد مین انجام دیتے رہے تو مسلمانون کی راہ مین سب سے بڑی رکاوٹ تھی لیکن جب مسلمانون کے مفتوح ہونے کا زمانہ آیا، تو صقلیہ کی عربی تاریخی حکومت کہان تک رشتہ برباد ہوئی، خود جزیرہ مین بھی کوئی ایک مرکزی حکومت قائم نہین تھی، ہر شہر و علاقہ کے رئیس نے اپنے کو اپنے اپنے علاقہ کا ذمہ دار سمجھ کر صرف اپنے ہی علاقہ پر حملہ آوری کے وقت دشمنون کی مدافعت ضروری سمجھی، اور پھر ابن ثمنہ کا ایک بہت بڑا علاقہ بغیر کسی مزاحمت کے نارمنون کے قبضہ مین خود بخود چلا گیا،

اسکے علاوہ نارمنون کے حملہ کے وقت مسلمانون مین باہمی خانہ جنگی، اور بے اعتمادی کا جذبہ ایسا پھیلا ہوا تھا، کہ وہ کسی ایک میدان مین سر جوڑ کر نارمنون کا مقابلہ نہ کر سکے، بلکہ جب خود انھی کی فریاد پر افریقیہ سے اون کے ہمدرد پہنچے، تو اون سے بھی بر سر پیکار ہوئے، اور وہ مجبور ہو کر افریقیہ واپس چلے آئے اور ممکن تھا کہ اس موقع پر جب افریقی لشکر صقلیہ سے واپس چلا آیا تھا، تو افریقیہ کی جدید حکومت یعنی دولت فاطمی مصر مسلمانان صقلیہ کی طرف شفقت و ہمدردی کا ہاتھ بڑھاتی کہ وہ اصولاً اسوقت بھی یہان کی مرکزی حکومت کہلاتی تھی مگر اوس نے بھی ہمدردی کے بجائے الٹا خراج طلب کیا، اور پھر نہایت بیباکی کے ساتھ خود نارمنون کو صقلیہ پر حملہ آوری کی دعوت دیدی جس کو نارمنون

Marfat.com

کو کم ازکم اس کا پتہ تو ضرور ہی چل گیا، کہ مسلمانان صقلیہ کے ساتھ عالم اسلامی کی کوئی اخلاقی ہمدردی بھی شامل نہین ہے،

ایک طرف مسلمانان صقلیہ کی بدبختیون کا وہ عالم تھا، اور ادھر نارمنون کے جوش و خروش کا یہ حال تھا کہ وہ بزعم خود صقلیہ پر حملہ آور ہو کر اپنے مذہبی فرض کے ادا کرنے کا ثبوت دیرہے تھے، اور اوسکو مسلمانون کے خلاف صلیبی جنگ کے افتتاح سے تعبیر کررہے تھے، ہم نارمنون پر کوئی الزام تراشنا نہین چاہتے کہ اونھین مذہبی لڑائیون کے چھیڑنے کا بانی و مبانی قرار دین، یہ کچھ غیرون کی کہی ہوئی کہانی نہین، بلکہ خود اپنا اقرار ہے، انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کا مقالہ نگار راجر کے حالات مین ایک جگہ لکھتا ہے:-

"پھر راجر ۱۰۸۵ء تک صلیبی جنگون کے چھیڑنے کا موقع نہ پاسکا، یہانتک کہ ۱۰۸۷ء مین سیراکیوز پر قبضہ ہوگیا، پھر فروری ۱۰۹۱ء مین نوٹی فتح کے بعد فتح سسلی کی تکمیل اختتام کو پہنچ گئی"

اسی طرح نارمن فاتح انگلستان ولیم اور نارمن فاتح صقلیہ راجر کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"انگلستان مین نارمن ڈیوک ایک غیر ملکی غاصب کی حیثیت سے داخل ہوا، جسکو وہان کے باشندون سے کسی قسم کی کوئی مدد نہین ملی، اور نہ وہ صقلیہ کے کاونٹ (راجر) کی طرح اپنے کو نجات دہندہ کہہ سکتا تھا"

اسی طرح نارمنون کے حالات مین دوسری جگہ موازنہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"علاوہ ازین سسلی کی جنگ کا مقصد اور اوسکے اغراض مذہبی تھے اگرچہ اس وقت تک جنگ صلیبی کی ابتدا نہین ہوئی تھی تاہم مسلمانون سے سسلی کے اس تصادم نے ان جذبات کو پیدا ضرور کردیا تھا، سسلی کے عیسائی باشندے اکثر حالات مین نارمنون کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے"[1]

راجر نے تسخیر کے بعد اپنے کو نہ صرف صقلیہ کے عیسائیون کا نجات دہندہ ثابت کیا، بلکہ صقلیہ کے

---

[1] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۲۴ ص ۸۵۴ [illegible]

اسلام اور مسلمانون کی بیخکنی مین کوئی کسر اوٹھا نہ رکھی اور زوال دولت اسلامی کے ساتھ ہی مسلمانون کے دردناک مصائب کا آغاز ہو گیا، اور اونھین ہر حیثیت سے قعر ذلت مین زبردستی ڈھکیل دیا گیا مسلمانون کے تمام علاقے اون سے چھین لیے گئے، زمیندار سے کسان اور کسان سے مزدور، اور صاحب دولت و ثروت سے گدائے بینوا بنکر رہ گئے، جو محلات مین رہنے کے عادی تھے، اونھین جھونپڑیان مٹی دشوار ہو گئین، اعلے قابلیت اور استعداد کے باوجود، حکومت کی تمام اعلے ملازمتین، اون سے چھین کر عیسائیون کو دیدی گئین، عیسائیون کو دوسرے ممالک سے لا لاکر یہان بسایا گیا، اور مسلمانون کی زمینداریان اور ملازمتین اون سے چھین کر اون کے حوالے کر دی گئین، یہان تک کہ رفتہ رفتہ سارے جزیرے مین عیسائی پھیل گئے، ملک کی تجارت اور صنعت و حرفت عیسائیون کے قبضہ مین چلی گئی، اور مسلمان جزیرہ مین اسلیے رہ گئے کہ عیسائی زمیندارون کی کھیتیان آباد کرین، تجارتی مالون کو جہازون پر لادین، اور اوتارین، اور جب مسلمانان صقلیہ کی فلاکت زدگی اور مفلوک الحالی بد سے بدتر حالت مین جا پہنچی، تو وہ معاش کیلیے فوج مین بھرتی ہو کر دوسرے اسلامی ملکون کو عیسائیون کا غلام بنانے لگے، اور حاکمون کے نزدیک اُن کی اتنی وقعت بھی نہین رہی، کہ ان کے مذہبی احساسات کا پاس و لحاظ کیا جاتا، صقلیہ کے پادری اور عام عیسائی، اُن کے مذہبی احساسات کو عمداً ٹھیس لگاتے صقلیہ کے شہرون کی گلی گلی مین اسلام کا مضحکہ اوڑایا جاتا، مسلمانون کے روبرو آنحضرت صلعم فداہ ابی و امی کو نہایت گندہ دہنی سے مغلظ گالیان دیجاتین مسلمان عورتون کی عصمت دری مسلمانون کی نگاہون کے سامنے کیجاتی، شریف مسلمان کیلیے اپنی کنواری لڑکیون کا چھپانا دشوار ہو گیا، یہان تک کہ محض عزت و ناموس کی حفاظت کیلیے بیچے اور مخلص مسلمان بظاہر عیسوی مذہب قبول کر کے امن و امان حاصل کرتے، اور چھپ چھپ کر اسلام کے ارکان روزہ نماز ادا کرتے، غرض کوئی ظالمانہ سے ظالمانہ ایسا برتاؤ نہ تھا، جو ان لاچار اور بیکس غریب فلاکت زدہ اور قابل رحم مسلمانون کے ساتھ روا نہ رکھا گیا ہو۔

Marfat.com

حالانکہ نارمن جسوقت صقلیہ پہنچے تھے کوئی ترقی یافتہ متمدن قوم نہ تھے، اونھون نے تہذیب و تمدن کا درس مسلمانون سے صقلیہ ہی مین حاصل کیا، اور اون سے سیکھ ساکھ کر اونہین الگ کر دیا، اسلئے جزیرہ مین عیسائی حکومت کے ماتحت مسلمانون کے مختلف حالات مختلف دور کے ماتحت گذرے، اور آخر مین جب اونکی ضرورت باقی نہین رہی صقلیہ کی زمین اون پر تنگ کر دی گئی، اور یہان سے ایک ایک کلمہ گو کو بیک وقت جزیرہ سے شہر بدر کر دیا گیا، ان حالات کی تفصیل اس کتاب کے سب سے آخری باب مین نظر آئیگی،

اس کے علاوہ نارمنون نے صقلیہ پر قبضہ کر کے گویا ایک ایسا مرکز حاصل کر لیا تھا جہان سے وہ عالم اسلامی کی تباہی و بربادی کے منصوبے باندھنے لگے، یورپ کی بین الاقوامی کانفرنسین ہوئین، اور مسلمانون کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کا پختہ ارادہ کر لیا گیا، جو در اصل پاداش عمل تھا اس کا کہ عالم اسلام نے انھین خاموشی سے اس جزیرہ پر قابض ہونے دیا، اور اونھون نے خود یہان کے فلاکت زدہ مسلمانون کو فوج مین بھرتی کر کے عالم اسلام مین تہلکہ ڈال دیا، اور سرزمین صقلیہ مین عیسائیون اور مسلمانون کے تصادم سے صلیبی جنگ کا جو چھوٹا پودا نصب ہوا تھا صقلیہ کے قبضہ کی تکمیل کے بعد اس قدر بارآور ہوا کہ دنیائے اسلام مین فساد و خونریزی کا ایک غیر متناہی سلسلہ صدیون تک کے لئے قائم ہوگیا، یعنی مسلمانون اور عیسائیون مین جو مذہبی لڑائی صقلیہ کے نارمن حملہ سے شروع ہوئی، اوس کا پہلا نتیجہ صقلیہ کے زوال یا تسخیر کی شکل مین ظاہر ہوا، اور آخری نتیجہ بیت المقدس کا زوال یا تسخیر ثابت ہوا، اس کا ایک سرسری خاکہ چند صفحون مین آگے نظر آئے گا۔

Marfat.com

صقلیہ کی اسلامی سلطنت کے زوال کے اثرات

دوسری اسلامی سلطنتوں پر

سنہ ۴۶۴ھ – سنہ ۶۲۶ھ
۱۰۷۱ء – ۱۲۲۸ء

صقلیہ کی اسلامی سلطنت کے زوال کے تباہ کن اثرات کا خمیازہ صرف مسلمانان صقلیہ تک محدود نہین رہا، بلکہ اسکے بعد عیسائیون کی حریصانہ نگاہین مغرب کے دوسرے اسلامی ممالک پر پڑین، اور اونھون نے چندہی دن مین مغرب کی اسلامی سلطنتون کو زیر و زبر کر ڈالا،

اسلامی ممالک کی بربادی کے منصوبے

کیونکہ عیسائیون نے فتح صقلیہ کی تکمیل کے بعد ہی سب سے پہلے افریقہ اور اسکے ساتھ اندلس پر نگاہ ڈالی اور اسکے بعد ہی شام کے مطلع پر نگاہ اوٹھی، جو بعض مسلمان شاہی خاندان کی باہمی کشمکش سے غبار آلود ہو رہا تھا، عیسائیون نے اس موقع پر عالم اسلامی کی طاقت اور اسکے عام حالات کا جائزہ لیا، اور جب تمام حالات آشکارا ہو گئے، تو تسخیر صقلیہ کے بعد ہی عیسائیون کی ایک نہایت اہم مجلس مشاورت صقلیہ مین منعقد ہوئی، اور اسمین عالم اسلامی کی بربادی کے منصوبے باندھے گئے،

مہدیہ پر نارمن قبضہ اور صلح

عیسائیون کے حوصلے سنہ ۴۶۴ھ ۱۰۷۱ء ہی سے جب وہ صقلیہ کے اکثر حصون پر قابض ہو گئے تھے، بہت بلند ہو گئے، اور ابھی وہ صقلیہ کو پورے طور پر زیر نگین بھی نہین کرنے پائے تھے کہ دوسرے اسلامی ممالک کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا، ان لوگون نے اپنا بحری مرکز جزیرہ قوصرہ کو قرار دیا، جس پر پہلے قابض ہو چکے تھے، عیسائیون کی دو جماعتین دو راستون سے اسلامی ممالک کو پامال کرنیکے لئے آگے بڑھین، ایک جماعت اندلس پر حملہ آور ہوئی اور سنہ ۴۷۸ھ مین وہ اندلس کے زرخیز مقام طلیطلہ پر قابض ہو گئی، دوسری

Marfat.com

طرف نارمنون نے ۴۶۴ھ میں صقلیہ کے اکثر حصوں پر قابض ہونیکے بعد جزیرہ میں مزید پیشقدمی ملتوی کر دی اور جزیرہ قوصرہ کو بحری مرکز قرار دیکر فتح افریقیہ کا خواب دیکھنے لگے۔ چنانچہ ابھی صقلیہ کی فتح تکمیل کو بھی نہیں پہنچی تھی کہ بروایت ۴۸۰ھ وبروایت ۴۸۱ھ (۱۰۸۸ء) میں جزیرہ قوصرہ سے ایک عظیم الشان بیڑا المہدیہ پر حملہ آوری کیلئے روانہ ہوا، مسلمانان قوصرہ نے بیغام بر کبوتر کے ذریعہ دربار افریقیہ میں خبر بھی پہنچائی لیکن تمیم فرمانروائے افریقیہ سوء قسمت دوسری طرف متوجہ تھا، اوس نے ایک بحری قائد کی سرکردگی میں مدافعت کیلئے بیڑا تیار کیا لیکن سابق والی مازر عبداللہ بن منکوت کی ایک شدید غلطی سے جو ایک معزز عہدہ پر افریقیہ میں موجود تھا نارمن مہدیہ پر قابض ہوگئے اور پھر نہایت ذلت آمیز شرائط منوانیکے بعد ان لوگوں نے مہدیہ خالی کیا۔ اور اس کے ساتھ دونوں حکومتوں میں ایک دوستانہ معاہدہ طے پایا، اور اسی کے بعد وہ صقلیہ کے بچے کچھے حصوں پر ۴۸۴ھ میں بلا خوف وخطر قابض ہوگئے،

اسلامی ممالک کو نصرانی ممالک بنانیکی تجویز اور بیت المقدس پر حملہ آوری کا محرک اول

فتح صقلیہ کی تکمیل کے بعد یورپ میں [illegible] اور پاپائے روما نے جنگی تیاریوں کے بعد شمالی افریقیہ پر حملہ آوری کیلئے راجر کو آمادہ کرنا چاہا چنانچہ ایک ایلچی صقلیہ پہنچا، راجر نے اس مسئلہ پر غور وخوض کرنیکے لئے ایک خفیہ کانفرنس طلب کی۔

یہی وہ سب سے پہلی کانفرنس تھی، جو صقلیہ میں منعقد ہوئی، اور اس میں اسلامی ممالک کو زیر وزبر کرنے کی تجویزیں زیر بحث آئیں، اور مدعوین نے اس کانفرنس میں راجر سے ان پر زور الفاظ میں حملہ کی درخواست کی:-

"قسم ہے انجیل کی یہ ہمارے لئے بہتر ہے اور ان کے لئے بھی کہ سب ملکر اسلامی ممالک پر حملہ آور ہوں اور تمام اسلامی ممالک عیسائی ممالک ہوجائیں۔"

۱؎ ابن [illegible] المغرب [illegible]

لیکن راجر نے اپنے ذاتی اغراض سے اس تجویز کی تائید نہین کی، اور اپنے مشیرون کو سمجھایا کہ اگر یورپ کی مختلف فوجین صقلیہ آئین، اور یہان سے افریقیہ وغیرہ پر حملہ آور ہوئین تو فتح و شکست دونون صورتون مین صقلیہ کی حکومت کے کیا فوائد و نقصانات ہین، اور اسکے بعد اوس ایلچی کے ذریعہ اپنی طرف سے حسب ذیل تجویز لکھکر آنی بھیجی :-

"جب تم نے مسلمانون سے مذہبی جنگ کرنے کا قصد کرلیا ہی، تو زیادہ بہتر ہے کہ **بیت المقدس** پر قبضہ کرو، اور اس مقدس شہر کو مسلمانون کے پنجہ ظلم سے نجات دلاکر ایک قابل فخر کارنامہ انجام دو، کیونکہ ابھی ہمارے اور افریقیہ کے درمیان عہد و پیمان ہوچکے ہین"

جنگ صلیبی کی ابتدائی سرگذشت مین بیان کیا جاتا ہے کہ ایک فرانسیسی راہب پطرس نے بیت المقدس سے واپس جاکر جنگ صلیبی کا صور یورپ مین سب سے پہلی مرتبہ پھونکا، اور اسی کی آواز پر سارا یورپ دوش بدوش پطرس کی مسیحیت کی خدمت کرنے اور یورپ مین جنگ صلیبی کے جذبات ابھارنے سے انکار نہین لیکن واقعات کی یہ ترتیب اور ابن اثیر کی یہ مستند شہادت موجود ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح بیت المقدس کا محرک اول فرانسیسی راہب **پطرس** نہین بلکہ ارمن خدمتگذار مسیحیت و **فاتح صقلیہ راجر** ہے،

چنانچہ راجر کی اسی تجویز کے بعد ۴۸۹ھ (۱۰۹۵ء) مین سب سے پہلی جنگ صلیبی چھیڑنے کیلئے **اٹلی** مین وہ شہرۂ آفاق کانفرنس ہوئی، جو جنگ ہائے صلیبی کی اول و اساسی کانفرنس سے موسوم کیجاتی ہے اور اسی کے بعد پطرس سارے یورپ مین جنگ صلیبی کا صور پھونکتا آتا ہے اور راجر کی اسی تجویز کی بنیاد پر سب سے پہلے صلیبی لڑائی ۴۹۰ھ مین پیش آتی ہے، راجر نے اس تجویز سے گویا اسلامی ممالک کو باہم تقسیم کرلیا، اپنے لئے اوس نے شمالی افریقیہ کو رکھا، اور شام و مصر کو مسیحیت کے دوسرے خدمتگذارون کے نذر کیا،

پہلا صلیبی لشکر ۴۹۱ھ مین کوچ کرتا ہے اور سب سے پہلے انطاکیہ کو فتح کرلیتا ہے، پھر ۴۹۲ھ مین

بیت المقدس پر عیسائیوں کا قبضہ ہوجاتا ہے، اور پھر ۴۹۶ھ/۱۱۰۲ء سے دوسرے صلیبی حملہ میں شام کا ایک وسیع علاقہ عیسائی حکومت کے قبضہ میں چلا جاتا ہے، اور راجر کی تحریک سے مقدس شہر یروشلم اور شام کے ایک وسیع علاقہ سے کامل اکانوے برس کے لئے اسلامی پرچم سرنگوں ہوجاتا ہے[1] یہاں تک کہ نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی کی خون آشام تلواریں اوٹھتی ہیں، اور شام کے غبار آلود مطلع کو صاف کردیتی ہیں، اور اس موقع پر صقلیہ کی عیسائی حکومت مسیحیت کی جو خدمات انجام دیتی ہے اس کا تعارف چند صفحوں میں آگے آئے گا، ابھی افریقیہ کی اجمالی سرگذشت سامنے ہے،

شمالی افریقیہ پر قبضہ کی تیاریاں

راجر اول اپنی تجویز کے مطابق افریقیہ پر قبضہ کرنے کے لئے اپنی جنگی قوت میں روز بروز اضافہ کرتا گیا لیکن اسی اثناء میں ۲۲ جون ۴۹۴ھ/۱۱۰۱ء کو اس کا انتقال ہوگیا، اور اوسکے بجائے اوس کا لڑکا راجر دوم کے نام سے تخت حکومت پر بیٹھا، اور اوس نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی شمالی افریقیہ کی سیاسیات میں ایک ایسی شاطرانہ اور کامیاب روش اختیار کی جس کی بنا پر وہ ایک دن پورے شمالی افریقیہ کا مالک بن بیٹھا، اور راجر اول کا خواب حقیقت بن کر سامنے آگیا،

شمالی افریقیہ پر قابض ہونے کی ایک شاطرانہ روش

اس وقت شمالی افریقیہ کی صنہاجی حکومت کے حالات یہ تھے، کہ المعز کے عہد سے صنہاجی قلمرو میں فتنہ و فساد اور بغاوت کا جو طوفان اوٹھا تھا ابھی تک اس کا استیصال نہ ہو سکا تھا بلکہ حکومت کی داخلی پیچیدگیاں روز بروز بڑھتی ہی گئیں، اور ملک میں چھوٹی چھوٹی خودمختار و نیم خودمختار حکومتیں قائم ہوگئیں جس کی وجہ سے ملک [illegible] تمام ہوگیا، اسکی رفتار کسی زمانہ میں تیز ہوجاتی اور کبھی [illegible] میں سست پڑجاتی،

جب راجر نے شمالی افریقیہ کو [illegible] خود مختار حکومتوں پر نگاہ ڈالی، [illegible] دولت صنہاجیہ

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۸۵، ۱۸۷، ۱۹۳، الحروب الصلیبیہ سید علی الحریری ص [illegible] وغیرہ

دوستانہ معاہدہ پہلے ہی کرچکا تھا، اب افریقیہ کی یہ نئی نئی خود مختار و نیم خود مختار حکومتیں قائم ہو رہی تھیں راجر نے اون پر حملہ آور ہوجانے سے بظاہر دولت صنہاجیہ کے اوس معاہد کی خلاف ورزی نہیں ہوتی تھی خصوصاً اسلئے کہ وہ نئی حکومت صنہاجیہ سے باغی ہوتی تھیں اسلئے فرمانروائے صنہاجی کو اصولاً کسی شکایت کا موقع نہیں تھا

اس طریقہ سے راجر دوم نے شمالی افریقہ مین اپنے قدم پورے طور پر جمالئے، اسکے بعد پھر یہ صورت بھی پیش آنے لگی، کہ اگر کسی وقت افریقیہ کے خود سرولاۃ اور دولت صنہاجیہ مین آویزش ہوتی، تو راجر دوم خود سروالی کی مدد کرکے معاہدہ کی خلاف ورزی کر جاتا لیکن پھر بھی گفت وشنید کے بعد معاملات کو رفع دفع کرالیتا، اس قسم کی سب سے پہلی صورت ۵۱۱ھ مین پیش آئی جب رافع بن مکن دہمانی والی قابس اور صنہاجی فرمانروا علی بن یحیی بن تمیم مین باہمی آویزش ہوئی چنانچہ جب صنہاجی بیڑا رافع کی گوشمالی کیلئے قابس آیا تو رافع کی امداد کیلئے یہان نارمن بیڑا پہلے سے موجود نظر آیا، یہی پہلا موقع تھا جب دولت صنہاجی اور اور نارمن حکومت صقلیہ مین کھلی ہوئی مخالفت کا اظہار ہوا، ابن اثیر لکھتا ہے:-

اوسی وقت علی کو صقلیہ اور قابس کے اتحاد کی خبر ہوئی، جسکی راجر برابر تردید کرتا رہتا تھا۔

افریقی حکومتون کا صقلیہ پر حملہ آوری کا ارادہ

علی نے اسکے جواب مین ۵۱۲ھ مین اپنے ایلچی صقلیہ بھیجے، اور دونون حکومتون مین شکستہ شکایات کے دفتر کھل گئے، اور جب صفائی نہ ہو سکی، تو علی نے بالآخر صقلیہ پر حملہ آوری کا ارادہ کیا، اور مراکش کے مرابطین سے استمداد کی علی بن یوسف بن تاشفین فرمانروائے مراکش نے اعانت پر آمادگی ظاہر کی، اور ایک متفقہ حملہ کا سامان شروع ہوگیا، اور راجر نے یہ حالات سنتے ہی اپنی تمام سرگرمیان روک دین[۱] لیکن اچانک صنہاجی فرمانروا علی کی ناگہانی موت سے اسلامی حملہ کی یہ تجویز معرض التوا مین پڑگئی،

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ صفحہ ۲۷۲ وابن خلدون حوادث ۵۱۲ھ دمااری صفحہ ۲۷۰

صقلیہ کی افریقیہ پر حملہ آوری

کچھ زمانہ گذرنے کے بعد علی بن یوسف صاحب مراکش نے اپنا ارادہ پورا کرنا چاہا، اور ۵۱۶ھ ۱۱۲۲ء مین بلادِ قلوریہ کے ایک شہر نقوطرہ (NICOTRA) پر حملہ آور ہو کر اوسکو زیر اقتدار کرلیا، لیکن راجر پر نقوطرہ کے سقوط کا کوئی اثر نہین پڑا، اور اوس نے اوسکے جواب مین افریقیہ پر حملہ آوری کا ارادہ کیا، جب علی کے جانشین حسن صنہاجی کو اوسکی خبر ملی، تو وہ بھی مدافعت کے سامان کرنے لگا، اور بالآخر ۵۱۷ھ ۱۱۲۳ء مین نارمن بیڑا مہدیہ کے تاخت و تاراج کے لیے روانہ ہو گیا، مگر سمندر کے بادِ مخالف سے یہ بیڑا مہدیہ نہین پہنچ سکا، نارمن امیر البحر نے ہوا کے رُخ پر بیڑے کو ڈال دیا، جو جزیرۂ قوصرہ مین جا کر تھما،

جزیرہ قوصرہ کی اسلامی آبادی پر مصائب

جزیرۂ قوصرہ اگرچہ اس وقت عیسائیون کے قبضہ مین تھا، لیکن یہان اسلامی آبادی زیادہ تھی، اور ابھی تک اون کی دولت و ثروت بھی اونھی کے پاس تھی، نارمن یہان پہنچکر محض مہدیہ کے جوشِ انتقام مین جزیرۂ قوصرہ کے مسلمانون پر ٹوٹ پڑے اور قتل عام کردیا، جسمین بوڑھون بچون اور عورتون کی تمیز بھی باقی نہین رکھی، اور نہایت بیدردی سے ننھے ننھے معصوم بچون عفیف عورتون اور معذور بوڑھون کا خون بہایا،

قلعہ دیماس پر نارمن قبضہ اور پھر شکست

اسکے بعد نارمن بیڑا افریقیہ روانہ ہوا، لشکر مین کچھ بے ترتیبی آگئی تھی اسلئے مہدیہ مین اوترنے کا موقع نہین تھا، ساحل کے ایک دوسرے اسلامی شہر قلعہ دیماس مین اوتر پڑے، قلعہ مین عربون کی ایک جماعت موجود تھی، اوس نے مقابلہ کیا مگر شکست کھا کر مغلوب ہو گئی، اور نارمن شہر مین داخل ہو گئے، اسی اثنا مین مسلمانون کی ایک کمک مہدیہ سے آپہنچی اور ایک خونریز جنگ کے بعد نارمنون کو بہت کچھ مالِ غنیمت چھوڑ کر فرار ہونا پڑا، اس جوابی حملہ مین بہت سے نارمن قتل ہو، اون کی ایک جماعت قلعہ بند بھی ہو گئی تھی، اوس کو بھی مغلوب کر کے سب کو قتل کر دیا گیا، مسلمانون کی یہ فتحمندی مدت کے بعد نصیب ہوئی تھی، جس نے اوس کی خوشخبری ضابطہ کے ساتھ تمام عالم اسلامی مین بھی، اور مہدیہ مین ایک جشن عام منایا، جس مین شعرا نے تہنیت آمیز

Marfat.com

نقصان دہ ثابت ہوئے۔

قدیم حکمت عملی کا اعادہ

لیکن یہ ایک عارضی نوید مسرت تھا، راجر دوم اپنی قدیم حکمت عملی پر لوٹ آیا، اور درحقیقت اسلامی حکومت کے لئے اوسکی یہی حکمت عملی نہایت خطرناک تھی، چنانچہ راجر کی سلسلہ جنبانی کے بعد نارمن اور صنہاجی حکومتون مین پھر سے خوشگوار تعلقات قائم ہوگئے، اور اب پھر وہی قدیم سلسلہ جاری ہوگیا یعنی حکومت صنہاجی کے جو ولاۃ صنہاجی حکومت سے سرکشی پر آمادگی ظاہر کرتے، راجر دوم فوراً ان کی خفیہ امداد کرکے اونھین بغاوت پر آمادہ کرتا اور اندر اندر اپنی اس منافقانہ کارروائی کے ساتھ ظاہرا دولت صنہاجی سے خوشگوار تعلقات بھی برقرار رکھتا، اور جب فرمانروائے افریقیہ معاہدہ کی خلاف ورزی پر اعتراض کرتا، تو جواب دیتا کہ یہ لوگ تمھاری اطاعت سے باہر ہین اس لئے اس معاہدہ مین داخل نہین۔

افریقہ کے مختلف اہم شہرون کا سقوط

چنانچہ اسی طرح مختلف مقامات پر حکومت صنہاجی کے خلاف بغاوتین برپا ہوتین اور راجر سب کو خفیہ امداد دیتا، اور پھر جب وہ ولاۃ حکومت صنہاجی سے الگ ہوجاتے تو اون پر خود علانیہ حملہ کرکے انھین ملک بیدخل کردیتا، اور اپنی طرف سے شہر کے کسی معزز خاندان کو قائم مقام بناکر مقامی حکومت اوسکو تفویض کردیتا، اور اون ولاۃ کو اطاعت پر قائم رکھنے کیلئے اوسی خاندان مین سے چند چند معزز اشخاص کو بطور یرغمال اپنے ساتھ صقلیہ لیجاتا، اور وہ مقامات نارمن حکومت صقلیہ کا جزو کہلاتے اور سالانہ خراج اون پر عائد کردیتا،

چنانچہ راجر اپنی اسی حکمت عملی کی رو سے رفتہ رفتہ سنہ ۵۲۹ھ (۱۱۳۴ء) مین برشک، بجایہ، صفاقس، ۵۴۱ھ (۱۱۴۶ء) مین طرابلس الغرب اور ۵۴۲ھ (۱۱۴۷ء) مین قابس پر قابض ہوگیا، یہ تمام مقامات دولت صنہاجی کے قلمرو مین شامل تھے لیکن ولاۃ کی سرکشی سے آزاد ہوگئے اور پھر اسی طرح نارمنون کے قبضہ مین چلے گئے

مختلف جزائر کا سقوط

نارمن شمالی افریقہ کے ان مقامات پر قابض ہونے کے علاوہ اپنی اسی حکمت عملی کی رو سے بحر روم کے جزائر پر بھی اقتدار حاصل کرتے گئے، چنانچہ رفتہ رفتہ مختلف جزائر مثلاً سنہ ۵۲۹ھ (۱۱۳۴ء) مین جزیرہ

Marfat.com

جربہ اور ۵۴۰ھ/۱۱۴۵ء میں قابس اور پھر صفاقس وغیرہ نارمنوں کے قبضہ میں آگئے،

مفتوح مسلمانوں پر مصائب

نارمن اپنی ان تمام فتوحات میں جو کچھ مظالم برپا کر سکتے تھے کرتے گئے، قتل عام اور غارتگری میں اکثر ایسا ہوتا کہ ان کی بربریت سے بڑھے، عورتیں اور شیرخوار بچے تہ تیغ کر دیے جاتے، پھر یہ لوگ اپنے ان مفتوح ممالک سے مسلمانوں کو گرفتار کر کے صقلیہ لیجاتے اور وہاں ان کے دینی بھائی یعنی مسلمانان صقلیہ کے سامنے زبون حالت میں غلام بنا کر رکھتے اور بالآخر مسلمانان صقلیہ اپنی اخوت دینی سے مجبور ہو کر ان گرفتاران بلا کو گرانقدر قیمتوں پر خرید خرید کر آزاد کرتے، اسی طرح ان مفتوح ممالک کی مسلمان شریف زادیوں کو گرفتار کر لیتے، اور انہیں لونڈی بنا کر رکھتے، اور مسلمانان صقلیہ کی آنکھوں کے سامنے ان کے ساتھ لونڈیوں کا برتاؤ کرتے، اور مسلمانان صقلیہ غیرت حمیت دینی سے عرق عرق ہو جاتے، اور ان کو آزاد کرانے میں نہایت گرانقدر رقمیں صرف کرتے، خصوصاً ۵۴۳ھ/۱۱۴۸ء میں شہر طرابلس کی شریف زادیوں کی عصمت و حرمت کی حفاظت کے لیے مسلمانان صقلیہ کو بڑی بڑی رقمیں ادا کرنی پڑیں، یہی حال قتل و غارت گری کی بھی عام گرم بازاری رہی، مثلاً صرف جزیرہ جربہ میں ایک حملہ میں تقریباً آٹھ ہزار مسلمانوں کو گرفتار کیا گیا جن میں بہت سے معزز و خوش شکل نوجوان اور حسین پردہ نشین عورتیں شامل تھیں یہ لوٹ کا مال بنا لیا گیا جس میں چھوٹے چھوٹے شیرخوار بچے بیرحمی کی انی پر اچھال دیے گئے، اور اسی طرح ان مفتوح اسلامی ممالک کا جو کچھ مال غنیمت لوٹا گیا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ صرف ایک حملہ میں ستر جہاز مال غنیمت کے قیمتی سامان سے بھر کر صقلیہ لائے گئے،

دولت صنہاجیہ کا خاتمہ نارمنوں کے ہاتھوں

ان مذکورہ بالا مقامات پر نارمن استقرار ہوا ہی تھا کہ انھوں نے افریقیہ پر قبضہ کر کے اور فرمانروائے افریقیہ کو صقلیہ کے غلامی حالت ۵۴۳ھ/۱۱۴۸ء میں قید کر کے دولت صنہاجیہ کا خاتمہ کر دیا، اس کے ساتھ افریقیہ سے بنی سلیمان، امراء و ولاۃ جو ان جزائر و شمالی افریقہ کے مقامات پر نارمنوں کے ماتحت حکام کی حیثیت سے فرمانروائی کر رہے تھے، نارمنوں سے مکمل اتحاد عمل کرنے لگے، اور پھر دینی لوگ عیسائی بن

---

۱ الکتاب الفارسیہ فی مبادی الدولۃ الحفصیہ لمؤلفہ ابن شریح اور حوادث میں قدیم کے ورق

کی مزید فتوحات کا باعث بنتے گئے، چنانچہ اس طرح رفتہ رفتہ حکومت صنہاجی کے قلمرو سے مختلف مقامات الگ ہو ہو کر نارمنوں کے قبضہ میں جاتے رہے، اور بالآخر وہ وقت بھی آپہنچا کہ دولت صنہاجیہ کا کلیۃً خاتمہ ہوجائے چنانچہ ۵۴۳ھ / ۱۱۴۸ء کا وہ منحوس سال ہے، جب مسیحی علم مہدیہ کے قلعہ پر نصب ہوگیا، اور دولت صنہاجی کا وہ چراغ جو شمالی افریقہ میں اسلامی کارناموں کو روشن کئے تھا، اور اس وقت اوسی سے شمالی افریقہ میں اسلام کا دھندلا سا نام نشان باقی تھا، نارمنوں کے ہاتھوں گل ہوگیا،

یہ ہے صقلیہ کی اسلامی سلطنت کے زوال کا وہ دردناک انجام جو صرف اوسکے ۵۵ سال بعد سامنے آگیا اور راجاروں کے وہ خوفناک ارادے جو اسلام کو شمالی افریقہ سے رخصت کرنے پر تلے تھے، صرف نصف صدی میں پورے ہوگئے. نارمن ۴۱۶ھ / ۱۰۲۵ء میں قلوریہ پر قابض اور ۵۴۳ھ / ۱۱۴۸ء میں وہ حکومت افریقہ کا تختہ اولٹنے میں کامیاب ہوگئے، اس ۱۲۸ سال کی مختصر مدت میں وہ ساری سرزمین اوسی ترتیب سے اون کے زیر نگین آگئی جس ترتیب سے وہ اسلامی حکومت کے زیر اقتدار آئی تھی یعنی اسلام ان ممالک میں افریقہ سے صقلیہ اور صقلیہ سے قلوریہ و انکبردہ پہنچا تھا، اور نارمنوں نے اسلام کو اوسی راستہ سے یعنی انکبردہ و قلوریہ سے صقلیہ اور صقلیہ سے شمالی افریقہ واپس لوٹا دیا،

نارمنوں کی پیشقدمی میں ایک عارضی التوا

نارمن دولت صنہاجی کے خاتمہ کے بعد شمالی افریقہ کے دیگر حصص پر حملہ آور ہوتے، اور پھر مصر و شام کی طرف روانہ ہوجاتے لیکن مسلمانان عالم کی وقتی خوش قسمتی سے ۵۴۴ھ / ۱۱۴۹ء میں نارمن فرمانروا اور فرمانروائے قسطنطنیہ میں بعض اختلافات ہوگئے اور دونوں حکومتوں میں لڑائی چھڑ گئی جس کی وجہ سے اسلامی ممالک میں نارمنوں کی پیشقدمی کا سلسلہ عارضی طور پر ملتوی ہوگیا

ابن اثیر لکھتا ہے:-

"اسی سال (۵۴۴ھ) راجر فرنگی فرمانروائے صقلیہ اور شاہ قسطنطنیہ میں جنگ چھڑ گئی جس کا ایک طویل سلسلہ ہے اس لئے یہ عیسائی آپس ہی میں دست و گریبان ہوگئے. اگر یہ نہ ہوتا تو راجر

Marfat.com

تمام افریقہ کو فتح کر لیتا،

چنانچہ اس کے بعد صرف ایک شہر بونہ ۵۴۸ھ میں نارمنوں کا قبضہ ہوا، جو جدید مارمن فرمانروا کی گویا ایک پہلی مشق تھی، لیکن اسکے بعد حالات ایسے بدلے کہ فتوحات کا سلسلہ موقوف ہو گیا[1]

[1] تمام مذکورہ بالا واقعات کی تفصیل کے لئے دیکھو ابن اثیر ج ۱۱ حوادث ۵۲۹ھ، ۵۳۰ھ، ۵۳۱ھ، ۵۳۴ھ، ۵۳۶ھ، ۵۳۷ھ، ۵۳۹ھ، ۵۴۰ھ تا ۵۴۲ھ، ۵۴۳ھ، حالات و واقعات کا تسلسل قائم رکھنے کیلئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حاشیہ میں تمام افریقہ کے بعد کے حالات کا ایک اجمالی خاکہ بھی درج کر دیا جائے،

فتح بجایہ افریقہ کے یہی حالات تھے کہ موحدین کے مذہبی پیشوا اور سیاسی فرمانروا عبدالمومن نارمنوں کے خلاف [illegible] ۵۵۴ھ میں تلوار اٹھاتا ہے اور اسی سال بجایہ کو نارمنوں سے چھین لیتا ہے،

صقلیہ میں اختلال حسن اتفاق کہ ادھر افریقہ میں عبدالمومن کی تلوار چمکی اور ادھر صقلیہ میں ایسے حالات رونما ہوئے کہ [illegible] وہاں کے قصر اقتدار میں تزلزل آگیا، راجر دوم نے ۵۴۸ھ میں تقریباً ۸۰ سال کی عمر میں تقریباً ۲۰ سال حکومت کر کے وفات پائی، اسکی موت کے بعد ولیم جسکو بعض مورخین غلیام کہتے ہیں برسر اقتدار آیا، وہ حکومت کا اہل ثابت نہ ہو سکا، اس نے ایک نصرانی مایو (MAIO) نامی کو وزارت سپرد کی، وہ بھی نااہل نکلا، اور اسکے نتیجہ میں مسلمانوں کی قسمت کا پانسہ پلٹا، مختلف مقامات نارمنوں کے قبضہ سے نکل گئے، اس سلسلہ میں جزیرہ جربہ اور جزیرہ قرقنہ میں بغاوت شروع ہوئی، اور وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہوگئے، ان کے دیکھا دیکھی صقلیہ کے بعض شہر کے مسلمانوں نے بھی بغاوت کا علم بلند کیا، مگر وہ دشمنوں کے نرغہ میں تھے اُن کی سعی لاحاصل رہی،

حسین کی قربانی سے شمالی افریقہ کی آزادی، جب نارمنوں کی کمزوریاں آشکارا ہوئیں تو افریقہ کے ان مسلمان ولاۃ کو بھی عبدالمومن کے بھروسہ پر جرات ہوئی، جو نارمنوں کی طرف سے قائم مقام بنکر حکومت کر رہے تھے، ان مسلمان ولاۃ میں سب سے اہم کارنامہ سفاقس کے والی عمر بن حسین کا ہے، اس نے ۵۵۱ھ میں اپنی بغاوت کا اعلان کیا، اور [illegible] ایک نہایت لائق ستائش اور روشن پہلو اس کی ایک ہمت مردانہ ہے، جو صحیح اسلامی جذبات کی ترجمان ہے، اور جس میں عمر اور اسکے باپ حسین دونوں نے اپنے اپنے جوہر کمال و جرأتمندانہ شجاعت کو آشکارا کیا، واقعہ یہ تھا کہ عمر سفاقس میں نارمنوں کی والی تھا، اور اسکی اطاعت کی ضمانت میں اس کا باپ حسین صقلیہ میں نظر بند رکھا گیا تھا، اسلئے عمر کی بغاوت کے دوسرے معنی باپ کی شہادت کے بھی تھے، لیکن حسین خود اسلام کا ایک جانباز و جان نثار فدائی تھا، اُس نے اپنے لڑکے کو خفیہ وصیت کی کہ

Marfat.com

جنگ صلیبی اور فتح بیت المقدس	عیسائیون کو بیت المقدس اور شام پر ۴۹۱ھ ۱۰۹۸ء و ۴۹۲ھ ۱۰۹۹ء کے حملون مین جو استیلا ہو گیا تھا، اون کے خلاف ۵۲۴ھ ۱۱۳۰ء سے عماد الدین زنگی تلوار اوٹھاتا ہے اور پیم مختلف

معرکہ آرائیون اور محاصرہ و استرداد حصار کے بعد نورالدین زنگی اور اسدالدین شہر کوہ پر مختلف حملے کرتے ہین

(بقیہ حاشیہ ۴۵۵) "مین چراغ سحری ہون آج نہین کل بجھ جاؤن گا، تم فرصت کے منتظر رہو، اور میری انتہائی خوشنودی یہی سمجھو کہ حصول مقصد کے لئے میری نقد جان سفاقس کی آزادی پر نثار کر دو"

چنانچہ وہ موقع صقلیہ مین اون حالات کے پیش آجانے سے ۵۵۱ھ ۱۱۵۶ء مین سامنے آگیا، اور عمر نے اپنے اصحاب حل و عقد سے مشورہ کے بعد انقلاب حکومت کا اعلان کر دیا، اور سب سے پہلے سفاقس کے تمام عیسائیون کو چن چن کر قتل کیا، اور پھر سفاقس کے قلعہ سے نارمن جھنڈا اوتار کر پھینک دیا، یہ ہو ہی رہا تھا، کہ نارمن فرمانروا کو واقعات کا علم ہوا، اور ایک نہایت تہدید آمیز تحریر کے ساتھ سفاقس بھیجی، عمر نے اس نارمن ایلچی کو ٹھہرا لیا، اور اوسکے جواب مین ایک جنازہ اوٹھانے کا اہتمام کیا، چنانچہ ایک جنازہ نہایت تزک و احتشام سے اوٹھایا گیا، یہ گویا شہید ملت حسین کا جنازہ تھا، سفاقس کے تمام باشندے ہمین شریک تھے، شہر سے یہ جلوس گذر کر قبرستان آیا، اور یہان وہ جنازہ اس نارمن ایلچی کے سامنے دفن کر دیا گیا، نارمن پیغام بر یہ تمام تماشا دیکھتا رہا، اس کے بعد اوسکو عمر نے دربار مین بلا کر یہ پیغام دیا، کہ:-

"مین نے سفاقس کی آزادی باپ کے سر کے معاوضہ مین خریدی ہے، شاہ صقلیہ سے کہدو کہ میرا باپ مرچکا اور مین اور میرے ساتھ تمام باشندگان شہر نے اوس کا جنازہ دفن کر دیا، اب ہم لوگ اسکی عزاداری کرنے بیٹھے ہین"

پیغامبر صقلیہ واپس آیا، تمام حالات من وعن بیان کئے، حسین نے بھی شکر خداوندی ادا کیا، اور جوش مسرت کے ساتھ خوشی خوشی دار پر چڑھ گیا اور اوسکی نقد جان اوسکی وصیت کے مطابق سفاقس کی آزادی پر قربان ہو گئی،

کہا جاتا ہے کہ پہلی صدی مین حسین بن علیؓ کی شہادت نے اسلام کو نئی زندگی عطا کی تھی، یہ کچھ نام کی برکت ہو کہ چھٹی صدی کے اس حسین نے اسی کا ایک ادنی نمونہ پیش کیا، خود قربان ہو گیا، اور اپنی قربانی سے سارے افریقہ مین اسلام کو زندہ کر دیا، اسکی شہادت کی خبر بجلی کی طرح سارے افریقہ مین دوڑ گئی، اور نارمنون کے خلاف سارے افریقہ مین ہتھیار چمک اوٹھے۔

ابو یحیٰی بن مطروح نے طرابلس مین علم بغاوت بلند کیا، محمد بن رشید نے قابس کے پاؤن سے غلامی کی بیڑیان کاٹ دین پھر عبدالمومن کی خون آشام تلوار آگئی، اور اوس نے بونہ پر تھوڑے دنون مین قبضہ جمالیا،

جن میں وہ عیسائیون پر غالب آگئے ہیں یہانتک کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی خون آشام تلوار میدان میں چمکتی ہے، اور کامل اکانوے برس کے بعد ۵۸۳ھ میں بیت المقدس پر اسلامی قبضہ ہوجاتا ہے۔

جنگ ہائے صلیبی میں صقلیہ کی شرکت

اسلام اور عیسائیت کی ان لڑائیون میں صقلیہ کی عیسائی حکومت نے کہان تک حصہ لیا، اس کی تفصیل ایک طویل داستان ہے، الغرض یہ کہ صقلیہ کے فاتح عیسائیون کو اگرچہ پہلی اور دوسری صلیبی لڑائیون میں جسکی ابتدا راجر کی تحریک سے ہوئی تھی، افریقہ کی مہمون کے باعث شرکت کا موقع نہ مل سکا، مگر جب مہدیہ کے قبضہ کے بعد اس طرف سے فرصت ملی تو یہ لوگ بھی مصر و شام کی جانب متوجہ ہوئے، اور غالباً سب سے پہلا نارمن بیڑا ۵۷۰ھ میں صقلیہ سے مصر روانہ ہوا، اور مصر کے ایک مقام تنیس پر غارتگری کی، لیکن پھر یہ نارمن بہت جلد افریقہ کے معاملات میں اولجھ گئے، اور اونھین اس جانب دوبارہ توجہ کرنے کا موقع نہین ملا، یہانتک کہ جب ۵۵۴ھ میں عبد المومن نے مہدیہ پر قبضہ کرلیا، اور نارمنون کو

(بقیہ حاشیہ ۴۶۱)

شمالی افریقہ سے نارمن قبضہ کا خاتمہ اور دولت موحدین کا قیام

اسی طرح سب سے آخرین زویلہ کے باشندون نے بغاوت کی، اگرچہ وہ بعض ناگزیر حالات کے پیش آجانے سے ناکام رہے، اور یہان عیسائیون کو مسلمانون کے قتل عام کا موقع مل گیا، جسمیں نہایت بے دردی سے عورتون اور بچون کو ذبح کیا گیا، لیکن چند بقیۃ السیف مسلمان اپنی جان بچانے مین کامیاب ہوگئے اور وہ فرار ہوکر عبد المومن کے یہان آکر پناہ گزین ہوئے اور اتفاق سے اہل زویلہ کی یہی بربادی و ناکامی شمالی افریقہ سے نارمنون کے استیلا کے قطعی خاتمہ کا آخری سبب بن گئی، چنانچہ ان پناہ گزین مہاجرین نے زویلہ میں گذرا ہوا جو حادثہ پیش آیا تھا، اوس کا پورا نقشہ عبد المومن کے سامنے کھینچ دیا، اور اس سے التجا کی کہ مسلمان فرمانروا وقت ہی آپ کی کوئی شخصیت ایسی نہیں ہے جو مسلمانان زویلہ کے ان دردناک مظالم کا بدلہ لے سکے، نارمن ابھی سوسہ اور مہدیہ پر قابض ہین، زویلہ ان کے پنجہ ظلم مین گرفتار ہے، معلوم نہین آیندہ کیا حالات رونما ہون، عبد المومن خدا ترس مسلمان تھا، آبدیدہ ہوکر کمر ہمت باندھی، اور عظیم الشان تیاریون کے ساتھ مہدیہ کی رہائی کے لئے مراکش سے اوٹھ کھڑا ہوا، پھر جو حالات پیش آئے اون کی ایک طویل داستان ہے، ماحصل کلام یہ کہ اوس نے ۵۵۴ھ مین نارمنون کو اپنی خون آشام تلوار سے زیر کرکے مہدیہ کو اون کے وجود سے پاک کیا، حسن صنہاجی جو اب تک آوارہ وطن پھر رہا تھا، مہدیہ کے عظیم الشان قصر مین سکونت پذیر ہوا، اور تمام افریقہ نارمنون کے قبضہ و استیلا سے پاک ہوکر موحدین کے زیر علم آگیا (تفصیلات کے لئے دیکھو ابن اثیر ج ۱۱ حوادث ۵۴۳ھ، ۵۵۱ھ، ۵۵۴ھ، المعجب فی تلخیص اخبار مغرب وغیرہ)

[illegible] قطعی مایوسی ہوگئی، تو پھر وہ مصر کی جانب متوجہ ہوئے جہاں اس وقت خانوادۂ فاطمیین کے زوال [illegible] سلطان صلاح الدین ایوبی کا سکہ رواں تھا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی عیسائی شاہ صقلیہ کی دشمنی اور اس پر [illegible] اور صلاح الدین کی کامیابیان

صلاح الدین ایوبی، نور الدین زنگی کے دست راست ہونے کے وقت سے مسیحی فتوحات کا قلع قمع کر رہا تھا، یہان تک کہ اسی کے ہاتھوں بیت المقدس کی فتح کی تکمیل ہوئی، اس لئے وہ تمام عالم عیسائیت میں شدید بغض و عناد سے دیکھا جاتا تھا، اور اس سے صقلیہ کے عیسائی بھی مستثنیٰ نہیں تھے، سلطان صلاح الدین نے سنہ ۵۶۹ھ ۱۱۷۴ء مین خلافت فاطمی مصر کا خاتمہ کر کے شیعی حکومت کا بھی خاتمہ کر دیا تھا، اس لئے مصر کے شیعے بھی اس کے شدید دشمن تھے۔

صقلیہ کا عیسائی فرمانروا بہ نسبت دیگر فرمانروایان یورپ کے اسلامی سیاسیات سے زیادہ آشنا تھا، اس نے سلطان صلاح الدین [illegible] کے تعلقات کا اندازہ لگایا، اور یورپ کی مسیحی طاقتین جنمین سب سے اہم حصہ شاہ صقلیہ کا تھا، مصر [illegible] سے سازوباز کرنے لگین اور سلطنت ایوبیہ مصر کا تختہ الٹ کر ایک نئی حکومت قائم کرنے کی تجویز قرار پائی، اور اس موقع پر شاہ صقلیہ نے سب سے زیادہ مستعد طریقہ یہ کی کہ ایک طرف صلاح الدین سے نامہ و پیام جاری رکھا، اور دوسری طرف مصر کے شیعون سے اس کے خلاف سازوباز مین مصروف رہا، اور طے پایا کہ فلان موقع پر صقلی بیڑا اسکندریہ مصر کے لئے ساحل پر لنگرانداز ہو جائے گا۔ اتفاق سے ان واقعات کا علم مصر کی ایک [illegible] کو ہو گیا جس نے حقیقت حال سے سلطان کو آگاہ کر دیا، شیعون کے اس سازشی گروہ کو تو اسی وقت گرفتار کر کے تہ تیغ کر دیا گیا، اور پھر صقلی بیڑے کی [illegible] انتظار رہا، اور اس کی مدافعت کی تیاریان ہوئین۔

[illegible] مین صقلیہ کی مسیحی [illegible] جہازون مین پچاس ہزار پیادے [illegible] اور چھتیس جہازون مین [illegible] بڑے جہازون مین آلات جنگ اور چالیس

بڑے جہازون مین سامان رسد ساتھ تھا۔

سلطان صلاح الدین اس وقت ایک دوسری عظیم لڑائی مین مصروف تھا۔ والی اسکندریہ نے ہدایات کے مطابق مقابلہ کیا، لڑائی کا سلسلہ جاری تھا کہ خود صلاح الدین پہنچا، اور اپنی ضرب المثل جوانمردی سے صقلی بیڑے کو برباد کر ڈالا، تمام سپاہ یا تو قتل ہوئی اور یا گرفتار کر لی گئی، کسی ایک جہاز کو بھی لوٹنا نصیب نہین ہوا۔

نارمن بیڑے کی اس بربادی سے صقلیہ مین کہرام مچ گیا، صقلیہ کے عیسائی پہلے سے زیادہ صلاح الدین کے خون کے پیاسے ہوگئے، نارمن فرمانروائے صقلیہ نے صلاح الدین سے انتقام لینے کا پختہ عزم کیا اور اوسکے اثرات ظاہر ہونیگے، اسی سلسلہ مین افریقہ کے موحدین سے صلح کر لینا ضروری سمجھا گیا، اور ۵۷۶ھ مین (۱۱۸۰ء) ولیم فرمانروائے صقلیہ، اور یوسف بن عبد المومن فرمانروائے مہدیہ سے ایک معاہدۂ صلح قرار پایا۔

اب صقلیہ کا لشکر مستقل طور پر صلاح الدین کے خلاف میدان مین تھا، لیکن اُن متفقہ کوششون کے باوجود صلاح الدین برابر کامیاب ہوتا رہا، اور ۵۸۳ھ (۱۱۸۷ء) مین بیت المقدس مین داخل ہوگیا، اسکے بعد بیت المقدس کی بازیافت کے لئے عیسائیون کی جو کوششین ہوئین صقلیہ اونمین بھی شریک رہا، ۵۸۴ھ (۱۱۸۸ء) کی مشہور جنگ لاذقیہ مین صقلیہ کا بیڑہ عیسائیون کی مدد کے لئے پہنچا، مگر اوس سے پہلے ہی اہل لاذقیہ صلح قبول کرچکے تھے، اسی جنگ کے اختتام پر صقلیہ کے فرمانروا نے صلاح الدین سے دوبدو گفتگو کی، اور اوسکو خائف کرنا چاہا جس کا صلاح الدین نے ترکی بترکی دندان شکن جواب دیا، اسی طرح ۵۸۵ھ (۱۱۸۹ء) مین صلاح الدین کسی طرف اپنی مختصر جمعیت کے ساتھ جارہا تھا، کہ حکومت صقلیہ کو اسکی اطلاع ہوگئی اوسنے چھاپہ مارنے کے لئے ایک بیڑا روانہ کیا، لیکن صلاح الدین نے اس نارمن بیڑے کو بھی برباد کر ڈالا، خود صلاح الدین کو اس نارمن فرمانروا کی دشمنی کا پورا یقین تھا، اوس نے ایک خط مین جو دیوان عزیز کے نام ہے اور جس کا متن کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین النوریہ والصلاحیہ مین موجود ہے، اپنے

عیسائی دشمنون کی فہرست مین نارمن شاہ صقلیہ کا بھی ذکر کیا ہے، اور اوس نے اوسکے ساتھ جو طرز عمل اختیار کر رکھا تھا، اسکو بھی لکھا ہے،

لیکن صلاح الدین جبتک زندہ رہا، یہ دشمن اسکا بال بیکانہ کرسکے، اور اوسکی خداداد شجاعت و تدبیر سے ساری عیسائی دنیا کی متفقہ قوت اوس پر کامیاب نہ ہوسکی، اور اکثر عیسائی شہرون کو اوس نے عیسائیون سے چھین لیا،

خاندان ایوبیہ مین خانہ جنگی اور سقوط بیت المقدس

یہی حالات تھے کہ سلطان صلاح الدین فاتح ثانی بیت المقدس نے ۵۸۹ھ ۱۱۹۳ء مین وفات پائی، اور یہ نظر آیا کہ صلاح الدین درحقیقت اسلام کا ایک ایسا چراغ تھا جو آخر مین ٹمٹماتے ٹمٹماتے دفعۃً روشن ہوگیا تھا، اوس چراغ کے گل ہوتے ہی عالم اسلام مین تاریکی چھاگئی، دولت ایوبیہ مختلف حصون مین تقسیم ہوگئی، اور رقابتون نے سارا شیرازہ بکھیر دیا، اور سلطنت ایوبیہ سلطان کے بھائی اور لڑکون کے درمیان تقسیم ہوتی ہے، پھر رقابتون سے ایک دوسرے کو برباد کرنے کا عزم کرتے ہین، اور اسی خاندان کا ایک ناخلف جانشین ملک الکامل شہنشاہ **فریڈریک ثانی فرمانروائے صقلیہ** سے اپنے رقیب حکومت العزیز کے خلاف امداد کا خواہان ہوتا ہے، اور دونون مین مدتون نامہ و پیام جاری رہنے کے بعد بالآخر فریڈریک ثانی اپنے لشکر جرار کے ساتھ صقلیہ سے شام کو اوس وقت روانہ ہوتا ہے جب کہ خانوادہ ایوبیہ اپنی خانہ جنگیون مین مصروف تھا،

فریڈریک نے وہان پہنچ کر الکامل سے اون تمام ممالک کی واپسی کا مطالبہ کیا، جو صلاح الدین کے عہد مین عیسائیون کے ہاتھ سے نکل کر مسلمانون کے قبضہ مین چلے گئے تھے، اور آخر مین بیت المقدس کے حوالہ کرنے کا مطالبہ پیش کیا، اگرچہ صقلیہ کا یہ عیسائی فرمانروا فریڈریک خود نہایت شیرین زبان تھا، علاوہ ازین صقلیہ کا عیسائی لشکر الکامل کے سر پر موجود تھا، اوسے ان مطالبات کے رد کرنے کی جرأت نہین ہوئی، اور بعض عیسائی فرمانروائے صقلیہ کے ذریعہ یورپ کی وہ دیرینہ آرزو پوری ہوگئی اور فریڈریک ثانی فرمانروائے صقلیہ

Marfat.com

اوس سرزمین پاک مین جسکی ناموس کی حفاظت کے لیے صدہا مسلمان قربان ہوچکے تھے، خون کے ایک قطرہ کی تراوش کے بغیر ۵۸۳ھ مین داخل ہوگیا، اور بیت المقدس کی مقدس دیوارون سے اسلامی پرچم الگ کرکے صلیبی پرچم لہرادئے گئے، صقلیہ ہی کے عیسائی فرمانروا نے اس پر قبضہ کرنے کی سب سے پہلی تحریک پیش کی اور اوسی کے ایک دوسرے فرمانروا نے اس تحریک کو آخرالامر پایۂ تکمیل تک پہنچایا،

زوال دولت اسلامی صقلیہ کے اصلی نتائج

بیت المقدس کے زوال سے عالم اسلامی مین ایک قیامت خیز تہلکہ مچ گیا، رنج و غم کے اظہار مین ماتمی جلوس نکلے، مسجدون کی اذانین موقوف کردی گئین، جماعت کی نمازین ملتوی ہوگئین، علما کے درس وتدریس کی مسند اولٹ دی گئی، دار الافتا کا دروازہ بند کردیا گیا، لیکن یہ تمام احتجاجات بعد از وقت تھے، دوربین نگاہون نے یہ صحبت ماتم اوسی وقت دیکھ لی تھی، جب ۴۵۴ھ ۱۰۶۱ء مین نارمن بیڑا صقلیہ آکر لنگر انداز ہوا تھا، اگر عالم اسلام کو خبردار ہونا تھا، تو اوسی زوال صقلیہ کے وقت جب مسیحیت کا سیلاب سب سے پہلی مرتبہ صقلیہ پہنچا تھا، اس مرض کا حقیقی مداوا صقلیہ کی اسلامی سلطنت کو اوس کے زوال سے بچانا تھا، کیونکہ اس زمانۂ وسطی مین صقلیہ بحر روم کی کنجی تھا، یہ کنجی جس کے قبضہ مین تھی، وہی طاقت بحر روم کے جزائر شمالی افریقہ بحر روم کے سواحل شام کے دروازے کھول سکتی تھی، جب تک صقلیہ اسلامی حکومت کا جزو بنا رہا، یہ مقامات بھی اسلامی قلمرو مین داخل رہے، اور جب صقلیہ خود اپنی غفلت شعاریون سے عیسائیون کے قبضہ مین چلا گیا، تو ضرور تھا کہ بحر روم کے یہ ساحلی علاقے بھی عیسائیون کے قبضہ مین چلے جائین،

یہ تھے اصلی نتائج اسلامی سلطنت صقلیہ کے زوال کے[1]

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھو ابن اثیر حوادث مختلفہ ۵۸۳ھ، ۵۸۴ھ، ۵۸۵ھ وغیرہ و ج ۱۲ حوادث ۵۸۳ھ، ۵۸۴ھ، ۵۸۵ھ وغیرہ وکتب رحلۃ التیجانی والماری ص ۲۷۵، کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین النوریہ والصلاحیہ و جامع التواریخ واخبار المنیفی الحروب الصلیبیہ سید علی الحریری وخطط الشام کرد علی وغیرہ،

مسلمانان صقلیہ عیسائی حکومت کے ماتحت

اور

صقلیہ وجزائر صقلیہ سے اسلام کا خاتمہ،

سنہ ۴۸۴ھ تا سنہ ۷۰۰ھ
۱۰۹۱ء تا ۱۳۰۰ء

مسلمانان صقلیہ زوال دولت اسلامی کے بعد صقلیہ میں جب تک موجود رہے انھیں مختلف عیسائی فرمانرواؤں کے عہد میں اون کی مختلف حکمت عملیوں سے سابقہ پڑتا رہا، اور سیاسی حالات کے اوتار چڑھاؤ کے ساتھ مختلف زمانوں میں مختلف برتاؤ ہوتا رہا، یہاں تک کہ اسی ذلیل ونہسار میں وہ گھٹتے ہی گئے، جب مسلمانوں کی دولت وثروت پر قبضہ کرنے انھیں ملک کی تجارت، صنعت حرفت اور حکومت کے معزز عہدوں سے الگ کرنے ان کی عزت نفس کو صدمہ پہنچانے ان کی شریف بہو بیٹیوں کو بے آبرو کرنے اور سب سے آخر میں اُن کی عزیز ترین متاع گرانمایہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی توہین وتذلیل کرکے اون کے دلوں کو ٹھیس لگانے کے باوجود سرزمین صقلیہ پر اون کا وجود ایک بار گران بن گیا اور گلستان صقلیہ کے وہ باغبان جنھوں نے اپنے خون سے سینچ سینچ کر اوس کی آبیاری کی تھی اور اُسے سرسبز وشاداب بنایا تھا، اپنے صحن گلشن کو اغیار کے ہاتھوں میں چھوڑ کر بادیدۂ پرنم ایک ایک کرکے رخصت ہوگئے اور سرزمین صقلیہ کلمہ گویان اسلام کے وجود سے خالی ہوگئی، اس باب میں ہمیں اسی کا ایک اجمالی مرقع کھینچنا ہے، اور اسی پر ہماری پہلی جلد کا خاتمہ ہو جائے گا،

Marfat.com

کاؤنٹ راجر اول محافظ مذہب عیسائیت نارمن فرمانروا صقلیہ[1]

۴۴۳ھ (۱۰۵۱ء) - ۴۹۴ھ (۱۱۰۱ء)

راجر اول (۱۰۳۱ء تا ۱۱۰۱ء) نے ۴۸۴ھ (۱۰۹۱ء) میں پورے صقلیہ پر قبضہ کیا اور اسی سال سے وہ صقلیہ کا بلا شرکت غیرے تنہا فرمانروا تسلیم کر لیا گیا۔ اسلامی سلطنت کے بعد صقلیہ کے مختلف شہروں میں سے بلرم، تونس، مازر اور جرجنت وغیرہ میں اسلامی آبادیوں کو ان کے محلوں کے رہنے تک کی [illegible] رہی اور اگر راجر اپنے لقب محافظ مذہب عیسائیت کے احترام میں سیاسیات میں اپنے مذہبی جذبوں کی آمیزش نہ کرتا، تو مسلمان مفتوح ہونے کے باوجود ملک میں اجتماعی حیثیت سے تفوق قائم رکھتے لیکن راجر اول کی نمایاں حیثیت خدمت مسیحیت تھی، وہ مسیحیت کا علمبردار بن کر اسلامی صقلیہ پر حملہ آور ہوا تھا، اور اسی نام پر اُسے کامیابی حاصل ہوئی تھی، اس لئے قدرۃً اس سے اسلام و مسلمان دوستی کی توقع عبث تھی، وہ فتح مندی کے نشہ سے مخمور تھا، اس کی خون آشام تلوار ابھی تک بے نیام تھی اور اسی کے اعتماد پر وہ صقلیہ سے اسلام اور مسلمانوں کو مٹا کر عیسائیت کو فروغ دینا چاہتا تھا،

صقلیہ میں عیسائیوں کی جدید آبادی

چنانچہ اوس نے اولاً جنوبی اٹلی نارمنڈی اور فرانس وغیرہ مختلف یورپین ممالک سے رومیوں اور عیسائیوں کو صقلیہ میں لا کر مسلمانوں کے پہلو بہ پہلو آباد کیا، ان نو آباد عیسائیوں میں زیادہ تر لمبارڈ تھے،

جزیرہ میں تبلیغ اسلام کی قانوناً ممانعت

عیسائیوں کو آباد کرنے کے بعد مسلمانوں کو مذہب اسلام کی اشاعت و تبلیغ کی قانوناً ممانعت کر دی اور اب صقلیہ میں کوئی غیر مسلم قانوناً مذہب اسلام

---

[1] انسائکلوپیڈیا بارٹ ۲۲ ص ۴۵۳، راجر اول یا بڑا (ROGER) کا اردو املا "روجر" یا "روجر" بھی ہو سکتا ہے،

Marfat.com

قبول نہیں کرسکتا۔

مسلمانوں کی تجارت و صنعت و حرفت اور وسائلِ معاش پر قبضہ

اسی کے ساتھ اس فرمانروا نے صقلیہ کی تمام صنعت و حرفت تجارت اور معیشت کے تمام شعبوں سے مسلمانوں کو یکسر الگ کرکے عیسائیوں کو برسرِ اقتدار کردیا،

چنانچہ نویری ابن اثیر اور ابو الفدا وغیرہ یکساں بیان کرتے ہیں۔

وملک رجار جمیع الجزیرۃ واسکنہا	راجر سارے جزیرہ کا مالک ہوگیا اور یورپین قوموں
الفرنج وهو فی المسلمین و	کو مسلمانوں کے ساتھ آباد کیا، اور وہاں کے
لم یترک لاحد منهم حماما	مسلمان باشندوں کے لئے کوئی حمام اور کوئی دکان
ولا دکانا ولا طاحونا	اور کوئی چکی اور کوئی تنور یعنی تجارت صنعت اور حرفت
ولا فرنا،	وغیرہ باقی نہیں چھوڑا،

اگرچہ راجر نے مسلمانوں کے ساتھ اس قدر تشدد کیا، تاہم اس نے انھیں جزیرہ سے جلاوطن ہوجانے کا حکم نہیں دیا، اور جو مسلمان یہاں سے ہجرت کرگئے تھے، وہ وسائلِ معاش کی تنگی سے مجبور ہوکر چلے گئے تھے، لیکن راجر کی طرف سے اس حکم کے نافذ نہ ہونے کی بنا بھی یہ نہ تھی کہ یہ طرزِ عمل حق و انصاف اور معاہدہ کے خلاف ہوتا، بلکہ حقیقت یہ تھی کہ صقلیہ کے قدیم عیسائی باشندوں اور جدید نوآباد عیسائیوں کی مجموعی تعداد ابھی اس قدر نہیں ہوئی تھی کہ وہ تنہا جزیرہ کو آباد رکھ سکتے اور زراعت کرتے، ابھی سیاسی و اقتصادی نظام کے قیام و استحکام کے لئے جزیرہ میں ان مسلمانوں کا قیام ضروری تھا۔

اب تک مسلمان صقلیہ میں جہاں جہاں آباد تھے، وہ جو زمینیں ان کی ملکیت میں تھیں، ان کی کاشتکاری و زمینداری وغیرہ کے حقوق انھی کو حاصل تھے، لیکن اب راجر کے حکم سے وہ حقوقِ زمینداری سے دستبردار کردیئے گئے، اور ان کے بجائے ان نوآباد عیسائیوں کو حقوقِ مالکانہ عطا کئے گئے، اسلئے یہ نوآباد عیسائی صقلیہ کے سرمایہ دار زمیندار، اور قدیم مسلمان باشندے مزدور پیشہ کاشتکار کی حیثیت میں آگئے،

Marfat.com

اور اسلئے ایک طرف یہ غریب حقوق زمینداری کے عوض نوآباد عیسائیون کو لگان دیتے اور دوسری طرف حکومت کے عائد کردہ محاصل ان پر واجب الادا ہوتے،

غرض راجر اول کے عہد حکومت مین حکومت کے تمام شعبون ملک کی تجارت اور صنعت و حرفت سے مسلمانون کو الگ کرکے عیسائیون کو ان کے حقوق دیدیا گیا اور تمام مسلمانان ایک عام کس مپرسی کی حالت مین مبتلا ہوگئے،

اس ہنگامہ دار و گیر اور رد و بدل مین جو مصائب مسلمانان صقلیہ پر آنا تھے، وہ نہایت تیزی سے آئے اور ان مصائب کی شدت [illegible] ہی اثنا [illegible] مسلمانون نے جزیرہ کو خیرباد کہنا شروع کیا اور مسلمان خود دار شہریون کی ایک بہت بڑی جماعت افریقیہ مصر و [illegible] مین جا کر اقامت گزین ہوگئی اور اسی طرح صقلیہ کے ممتاز اہل علم بھی یہان سے رفتہ رفتہ الگ ہوگئے،

لیکن جن شرفا کو ہجرت کی توفیق نہین ملی اور ان کے [illegible] وہ اپنے مکانون مین روپوش ہوگئے اور اپنی عزت اور ناموس کی حفاظت کرتے رہے اور جو لوگ [illegible] تھے وہ معمولی کاشتکار بن گئے، کچھ لوگون نے کارخانون اور ساحل کی گودیون مین مزدوری کا پیشہ اختیار کرلیا، اور جو فلاکت زدہ مسلمان ان محنتون کے بھی عادی نہین تھے، وہ فوج کے معمولی سپاہی ہوگئے اور ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو ان مصائب کو برداشت نہ کرسکا اور [illegible] زندگی بسر کرنیکے لئے مذہب اسلام کو ترک کرکے عیسائیت قبول کرلی،

صقلیہ کے ان مسلمانون کو راجر اول کے عہد مین اگرچہ آزادی حاصل تھی اور وہ اپنے مذہبی ارکان کو ادا کرسکتے تھے، تو صرف انہی چند شہرون بلرم، نوطس اور جرجنت وغیرہ مین تھی، یہان ان کے مقدمات بھی اسلامی قانون کے رو سے طے ہوتے تھے، قصریانہ، سرقوسہ اور مسینا وغیرہ مین اسلام اور مسلمان دونون نہایت ابتری کی حالت مین آگئے اور مسینا تو قریب قریب [illegible] مسلمانون سے خالی ہوگیا، صرف قلیل [illegible]

Marfat.com

وغیرہ کی جماعت باقی رہ گئی،

راجر اول کی وفات

راجر اول کے عہد مین اوسکی یہی حکمت عملی جاری تھی، کہ اوس نے ۲۲ جون ۱۱۰۱ء کو ۷۰ سال کی عمر مین وفات پائی اور اوسکا بڑا لڑکا سائمن (SIMON) اس کا جانشین ہوا،

سائمن نارمن فرمانروائے صقلیہ(۲)

۴۹۴ھ ۱۱۰۱ء - ۴۹۹ھ ۱۱۰۵ء

سائمن اپنے باپ کے بعد صرف چند سال زندہ رہا، اور اوسکے عہد مین مسلمانان صقلیہ کے متعلق کوئی قابل ذکر تبدیلی نہین ہوئی، وہی راجر اول کی قائم کردہ حکمت عملی برقرار رہی، یہانتک کہ عرب مورخین اس کا ذکر تک نہین کرتے، اوس نے ۴۹۹ھ ۱۱۰۵ء مین وفات پائی، اور اوسکے بعد اس کا چھوٹا بھائی راجر دوم تخت صقلیہ پر بیٹھا،[۱]

راجر دوم شاہ صقلیہ(۲)

۴۹۹ھ ۱۱۰۵ء - ۵۴۹ھ ۱۱۵۴ء

نارمن حکومت کی دولت و عظمت

راجر دوم (مولود ۱۰۹۳ء متوفی ۱۱۵۴ء) اگرچہ ۴۹۹ھ ۱۱۰۵ء مین سائمن کا جانشین ہوا، لیکن خود زمام حکومت ۱۱۱۲ء مین لی اور ایک نہایت اولوالعزم فرمانروا ثابت ہوا، اوس نے اون تمام نارمن فتوحات کو جو [illegible] حاصل ہوئے تھے ایک سلسلہ مین منسلک کرکے اپنی بادشاہی کا خواب دیکھا اور اوسکی تمام [illegible] کوششون پر مبذول ہوگئی، اور اس سلسلہ مین اوسکو سلطنت کلیسا اور پھر بالواسطہ فرانس اور انگلستان سے مسلسل معرکہ آرا رہنا پڑا، اور بالآخر اوس نے سلطنت کلیسا سے اپنی

۱ نہایۃ الارب نویری، ابن اثیر، ابو الفداء، وغیرہ انسائیکلوپیڈیا ۲۵ ص ۴۳ و ج ۲۴ ص ۱۳۲ وغیرہ،

بادشاہی تسلیم کرالی، اور یہی وہ پہلا نارمن فرمانروائے صقلیہ ہے، جو شاہ کے لقب سے سرفراز ہوا، اور یورپ کے ممتاز بادشاہوں میں شمار کیا جانے لگا،

مسلمانوں سے اشتراک عمل

راجر دوم کی ان سیاسی مشغولیتوں کے باعث مسلمانان صقلیہ کے ساتھ حکومت کی وہ حکمت عملی برقرار نہیں رہی جسکی داغ بیل راجر اول نے ڈالی تھی؛ کیونکہ اولاً سلطنت کلیسا وغیرہ سے برسرپیکار رہنے کی وجہ سے یہ مصالح حکومت کے خلاف تھا کہ وہ اپنی رعایا کے درمیان بھی اپنی حکومت کے خلاف منافرت کے جذبات برقرار، اور ملک میں مذہبی بےچینی قائم رکھتا،

علاوہ ازین اب یہ بھی نظر آنے لگا، کہ راجر اول نے جو حکمت عملی اختیار کی تھی، وہ صقلیہ میں نارمن نظام حکومت کے بحسن وخوبی چلانے کیلئے سودمند نہیں ہے، کیونکہ جزیرہ کے باشندوں میں نظام حکومت چلانے، ملکی صنعت وحرفت کو ترقی دینے اور تجارتی کاروبار کے سنبھالنے کی اگر کسی میں صحیح استعداد تھی تو وہ صرف مسلمانان صقلیہ میں، کیونکہ صقلیہ کے قدیم باشندے خود رومی عہد حکومت میں بھی یہ استعداد نہیں رکھتے تھے؛ وہ اگر کسی لائق تھے تو صرف کاشتکاری کے، اور صقلیہ کے عہد رومانک یہی پیشہ یہاں قائم رہا، اور زمینداری کے تمام حقوق رومی امرا کو حاصل رہے، جو زوال حکومت کے ساتھ ہی یہاں سے رخصت ہوگئے، اور یہی وجہ تھی کہ اسلامی عہد میں مسلمانوں کو زمینداری کے حقوق تفویض ہوئے تھے، اور اسکو انھوں نے اپنے دوسرے ملکوں کے تجربوں کی بناپر بحسن وخوبی انجام دیا، اسی طرح صقلیہ کی تمام صنعت وحرفت، تجارت اور حکومت کے معزز عہدوں کے خدمات بھی یہی مسلمان انجام دیتے تھے، قدیم رومی باشندوں نے ان فرائض کو نہ رومی عہد میں انجام دیا، اور نہ اسلامی عہد میں انجام دینے کے قابل تھے، اس لئے نارمن عہد حکومت میں یکایک اس تمام بارگران کے متحمل نہ ہوسکے، اور قریب قریب یہی حالت ان نوآباد عیسائیوں کی تھی، جو جنوبی اٹلی وغیرہ سے لاکر یہاں آباد کئے گئے تھے، کیونکہ یہ تمام قومیں مدنیت کے سلسلۂ ارتقا میں ابھی داخل ہوئی تھیں، اور قزاقی ورہزنی کے پیشہ کو مہذب شکل میں تبدیل

رکے نظام حکومت کے ماتحت شعبۂ فوج مین شامل کر دی گئی تھین اس لئے اُن مین بجز فوجی خدمات کے نظام حکومت کے دوسرے شعبون کے سنبھالنے کی استعداد موجود نہین تھی، اگرچہ یہ صحیح ہے کہ راجر اول نے اپنی بیدار مغزی اور اولوالعزمی سے اسکی مثال قائم کر دی تھی، اور مسلمانون کے اشتراک کے بغیر حکومت کرتا رہا اور تجارت، صنعت و حرفت کو کسی قدر سنبھالے رہا لیکن راجر اول اپنی خدمت مسیحیت کے جوش مین جو حکمت عملی اختیار کر گیا، وہ کچھ اوسی کے بس کی تھی، اوس نے اپنے فعمندانہ جوش و خروش اور مذہبی جذبات سے متاثر قوت عمل سے کام لیا، اور کامیاب رہا لیکن راجر دوم نے دوسری فضا مین آنکھ کھولی تھی مذہبی کا نشہ اوتر چکا تھا، وہ صقلیہ کی حکومت کو خدمت مسیحیت کے لئے نہین، بلکہ خاندان دی ہاتویل کے اقتدار کے لئے مستحکم کرنا چاہتا تھا، اور اوس کیلئے دوسری عیسائی سلطنتون سے اوسکو لڑنا تھا اسلئے وہ اس نتیجہ تک پہنچا کہ اوسکے باپ کی حکمت عملی صقلیہ مین نارمن نظام حکومت کے چلانے کے لئے سودمند نہین ہے، اور بغیر مسلمانون کے اشتراک کے کوئی عمدہ نظام قائم نہین ہو سکتا، کیونکہ صقلیہ سو برس تک متمدن اور تعلیمیافتہ قوم کے زیر حکومت تھا، جس نے یہان تمدن کے ہر شعبہ کو کافی عروج پر پہنچایا تھا، اور اہل صقلیہ کو ایک متمدن نظام حکومت کا طبعًا عادی بنا دیا تھا، اس لئے اگر یہان کوئی نظام حکومت کامیابی سے چل سکتا ہے، تو وہ اس دور کی متمدن حکومتون ہی کا نظام ہو سکتا ہے جسکو تمام باشندگان صقلیہ مین بجز مسلمانون کے اور کوئی قوم چلا نہین سکتی،

علاوہ ازین راجر دوم ہاتویل کی فتح صقلیہ کی تکمیل کے بعد صقلیہ مین پیدا ہوا تھا، اور اوسکی تمام تعلیم و تربیت اسلامی طریقون پر ہوئی تھی، کیونکہ اوس وقت سب سے ترقی یافتہ تمدن یہی سمجھا جاتا تھا، کیونکہ خود راجر اول نے جب اپنے لڑکے کو ایک متمدن شاہزادے کی حیثیت مین دیکھنا چاہا تو مجبور ہوا کہ اوسکی تعلیم و تربیت مسلمان اہل علم کے سپرد کرے، چنانچہ راجر دوم نے اسلامی علوم و آداب تاریخ، حساب، ہندسہ اور جغرافیہ وغیرہ مین کامل دستگاہ پیدا کی، اور اوسکو عربی علم ادب کا اچھا خاصہ

Marfat.com

مذاق ہو گیا تھا، بلکہ اوسکی روزانہ کی عام بول چال کی زبان بھی عربی ہی تھی اس لئے اوسکو اسلامی تہذیب و تمدن اور علوم و آداب سے قدرۃً ذاتی دلچسپی بھی پیدا ہو گئی تھی،

مسلمان نارمن نظام حکومت مین

انھی وجوہ کی بنا پر اسکے برسرحکومت ہوتے ہی مسلمانان صقلیہ کیساتھ حکومت کے طرز عمل مین تبدیلی ہو گئی چنانچہ اوس نے مسلمان اہل علم کو تشکیل حکومت کی دعوت دی جنھون نے اسلامی طرز حکومت پر صقلیہ کی نارمن حکومت کی بنیاد ڈالی، حکومت کے تمام شعبے وہی قائم کئے گئے جو اسلامی عہد مین قائم تھے، جزیرہ مختلف ولایتون مین اوسی طرح تقسیم کر دیا گیا، تحصیل وصول اور خراج کے وہی سب قوانین نافذ ہوئے، عدالت کا جدا گانہ محکمہ قائم ہوا، پھر عمال کے اعمال پر احتساب و داد رسی کیلئے اسلامی طرز حکومت کے طور پر دیوان مظالم قائم ہوا جس مین خود حکومت اور خاندان شاہی کے خلاف مقدمات دائر ہو سکتے تھے، اور پھر خود شاہ صقلیہ نے وہی سب لوازم شاہی اختیار کئے جو سابق مسلمان فرمانروایان صقلیہ کے یہان رائج تھے چنانچہ شاہی باڈی گارڈ (جاندار) شاہی محلات کی آراستگی اور کوتل گھوڑون وغیرہ رکھنے کا رواج ہوا اور حکومت کے معزز عہدون اور خصوصاً اعلیٰ مناصب عہدۂ وزارت و کتابت وغیرہ پر مسلمان فائز ہو گئے، مسلمان اطبا، ہیئت دان علما، شعرا اور ادبا دربار شاہی سے وابستہ ہوئے اور اس طرح صقلیہ کی ہیئت بدل گئی، جو راجر اول نے اپنے عہد مین قائم کی تھی، اور اس دور کے آغاز کے ساتھ عیسائیون کے اون تمام مظالم کا بھی سدباب ہو گیا جو وہ مسلمانون پر روا رکھتے تھے اب مسلمان معزز شہریون کی زندگی بسر کرنے لگے، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ گویا نارمنون کی نگرانی مین نئے سرے سے مسلمانون کی حکومت قائم ہو گئی، یا یون کہا جائے کہ روح وہی تھی صرف قالب بدل گیا تھا، ذہبی وغیرہ لکھتے ہین:-

وملک بعدہ ابنہ رجار وسلک طریق	اوسکے بعد اوس کا لڑکا راجر تخت حکومت پر بیٹھا
ملوک المسلمین من الجنائب و	اوس نے مسلمان سلاطین کا طریق عمل اختیار کیا
الحجاب والسلاحیۃ والجانداریۃ	اور اسی طرح مزین ہوا چنانچہ کوتل گھوڑے وغیرہ

Marfat.com

وغير ذلك وخالف عادة الفرنج فانهم لا يعرفون شيئا منه وجعل له ديوانا للمظالم ترفع اليه شكوى المظلومين فينصفهم ولو من ولده واكرم المسلمين وقربهم ومنع عنهم الفرنج فاحبوه[1] .. ..

کا حجاب، سلاح واوزار کی زیب وزینت اور باڈی گارڈ وغیرہ کو خود بھی اختیار کیا، اور عام عیسائیوں کے عادات واطوار سے کنارہ کش ہو گیا، کیونکہ ان چیزوں سے وہ لوگ قطعاً ناآشنا تھے، نیز اوس نے دیوان مظالم قائم کیا، مظلوموں کی فریاد یہاں پہنچتی، اور اون کے ساتھ حق وانصاف کا فیصلہ کیا جاتا، اگرچہ ظلم کرنے والوں میں بادشاہ کا لڑکا ہی کیوں نہ ہو، اور مسلمانوں کے ساتھ اعزاز واکرام سے پیش آیا، اور اون کو عہدے دیکر اپنے گرد وپیش جمع کیا، اور عیسائیوں کو اون پر دست اندازی ہونے سے روک دیا، ان حالات کی بنا پر مسلمان بھی اوس سے محبت کرنے لگے،

چنانچہ اس انقلاب کے بعد مسلمانوں نے حکومت سے کامل اشتراک عمل کیا، اور دونوں میں نہایت خوشگوار تعلقات قائم ہو گئے، اور مسلمانان صقلیہ نہ صرف ملکی نظم ونسق اور ملک کی اقتصادی ترقیوں میں نارمن حکومت کے دست راست بنے بلکہ وہ فوج کے معزز عہدوں پر بھی مامور ہوئے، اور مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت سپاہیوں کی صف میں بھی کھڑی ہو گئی، اور یہی وجہ تھی جیسا کہ عرب مورخین بتصریح لکھتے ہیں کہ اس کے بعد نارمنوں کا بیڑا بحر روم کے تمام بیڑوں میں مضبوط ترین بیڑا بن گیا، اور اولوالعزم مسلمان نارمن بیڑوں پر کام کرنے لگے، اور بیڑے نے جس وقت ایک طرف اٹلی کے صوبوں پر تاخت شروع کی تو دوسری طرف

[1] نہایۃ الارب دار الکتب [illegible]

بحرِ روم کے خود اسلامی مقبوضات کو مسلمانوں سے چھین چھین کر نارمنوں کے زیرِ علم لانے لگے، اور یہی سلسلہ ایک مدت تک قائم رہا، اور عیسائی گو ... سے ... ہو چکا ہے، بحرِ روم کے اکثر اسلامی جزائر اور شمالی افریقہ کے زرخیز مقامات نارمنوں کے قبضہ میں چلے گئے، اور وہی مسلمانانِ صقلیہ جو صرف "جہاد روم" کے نام سے بیقرار ہو کر اپنی تلواریں لئے میدان میں نکل آتے تھے، آج انہی عیسائیوں کے ملازم بنکر "جہاد ممالک اسلامی" کے لیے بطیب خاطر خدمات انجام دینے لگے، اور یہ امر واقعہ ہے کہ شمالی افریقہ اور اسلامی جزائر پر نارمنوں کے ہاتھوں جس قدر مظالم برپا ہوئے، اونکی اعانت میں یہ خوش بخت مسلمان بھی شریک تھے، اور اپنے آقا کی نظروں میں اعتماد حاصل کر لیا، کہ مفتوح مقامات پر جو فوجیں نارمن متعین کرتے وہ عیسائیوں اور مسلمانوں کی مشترکہ فوج ہوتی، چنانچہ عرب مورخین اس عہد کے مغرب کے حالات میں بالعموم لکھتے ہیں:-

وابقی بھا جندا من المسلمین — اور اس شہر کو فتح کرکے یہاں اپنی فوج جو

والصقلیین، — مسلمانوں اور صقلیوں پر مشتمل تھی ٹھہرا دی،

مسلمانوں سے اشتراکِ عمل کرنے اور اون کی جانب سے سرفروشانہ خدمات انجام پانے کا نتیجہ ہوا، کہ راجر دوم نے ~~۵۲۴ھ~~ ۱۱۳۰ء میں شاہِ صقلیہ و ایطالیہ کا لقب حاصل کر لیا، اور سلطنتِ کلیسا کی جانب سے اسکی تاجپوشی ہوئی، اور اوسکی حکومت یورپ کی ممتاز ترین اور مستحکم ترین حکومتوں پر سبقت لے گئی،[1]

پھر ایک تبدیلی | راجر دوم کے شاہِ صقلیہ و ایطالیہ تسلیم کر لیے جانے کے بعد صقلیہ کی سیاسیات میں پھر ایک خفیف تبدیلی کی جھلک ظاہر ہوتی ہے، اور اوس کے اثرات راجر دوم کے عہد میں کسی قدر کم اور اوسکے جانشینوں کے دور میں زیادہ مسلمانانِ صقلیہ پر نمایاں ہوتے ہیں ... حکومت صقلیہ اور سلطنت کلیسا ... اتحاد ہو جانے کے بعد کلیسا کی اسلام دشمنی کے مظاہر پھر نمایاں ہوتے ہیں، اور خود راجر دوم کی نگاہ بھی کسی قدر بدلی نظر آتی ہے،

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۲، النہایۃ الارب دیماری ص ۴۴۷، رحلۃ التجانی دیماری ص ۳۸۹، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۲۳ ص ۲۵۲ و ج ۲۵ ص ۲۳ و ص ۲۴ طبع یازدہم، اخبار الاندلس ج ۲ ص ۵۸ و ۶۶ وغیرہ،

اس سے مسلمانانِ صقلیہ کے اشتراک عمل سے راجر دوم کو جو شخصی وجاہت حاصل ہوئی، اور حکومت صقلیہ جس بام عروج تک پہنچی مسلمانانِ صقلیہ کی بدقسمتی سے ہی ان کے لئے سم قاتل ثابت ہوئی، اور سلطنت کلیسا سے اتحاد اور یورپ میں صقلیہ کے بین الاقوامی وقار نے مذہبی تعصبات کی دبی ہوئی چنگاریوں کو ادبھار دیا اور اسلام اور عیسائیت کے سوالات پھر تازہ ہوگئے، چنانچہ اب شمالی افریقہ کے اسلامی شہروں کے سقوط پر صقلیہ کی فوج اور آبادیوں کے عیسائی، اون مسلمانوں کے سامنے جو ان کے دوش بدوش اون ممالک کے فتح کرنے میں شریک رہتے، اسلام کے تنزل اور عیسائیت کے عروج پر فخر کرتے، اور طعن آمیز فقروں سے مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کرتے، اسی طرح حکومت بھی مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرتی، اور مفتوح اسلامی ممالک کی مسلمان عورتوں کو صقلیہ کے مسلمانوں کے ہاتھوں گرانقدر رقموں پر فروخت کرتی، اور اسی طرح اون مفتوح اسلامی ممالک میں سے اگر کسی شہر میں بغاوت ہوتی، تو وہاں کے عیسائی باشندوں کی حفاظت کے لئے راجر اون مقامات میں اعلان کراتا کہ

"اگر ایک عیسائی بھی مارا گیا تو صقلیہ کے تمام مسلمانوں کی جائداد و املاک ضبط کرلیجائیگی اور تمام مسلمانوں کو قتل کر دیا جائے گا"

لیکن اگرچہ حکومت صقلیہ کے نقطۂ نگاہ میں یہ تبدیلی راجر دوم ہی کے عہد میں ہوچکی تھی، مگر اوسکے ایسے واضح نتائج اس عہد میں ظہور پذیر نہیں ہوئے جو زیادہ بدنما اور ناخوشگوار ہوتے، کیونکہ راجر اپنی نیک فطرت سے مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ پھر بھی بڑی حد تک اپنے سابقہ برتاؤ پر قائم رہا، اور اپنے لطف و ملائمت کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتا رہا اور مسلمانانِ صقلیہ اپنی دلی خواہشات کے خلاف حکومت کے معاملات میں پیش پیش اور دخیل رہے،

راجر دوم کی وفات

یہانتک کہ راجر دوم اپنی زندگی ہی میں ۱۱۵۱ء میں اپنے لڑکے ولیم کے حق میں حکومت سے دستبردار ہوگیا، اور پھر ۱۱۵۴ء میں وفات پائی،

بدنفس ولیم اول نارمن فرمانروا صقلیہ (۴)

۵۴۶ھ ۱۱۵۱ء - ۵۶۱ھ ۱۱۶۶ء

کلیسا کی ریشہ دوانیاں

نارمن حکومت کا یہ چوتھا فرمانروا ولیم اول "بدنفس" کے لقب سے شہرت رکھتا ہے، ولیم اول نے اپنے آغاز عہد مین اپنے باپ کی روش اختیار کی، اور مسلمانون کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا، اس لئے سلطنت کلیسا سے اوسکی بہت جلد مخالفت ہوگئی، اور فرمانروائے سلطنت کلیسا پوپ ایڈرین چہارم (ADRIAN VI) نے ولیم کے وزیر مایو کی بد انتظامیون کو آڑ بناکر صقلیہ کے عیسائی امرا و رؤسا کو ولیم کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا، اور غالباً انھی حالات سے مجبور ہوکر ولیم اول کو اسلام دوستی کی حکمت عملی کو ترک کرنا پڑا، اور راجر دوم کے حین حیات ہی مین ایک نہایت اہم واقعہ صقلیہ مین پیش آیا، جس کے بعد اس "بدنفس" فرمانروا کے عہد مین مسلمانان صقلیہ جور و ستم کا آماجگاہ بن جاتے ہین، اور مسلمانون اور اسلام کے ساتھ صقلیہ کے عیسائیون اور حکومت کی کھلی ہوئی دشمنی کا اظہار ہوجاتا ہے،

اسلام دشمنی کا آغاز

اس واقعہ کی سادہ صورت یہ ہے کہ ایک عیسائی امیرالبحر فلپ (فلیب) مہدوی کی سرکردگی مین نارمن لشکر بونہ پر حملہ آور ہوکر قابض ہوا، اور حسب دستور وہان کے مسلمان باشندون کو گرفتار اور ان کی دولت و ثروت پر قبضہ کرلیا،

اس موقع پر اس عیسائی امیرالبحر فلپ سے حکومت کے مسیحی نقطہ نظر سے یہ شدید غلطی سرزد ہوگئی کہ وہ باشندگان بونہ مین سے علما و صالحین کی ایک جماعت کے ساتھ رفق و ملائمت سے پیش آیا، اور ان کے علم و فضل اور زہد و ورع کا احترام کرکے ان سے چشم پوشی کی اور انھین گرفتار کرنیکے بجائے خاموشی سے دیہی آبادیون مین ہجرت کرجانے کی اجازت دیدی،

Marfat.com

یہ ایک معمولی سا سادہ واقعہ تھا لیکن فلپ کے اس طرزِ عمل سے صقلیہ کے عیسائیون مین اسکے خلاف عام ہیجان پیدا ہو گیا اور اس غریب پر نہ صرف مسلمانون کی پاسداری و جانب داری کا الزام لگایا گیا بلکہ خود اوسکے مذہب و ملت پر اشتباہ کی نظر ڈالی گئی، اور اوسکے ساتھ اوسکا پورا خاندان جسمین اسکے نوجوان لڑکے بھی شامل تھے اسی جرم مین گرفتار اور حکومت کی طرف سے اوس پر دو سنگین الزام عاید کئے گئے، اولاً یونہ مین مسلمانون کے ساتھ لطف و ملائمت سے پیش آنا، دوم خود مع تمام اہل و عیال دین مسیحی سے منحرف ہو کر مذہب اسلام قبول کر لینا،

اسکے بعد حکومت کی طرف سے اساقفہ و قسیسین کی ایک مذہبی مجلس مشاورت منعقد ہوئی اور اس مین فلپ پر دونون الزامون کی بنا پر مقدمہ مرتکم ہو گیا اور اساقفہ و قسیسین کی نگاہ مین یہ دونون الزام اس قدر سنگین ثابت ہوئے کہ اوس کانفرس نے اس کے نذرِ آتش کر دینے کا انسانیت سوز فیصلہ کیا اور مقدمہ کے فیصلہ کے بعد ہی وہ اسی سال ماہ رمضان مین آگ مین ڈالدیا گیا، اور اسی طرزِ عمل سے صقلیہ مین اسلام دشمنی کی حکمتِ عملی آشکارا ہو گئی، چنانچہ ابن اثیر اس واقعہ پر تبصرہ کرتا ہے:-

وھذا اول وھن دخل علی المسلمین بصقلیہ	یہ پہلی مصیبت تھی جو صقلیہ مین مسلمانون پر ٹوٹی،
ولم یمھل اللہ تعالیٰ بعدہ الا یسیرا حتی	اسکے بعد خدا نے راجر کو بہت کم مہلت دی اور وہ
مات فی العشر اول من ذی الحجۃ من السنۃ	اسی سال ماہ ذی الحجہ کی دسوین تک کسی تاریخ

چنانچہ اسی واقعہ کے کچھ دنون بعد ۵۵۱ھ ۱۱۵۶ء مین سلطنتِ کلیسا کے پوپ اور ولیم اول کے درمیان صلح ہو گئی جس کے دوسرے معنی یہ تھے کہ صقلیہ کی حکومت مین عیسائیون کی مقدس مذہبی جماعت کو کامل رسوخ حاصل ہو گیا اور اس عہد مین یہ وہی جماعت تھی جس کے ایک ایک فرد کو اسلام سے کامل بغض و ازلی عداوت تھی، اسلئے اوسکے نقطۂ نظر سے دنیائے اسلام کو بیخ و بُن سے اوکھاڑ دینا مسیحیت کی عین خدمت تھی، پھر وہ صقلیہ مین اسلام اور مسلمانون کے اثر و اقتدار کو کیونکر گوارا کر سکتی تھی،

لیکن [illegible]

دخیل ہوگئے تھے، کہ اگر راجراول کے عہد کی طرح یکلخت پھر اونھین الگ کر دیا جاتا، تو پھر ایک جدید نظام حکومت قائم کرنے مین وہی دشواریان پیش آتین، جو راجر دوم کو اس نظام حکومت کے چلانے مین پیش آئی تھین جیسا اوس کے باپ نے قائم کر دیا تھا، اسلئے نارمن فرمانروائے صقلیہ نے ایسی غلطی دوبارہ نہین کی اور مسلمانان صقلیہ حکومت کے شعبوں مین اور یہان کی اجتماعی زندگی مین شریک رہے،

مسلمانون کی حکومت سے بیزاری | لیکن حکومت کی اسلام دشمنی کی حکمت عملی آشکارا ہو جانیکے بعد مسلمانون کا حکومت کے ساتھ وہ دلی لگاؤ قائم نہین رہا، جو راجر دوم کے عہد مین قائم ہوگیا تھا، اسلئے وہ اگرچہ بظاہر حکومت سے تعاون کر رہے تھے، لیکن اونکی روح اس حکومت سے روز بروز بیزار ہوتی جاتی تھی اور اگر ہم یہ کہین تو شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ ولیم اول کے وزیر اعظم مایو ( ) کی سوء تدبیر سے نظام مملکت مین جو کچھ رخنہ پڑا، اور جسکی تفصیلات غیر یورپین مورخین دونون نے بیان کی ہین اور پھر افریقیہ کے مفتوحات جس آسانی سے ولیم اول کے عہد مین انکے قبضہ سے نکل گئے، اور ملک مین جو دور اختلال شروع ہوگیا اوسکے اسباب مین اگر ہم اسلام کے ساتھ حکومت کے نامنصفانہ طرز عمل اور اس سے مسلمانون کی عام بیچینی اور حکومت سے بے اطمینانی کو بھی منجملہ اور اسباب کے ایک سبب قرار دین تو شاید بیجا نہ ہوگا

ولیم کی وفات | یہی حالات تھے کہ ولیم اول نے ۵۶۱ھ ۱۱۶۶ء مین وفات پائی، اور اوسکے بجائے اوسکا لڑکا ولیم دوم کے نام سے برسر حکومت ہوا[1]

نیک نفس ولیم دوم نارمن فرمانروائے صقلیہ (۵)

۵۶۱ھ – ۵۸۵ھ
۱۱۶۶ء – ۱۱۸۹ء

ولیم دوم "نیک نفس" (THE GOOD) کا لقب رکھتا ہے، ۱۳ سال کی عمر مین باپ کے تخت پر بیٹھا،

---

[1] ابن اثیر ج ۱۱ حوادث ۵۶۲ھ و ... پیڈیا ج ۲ صفحہ ... ج ۲ صفحہ ۴۲۱ (ولیم)

اوسکی ماں اوس کی سرپرست رہی، اوس نے پاپائے روما سے ابتدا ہی سے اپنے تعلقات خوشگوار رکھے اسلئے سلطنت کلیسا کی جانب سے شروع ہی سے اوسکی بادشاہی تسلیم کرلی گئی،

ولیم دوم اور اسلامی تہذیب و تمدن

ولیم دوم کی پرورش و پرداخت اسلامی فضا میں ہوئی۔ اور اسلامی تہذیب و مدنیت مین اوس نے آنکھین کھولین، اس لئے اوسکی طبیعت و فطرت اور عادات و اطوار مین اسلامی تہذیب و تمدن کے اثرات کا رنگ نمایان رہا، اور برسرِ حکومت ہوتے ہی ایک مسلم فرمانروا، کے مشابہ زندگی اختیار کی اور اوسکے عہد مین حکومت کا نظام پہلے سے زیادہ اسلامی قالب مین ڈھل گیا، مشہور عرب سیاح ابن جبیر اوسی کے عہد مین ۵۸۰ھ مین صقلیہ آیا، اور یہان ماہ رمضان ۵۸۰ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۱۸۴ء سے ماہ ذی الحجہ ۵۸۰ھ مطابق ماہ مارچ ۱۱۸۵ء تک مقیم رہا، اور اوسے یہان کے حالات کے وسیع مطالعہ کرنے کا موقع ملا، اور اپنے سفرنامہ مین یہان کا تفصیلی مرقع کھینچا،

ابن جبیر نے جو حالات قلمبند کئے، اون سے اندازہ ہوتا ہے، کہ اوس نارمن فرمانروا، کا دربار تمامتر اسلامی دربار تھا، اوسکے گرد و پیش مسلمان اعیان و امراء کا جھرمٹ ہوتا، اسکے باڈی گارڈ خوبصورت نوجوان مسلمان ہوتے، اس کے دربار مین طریق نشست و برخاست اور آئین و آداب مسلمان فرمانرواؤن کے مثل تھا حکومت کے تمام عہدے زیادہ تر مسلمانون پر فائز تھے، اور اسی طرح طرزِ حکومت قوانین ملکی تنظیم و مراتب اور حکومت کے ذرائع اظہار نمود و نمایش سب کے سب اسلامی طرز پر قائم تھے جب شاہی دربار منعقد ہوتا، یا موکب شاہی نکلتا، تو تمام ساز و سامان خدم و حشم لاؤ لشکر ترتیب جلوس اور تمام تزک و احتشام و کروفر کے اظہار مین اسلامی تہذیب نمایان ہوتی، شاہ کی سواری تخت شاہی، اسلامی طرز پر سجایا جاتا، چترِ شاہی مسلمان نوخیز لڑکون کے ہاتھ مین ہوتا، جو اسلامی طرز کے قیمتی ملبوسات مین ملبوس ہوتے، یہان تک کہ شاہی محل کی خواتین مین بھی کثیر تعداد مسلمان خواتین کی تھی، جو اس دور کی بہتر سے بہتر آرایش و زیبایش اور معاشرتی تکلفات سے آراستہ رہتین، اور اون کے اثر سے یہان کی عیسائی عورتون نے بھی اسلامی معاشرت قبول کرلی تھی

Marfat.com

یہان تک کہ بر سرِ بازار بغیر حجاب و نقاب کے باہر نہین نکلتین، محل مین خواجہ سرا بھی موجود تھے، اور اس عہد مین اسلامی طرزِ معاشرت اور طریقِ زندگی اس قدر مقبول ہوگیا تھا کہ نارمن شاہی خاندان کے افراد اور دیگر عیسائی امرا ورؤسا بھی اسی زندگی کے عادی بنتے گئے تھے، اسی طرح پورے صقلیہ مین اسلامی طریقہ تہذیب و تمدن ہر قوم مین یکسان طور پر رائج ہوگیا تھا، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کا مقالہ نگار ابن جبیر کے حوالے سے لکھتا ہے :-

"ولیم مسلمان عورتون اور خواجہ سراؤن کے جھرمٹ مین گھرا رہتا تھا، عربی بولتا اور لکھتا تھا اور ایک مسلمان بادشاہ کی طرح زندگی بسر کرتا تھا"[1]

ولیم کی اسلام دشمنی | لیکن اسلامی تہذیب و تمدن کی اس مقبولیت کے باوجود یہ حیرت انگیز امر ہے، کہ جہان تک مذہب اسلام کا تعلق تھا، اوس مین حکومت کی جو ذہنیت قائم ہو چکی تھی اور جو طرزِ عمل قسر ار پاچکا تھا، اوس مین ہی کوئی فرق نہین آیا، بلکہ ولیم ثانی کے آغازِ جلوس سے کلیسا کے پوپ سے جو تعلقات استوار ہوگئے تھے، اور پھر سلطان صلاح الدین ایوبی سے ولیم کی جو معرکہ آرائیان ہوئین، اون کی بنا پر اس دور مین یہ جذبات اور تیز تر ہوگئے، اس امر مین ولیم اول اور ولیم ثانی کی حکمت عملیون مین کوئی فرق نہین رہا، اور جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار نے ایک دوسرے موقع پر ان دونون فرمانرواؤن کا موازنہ کیا ہے، اور یہ رائے ظاہر کی ہے کہ "ولیم دی بیڈ اور ولیم دی گڈ مین کوئی نمایان فرق نہین تھا .... دونون کے دونون اپنے دوستون اور دشمنون کے یکسان مخالف رہے"[2] مسلمانون کی نسبت بھی ان دونون کے لئے یہی کہا جاسکتا ہے، کہ مسلمانون نے اپنے کو اون کا ہمدرد اور دوست بنانا چاہا، مگر اونھون نے محض اسلام دشمنی کے باعث اون کی دوستی اور ہمدردی قبول نہین کی،

---

[1] ابن جبیر صفحہ ۳۲۴ - ۳۲۵ وغیرہ و انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۲۸ صفحہ ۶۶۱ ولیم ثانی طبع یازدہم، [2] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۲۵ صفحہ ۲۴،

Marfat.com

چنانچہ ولیم دوم کے عہد میں بھی مسلمانوں کے روبرو انھیں طعن وطنز کا نشانہ بنایا جاتا، انھیں چھیڑ چھیڑ کر اون سے مناظرانہ گفتگو کیجاتی مسلمان، عیسائی مذہب کا بھی پاس ادب رکھتے تھے۔ اور حکومت کے خوف سے بھی زبان ہلانے کی جراٗت نہیں کرتے تھے، اس کے برخلاف صقلیہ کے راہب اپنے جوش نفرت مین مسلمانون کو نشانہ ملامت بنانے کے علاوہ پیغمبر اسلام صلعم کی شان مین بھی گستاخیان کرتے، اور بسا اوقات جوش مین ایسے نامناسب اور ناقابل برداشت فقرے کہجاتے جنھین بجنسہٖ تحریر مین بھی لانا دشوار ہے، ابن اثیر نے اس سلسلہ مین بعض واقعات درج کئے ہین،

مسلمانون کی مذہبی آزادی — لیکن اسکے باوجود اس وقت تک سابق معاہدون کی بنیاد پر مسلمانون کو کسی قدر مذہبی آزادی حاصل تھی جس کو ابن جبیر نے "ایمان کے چند علامات باقی ہین" کے الفاظ مین ادا کیا ہو، مساجد کی تعمیر کی اجازت حاصل تھی بلند آواز سے اذان دیجاسکتی تھی عیدین کی نماز کی اجازت تھی جہین خلیفہ عباسی کیلئے دعا کیجاتی تھی اسی طرح ایسے مسائل و احکام کے لئے جو اگرچہ معاشرتی ہین لیکن مسلمانون کے احکام مذہبی کے دائرہ مین داخل ہین جنھین عرف عام مین "پرسنل لا" کہا جاتا ہی ایک محکمۂ قضا کا نظام قائم تھا، اور ایسے مقدمات اسی اسلامی عدالت مین دائر ہوتے تھے اور یہین سے فیصل ہوتے تھے،

مذہب مین خلل اندازیان — مگر پھر اسی دور مین مذہبی آزادی مین بھی خلل اندازیان شروع ہوگئی تھین مثلاً جمعہ کی نماز ممنوع تھی، کیونکہ اس عہد مین جمعہ کے خطبات مین مسلمانون کے اہم مذہبی اخلاقی اور معاشرتی مسائل کی اصلاح پر وعظ و پند ہوتا تھا، نارمن حکومت نے اس خوف سے کہ وہ خطبات انقلاب انگیز ثابت نہون جمعہ کی نماز روک دی تھی، بلرم کی جامع مسجد بجز رمضان کی تراویح اور عیدین کے سال بھر سنسان پڑی رہتی اسی طرح پھر اسلامی محکمۂ قضا پر اس طرح قبضہ کیا گیا، کہ ایک بدبخت مسلمان قاضی ابن زرعہ نے جو اس عہد مین ایک بلند پایہ فقیہ تھا، عیسائی مذہب اختیار کرلیا، اگرچہ وہ در پردہ اسلام پر ایمان رکھتا تھا، مگر اپنی مسجد کو کنیسا بنا لیا عیسائی مذہب [illegible] ت حاصل کئے اور تبدیل مذہب کے بعد حکومت کی جانب سے بیان

اور مسلمان دونوں کیلئے بظاہر ہی مرتد قاضی کے احکام و فتاوی جاری ہونے لگے،

مسلمانوں کا اسلام سے برگشتہ ہونا اور کتمان ایمان

اس طرح حکومت کے مخالف طرز عمل سے جب مسلمانان صقلیہ میں یہ احساس پیدا ہوا کہ حکومت کی نظر میں اونکا پیرو اسلام ہونا پسندیدہ نہیں، اور صقلیہ سے اسلام کی جڑ کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینے کا کام در پردہ جاری ہے. تو وجاہت پسند مسلمانان صقلیہ جن کی نظر میں تمام مال زندگی صرف منصبی عزت و وقار تھا، اور اپنی انفرادی صلاحیتوں کے باعث ملک میں معزز و ممتاز شمار کیے جاتے تھے، اپنے سیادی اعزاز و اکرام کے تحفظ کے لیے حکومت کی ترغیب و تحریص سے اپنی متاع گرانمایہ اسلام سے اپنی برأت ظاہر کرنے پر مجبور ہو گئے، کیونکہ اون کی ذاتی استعداد و صلاحیت کی خوبیون کا صرف زیادہ اعتراف کیا جاتا جب اسلام سے منحرف ہو کر عیسائیت قبول کرنے کا اعلان کر دیتے، اگرچہ یہ اون کے قلوب عقیدۂ توحید کی لذت آشنا تھے، اس لئے دل سے عزیز تثلیث کے سامنے جھکنا محال تھا البتہ وہ کتم ایمان کر کے در پردہ خدائے واحد ہی کے سامنے سربسجود ہوتے،

یہانتک نوبت پہنچی کہ ترک اسلام اور قبول مسیحیت حکومت کی نظروں میں اس حد تک لائق ستایش قرار پایا [illegible] ہوئے میں کسی خانگی معاملہ میں بادشاہ کی [illegible] شکر رنجی ہو جاتی [illegible] دامن مسیحیت میں پناہ لیتے

جبراً عیسائی بنانا

[illegible]

شاہی خاندان والون کی تعداد تو [illegible] میں نہیں لائی جا سکتی تھیں، [illegible] اور جب شاہی محل میں [illegible] عیسائی بنایا جاتا اور وہاں مسلم گھرانوں کی [illegible] غلام و کنیز [illegible] محل میں پہنچا دی جاتیں

اسی طرح [illegible] صقلیہ میں [illegible]

کی نگاہ سے دیکھے جاتے، حکومت کی جانب سے آمادہ کیا جاتا کہ وہ ترک اسلام کرکے عیسائیت قبول کرلیں، اگر وہ آمادہ نہ ہوتا تو اوسکی جانب سے املاک ضبط کیجاتیں، اور طرح طرح کے مصائب و مظالم اوس پر ڈھائے جاتے،

چنانچہ جس زمانہ مین ابن جبیر صقلیہ پہنچا ہے، بلرم کا ذی اثر مسلمان رئیس ابوالقاسم ابن حمود المعروف بابن الحجر بجبر عیسائی بنائے جانے کیلئے مورد عتاب تھا، اور حکومت کا خیال تھا کہ اگر وہ عیسائیت قبول کرلے تو سارے جزیرہ کے مسلمانون مین عیسائیت کو فروغ حاصل ہوجائے،

اسلام کی سخت جانی

مگر اس جزیرہ کا اسلام ابھی تک اپنی جانکنی کے باوجود سخت جانی سے قائم رہا، کہ خدا کو منظور تھا کہ ابھی کچھ دنون اور اوسکی توحید کی صدا اس جزیرہ مین قائم رہے، چنانچہ وہی مسلمان لڑکیان جو محل شاہی مین پہنچائی گئین اور بجبر عیسائی بنائی گئین، اسلام کی اشاعت کا ذریعہ بن گئین، چھپ چھپ کر اندھیری کوٹھریون مین خدا کی پرستش کرتین، رمضان مین خلوص سے روزے رکھتین، صدقات دیتین، اور اون کے مذہب کے اخلاص کے اثر سے اس آذرکدہ مین سنت ابراہیمی کی نشو و نما ہوئی، اور محل کی عیسائی عورتین متاثر ہوکر درپردہ اسلام قبول کرلیتین، اور کبھی کبھی یہ مومنات قانتات اپنی عبادت گذاری مین مصروف رہتین، شاہی محل کے افسر آجاتے اور چشم پوشی کرجاتے، کہ اگر مزاحم ہوتے تو ایک جم غفیر تھا کس کس کو محل سے خارج کرتے، اور کس کس کو دار پر چڑھاتے،

اسی طرح ذی اثر مسلمان رئیس ابن الحجر نے بھی سختیان اوٹھائین، مگر اسلام سے منہ نہ موڑا، اور اسلام اور مسلمانون کا وجود کچھ دنون تک جزیرہ مین قائم رہا،

مسلمانان صقلیہ کے گرد دو متضاد حالات

الغرض ولیم کے عہد مین نارمنون کے ماتحت مسلمانان صقلیہ کے گرد دو متضاد حالات قائم تھے، ایک طرف تو شاہی محل سے لیکر عوام تک اسلامی تہذیب و روایات کو اختیار کررہے تھے، اور چونکہ مسلمانان صقلیہ اس تہذیب کے حامل تھے، اس لئے فطرۃً یہان کے اعلیٰ عہدون پر وہی سرفراز ہوتے، علمی مناصب اونھین کو تفویض ہوتے، وہ قوانین دری مرتب کرتے، مدنیت کی تراش

وخراش میں، انہیں سے مدد لیجاتی، عیسائیوں کی شکایت سنی جاتی، عیسائیوں میں انہیں عزت اور احترام حاصل تھا، عالیشان سر بفلک عمارتیں، انہیں سے تعمیر کرائی جاتیں، حکومت کی زبان عربی رہی، سکوں پر فرمانروا کا نام وطغرا اور سنین عربی میں لکھے جاتے اور یہاں تک کہ مقدس گرجا کی عمارتوں پر مسلمان انجینیر قرآنی آیات کی آیات قرآنی بطور نقش ونگار خط طغرا میں لکھواتے اور دوسری طرف جہاں تک مذہب اسلام کا تعلق تھا، راہبوں اور قسیسوں کی زہرفشانی جاری تھی، یہ لوگ عیسائیت کی تبلیغ میں اسلام کے خلاف نفرت پھیلاتے اور مسلمان اپنی اجتماعی حیثیت سے پیروان توحید ہونے کے باعث نشانہ ملامت ومورد عتاب بنتے، اور مسلمانوں کے لئے اجتماعی حیثیت سے جو قوانین نافذ ہوتے وہ ایسے ہوتے کہ رفتہ رفتہ اون کی اجتماعی اہمیت زائل ہوتی جائے اور اون کی مجموعی اقتصادی حالت ایسی ہو کہ وہ عیسائیوں پر فوقیت حاصل کر سکیں، اور اس طرح مسلمان زمیندار جو کبھی زمین کے بلا شرکت غیرے مالک تھے کسان ہو کر رہ گئے تھے، مگر عیسائیوں کی نگاہ میں اون کا یہ زراعت پیشہ رہنا بھی کھٹکتا رہا، اور اون کی ہستی کو نیست ونابود کرنے اور انہیں مفلوک بنا دینے کے لئے سال کی دو فصلوں پر ایسی گران قدر رسم بطور ٹیکس عائد کر دی گئی کہ اون کا خوشحالی سے بسر کرنا محال ہو گیا تھا، اور ان تمام ایذا رسانیوں کے ساتھ در پردہ در پیچھے پڑ کر لوگوں کو عیسائی بنایا جانے لگا،

ابن جبیر کے مشاہدات — ضرورت ہے کہ اس عہد کے مسلمانوں کے مفصل حالات معلوم کرنے کے لئے ابن جبیر کے بیان کا حوالہ پیش کر دیا جائے کہ ایک طرف اسلامی تہذیب وتمدن کی جلوہ آرائی نظر آتی ہے، اور دوسری طرف مسلمان حلقہ بگوش اسلام ہونے کے باعث اون کی قومی وملی دنیا تباہ ہو رہی تھی کہ صحیح مرقع سامنے آجاتا ہے، ہم ذیل میں اوس حصہ کا اجمالی و سرسری خلاصہ تقریباً اوسی کے الفاظ میں مسلسل پیش کر دیتے ہیں جس سے اسلامی تہذیب اور جزیرہ کے مسلمانوں اور اسلام کے حالات آشکارا ہوں گے وہ لکھتا ہے:۔

"ہم یوم یکشنبہ ۲ رمضان (۵۸۰ھ) کی نصف شب کو جزیرہ (صقلیہ) کے شہر مسینا کے پاس پہنچے......... اور

جب ستارۂ صبح طلوع ہوا تو ہم نے تعجب سے دیکھا کہ شہر مسینا ہم سے نصف میل پر ہے ......

جہاز کے مصائب اور شور و ہنگامہ کی خبر شہر میں پہنچ چکی تھی، سارا شہر سمندر ہی میں ساحل پر جمع ہو گیا اور خود شاہ صقلیہ ولیم بھی ساحل پر پہنچ آیا، اور ہم لوگوں نے مصائب سے نجات پا کر ساحل پر قدم رکھا ......

ہمیں اس رومی بادشاہ کے متعلق جو کچھ بتایا گیا وہ تعجب انگیز ہے معلوم ہوا کہ اس نے جہاز میں سے چند نادار مسلمانوں کو اترتے دیکھا جن کے پاس کرایہ ادا کرنے کے دام نہیں تھے ...... شاہ صقلیہ نے ان مسلمانوں سے حالات دریافت کی جنھوں نے ساری سرگذشت بیان کر دی تو اس نے سو رباعی جو اس کا سکہ تھا ادا کرنے کا حکم دیدیا ..... چنانچہ ان مسلمانوں کی گلو خلاصی ہوئی اور ساحل پر اترے اور ہم نے خدا کا دوبارہ شکر ادا کیا کہ اس نے ہمیں اس جزیرہ پر اتار دیا، ورنہ اگر کسی طوفان یا حادثہ سے ہمارا جہاز کسی اور رومی جزیرہ میں پہنچ جاتا یا ارض کبیرہ (جنوبی اٹلی) کے ساحل سے لگ جاتا تو ہم تمام مسلمان ہمیشہ کے لئے غلام بنا لئے جاتے اور اس حادثہ کے بعد اللہ کا بڑا فضل یہ بھی ہوا کہ جس موقع پر یہ رومی فرمانروا جو اپنے ایک جہاز کو تیار کرنے کیلئے یہاں آیا تھا، ساحل پر چلا آیا، ورنہ اس پر بھی سارا جہاز لوٹ لیا جاتا اور اس جہاز میں جتنے مسلمان تھے وہ غلام بنا لئے جاتے کیونکہ ان ممالک میں مسلمانوں کے ساتھ یہی دستور قائم ہو گیا ہے[1]

مسینا ..... تمام تر کفار سے آباد ہے کسی مسلمان کے لئے یہاں کوئی ٹھکانا نہیں، نصاری نہایت کثرت سے آباد ہیں ..... مسلمان اس شہر مسینا میں مطلقاً نظر نہیں آتے صرف تھوڑے سے مزدور پیشہ مسلمان دکھائی دیتے ہیں اور اسی لئے ایک بھی مسلمان کو یہاں آکر وحشت ہوتی ہے ......

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن جبیر اتفاقی طور پر صقلیہ پہنچ گیا تھا، اور یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس تھوڑے ہی زمانہ میں جنوبی اٹلی صقلیہ اور بحر روم کے ان دوسرے جزیروں میں مسلمانوں کی کیا حالت ہو گئی، کہ چند دن پیشتر یہاں کے وہ فرمانروا تھے، وہاں اب مسلمان مسافروں کی جان و مال کی بھی کوئی خیر نہیں رہ گئی اور اگر شومئی قسمت سے کوئی مسلمان مسافر بھٹکتا ہوا نکلتا تو گرفتار کرکے غلام بنا لیا جاتا۔

یہ جزیرہ (صقلیہ) صلیب کے پجاریوں سے معمور ہے اور مسلمان اون کے ساتھ کھیتی باڑی کا کام کرتے ہین اور عیسائی ان مسلمانون سے خدمت لیتے اور مزدوری کرتے ہین اچھا [illegible] عیسائیون نے یہان کے مسلمانون پر سال کی دو فصلون مین ٹیکس باندھ دیا ہے [illegible] اور اس طرح [illegible] ان مسلمانون کی زمین کی اوس زرخیزی کے درمیان [illegible] حائل کرتے ہین [illegible] ہین اللہ عزوجل اون کے حالات کی اصلاح فرمائے......

اس جزیرہ کا سب سے بڑا شہر یہان کا پایۂ تخت [illegible] کو مسلمان [illegible] (دار السلطنت) اور نصاری بلارم کہتے ہین۔ اور اسی مین [illegible] مسلمانون کی آبادی [illegible] یہان اون کی مسجدین قائم ہین اور اون کے مخصوص بازار ہین......

یہان کے فرمانروا کے حالات عجیب انگیز ہین [illegible] نیک سیرت فرمانروا ہے [illegible] مسلمانون کو خدمات [illegible] سرفراز کرتا ہے، اور مسلمان خواجہ سراؤن کو اپنے یہان نوکر رکھتا ہے اور مسلمانون پر کامل اعتماد رکھتا ہے اور اپنے تمام حالات اور اہم مشاغل مین اونہی سے تسکین ہوتی ہے یہان [illegible] باورچی خانہ کا داروغہ بھی ایک مسلمان ہی ہے اور اوس کے تمام خدمتگار حبشی مسلمان غلام ہین جن [illegible] اور اوس کے وزرا اور حجاب سب مسلمان ہین اونھی مسلمانون مین [illegible] خاص ہین اور درحقیقت اس مملکت کی رونق انھی مسلمانون سے [illegible] ساتھ عیش و تنعم کی زندگی گذارتے ہین اور یہی لوگ عمدہ لباس [illegible] نیتون کے ساتھ رہتے ہین...... اوس کے محل مین [illegible] مین اس سے زیادہ شہر پرستی [illegible] سے زیادہ مرفہ الحال کوئی دوسرا فرمانروا [illegible] شان [illegible] حکومت [illegible] تعین اور زیب و زینت وغیرہ کے اظہار مین سلاطین اسلام کے مشابہ [illegible]

تھے اطبا اور ہیئت دان وابستہ ہیں جن سے وہ نہایت دلچسپی رکھتا ہے اور ان کے موجود رہنے پر نہایت خوش رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اوسے خبر ملتی ہے کہ فلاں طبیب یا منجم اپنے وطن مالوف کو واپس جا رہا ہے، تو اوسے سخت فکر لاحق ہوتی ہے اور سامان معیشت (یعنی وظیفہ و تنخواہ) میں اضافہ کرتا ہے اور اوسکو اپنے وطن کی واپسی سے بے نیاز کر دیتا ہے، تاکہ ان لوگوں کو اوس کے نقشہ اور اوسکے منت و احسان سے بچائے۔ اوسکی عمر اس وقت تقریباً تیس سال کی ہے۔ اوسکی ایک عجیب بات یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ وہ عربی زبان میں لکھ پڑھ لیتا ہے اور اوس کا سرکاری نشان جیسا کہ مجھ سے اوسکے ایک شاہی خدمتگار نے بیان کیا یہ ہے "الحمد للہ حق حمدہ" اور اوسکے باپ کا سرکاری نشان الحمد للہ شکراً لانعمہ تھا ....

اوسکے خدام اور خواجہ سرا جو محل میں اوسکے ساتھ رہتے ہیں مسلمان اور وہ سب کے سب یا ان میں سے اکثر اپنا ایمان چھپاتے ہیں۔ اور شریعت اسلام کو دل سے مضبوط پکڑے ہیں .... اوسکے محل کی تمام عورتیں اور کنیزیں بھی سب کی سب مسلمان ہیں اور ایک تعجب انگیز دعوے یہ ہے کہ اوسکی شاہی خدمتگار یحیی بن فتیان الطراز (جو محل شاہی میں زرکاری کے کام انجام دیتا ہے) نے یہ بھی بیان کیا کہ اس کے شاہی محل میں جب نئی عیسائی عورتیں داخل ہوتی ہیں، تو رفتہ رفتہ (اثر صحبت سے) وہ بھی مسلمان ہو جاتی ہیں، اور یہ وہی مسلمان عورتیں اور کنیزیں مسلمان کر لیتی ہیں اور یہ اوس فرمانروا سے زیر پردہ کیا جاتا ہے۔ ان مسلمان عورتوں کے اعمال صالحہ انجام دینے کے بھی عجیب عجیب واقعات ہیں .... اور ہمیں بتایا گیا ہے کہ جب اس جزیرہ میں خوفناک زلزلے آتے ہیں اور ان زلزلوں سے یہ مشرک خوف زدہ ہوتا ہے تو اوس وقت اپنے قصر میں آتا ہے یہاں محل کی عورتوں اور لڑکوں کو اللہ و رسول کی یاد میں محو دیکھتا ہے اور بسا اوقات جب وہ خود ان زلزلوں سے دہشت میں آجاتا ہے تو اپنے محل والوں سے کہتا ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے معبود کو یاد کرے، اور جو شخص جو مذہب رکھتا ہو اسی سے تسکین حاصل کرے۔

اس سلطنت کے اعیان اور اوس کے صوبوں کے والی بھی سب کے سب مسلمان ہی ہیں

Marfat.com

اون مین کوئی بھی ایسا نہیں جو مہینون بطور نفل و تطوع روزہ نہ رکھتا ہو، صدقہ نہ کرتا ہو، قیدیون کو آزاد نہ کرتا ہو، یتیمون کی پرورش نہ کرتا ہو، اون کی شادی نہ کر دیتا ہو، اون سے حسن سلوک سے پیش نہ آتا ہو، اور حسب استطاعت اعمال خیر انجام نہ دیتا ہو، یہ سب اس جزیرہ کے مسلمانون کے نیک اعمال ہین لیکن یہ سب کچھ پردۂ راز مین انجام پاتا ہے،

ان مین سے ایک نوجوان سے ہم مسینا مین ملے، اوس کا نام عبد المسیح تھا، وہ یہان کے معززین مین سے تھا، وہ ہم سے نہایت اخلاص و محبت اور عزت و اکرام سے پیش آیا، اور ہم پر اعتماد کرنے کے بعد اپنے راز ہاے سربستہ کے دفتر کھول دیئے، چنانچہ ایک دن اُس نے اپنے پاس کے تمام آدمیون کو مجلس سے اوٹھا دیا جب کامل تخلیہ ہو گیا، تو اوس نے ہم سے پہلے مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور شام کے آثار و مشاہد کی بابت استفسارات کئے، جن کے جوابات ہم دیتے گئے، اس گفتگو سے اوسکی آتش شوق اور مشتعل ہو گئی، اور اوس نے ہم سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے تبرکات کی یہ کہتے ہوئے استدعا بھی کی کہ اون کے دینے مین ہم لوگ بخل نہ کرین کیونکہ تم لوگ اسلام کو کھلے بندون اپنا مذہب ظاہر کرتے ہو اور اپنے مقصد مین کامیاب و حصول اجر سے انشاء اللہ فائز ہو گے، اور ہم لوگ اپنا ایمان چھپانے پر مجبور ہو گئے ہین، اور اپنی جانون سے خائف ہین، عبادت الٰہی و فرائض دینی کو چھپ چھپ کر ادا کرتے ہین، ایک کافر کی ملکیت مین داخل ہین اور غلامی کا طوق ہم لوگون کی گردنون مین ڈال دیا گیا ہو، اور ہماری آخری رسائی یہی ہے کہ تم لوگون جیسے حجاج سے مل کر برکت حاصل کرین، اون سے دعاؤن کا ہدیہ لین، اور اون سے مل کر اون مشاہد مقدسہ کے تحفے حاصل کرنے کی آرزو کرین، اور ان تحفون کو اپنے ایمان کا سپر اور اپنے کفنون کا ذخیرہ بنائین،

یہ حالات سنکر ہمارے دل شفقت و محبت سے بھر آئے، اور اوسکے حسن خاتمہ کی دعائین کین، اور مقامات مقدسہ کے بعض تحائف جنھین اوس نے طلب کیا تھا، پیش کر دیئے، اوس نے اپنے دوسرے ساتھیون پر ان واقعات کے ظاہر نہ کرنے کی خواہش کی، اور معلوم ہوا کہ دوسرے لوگون کے بھی اسی قسم کے حالات ہین

Marfat.com

چونکہ اعمال انجام دیتے رہتے ہیں، اور راہ خدا میں قیدیوں کو آزاد کراتے ہیں،

ان نوجوانوں [illegible] بادشاہ کے روبرو رہتے تھے، ایک عجیب بات یہ معلوم ہوئی کہ وہ لوگ جب شاہ کے حضور میں رہتے ہیں اور نماز کا وقت آتا ہے، تو الگ الگ یکے بعد دیگرے ایک ایک کرکے مجلس سے رخصت ہوتے ہیں اور نماز ادا کرلیتے ہیں، اور بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ وہ نماز پڑھتے رہتے ہیں، اور بادشاہ [illegible] جگہ [illegible] کے سامنے [illegible] اللہ [illegible] ان کو [illegible] نگاہوں سے پوشیدہ [illegible] الغرض [illegible] کے مسلمان اسی طرح ہمیشہ اپنے حسن اعمال [illegible] اور مسلمانوں کو [illegible] اور [illegible] فضل و [illegible] ....

[illegible] ...... یہاں مسلمانوں کی ایک جماعت بھی آباد ہے یہاں [illegible] ہو جاتا ہے، [illegible] ....

[illegible] ...... وہاں [illegible] خبر دی [illegible] وقت [illegible] سکونت کرتے [illegible] اسی طرح ہمیں مسلمانوں کے [illegible] کی سیاست [illegible] کا اندازہ [illegible] تمام امت محمدیہ کی جانب سے بغض و عداوت سے لبریز ہیں [illegible]

[illegible] سلطان [illegible] کا قیام ہے، اور اس قصر کے گرد اگرد

مسلمان صوفیہ وزہاد کی قبرین ہین، یہ قصر آجکل خیر و برکت سے موصوف ہے، لوگ جزیرہ کے ہر مقام سے اوس کی زیارت کی قصد سے آتے ہین، قصر سعد کی اس مسجد...... مین ہم نے رات گذاری، اذان کی آواز کانون مین آئی جس کے سنے ہوے زمانہ گذر گیا تھا، اس قصر مین جو مسلمان رہتے ہین وہ ہم سے خوش اخلاقی سے پیش آئے اور ہماری پذیرائی کی ان کا ایک امام تھا، جو نماز اور اس مبارک مہینہ مین تراویح پڑھاتا ہے،......

ہم نے ان راستون مین دیکھا، کہ عیسائیون کے لئے ایسے کنیسے بنائے گئے ہین، جو عیسائی مریضون کے قیام کے کام مین اوسی طرح لائے جاتے ہین، جیسے اسلامی ممالک مین اسپتال ہوتے ہین ایسے ہی کنیسے ہم نے عکا اور صور مین بھی دیکھے تھے ہمین اون کا اپنی قوم کے لئے یہ اہتمام دیکھکر تعجب ہوا،

صبح کی نماز پڑھ کر ہم شہر بلرم روانہ ہوئے جب وہان پہنچے اور شہر مین داخل ہونے لگے، تو ہم لوگ روک دئے گئے، اور وہان سے شاہی محلات کے قریب کے ایک پھاٹک پر لیجائے گئے، جہان ایک عہدہ دار موجود تھا، اوس نے ہماری آمد کے اسباب و مقاصد دریافت کئے، یہ طریقہ ہر اجنبی آنے والے کے ساتھ برتا جاتا ہے،...

یہ شہر تمدن کا گہوارہ ہے...... اوس کے وسط مین شاہی محلات کا سلسلہ [illegible] پر ہار، اس کے اطراف و جوانب مین بہت سے خوشنما گرجے ہین، جن کی صلیبین سونے اور چاندی کی بنائی گئی ہین،

اس شہر مین مسلمانون کے ایمان کا کھنڈر بھی باقی رہ گیا ہے، وہ اپنی مسجدین آباد کرتے ہین، اذان کے ساتھ نماز پڑھتے ہین، اور اون کے محلے عیسائیون کی آبادی سے الگ ہین لیکن یہان کے بازار اونھی سے آباد ہین اور وہی سب کے سب تاجر ہین، اون کو جمعہ پڑھنے کا موقع نہین ملتا کیونکہ اون کو خطبہ دینے کی ممانعت ہے وہ عیدین کی نماز پڑھتے ہین، اور خطبہ مین عباسی خلیفہ کا نام لیتے ہین، اون کے مقدمات کے انفصال کے لئے قاضی مقرر ہے، اون کی ایک جامع مسجد ہے جس مین وہ نماز کے لئے جمع ہوتے ہین، اور رمضان مین اوس مین چراغان کرکے مجلسین کرتے ہین، اس کے علاوہ اور بیشمار مسجدین ہین جنہین اکثر مین قرآن کی تعلیم دیجاتی ہے لیکن بہرحال یہان کے مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائیون سے الگ کافرون کے ذمہ مین

میں ہیں اور ان کی جائداد و مال اور عورت اور بچے کوئی بھی مامون نہیں ہیں ۔... اس شہر میں عیسائی عورتوں کی وضع مسلمان عورتوں کی ہے، یعنی چادر اوڑھے ہوئے اور نقاب ڈالے ہوئے رہتی ہیں اور ان کی زبان نہایت فصیح ہے، عید میلاد میں وہ نکلیں تو اس شان سے نکلیں کہ طلاکار حریر کا لباس پہنے ہوئے عمدہ چادریں اوڑھے رنگین نقاب ڈالے، اور نفیس طلاکار موزے پہنے ہوئی تھیں، غرض مسلمان عورتوں کی آرایش کے تمام سامان یعنی زیور، مہندی اور عطر وغیرہ سب ان کے جسم پر نظر آتے تھے ۔......

۲۲ رمضان مطابق ۲۰ دسمبر کو صبح کے وقت اطرابنش روانہ ہوئے، کیونکہ وہاں سے دو جہاز چھوٹنے والے تھے ایک اندلس جانے والا اور دوسرا سبتہ روانہ ہونے والا تھا، ان دونوں جہازوں میں مسلمان حجاج اور مسلمان تجار سوار تھے، بلارمہ سے اطرابنش خشکی سے روانہ ہوئے، راہ میں مختلف آبادیاں اور گاؤں ملے تمام سرزمین یہاں سے وہاں تک سرسبز و شاداب تھی ایسی ہری بھری اور ترو تازہ کھیتی میں نے آج تک نہیں دیکھی تھی

راستہ میں ہم نے ایک شب ایک شہر معروف بہ علقمہ میں گذاری یہ ایک بڑا شہر ہے، بازار اور مسجدیں وسیع ہیں اس شہر اور اس پورے دیہی علاقہ کے باشندے، جو راستہ میں گذرا، سب کے سب مسلمان ہیں ۔......

اطرابنش ... کے باشندے مسلمان اور عیسائی دونوں ہیں، اور دونوں فرقوں کیلئے یہاں مسجدیں اور کلیسے ہیں ..... یہاں کے جبل حامد پر چڑھنے کے لئے ایک طرف راستہ آسان ہے، اور یہاں کے مسلمانوں کا خیال ہے کہ مسلمانوں کو اسی راستہ سے انشاء اللہ اس جزیرہ پر دوبارہ قبضہ کرنے کا موقع ملے گا ۔.....

عید کا چاند ۵ جنوری کو مانا گیا، کیونکہ شہادت کے رو سے حاکم اطرابنش (صوبوں اور شہروں کے والی مسلمان تھے) کے نزدیک یہ ثابت ہوا تھا، کہ رمضان کا چاند شب پنجشنبہ کو نکلا تھا، اور یوم پنجشنبہ سے اہل صقلیہ کے روزے شروع ہوئے تھے، اس لئے لوگوں نے اتفاق عام سے عید روز پنجشنبہ کے رو سے منائی، ہم نے اطرابنش کی مسجدوں میں سے ایک مسجد میں یہاں کے کچھ باشندوں کے ساتھ عید کی نماز پڑھی، کیونکہ وہ لوگ کسی عذر کے باعث تعیینگاہ تک نہ جاسکے، چنانچہ ہم نے مسافروں کے مثل نماز ادا کی، اور تمام باشندگان شہر اپنے حاکم شہر

Marfat.com

کے ساتھ عیدگاہ روانہ ہوئے اور وہاں سے طبل و بوق بجاتے ہوئے واپس آئے، مسلمانوں کے اسلامی تہوار
کو اس شان و شوکت سے منانے اور عیسائیوں کے اس پر چشم پوشی کرنے پر ہمیں تعجب ہوا،

ہم اپنے سفر کا اہتمام اندلس جانے والے ایک جہاز سے کر چکے تھے،..... کہ شاہ صقلیہ کا حکم ہوا کہ شاہی
بیڑے کی روانگی سے پیشتر سواحل کے تمام جہازوں کی روانگی روک دی جائے،..... ابھی [illegible] ہم لوگوں
کو وحشت انگیز خبریں ملنے لگیں...... اطرابنش کے مسلمان اس شاہی بیڑے کے متعلق مختلف قیاسات کرنے
لگے،.... بعض کہتے کہ اسکندریہ پر حملہ آوری کیلئے جانے والا ہے، بعض کہتے میورقہ کا قصد ہے، بعض خیال کرتے
افریقیہ جانے والا ہے، اور معاہدہ کو توڑنے والا ہے،....

ذی القعدہ کا چاند یوم دوشنبہ ۴ فروری کو نکلا اور ہم لوگ ابھی تک اسی شہر اطرابنش میں [illegible]
اور موسم سرما کے گذرنے اور جنوی جہاز کے لنگر اٹھانے کا انتظار کر رہے ہیں، جس سے ہم لوگ [illegible]
جانے والے ہیں......

اس شہر کے زمانہ قیام میں ہم کو اس جزیرہ کے باشندوں کی وہ بری حالت جو عیسائیوں [illegible]
ہوئی تھی، اور اون کی ذلت و مسکنت اور ذمیوں کی طرح رہنا اور بادشاہ کی ایسی سختی جو اون [illegible]
اور عورتوں کو دین سے برگشتہ کرنے کے متعلق کی جا رہی ہے، دردانگیز طریقہ پر معلوم ہوئی، اس [illegible]
اون کے بوڑھوں کے ساتھ ایسی ذلت انگیز سزا کی صورت اختیار کر لی جو اون کے [illegible]
بن گئی، چنانچہ ابھی چند قریبی سالوں کا قصہ ہے، کہ اس ظالم بادشاہ کے دار السلطنت [illegible]
نام ابن زرعہ تھا، سرکاری ملازموں نے مطالبہ ادا کرنے کے لئے اس قدر تنگ کیا، کہ وہ [illegible]
عیسائیت کے دائرے میں آگیا، انجیل خوب یاد کر لی، رومیوں کی سیرتوں کا مطالعہ کیا، اور [illegible]
قوانین ازبر کر لئے، نتیجہ یہ ہوا، کہ وہ اون قسیسوں میں شامل ہو گیا، جن سے عیسائیت کے احکام کے متعلق فتوی
پوچھا جاتا تھا، اور چونکہ وہ پہلے سے اسلامی شریعت کے احکام سے بھی واقف تھا [illegible] مسئلہ

Marfat.com

پیش تجاتا تھا، تو اوس کے متعلق بھی اوسی سے فتوی پوچھا جاتا تھا، اور دونون شریعتون کے احکام کے متعلق اوس کا فتوی نافذ کیا جاتا تھا، اوس کے گھر کے سامنے ایک مسجد تھی جس کو اوس نے گرجا بنا لیا، لیکن اوسی کے ساتھ ہم کو معلوم ہوا کہ وہ اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے ہے۔ اس لئے غالبًا وہ اس استثنا میں داخل ہے،

الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان — مگر وہ شخص جسکو دین کے چھوڑنے پر مجبور کیا گیا اور اوس کا دل ایمان پر مطمئن ہے،

اسی زمانے مین اس جزیرہ مین مسلمانون کے سردار ابو القاسم ابن حمود المعروف بابن حجر اس شہر مین تشریف لائے وہ اس جزیرہ کے خاندانی لوگون مین ہین اور اپنے آبا و اجداد سے سیادت وراثۃً پائی ہے، اوس کے ساتھ ہم کو یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ نیک کام کرنے والے ہین نیکی کی نیت رکھتے ہین، اپنے لوگون کی محبت رکھتے ہین امت سے اکثر وہ نیکیون کے کام مثلاً قیدیون کا چھڑانا، مسافرون اور معذور حاجیون کو صدقہ دینا وغیرہ وغیرہ کرتے ہین، اس لئے اون کے آنے کا شہر مین غلغلہ پڑ گیا، اس زمانہ مین وہ اس ظالم بادشاہ کے زیر عتاب تھے اوس نے اون کے دشمنون کے ایک مطالبے کی وجہ سے انکو انہی کے گھر مین نظر بند کر دیا تھا، اُن لوگون نے اس نظربندی کے زمانہ مین بھی اون پر جھوٹے الزامات لگائے کہ وہ مسلمانون سے میل جول قائم رکھتے ہین جسکی بنا پر قریب تھا کہ وہ عنقریب ہلاک کر دیے جاتے لیکن انکے بہرکانے والون کی مخالفت کی وجہ سے تاوانات بھی جنکی تعداد تقریبًا ۳۰ ہزار مومنیہ دینار تھی، لگا دئے گئے، اور اون کے تمام گھر بار اور اون کی تمام ملکیت جو اونھون نے اپنے اسلاف سے وراثۃً پائی تھی ضبط کر لی گئی تھی، یہان تک کہ اون کا مال تھوڑا سا رہ گیا، لیکن اس زمانے مین یہ ظالم بادشاہ اون سے راضی ہو گیا، اور اون کو ایک سرکاری کام کرنے کا حکم دیا، جسکو اونھون نے اوس غلام کی طرح انجام دیا جسکی جان و مال پر قبضہ کر لیا گیا ہو، اس شہر مین پہنچنے کے بعد اونھون نے ہم سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی، چنانچہ ہم نے اون سے ملاقات کی تو اونھون نے اپنی اور اس جزیرہ کے لوگون کی دلخراش اندرونی حالت جو

Marfat.com

اون کے دشمنون کی وجہ سے ہوئی ہے، بیان کی مثلاً اونھون نے کہا کہ مین یہ پسند کرتا تھا کہ کاش مین اور میرے خاندان کے لوگ فروخت کرنے جاتے، تو اس مصیبت سے جسمین ہم مبتلا ہین نجات پا جاتے اور مسلمانون کے ملک مین پہنچ جاتے تو اوس حالت پر غور کرو جو ایسے جلیل القدر عظیم المنصب کے دل مین یہ خواہش پیدا کرتی ہے، حالانکہ وہ بکثرت اہل وعیال اور لڑکے اور لڑکیون سے گرانبار ہے ہم نے اون کے لئے اور اس جزیرہ کے تمام مسلمانون کے لئے اس مصیبت سے نجات پانے کیلئے خدا سے دعا کی اور ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ جب کبھی خدا کے سامنے کھڑا ہو، اون کے لئے دعا کرے ہم اون سے ایسی حالت مین جدا ہوے کہ خود روتے تھے اور ہمین بھی رولاتے تھے اور اونھون نے اپنے احسانات کے ثمرہ سے اپنے عادات کی خصوصیات عام خیرات اور حسن سیرت سے ہم کو اپنا گرویدہ کرلیا ہم نے شہر مین اون کے اون کے بھائیون اور اون کے خاندان کے ایسے فرد دیکھے جو شاندار معلوم ہوتے تھے غرضیکہ یہ بڑے شاندار لوگ ہین، بالخصوص اون مین ایک شخص بڑے درجہ کا ہے جب تک ہم یہان رہے، محتاج حاجیون اور فقیرون کے ساتھ ایسے سلوک کئے جن سے اونکی حالت بہتر ہوگئی اور اون کے کرایے اور زاد راہ کا سامان ہوگیا، خدا اونکو اس کا اجر دے۔

اس جزیرہ کے باشندون کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ ایک آدمی اگر اپنے لڑکے یا بیوی پر خفا ہوتا ہے یا مان اپنی لڑکی پر غصہ کرتی ہے تو یہ سب اون کے عار سے گرجا مین جا کر عیسائی ہو جاتے ہین اور لڑکا باپ کے ہاتھ سے اور لڑکی مان کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے، تو اب خیال کرو کہ اون لوگون کا حال کیا ہوگا جو اپنے اہل وعیال اور لڑکون کے متعلق اس مصیبت مین مبتلا ہین اور اپنی عمر اسطرح کاٹ رہے ہین کہ اس آفت مین مبتلا نہ ہو جائین اس لئے وہ اس حالت کے خوف سے ہمیشہ اپنے اہل وعیال اور اولاد کی خاطر داری مین مصروف رہتے ہین، اور عاقبت اندیش لوگون کو یہ خوف ہے کہ جزیرہ [illegible] ان پر گذشتہ زمانے مین جو مصیبت نازل ہوئی وہ ان سب پر نازل نہ ہو، کیونکہ اس جزیرہ کے تمام لوگون کو اس ظالم حاکم نے [illegible] عیسائی [illegible] [illegible]

عذاب نازل ہو گیا، چونکہ وہ جمودی جس کا ذکر اوپر گذرا، عیسائیون کے دلون مین وقعت رکھتا ہی، اس لئے اون کا خیال ہے کہ اگر وہ عیسائی ہو جاتا، تو جزیرہ مین کوئی مسلمان باقی نہ رہتا، بلکہ اوسکی پیروی کرتا، خدا اون کو محفوظ رکھے، اون سب کو اپنے فضل و کرم سے محفوظ رکھے،

ہم نے اونکی سب سے عجیب و دردانگیز حالت یہ دیکھی کہ اوس شہر کے اعیان مین سے ایک شخص نے اپنے بیٹے کو ہمارے حاجی رفقا مین سے ایک کے پاس بھیجا کہ وہ اون کی ایک باکرہ قریب البلوغ لڑکی سے نکاح کرنا منظور کر لین لیکن اگر وہ خود نکاح کرنا پسند نہ کرین تو اپنے شہر مین جس سے پسند کرین نکاح کر دین لیکن اوسکو اپنے ساتھ لیجائین؛ وہ اپنے باپ اور بھائیون سے چھوٹنے پر راضی ہو تاکہ اوس آزمائش سے نجات پائے، اور مسلمانون کے شہر مین پہنچ جائے، باپ اور بھائی بھی اس پر خوش ہین تاکہ جب یہ بندش ڈھیلی ہو تو شاید وہ بھی مسلمانون کے شہر مین پہنچ جائین، یہ شخص اس پر راضی ہو گیا، اور ہم نے اس موقع کے بنے پر جس سے دین و دنیا کی بھلائی حاصل ہو سکتی ہے، اوسکی مدد کی، اور ہم کو اس حالت پر سخت تعجب ہوا جو انسان کو ایسی عزیز چیز کی قربانی پر مجبور کر دیتی ہے، اور وہ اوسکو ایسے شخص کے سپرد کر دیتا ہے جو اوسکو پردیس مین لیجاتا ہے، اور اس پر صبر کرتا ہے اور اپنے شوق کا مقابلہ کرتا ہے، اسی طرح ہم کو اس لڑکی پر تعجب ہوا کہ وہ اپنے عزیزون کی جدائی صرف اسلام کے خاطر گوارا کرتی ہے اپنے نجات پانے کے سبب، جب اوس سے اپنے ارادہ کے متعلق مشورہ کیا، تو اوس نے کہا کہ اگر آپ مجھے روک لین گے تو آپ سے اوس کا مواخذہ کیا جائیگا، یہ لڑکی ماں کے پاس تھی، اور اوسکے چھوٹے بھائی اور بہن تھے......[1]

ولیم ثانی کی وفات اور مسلمانون پر اوسکے اثرات

صقلیہ سے ابن جبیر کی واپسی کے چند سال بعد ولیم ثانی نے نومبر ۱۱۸۹ء مین وفات پائی، ولیم کی وفات سے مسلمانون کا ایک ظاہری سرپرست بھی بظاہر جاتا رہا، اور اوسکی وفات کے بعد مسلمانان صقلیہ کے حالات مین ایک اور انقلاب ہوا جس کا ذکر سلسلہ بیان کے ساتھ بعد مین آئیگا،

[1] رحلۃ ابن جبیر از ص ۳۳۳ تا ۳۳۴،

Marfat.com

ٹانکرڈ اور ولیم ثالث نارمن فرمانروایان صقلیہ

۵۸۶ھ ۱۱۹۰ء - ۵۹۱ھ ۱۱۹۴ء

ولیم ثانی کی وفات کے بعد ٹانکرڈ (TANKERD) صقلیہ کے تخت کا مالک ہوا، اور جنوری ۵۸۷ھ ۱۱۹۱ء میں اوس کی تاج پوشی ہوئی، ٹانکرڈ راجر دوم کے ایک لڑکے راجر کا ناجائز النسل لڑکا تھا اس لیے اوس کے تاج و تخت پر حریفوں کی نگاہ اوٹھی، اور شہنشاہ ہنری ششم سے اوس کی جنگ چھڑ گئی، لیکن خود اوس کی زندگی نے وفا نہ کی، اور فروری ۵۹۰ھ ۱۱۹۴ء میں اوس کا انتقال ہو گیا، اور اوس کی جانشینی میں اختلاف پیدا ہونے کے بعد اوس کا چھوٹا لڑکا ولیم ثالث کے نام سے تخت حکومت پر بیٹھا،

نارمن حکومت کا خاتمہ

ولیم ثالث کو بھی امن سے فرمانروائی کا موقع نہیں ملا، اوس کے باپ کے حریف شہنشاہ ہنری ششم نے اس کے خلاف چڑھائی کی، ہنری ششم ہونسٹافن (HOHENSTAUFEN) کے خاندان کا تھا، اور نارمن فرمانروا راجر اول کا داماد تھا، اوس کی سب سے چھوٹی لڑکی کانسٹنزا اوس کے ساتھ بیاہی تھی، اور ہنری اسی بنیاد پر صقلیہ کے تاج و تخت کا دعویدار تھا۔

چنانچہ وہ ۵۹۰ھ ۱۱۹۴ء میں اٹلی میں داخل ہوا، اور نارمنوں کے مقبوضات اپولیہ و صقلیہ کا بآسانی مالک بن بیٹھا، ولیم ثالث نے اپنا تاج اوس کے سپرد کر دیا، اوس کے باوجود ہنری نے صقلیہ کے فوجی افسروں اور ولیم کے خلاف ایک فرضی سازش کا الزام قائم کر کے چند اہم فوجی افسروں کو قتل کرایا، اور معزول ولیم ثالث کی آنکھیں نکلوا لیں، اور اسی پر صقلیہ سے نارمن حکومت کا خاتمہ ہو گیا، اگرچہ پھر نانہالی حیثیت سے صقلیہ کے تخت سے نارمن خاندان کا انتساب قائم رہا،

Marfat.com

نارمن عہد حکومت اور عیسائیوں کے مصائب

نارمن عہد حکومت مین نارمن فرمانرواؤن نے اسلامی تہذیب و تمدن کو جس ہمہ گیری سے قبول کیا، اور اوس کے اثرات سے مسلمانون کو جو عروج ہا، اوسکی روداد ابھی گذر چکی ہے، اور اسی لئے یورپین مورخین عیسائیون اور عیسائیت کے لئے اس عہد کو پرمصائب سمجھتے اور نارمن فرمانرواؤن پر مسلم فرمانروا اور اسلامی عہد حکومت کے الفاظ مین طعنہ زنی کرتے ہین، اور اوسکو عربی فتوحات کی نمایان کامیابی سمجھتے ہین، ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ مین ہے:-

"عربی فتوحات سے صقلیہ کے طرز معاشرت پر نہایت گہرا اثر پڑا، چنانچہ اینہ نارمن فرمانروا [illegible] طرز معاشرت کے حامل تھے اور آپس [illegible] کے مطابق کام [illegible] عہد مین رائج ہوا، اور عیسائی قوم کو خواجہ سراؤن کے مظالم اور تحقیر آمیز سلوک کا نشانہ بننا پڑا، جو یا تو صاف صاف اپنے کو مسلمان کہتے تھے، یا در پردہ اسلام کے معتقد تھے۔"

نارمن عہد مین اسلامی آبادی مین کمی

تاہم جیسا کہ تفصیل گذر چکا ہے، نارمن فرمانرواؤن اور کلیسا کے تعلقات کی بنا پر مذہب اسلام کے ساتھ نارمن حکومت کا سلوک نہایت معاندانہ رہا، اور حکومت کی اس اسلام دشمنی کی روش سے صقلیہ کے مسلمانون کی تعداد دن بدن روز بروز کم ہوتی گئی، کیونکہ نارمن حکومت کے قانون کے روسے اس کے روز اول سے صقلیہ مین مذہب اسلام مین داخلہ کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا تھا، پھر مسلمانون کی ایک کثیر جماعت یہان کے حالات سے تنگ آکر ہجرت کر چکی تھی، مسلمان جاہ پرستون کی ایک جماعت علانیہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو گئی، اگرچہ وہ لوگ در پردہ مسلمان رہے، تاہم اون کی ظاہری روش کے اثر سے ان کی نسلون اور اون کے عزیز و اقارب مین اسلام کی محبت اور عقیدت کم ہوتی گئی، اور وہ لوگ رفتہ رفتہ عیسائیت قبول کرتے گئے، اور اون کی تقلید عام مسلمانون نے بھی مصلحۃً اختیار کی، اسی طرح ایسی مسلمان لڑکیان جو جبر عیسائی بنائی گئین، اون کی تعداد بھی مسلمانون سے کٹ گئی، اگرچہ وہ خود مسلمان رہین، اور اون کے اثر سے عیسائی عورتین مسلمان ہوئین، تاہم اونکا شمار مسلمانون کی صف مین باقی نہین رہا، اور پھر

پادریون کی کوششون سے اونھیں بھی مجبور کیا گیا، کہ اپنے اسلامی اثرات کو خیرباد کہہ دین،

الغرض انھی صورتون سے نارمن عہد ہی مین صقلیہ مین اجتماعی حیثیت سے مسلمانان صقلیہ کی تعداد مین نمایان کمی ہوگئی،

ہنری ششم و فریڈریک دوم جرمن فرمانروایان صقلیہ (۵۹۸)

۵۹۱ھ/۱۱۹۴ء - ۶۴۸ھ/۱۲۵۰ء

ہنری ششم (۵۶۱ھ/۱۱۶۵ء - ۵۹۴ھ/۱۱۹۷ء) شہنشاہ جرمنی فریڈریک اول کا لڑکا تھا، ۵۶۵ھ/۱۱۶۹ء مین رومن بادشاہ کی حیثیت سے اوس کو تاج پہنایا گیا، ۲۷ جنوری ۵۸۲ھ/۱۱۸۶ء کو راجر اول کی لڑکی سے اوسکی شادی ہوئی. اور اوسی سے اس عہد مین سسلی اور جرمنی کے تعلقات کی ابتدا ہوئی، ۱۴ اپریل ۵۸۷ھ/۱۱۹۱ء کو ہنری نے شہنشاہی کا تاج پہنا، ولیم ثانی کے انتقال کے بعد ٹانکرڈ کے مقابلہ مین سسلی کے تخت کا دعوی کیا، اور ایک جنگ آزمائی ہوئی، اور اس کی وفات کے بعد ولیم ثالث کو معزول کرکے دسمبر ۵۹۱ھ/۱۱۹۴ء مین بلرم مین صقلیہ کی شاہی کا تاج پہنا جس کے بعد صقلیہ کی قسمت جرمنی سے وابستہ ہوگئی، اور پھر یہان چند ماہ کے قیام کے بعد اپنی بیوی کو یہان اپنا قائم مقام بنا کر جرمنی روانہ ہوگیا،[1]

بلرم کے عیسائیون اور مسلمانون مین خونریز جنگ

جزیرہ مین مسلمانون کی سیاسی و تمدنی اہمیت کو جیسا کہ اشارہ کیا جاچکا ہے ولیم ثانی کے انتقال سے سخت نقصان پہنچا کہ مسلمانون کا ایک ایسا سرپرست جاتا رہا جو اسلامی تہذیب و تمدن سے دلبستگی رکھتا تھا، اور مسلمان اہل علم و ارباب فکر کو اپنے گرد جمع رکھتا تھا اس لئے اوسکی وفات سے مسلمانون کی پشت پناہ طاقت اوٹھ گئی، اور اب جزیرہ مین یورپ

[1] مسٹوریں ہسٹری آف دی ورلڈ ج ۹ ص ۱۰ (دی نارمنس)، انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۲۸ ص ۶۶۰ (ولیم) ج ۱۹ ص ۱۰۳ و ۱۸۴ نیز لنگدلم، و ج ۵ ص ۳۳۲ (آسلی)، و ج ۲۶ ص ۳۹۵ (ٹانکرڈ)، و ج ۱۳ ص ۲۷۶ (ہنری ششم) طبع یازدہم،

اور عیسائیون کے رحم و کرم پر باقی رہ گئے، اور چونکہ یہ پورا عہد جنگہاے صلیبی مین گذرا ہے اس لیے اس زمانہ مین اسلام اور مسلمانون کے خلاف عیسائیون مین جو عام پروپگنڈا کیا جاتا تھا، اور اس سے عیسائیون کے دلون مین مسلمانون کے خلاف بغض و عداوت کی جو آگ سلگ رہی تھی، اوس سے جزیرہ کے عیسائی مستثنیٰ نہین تھے۔ صرف ولیم ثانی کی شخصیت تھی جو اس آگ کے شرارون سے مسلمانون کو بچائے ہوئے تھی اسلیے اوس کے اوٹھتے ہی اس جزیرہ مین بھی وہ شرارے بھڑک اوٹھے۔

چنانچہ ولیم ثانی کی وفات کے بعد جب خانہ جنگیون سے فرصت ملی اور ہنری ششم قبضہ کی تکمیل کے بعد جرمنی واپس چلا گیا تو پاپاے اعظم اور مقدس راہبون نے صقلیہ کے عیسائیون کو مسلمانان صقلیہ کے خلاف سخت برانگیختہ کیا، اور صقلیہ کے عیسائی مسلمانون پر مظالم برپا کرنے لگے، جب یہ مظالم مسلمانون پر اجتماعی حیثیت سے توڑے گئے تو اونھین بھی احساس پیدا ہوا اور مرنے مارنے پر تیار ہوگئے، اور عیسائیون کے حملون کے انتقام مین وہ بھی شمشیر بکف میدان مین نکل آے، اور ایک خونریز جنگ کا سلسلہ چھڑ گیا، جو بلرم مین پیش آئی لیکن مسلمانون کا اجتماعی شیرازہ بکھر چکا تھا، اس جنگ مین اونھین سخت نقصانات اوٹھانے پڑے، اور کئی ہزار مسلمان شہید ہوگئے،

حکومت کی مسلمانون سے بے اعتنائی اور مسلمانون کا ایک نیا اقدام،

اس جنگ کا آغاز اگرچہ صقلیہ کی رعایا کے دو طبقون عیسائیون اور مسلمانون مین ہوا تھا، ابتداءً حکومت کا کوئی تعلق اس سے پیدا نہین ہوا تھا، لیکن [illegible] حکومت نے باوجودیکہ صقلیہ کے عیسائی حکومت کے بھی مخالف تھے، عیسائیون کا ساتھ دیا، اور اوس نے بھی مسلمانون پر مظالم برپا کرنا شروع کیے، اس لیے اب مسلمانون کو دوسری راہ [illegible] اُن مین ایسی صلاحیت باقی نہین رہ گئی تھی، کہ وہ شہرون مین قیام کرکے حکومت کی توجون اور عیسائی رعایا دونون کا مقابلہ کرتے، اس لیے اونھون نے نئے سرے سے اپنی شیرازہ بندی کی اور تنگ آمد بجنگ آمد کے اصول پر اپنے گھر بار، عیش و آرام اور دولت و ثروت کو چھوڑ کر

اپنی اپنی آبادیوں اور اپنے اپنے گھروں سے نکل پڑنے کا فیصلہ کیا۔ اس عہد کا ایک لسان عیسائی مورخ فالکنڈ (FALCANDUS) مسلمانوں کی اس ابتر حالت اور حکومت کی طرف سے اون کے ساتھ بے اعتنائی کے جانے کا ایک اجمالی نقشہ سسلی کے متعلق ان الفاظ میں کھینچتا ہے:-

"کتانیا پھر زلزلے سے تباہ ہوگیا، سیراکیوز کی قدیم عظمتیں افلاس اور ویرانی سے برباد ہو رہی ہیں لیکن پلرمو کے سر پر آج بھی ایک تاج موجود ہے، اور اس میں عیسائی اور مسلمانوں کی ایک کثیر آبادی اب بھی موجود ہے،

اگر یہ دونوں قومیں اپنی مشترکہ حفاظت کے لئے ایک فرمانروا کے زیر فرمان متحد ہو جائیں، تو ہر بیرونی قوام پر فتحیاب ہو سکتی ہیں لیکن اگر مسلمان مظالم سے تنگ آکر کنارہ کشی اختیار کرلیں، اور بغاوت پر آمادہ ہو جائیں، اور اگر وہ کوہستانی قلعوں اور ساحل پر قبضہ کرلیں تو پھر عیسائی دوہری زد میں آجائیں گے اور مجبوراً اون کو غلام بنکر رہنا پڑیگا،"

چنانچہ اسی ہولناک جنگ کے بعد انھی حالات سے مجبور ہوکر صقلیہ کے شہروں خصوصاً پلرم سے روپوش ہوکر نکل پڑے، اور صقلیہ کے سنسان جنگلوں میں گھس کر پہاڑیوں پر چڑھ گئے اور اپنے کو تباہ و برباد کرکے پہاڑی قلعوں اور جنگلوں میں پناہ گزین ہوگئے، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں ہے:-

"خوش قسمتی ولیم کی وفات کے بعد ہی تمام عرب خصوصاً پلرمو کے عربوں کو ملک کو خیر باد کہدینا پڑا اور انھیں پہاڑوں میں پناہ لینی پڑی۔ اب صقلیہ میں مختلف اقوام کے لوگ (شہری آبادیوں) میں آباد تھے،

صقلیہ کے عیسائیوں نے مدت کے سوئے ہوئے شیروں کو جگا دیا تھا ان کی کرتوتوں نے ایک مرتبہ سارا صقلیہ دہلا دیا تھا اونھوں نے اسلام کی فوجی ترتیب و معاشرتی تنظیم کے اصول پر اپنی جماعت کو منظم کیا اپنے میں سے ایک کو امام اور سب کو مجاہدین کا لقب دیا، امام کی ایک دعوت جہاد پر مجاہدین جنگلوں و

Marfat.com

پہاڑی قلعوں سے نکل بیابانوں میں آتے، اور وہاں سے آکر شہر کی عیسائی آبادیوں پر ٹوٹ پڑتے، شہر کے عیسائی اور حکومت کی فوجوں پر جارحانہ حملے کرتے، لڑتے اور لوٹتے مارتے، اور لڑ بھڑ کر جنگلوں میں گھس جاتے، یہاں تک کہ چند ہی سال میں صقلیہ کا امن و امان برباد ہو گیا، اور سارے جزیرہ پر حاوی کسی منظم حکومت کے قیام کا تخیل، عیسائیوں کو خواب و خیال نظر آنے لگا، اور عیسائیوں اور مسلمانوں کی اسی کشمکش میں کامل تیس برس گذر گئے، اور ان مٹھی بھر مجاہدین کو صقلیہ کی پوری عیسائی طاقت کسی طرح زیر نہ کر سکی، اور ایک وسیع کوہستانی علاقہ ان کے قبضہ و تصرف میں رہ گیا، ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ میں ہے:-

"(ابرم کی جنگ کے بعد) جو لوگ قتل ہونے سے باقی رہ گئے، وہ پہاڑی قلعوں میں چلے گئے، اور تیس سال سے زیادہ عرصہ تک جزیرہ صقلیہ کو امن و امان سے محروم کر دیا" [۱]

ہنری کی وفات اس اثنا میں ہنری ششم ۱۱۹۷ء ۵۹۴ھ میں انتقال کر گیا تھا، اور اوس کی نامور بیوی نے اپنے نابالغ لڑکے فریڈریک دوم کے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا تھا، اور مجاہدین کی یہ معرکہ آرائیاں ہنری ششم کے عہد سے شروع ہو کر فریڈریک کے تقریباً نصف عہدِ حکومت تک جاری رہیں،

فریڈریک کی تاجپوشی فریڈریک ۲۶ دسمبر ۱۱۹۴ء ۵۹۰ھ کو صقلیہ ہی میں پیدا ہوا، یہیں اوس کی ابتدائی تعلیم و تربیت ہوئی، ۱۱۹۶ء ۵۹۲ھ کو جرمنی کا بادشاہ منتخب ہوا، اور اپنے باپ کی وفات پر، مئی ۱۱۹۸ء ۵۹۵ھ کو صقلیہ کے تخت پر بیٹھا، اوس کی ماں اس کی مدار المہام بنی، اوس نے بھی نومبر ۱۱۹۸ء ۵۹۵ھ میں وفات پائی، اور پوپ انوسنٹ سوم (INNOCENT) اس کا اتالیق اور حکومت کا مدار المہام قرار پایا، اور ۱۲۰۸ء ۶۰۵ھ میں بالغ قرار دیا گیا، اور اوس کے آغازِ حکومت کے ساتھ ہی اوسکو جرمنی کی سیاسی گتھیوں کے سلجھانے میں لگ جانا پڑا، اس سلسلہ میں اوسکو پاپائے روما سے استمداد کی ضرورت بھی پیش آئی، اور اوس سے بہ تصریح وعدہ کیا کہ وہ شہنشاہیت کے حصول کے بعد اوس کے خاطر خواہ

[۱] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا، ج ۲۹ ص ۱۸۳ (نیپلز) و ج ۵ ص ۲۳ (اسلی)، ہسٹورینز ہسٹری آف دی ورلڈ ج ۹ ص ۸۲، ۸۳

Marfat.com

مذہبی فرائض انجام دیگا، اور ہنرسلی پر پوپ کے اقتدار کو تسلیم کریگا، علاوہ ازین اسی قسم کے بعض شرائط پر اس کا پوپ سے دوبارہ اتحاد ہوا، ۶۰۹ھ ۱۲۱۲ء مین جرمنی کا دوبارہ بادشاہ تسلیم کیا گیا، اور بالآخر ۶۱۷ھ ۱۲۲۰ء کو شہنشاہ کی حیثیت سے روما مین اوسکی تاجپوشی ہوئی، اور اوس کے بعد اس نے تمام پادریون کو ٹیکس سے بری کر دیا اور اس امر کا وعدہ کیا کہ وہ تمام مبتدعین کو سخت سزائین دیگا، اور جنگ صلیبی کی قیادت ہاتھ مین لیگا،

فریڈریک اور اسلام

لیکن یہ عجیب دلچسپ اتفاق ہے، کہ فریڈریک کی طبیعت پر اوس کی مارتن مان اور اوس کے بعد کے ماحول سے اسلامی تہذیب و تمدن کے گہرے نقوش قائم ہوگئے، اور اوسکو اسلامی علوم و آداب اور عربی زبان سے یکگونہ مناسبت تھی، نہایت اچھی عربی بولتا اور لکھتا تھا، اور اسلامی علوم عقلیہ مین کامل دستگاہ رکھتا تھا، اس لئے باوجودیکہ وہ سیاسی مصالح کے لحاظ سے پاپائے روما سے دست بمصالحت بڑھانے پر مجبور تھا، اور پھر اپنی ہوس ملک گیری سے جنگ صلیبی مین بھی شرکت کی، اور آئیندہ چلکر اسی کے ہاتھون بیت المقدس مین اسلامی حکومت کو زوال آیا، تاہم اس کو طبعاً مذہب عیسوی اور اس عہد مین عیسائیون کی پھیلائی ہوئی تحریکون سے دلچسپی نہین تھی، بلکہ انھین بنیادون پر آئیندہ چلکر اوس کو پاپائے روما کی بارگاہ سے زندیق کا خطاب تک عطا ہوگیا تھا،

اس لئے صقلیہ مین مجاہدین کے ساتھ جو صورت حال قائم ہوگئی تھی اور اس پر اوس نے اب تک جو توجہ مبذول نہین کی، اوسکی وجہ کوئی مذہبی غلو نہ تھی، بلکہ اس مین اوسکے وہی مذکورہ بالا مشاغل مانع رہے، اس لئے جب اوسکی شاہنشاہیت کی آرزو بھی پوری ہو چکی، تو اوس نے از سر نو سسلی کے امن و امان کی جانب توجہ کی جسمین سب سے اہم مرحلہ انھی مجاہدین اسلام کا تھا،

فریڈریک اور مجاہدین مین مصالحت

مجاہدین کی واپسی آبادیون مین

چنانچہ ۶۱۹ھ ۱۲۲۲ء سے ۶۲۲ھ ۱۲۲۵ء تک وہ انھی کوششون مین مصروف رہا، اور انھی کے سلسلہ مین ۶۲۲ھ مین ان مجاہدین سے مصالحت ہوگئی جس کی رو سے وہ جنگلون اور پہاڑی قلعون کی خانہ بدوش زندگی ترک کر کے آبادیون مین داخل ہوئے، اور صقلیہ کا ایک محدود رقبہ اون کی

آبادی کے لئے حکومت کی جانب سے دیدیا،

نیز فریڈریک دوم نے ان مین کی ایک بڑی تعداد کو صقلیہ سے لیجاکر اسی سال ۱۲۲۳ء مین اٹلی کے ایک غیرآباد شہر لوسیرا (LUCERA) مین آباد کیا، لوسیرا مین آباد ہونے والے مجاہدین کی مجموعی تعداد ۲۰ ہزار تھی،

لوسیرا — لوسیرا اپولیا کا ایک شہر تھا، جو فوگیا (FOGGIA) سے ۱۲ میل برشمال ومغرب مین عہد قدیم سے ایک بلند پلیٹو پر آباد تھا، اور اوس کا ایک مشہور قدیم قلعہ بھی تھا، کانسٹنس دوم نے ۶۶۳ء مین اس شہر کو برباد کردیا تھا،

اوس وقت سے یہ شہر اوسی طرح غیرآباد پڑا تھا، اب ۱۲۲۳ء مین فریڈریک نے انھی مجاہدین سے اوسکو آباد کیا تھا، اور اوسکی حفاظت کیلئے ایک مضبوط و منیع قلعہ بھی تعمیر کرادیا تھا۔

عرب جغرافیہ نویسون اور مورخین مین سے ابوالفدا اپنی تاریخ مین اوسکو "لوجارۃ" اور اپنے جغرافیہ مین ابن سعید کے حوالہ سے "لوشیرہ" لکھتا ہے، جو اس کے اصل نام سے زیادہ قریب ہے چنانچہ لکھتا ہے:-

(قال ابن سعید ولوشیرۃ من بلاد	ابن سعید کہتا ہے لوشیرہ امبرر (فریڈریک) کے
الانبرور لما استولی الانبرور علی صقلیہ	ممالک مین سے ہے، اور جب وہ صقلیہ پر قابض ہوا
نقل المسلمین من صقلیہ واسکنہم	تو وہان سے مسلمانون کو منتقل کرکے وہان لیگیا
فی لوشیرۃ المذکورۃ،	اور اسی مذکورہ شہر لوشیرہ مین آباد کیا،

انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کے بقول لوسیرا اپنی جائے وقوع کے لحاظ سے اٹلی کی کنجی تھا، فریڈریک دوم اور پاپائے روما کے تعلقات بہت ہی کم خوشگوار رہتے تھے، اس لئے فریڈریک نے ان دشمنان مسیحیت کے ہاتھون مین مسیحیت کے مرکز اٹلی کی کنجی امانتہً رکھوادی کہ جب ضرورت ہو، اسی راستے سے اٹلی کا دروازہ کھولا جائے،

مجاہدین فریڈرک کی فوج میں

چنانچہ مجاہدین سے مصالحت ہوجانے اور اون کے لوسیرا میں آباد ہوجانے کے بعد انکی ایک بڑی تعداد فریڈرک دوم کی فوج میں شامل ہوگئی، اور انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار کے بقول یہی مجاہدین فریڈرک کے سب سے زیادہ معتبر سپاہی بن گئے[۱]

سلطان ابوزکریا اور فریڈرک میں عہدنامہ اور مسلمانانِ صقلیہ کا بلرم میں دوبارہ قیام

لیکن اس کے باوجود انھیں صقلیہ کی آبادیوں میں شہری حقوق عطا نہیں کئے گئے، لیکن ان مسلمانانِ صقلیہ کی خوش بختی سے اس عہد میں دولتِ حفصیہ افریقیہ کے تخت پر ایک ایسی شخصیت نمایان ہوئی، جس نے زمانہ ... کہ ان فلک زدہ برادران اسلام کی سرپرستی کرنے کو اپنا مذہبی فرض خیال کیا، وہ شخصیت سلطان ابوزکریا یحیٰ بن عبدالواحد حفصی کی ہے،

سلطان ابوزکریا یحیٰ (۶۲۵ھ/۱۲۲۷ء - ۶۴۷ھ/۱۲۴۹ء) نے ۶۲۶ھ/۱۲۲۸ء میں اپنے استقلال کا اعلان کیا اور موحدین کا نام خطبہ میں موقوف کرکے اپنے نام کا اعلان کیا، چند ہی سال میں اس نے اپنے تمام مخالفین کو مغلوب کرکے اپنی پرشوکت حکومت قائم کرلی، ٹیونس، الجزائر، تلمسان، سجلماسہ، سبتہ، طنجہ اور مکناسہ وغیرہ پر اقتدار حاصل کیا، اور موحدین کے سابق دارالسلطنت مراکش میں اس کا خطبہ پڑھا گیا، اور پھر اندلس کے بعض حصوں میں بھی اس کا خطبہ جاری ہوا، اس طرح اوس زمانہ میں افریقیہ میں سب سے پرشوکت و طاقتور حکومت قائم کرلی اور اوسکے تمام معاصر فرمانرواؤن کو اس کا اقتدار تسلیم کرنا پڑا، اور اس سے دستِ مصالحت بڑھانا پڑا، اسی سلسلہ میں شہنشاہ فریڈریک دوم شاہِ صقلیہ سے بھی اس کے دوستانہ مراسم پیدا ہوئے اور بعض معاہدے ان دونون کے درمیان دس سال کیلئے طے پائے،

انہی دوستانہ علائق و گفت و شنید میں ان دونون کے درمیان فلک زدہ مسلمانانِ صقلیہ بھی

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۱۱ صفحہ ۴۶ تا صفحہ ۴۹، (فریڈریک دوم) و ج ۲۹ صفحہ ۴۴ (نیپلز) و ج ۲۵ صفحہ ۳۴ (سسلی) ج ۱۷ صفحہ ۹۶ (لوسیرا) و تاریخ ابوالفداء ج ۴ صفحہ ۳۹ و تقویم البلدان ابوالفداء صفحہ ۲۲ صقلیہ کے اس محدود رقبہ کا تذکرہ جہاں مجاہدین آباد کئے گئے تھے، بعض جغرافیہ نویسون میں بھی کسی نے کیا ہے، اور جہانتک یاد آتا ہے، وہ شہر علقمہ تھا، لیکن اس کا حوالہ اس وقت ذہن سے فراموش ہوگیا ہے،

زیر بحث آگئے، اور سلطان ابوزکریا کی تحریک سے فریڈریک دوم نے ان مسلمانانِ صقلیہ پر سے وہ پابندیاں ہٹالیں جن کے رو سے وہ صقلیہ کے ایک محدود رقبہ میں اقامت پذیر رہنے پر مجبور تھے اور اس کے بجائے انہیں پایۂ تخت بلرم اور اوس کے بیرونی حصے میں بھی اقامت کرنے کی اجازت دی گئی، اور یہاں کے شہری حقوق میں یہ مسلمانانِ صقلیہ اور بلرم کے عیسائی باشندے مساوی حقوق کے حقدار قرار پائے اور ان دونوں قوموں میں کوئی تفریق باقی نہیں رہی،

چنانچہ مسلمانانِ صقلیہ اسی معاہدہ کے رو سے صقلیہ میں پھر نئے سرے سے ایک باعزت زندگی بسر کرنے لگے اور اپنے کاروبار اور حصولِ معیشت میں مصروف ہوگئے[1]

سلطان ابوزکریا کی وفات اور صقلیہ کے مسلمانوں کا دورِ ابتلا

لیکن مسلمانانِ صقلیہ کے لیے یہ امن و سکون اور اون کی شہری زندگی محض چند سال ثابت ہوئی، اور اون کی سیہ بختی انسانی تدبیروں پر پھر غالب آگئی مسلمانانِ صقلیہ کا آخری غمخوار سلطان ابوزکریا نے ۱ جمادی الاخری ۶۴۷ھ ۱۲۴۹ء میں وفات پائی، فریڈریک نے پاپائے روما اور تمام عیسائیوں کی مرضی کے خلاف محض اسی سلطان کی قوت و شوکت سے مرعوب ہو کر مسلمانانِ صقلیہ کو مراعات دی تھیں اس نے اوس کی آنکھیں بند ہوتے ہی فریڈریک کی نگاہیں بھی بدل گئیں، بلرم کے عیسائیوں نے اپنے پہلو کے خار کو نکال کر پھینک دینا چاہا، اور سلطان کی خبرِ وفات جیسے ہی صقلیہ پہنچی بلرم کے عیسائی مسلمانوں پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑے، اور بدبخت مسلمانوں کے قتل عام کا پھر ایک بار بازار گرم ہو گیا،

مجاہدین کی پناہ گزینی پہاڑیوں میں

مسلمانوں نے پھر انہی پہاڑیوں اور جنگلوں کی راہ لی، پھر اپنی ملی تنظیم کی، اور قبیلۂ بنو عبس میں سے ایک کو اپنا امام بنایا، فریڈریک کی فوجیں تعاقب میں پہنچیں اور مجاہدین اور شاہی فوج میں معرکہ آرائی شروع ہوگئی،

---

[1] دستاب لوئس صفحہ ۱۲۵ و تاریخ الدولتین الموحدیۃ والحفصیۃ زرکشی صفحہ ۱۲۹ و ابن خلدون ج ۶ صفحہ ۲۸۰ و تاریخ دول الاسلام ج ۲ صفحہ ۲۰۱

مجاہدین اور شاہی طاقت میں جنگ اور مجاہدین کی شکست

اس مرتبہ فریڈرک اپنے تمام سیاسی علائق سے آزاد تھا، اپنی شہنشاہی طاقت ان ناتوان مجاہدین کے سامنے لاکر کھڑی کردی [illegible] سے انکا محاصرہ کیا گیا، اور بالآخر مجاہدین سپر ڈالنے پر مجبور ہو گئے،

مسلمانان صقلیہ کی مستقل جلاوطنی اور اٹلی میں ایک جدید اسلامی آبادی

اس مرتبہ فریڈرک نے ان مسلمانوں سے صقلیہ کے وجود کو پاک کرالینا چاہا اور ان بدنصیبوں کے لئے سرزمین صقلیہ سے جلاوطنی کا حکم نافذ کیا، اور انھیں یہاں سے نکال کر دوسرے شہر نوسیرا میں جاکر آباد کیا،

مالٹا سے مسلمانوں کی جلاوطنی

صقلیہ سے مسلمانوں کی جلاوطنی کر چکنے کے بعد وہ جزیرہ مالٹا کی طرف بڑھا، یہاں بھی بدنصیب مسلمانوں کی ایک آبادی ابھی تک موجود تھی، مالٹا کو بھی ان سے خالی کرایا، اور یہاں سے انھیں جلاوطن کرکے نوسیرا میں جاکر آباد کیا،

صقلیہ و جزائر صقلیہ سے کلمہ اسلام کا خاتمہ

اس طرح سرزمین صقلیہ اپنی وسعت اطلاق کے کلمہ اسلام سے خالی ہو گئی، ابن خلدون ان واقعات کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے :-

جب امیر ابو [illegible] کے مرنے کی خبر صقلیہ پہنچی، اور وہاں مسلمان شہر برم میں مقیم تھے، اور سلطان نے صاحب جزیرہ صقلیہ سے مسلمانوں کے لئے معاہدہ کرا دیا تھا کہ شہر اور بیرون شہر میں سب کے سب شریک ہو کر رہیں گے [illegible] لیکن جب سلطان کے وفات پانے کی خبر وہاں پہنچی تو عیسائی ان [illegible] پر ٹوٹ پڑے اور وہ پھر قلعوں اور پہاڑوں [illegible] میں پناہ گزین ہو گئے، اور [illegible] ایک شخص کو سردار مقرر کیا، [illegible] بادشاہ نے اون کے کوہستانی قلعوں میں ان کا محاصرہ کیا، اور اون کو گھیر کر قلعہ سے نیچے اتار دیا، اور اون کو سمندر کے پار کر دیا، اور اون کو لوجارہ میں لیجا کر آباد کر دیا، اور پھر جزیرہ مالٹا کی طرف بڑھا اور جو مسلمان وہاں تھے اون کو جلاوطن کر دیا، اور اون کے بھائیوں کے ساتھ لیجا کر انھیں

Marfat.com

آباد کر دیا، اور صقلیہ اور جزیروں پر قابض ہو گیا، اور کلمۂ کفر کو رائج کر کے کلمۂ اسلام کو مٹا دیا،

مسلمانانِ نوسیرا کی تعداد نوسیرا مین ان جلا وطن مسلمانون کی مجموعی تعداد صرف ساٹھ ہزار تھی، ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ مین ہے:-

"فرڈریک دوم کی پالیسی سے ساٹھ ہزار عرب اپولیا کے شہر نوسیرا مین منتقل کر دئے گئے"[۵۹]

نوسیرا نوسیرا اکیپانیا (اٹلی) کے صوبہ سلرنو کا ایک شہر ہے، جو کوہ البیو کے قریب نیپلز سے ۲۰ میل پر واقع ہے، اور اٹلی کے نقشہ مین آج بھی نظر آتا ہے، طول البلد ۱۵ درجہ اور عرض البلد ۴۰ درجہ ہو، یہی شہر مسلمانانِ صقلیہ کی سب سے آخری خوابگاہ ہے،

اس شہر کی اصل شہرت مسلمانون کی آبادی کے قیام کے بعد ہوتی ہے، اور انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے خیال کے مطابق غالباً اسی لئے اس شہر کا نام نوسیرا ڈی پگانی (NOCERA DIE PAGANI) یعنی کافرون کا نوسیرا، قرار پایا، اور اس کا یہی قدیم نام یورپ مین مشہور ہے، عرب مورخین مین سے ابن خلدون اس شہر کو لوجارہ (بالجیم) لکھتا ہو،

پگانی مسلمان اسی شہر مین آباد کئے گئے تھے، پھر یہان سے پھیل کر اس شہر کے جانب مغرب ایک میل پر آباد ہو گئے، یہ خالص اسلامی آبادی تھی، عیسائیون کے درمیان اس جدید آبادی کا لقب "پگانی" یعنی کفار کی آبادی پڑ گیا،[۶۰]

نوسیرا مین اسلامی آبادی کے قیام کا مقصد فرڈریک دوم نے ان "کفار" کو دینِ مسیحی کے مرکزی مقام مین یکجا کر کیون آباد کیا یہ کچھ زیادہ تشریح طلب نہین، فرڈریک کو پاپائے روما اور مذہب عیسوی سے جو بدعقیدگی تھی اوسی کا یہ ادنیٰ

---

[۵۹] ابن خلدون ج ۶ صفحہ ۲۰۰ و دراماری صفحہ ۴۹۱ و تقویم البلدان ابوالفدا صفحہ ۲۲۲، ابن خلدون کے مطبوعہ نسخہ مین "بنوحفص" کے بجائے "بنی عباس" ہی، جو صحیح نہین معلوم ہوتا، اور بعض مورخین نے سلطان ابوزکریا کی وفات ۶۴۶ھ مین لکھی ہے، ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ ج ۹ صفحہ ۸۲، و انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۱۱ صفحہ ۹۹ (فرڈریک دوم)، ج ۵ صفحہ ۲۴۴ (سسلی)

[۶۰] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا، ج ۱۹ صفحہ ۷۳۰ (نوسیرا انفیریورو)

Marfat.com

کرشمہ تھا، وہ مجاہدین اسلام کی فوجی قوتون سے آگاہ تھا، پاپاے روما سے ہمہ وقت اوسے برسرپیکار رہونے کی ضرورت پیش آتی تھی، اس لئے پاپاے روما اور سلطنت کلیسا کا مقابلہ کرنے کیلئے ان "کفار" سے زیادہ بہتر سپاہ کہان مل سکتی، اس لئے فریڈریک نے صقلیہ سے ان کو جلاوطن کرکے ایک طرف مسیحی سسلی کے عیسائیون کے جذبات کا پاس کیا، اور دوسری طرف اٹلی مین انھین آباد کرکے پاپاے روما کے سر پر دشمن کی ایک مسلح فوج مستقل طور پر کھڑی کردی، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا مین فریڈریک کا سوانح نگار لکھتا ہے:-

"اور باغی مسلمانون کو زیر کیا، بعد مین ان مسلمانون مین سے اکثر نے جو لوسیرا بھیج دئے گئے تھے، اور لوسیرا مین مقیم ہوئے تھے، اسکے لئے بیش قیمت فوجی خدمات انجام دین"

اور ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ مین ہے:-

"اور شہنشاہ اور اوسکے لڑکے مینفریڈ نے دشمنان مسیح (مسلمانان لوسیرا) سے رومن چرچ کے خلاف اپنی جنگون مین فوجی خدمات لیکر تقویت حاصل کی، اور "ذلت" اوٹھائی"[1]

فریڈریک دوم کی وفات

فریڈریک دوم نے ۱۳ دسمبر ۱۲۵۰ء / ۶۴۸ھ کو وفات پائی، اور اپنے وصیت نامہ کے روسے سسلی مین اپنے بجاے اپنے لڑکے کانرڈ (CON YAD) کو بادشاہ اور اپنے دوسرے لڑکے مینفریڈ (MANFYED) کو مدار المہام قرار دیا،

کانرڈ چہارم کانریڈین اور مینفریڈ جرمن فرمانروایان صقلیہ و ایطالیہ (۱۲۰۱۱۰۱۰)

۱۲۵۰ء / ۶۴۸ھ - ۱۲۶۶ء / ۶۶۵ھ

کانرڈ چہارم (CONRAD VI) (۱۲۲۸ء / ۶۲۶ھ - ۱۲۵۴ء / ۶۵۲ھ) شہنشاہ فریڈریک دوم کی زندگی ہی مین جرمن اور رومن بادشاہ بن چکا تھا، فریڈریک نے اپنے وصیت نامہ مین اوسکو جرمنی اور [illegible]

[1] انسائیکلوپیڈیا ج ۱۱ صفحہ ۴ (فریڈریک دوم) و ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ ج ۹ صفحہ ۳ (دی نارمنس)

Marfat.com

بنایا اور فریڈریک کی وفات کے بعد مسلمانان لوسیرا و لوسیرا کی قسمتون کی مالک بنا، اوسکی فرمانروائی چند روزہ ثابت ہوئی اور بجز اسکے کہ اٹلی مین اوس نے ایک جنگ کی اور بہ قرین غالب مسلمانان لوسیرا و [illegible] کی فوجی خدمات حاصل کئے اوسکی زندگی مین اور کوئی امر قابل ذکر نہین، اوس نے ۱۲۵۴ء مین وفات پائی اور [illegible] دو سالہ بچہ کانریڈین (CONRADIN [illegible] ۱۲۶۶ء) کی تاجپوشی ہوئی اور اوس کے سوتیلے چچا منفریڈ (MANFRAD) نے اپنے کو [illegible] قرار دیا لیکن سسلی پر پاپائے روما کو کامل اقتدار تھا، پوپ کی جماعت نے اوسکی مدار المہامی کی [illegible] مستقل اور [illegible] بنا دیا، بالآخر ایک آویزش کے بعد ۱۲۵۴ء مین صلح ہو [illegible] ثابت نہین ہوئی اور منفریڈ پاپائے روما کی جماعت سے مشکوک ہو کر مسلمانان لوسیرا [illegible] ہو گیا [illegible] انہی مسلمانون کی طاقت سے پاپائے روما سے ایک سخت معرکہ آرائی کی اور پوپ کو شکست دیکر سسلی اور [illegible] مقبوضات سسلی پر قبضہ قائم کر لیا اور پھر ۱۲۵۸ء مین کانریڈین کی وفات کی [illegible] سسلی [illegible] کے بعد مین مقبوضات کا وارث ہو گیا اوسکی تاجپوشی کے بعد لوگون نے [illegible] لیکن اس پر آمادگی نہ ہو سکی، اور منفریڈ یہان فرمانروائی کرتا رہا۔

مسلمانان لوسیرا کے تعلقات [illegible] فرمانرواؤن سے

مسلمانان لوسیرا و لوسیرا جس طرح فریڈریک کے [illegible] تھے اوسی طرح اس کے جانشینون کی فوجی خدمات انجام دیتے رہے اسلئے ان جرمن فرمانرواؤن سے مسلمانان [illegible] مسلمانان ایطالیہ کے تعلقات خوشگوار رہے منفریڈ کے ارکان دولت مین بھی بیشتر تعداد مسلمانون کی تھی، جو اپنے اسلام پر قائم رہ کر شعائر اسلامی کا بالاعلان اظہار کرتے تھے، اور انہی مسلمانون کے اثر صحبت سے منفریڈ بھی فریڈریک کی طرح اسلامی علوم عقلیہ کا شائق تھا،

حسن اتفاق سے اسی زمانہ مین ایک معزز مسلمان اہل علم قاضی جمال الدین محمد بن سالم شامی

سلہ انسائکلوپیڈیا برطانیکا ج ۲ صفحہ ۹۶۰ (کانرڈ) و صفحہ ۹۶۸ [illegible] (منفریڈ)

قاضی[1] القضاۃ حماۃ (ر ۶۰۴ھ/۱۲۰۷ء ت ۶۹۷ھ/۱۲۹۷ء) ۶۵۹ھ/۱۲۶۰ء مین ملک الظاہر بیبرس الصالحی کی جانب سے سفیر بن کر منفرید کے پاس گئے تھے، اور وہان کی اسلامی فضا سے متاثر ہو کر کچھ دنون مقیم رہے تھے، انھون نے منفرید کے دربار اور لوسیرا کے مسلمانون کے چشم دید حالات مورخ ابوالفداء سے بیان کئے تھے، جسکو اوس نے اپنی تاریخ مین انھی کی زبان سے اجمالاً بیان کیا ہے اس سے اس عہد مین مسلمانان لوسیرا کے حالات کا اندازہ ہوتا ہے، وہ کہتے ہین:

مین نے جس انبراطور (امپرر) کو دیکھا تھا، اوس کا باپ فریڈریک کے نام سے موسوم تھا، وہ سلطان ملک الکامل کا دوست تھا، فریڈریک نے ۶۴۸ھ مین وفات پائی، اور صقلیہ کا اور برطویل کا بادشاہ اوسکے بعد اوس کا لڑکا کراین فرودریک (کانریڈ بن فریڈیک) ہوا، پھر کراد کا انتقال ہوا اوسکے بعد اوس کا بھائی منفرید بن فریڈریک بادشاہ ہوا، اور اون مین سے ہر بادشاہ انبراطور (امپرر) کہلاتا تھا، اور انبراطور تمام فرنگی بادشاہون مین سے مسلمانون کا دوست تھا، اور علوم سے محبت رکھتا تھا،......

اور جب مین انبراطور منفرید مذکور کے پاس پہنچا، تو اوس نے میرا اکرام کیا، اور مین اوسکے پاس برطویل (اٹلی) کے شہرون مین سے ایک شہر انبولیہ مین جو اندلس سے متصل تھا، ٹھہرا، اور اوسکے ساتھ بارہا اکٹھا ہونے کا موقع ملا، مین نے اوسکو ممتاز، اور علوم عقلیہ کا دوست پایا، کتاب اقلیدس کے دس مقالات اوسکو زبانی یاد تھے،......

اور جس شہر مین مین مقیم تھا، اوسی کے قریب ایک شہر لوجارہ کے نام سے موسوم تھا، اوسکے تمام کے تمام باشندے

---

[1] قاضی جمال الدین کے متعلق ابوالفدا لکھتا ہے، امام وقت و فضلائے روزگار مین ہین، مختلف علوم منطق، ہندسہ، اصول دین، فقہ، ہیئت اور تاریخ مین دستگاہ رکھتے ہین، اون کی مختلف تصنیفات حسب ذیل ہین،

مفرج الکروب فی اخبار بنی ایوب (یعنی تاریخ ایوبیہ) رسالۃ الانبروریہ فی المنطق یہ رسالہ شاہ صقلیہ کیلئے اوسی زمانہ مین علم منطق مین لکھا تھا مختصر الاغانی، یہ کتاب آغانی کی عمدہ تلخیص ہے پھر ابوالفداء کہتا ہے "مین بارہا ان کے پاس حماۃ گیا، اور کتاب اقلیدس کے اکثر اشکال کو اون سے حل کیا، اور اون سے استفادہ کیا، عروض مین ابن حاجب کا جو منظوم رسالہ ہے اوس کی شرح بھی ان سے پڑھی، اس لئے کہ جمال الدین نے اوسکی نہایت عمدہ شرح لکھی تھی، اور اسی طرح کتاب اغانی مین جو اسماء ہین، اون کی تصحیح بھی اون سے حاصل کی،

Marfat.com

مسلمان تھے، جو جزیرہ صقلیہ کے رہنے والے تھے، اوس شہر مین وہ جمعہ قائم کرتے تھے، اور شعائر اسلام کا اعلان کرتے تھے،........

مین نے امبراطور منفریڈ کے بڑے بڑے ارباب دولت کو مسلمان پایا، وہ اوسکی چھاونی مین اذان دیتے اور نماز پڑھتے تھے،"

مسلمانان لوسیرا و نوسیرا کی ان مذہبی، تمدنی اور معاشرتی آزادیون کا تذکرہ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا اور ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ وغیرہ مین یورپین مورخین نے بھی کیا ہے،

پاپائے روما اور جرمن فرمانروا کے تعلقات مین کشیدگی اسلام اور مسلم نوازیون کے باعث

مسلمانان لوسیرا و نوسیرا کی یہی مذہبی آزادیان اور اس جرمن فرمانروا کی یہی مسلم نوازیان پاپائے روما کی بارگاہ مین قابل ملامت ٹھہرین، چنانچہ اسی بنا پر اس عہد کے پاپائے الکزنڈر چہارم (ALEXANDRA IV) (۶۵۲ھ / ۱۲۵۴ء تا ۶۶۰ھ / ۱۲۶۱ء) نے اولاً اوسی وقت منفریڈ کے خلاف کوچ کیا، جب اوس نے اپنی بادشاہی کا اعلان کیا تھا، اور اوسی وقت اوسکو کلیسا اور مسیحیت سے خارج قرار دیا، لیکن منفریڈ نے اپنے مسلمان دوستون کی امداد سے کلیسا پر فتح پائی، اور سلطنت کلیسا کے بنائے کچھ نہ بن پڑی، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا مین ہے:-

"لیکن پوپ نے جس کے نزدیک منفریڈ کا مسلمانون سے امداد لینا سخت ترین جرم تھا، منفریڈ کی تاجپوشی کو باطل قرار دیا، اور کلیسا سے خارج کر دیا،..... منفریڈ نے اس سے بے پروا ہو کر پوپ کو شکست دے دی،......."

جرمن فرمانروا کے خلاف فرانس سے پوپ کی استمداد اور صقلیہ کے تاج کی پیشکش

جب سلطنت کلیسا اپنی فوجی طاقت سے اس جرمن فرمانروا کو زیر نہ کر سکی تو فرانس سے اوسکے مقابلہ مین استمداد کی اور شاہ فرانس لوئی نہم کے بھائی چارلس آف انجو کو پوپ اربن چہارم (URBEN IV) (۶۶۰ھ / ۱۲۶۱ء تا ۶۶۳ھ / ۱۲۶۵ء) نے صقلیہ کا تاج و تخت پیش کیا، چارلس اس تاج و تخت کے قبول کرنے پر رضامند ہو کر اٹلی آیا، اور منفریڈ سے معرکہ آرائی شروع ہوئی، منفریڈ

Marfat.com

اسلامی فوج کی امداد کے باوجود میدان جیت نہ سکا، اور میدانِ جنگ ہی میں ۶۶۴ھ/۱۲۶۶ء کو مارا گیا، اور سسلی میں فرانسیسی حکومت قائم ہوگئی،

اسلام دوستی اور مسلم نوازی کے باعث سسلی سے جرمن حکومت کا خاتمہ

اگرچہ مینفریڈ کے بعد کانریڈین نے پھر صف آرائی کی اور اپنی فوجی قوت کے استحکام کے لئے لوسیرا آیا لیکن پھر فتح و شکست کے اوتار چڑھاؤ کے بعد دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوگیا، اور ۶۶۶ھ/۱۲۶۸ء میں بغاوت کے جرم میں دار پر چڑھا دیا گیا، محض اسلام دوستی اور مسلم نوازی کے باعث سسلی سے اس جرمن حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ قاضی جمال الدین نے بھی ان جرمن فرمانرواؤں کی پاپائے روما سے آویزش اور ان کی بنیادوں کی اسلام دوستی و مسلم نوازی کو اجمالاً بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں:-

"انبراطور کے پاس سے میرے واپس آجانے کے بعد پوپ یعنی فرنگی خلیفہ دربار فرانس نے انبراطور سے معرکہ آرائی کا قصد کیا اور پوپ کا ان سب کو ناجائز قرار دینے کا سبب انبراطور کا مسلمانوں کی جانب مائل ہونا تھا، اور اسی طرح اس کا بھائی کرا اور اس کا باپ فریڈریک بھی کلیسائے روما کی جانب سے خارج قرار دیے گئے تھے، کیونکہ وہ لوگ بھی اسلام کی طرف مائل تھے"......[1]

(۱۳، ۱۴)

چارلس آف انجو اول وچارلس دوم فرانسیسی فرمانروایانِ صقلیہ وایطالیہ

۶۶۵ھ/۱۲۶۶ء - ۷۰۰ھ/۱۳۰۰ء

پاپائے روما نے ہوہنسٹافن خاندان کے جرمن شہنشاہوں کی صقلیہ سے فرمانروائی کا خاتمہ اسلئے کیا تھا کہ وہ "دشمنانِ مسیح" کی امداد سے کلیسا کی طاقت کے اقتدار کو تسلیم نہیں کرتے، اور دشمنانِ مسیح کو اٹلی کے قلب میں لاکر بٹھائے ہوئے ہیں محض اسی لئے فرانس کے شاہی خاندان کو صقلیہ کا تاج قبول کرنے کی دعوت دی گئی،

چارلس اول (CHARLES I) (۶۶۴ھ/۱۲۲۶ء - ۶۸۴ھ/۱۲۸۵ء) لوئی ہشتم شاہ فرانس کا ساتواں لڑکا

[1] تاریخ ابوالفداء ج ۳ ص ۳۹ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۱۰ ص ۵۵ (مینفریڈ) ج ۶ ص ۹۶ (کانریڈین)

انجو کا کاؤنٹ تھا، اور اب پوپ کی دعوت پر نیپلز اور سسلی کی بادشاہی قبول کی،

اس جدید خاندان کی فرمانروائی کے آغاز کے ساتھ ہی لوسیرا اور نوسیرا کے مسلمانون کے سیاسی وجود کا خاتمہ ہوگیا، اور نہ صرف یہ کہ ان کے قدر دانون کی حکومت اب باقی نہین رہی بلکہ وہ روز بروز پاپائے روما کے احکام کے بموجب بے دست و پا ہوتے گئے اور اون کی مذہبی آزادیون پر پابندیان عاید ہوتی گئین لیکن چارلس اول کو اپنے عہد حکومت مین ان مسلمانون کے قطعی استیصال کا موقع نہ مل سکا کہ سسلی کے تخت کا ایک نیا دعویدار پیٹر سوم آف ارگون (PETER III OF AROGON) پیدا ہوگیا تھا کیونکہ اوس سے مینفرڈ کی لڑکی بیاہی ہوئی تھی اسلئے چارلس اول انھی آویزشون مین مصروف رہا، یہانتک کہ ۱۲۸۵ع (۶۸۴ھ) مین اوس کا انتقال ہوگیا،

چارلس اول کا جس وقت انتقال ہوا پیٹر سوم اوسکی فوجون کو شکست دیچکا تھا اور چارلس کا لڑکا، چارلس دوم (۱۲۸۵ع ۱۳۰۵ع) پیٹر کے ہاتھ مین گرفتار تھا لیکن انگلستان کے فرمانروا ایڈورڈ اول نے ۱۲۸۸ع (۶۸۷ھ) مین چند شرائط پر پیٹر اور چارلس دوم کے درمیان مصالحت کرادی، اور اس صلحنامہ مین ممالک کی تقسیم کے روسے اٹلی کے بدبخت مسلمانون کی قسمت اسی چارلس دوم کے ہاتھ مین آگئی، اور اس فرانسیسی خاندان کو ان مسلمانون کے استیصال کا موقع مل گیا، اور اس طرح درحقیقت مسلمانان صقلیہ کی سب سے آخری بربادی کی ذمہ داری بالواسطہ شاہ انگلستان ایڈورڈ اول کے سر عاید ہوتی ہے ورنہ ہوسکتا تھا کہ ہوہنسٹفین خاندان کے تعلق سے یہ مسلمان آیندہ کسی دوسرے ماحول مین ہوتے،

بہرحال چارلس دوم کے برسر اقتدار ہوتے ہی اسی کے عہد حکومت مین ان مسلمانون کی قسمتون کا آخری فیصلہ صادر ہوگیا، سیاسی وجود کا خاتمہ پہلے ہوچکا تھا، مذہبی آزادیون پر پابندی پہلے عاید ہوچکی تھی، اب وہ وقت بھی آگیا کہ کلمہ اسلام کا پڑھنا زبردستی ممنوع قرار دیا گیا، اور انھین بجبر عیسائیت کا بپتسمہ دیدیا گیا، اور لوسیرا اور نوسیرا کے سارے مسلمان جن کی تعداد اسی ہزار تھی یورپین مورخین کے بیانون سے ثابت ہوچکی ہے ۱۳۰۰ع (۷۰۰ھ) مین عیسائی بنائے گئے اور یہ دونون شہر بھی کلمہ اسلام سے خالی ہوگئے، ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ مین مسلمانان نوسیرا کے متعلق ہے:-

"مسلمانان صقلیہ قلب ایطالیہ مین رہکر اپنے مذہب اور اپنی معاشرت کو قائم رکھے ہوئے تھے، یہانتک کہ

تیرہویں صدی کے آخر میں خاندان انجو نے ان کا قطعی استیصال کر دیا۔

اور انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں مسلمانان لوسیرا کے متعلق ہے۔

"شروع میں ان کو مذہبی آزادی حاصل رہی لیکن ۱۳۰۰ء میں وہ جبرًا عیسائی بنا لیے گئے۔"

یہی ہے ان مسلمانان صقلیہ کا حسرتناک انجام جنھوں نے یورپ میں اپنے تہذیب و تمدن اور علوم و آداب کی ایسی داغ بیل ڈالی جس پر جدید یورپ کے جدید تہذیب و تمدن اور جدید علوم و آداب کی عظیم الشان عمارت تعمیر ہوئی لیکن ان کے ان احسانات کے باوجود اس قوم کا ایک ایک متنفس یورپ کے چپہ چپہ سے محض تنگ نظر و تنگ انسانیت علمبرداران مسیحیت کے تعصب و جہالت کی بدولت حرف غلط کی طرح مٹا دیا گیا اور پورا جزیرہ صقلیہ مع اپنے وسیع معنی اطلاق کے مسلمانوں کے وجود سے خالی ہو گیا اور اس ساری سرزمین میں ایک متنفس بھی کلمہ اسلام کا پڑھنے والا باقی نہیں چھوڑا گیا۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی یہی شہادت ہے۔ سسلی کا مقالہ نگار لکھتا ہے

"نارمنوں نے عیسائیت کے فروغ میں اپنی آخری کوششیں صرف کر دیں اور اب صقلیہ کی سرزمین پر سسلی کے مخصوص باشندے رہ گئے اور سب کے سب ایک قوم اور ایک مذہب کے سلسلہ میں داخل ہو گئے۔"[1]

مسلمانان صقلیہ کے اس حسرتناک انجام کے سات سو برس بعد بیسویں صدی میں ہمارا دردمند شاعر اقبال سسلی سے گذرا اور اس خوبصورت جزیرہ کو دیکھ کر اس کو عہد ماضی کی یاد تازہ ہو گئی، فوراً جذبات میں چند قطرات اشک کاغذ پر ٹپک پڑے اور سسلی کو مخاطب کر کے صقلیہ کی تہذیب حجازی کو جو اب عہد رفتہ کا ایک فراموش شدہ واقعہ اور تاریخ اسلام کی ایک گمشدہ کڑی خیال کی جاتی ہے یوں اشکبار ہوا۔

رو لے اب دل کھول کر اے دیدۂ خوننابہ بار
وہ نظر آتا ہے تہذیب حجازی کا مزار

تھا یہاں ہنگامہ ان صحرا نشینوں کا کبھی
بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی

زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے
بجلیوں کے آشیانے جن کی تلواروں میں تھے

اک جہان تازہ کا پیغام تھا جن کا ظہور
کھا گئی عصر کہن کو جن کی تیغ ناصبور

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲۰ [illegible]

مردہ عالم زندہ جن کی شورش قم سے ہوا — آدمی آزاد زنجیر توہم سے ہوا

غلغلوں سے جسکے لذت گیر اب تک گوش ہے

کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہے

آہ اے سسلی سمندر کی ہے تجھ سے آبرو — رہنما کی طرح اس پانی کے صحرا میں ہے تو

زیب تیرے خال سے رخسار دریا کو رہے — تیری شمعوں سے تسلی بحر پیما کو رہے

ہو سبک چشم مسافر پر ترا منظر مدام — موج رقصاں تیری ساحل کی چٹانوں پر مدام

تو کبھی اس قوم کی تہذیب کا گہوارہ تھا

حسن عالم سوز جس کا آتش نظارہ تھا

نالہ کش شیراز کا بلبل ہوا بغداد پر — داغ رویا خون کے آنسو جہان آباد پر

آسمان نے دولت غرناطہ جب برباد کی — ابن بدرون کے دل ناشاد نے فریاد کی

غم نصیب اقبال کو بخشا گیا ماتم ترا — چن لیا تقدیر نے وہ دل کہ تھا محرم ترا

مرثیہ تیری تباہی کا مری قسمت میں تھا

یہ تڑپنا اور تڑپانا مری قسمت میں تھا

ہے ترے آثار میں پوشیدہ کس کی داستان — تیرے ساحل کی خموشی میں ہے انداز بیان

درد اپنا مجھ سے کہہ میں بھی سراپا درد ہوں — جسکی تو منزل تھا میں اس کاروان کی گرد ہوں

رنگ تصویر کہن میں بھر کے دکھلا دے مجھے — قصۂ ایام سلف کا کہہ کے تڑپا دے مجھے

میں ترا تحفہ سوئے ہندوستان لے جاؤنگا

خود یہاں روتا ہوں اوروں کو وہاں رلواؤنگا

سید ریاست علی ندوی — ۳۰ اگست سنہ ۱۹۳۱ء

Marfat.com

تصحیح اغلاط

ذیل کی چند اہم مطبعی غلطیوں کی تصحیح کر لی جائے

صفحہ	سطر	غلط	تصحیح
۱۷	۲	اور شمالی ۴۴ درجہ	اور شمالی ۳۰ درجہ
۳۰	۱۵	جنین عرب کے ممتاز شریف قبائل	[illegible] کی نسبت سے نہیں آیا ہے [illegible] کیا گیا ہے جنین عرب کے ممتاز شرفاء [illegible]
۵۵	۴	بشر بن صفوان،	بشر بن صفوان،
۱۱۶	۹	جودہ،	جوردمی
۲۲۰	۷	اس کی حکومتیں،	[illegible]
۲۵۶	۸	صاحب افریقیہ،	صاحب صقلیہ
۲۷۱	۱	ابراہیم بن احمد (۲۳)	ابراہیم بن احمد (۲۴)
۲۷۷	۹	والی صقلیہ (۲۴)	والی صقلیہ (۲۵)
۲۷۹	۴	〃 〃 (۲۵)	〃 〃 (۲۶)
۲۸۰	۱	〃 〃 (۲۶)	〃 〃 (۲۷)
〃	۵	〃 〃 (۲۷)	〃 〃 (۲۸)
۴۵۸	۱۵	اس کا نام نقفور چھپا ہے،	اس کا نام تقفور چھپا [illegible]
۴۲۷	۱۸	تاریخ عرب الیوبیچیر،	تاریخ یورپ [illegible]
۴۹۷	۲	[illegible]	[illegible]

تصحیح اغلاط دیباچہ

صفحہ	سطر	غلط	تصحیح
۴	۱	جو یاقوت کے زمانہ تک موجود تھا،	اور اسکا ایک رسالہ "بلرم" پر ۱۸۲۵ء مین شائع بھی ہوا ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ یہی رسالہ ہو ورنہ بلرم پر اس کے کسی مستقل رسالہ کا تذکرہ قدیم ماخذون مین نظر سے نہین گذرا، اور عربی زبان مین ایک اور کتاب لمحۃ البہجۃ العلمیہ فی بعض النسبۃ لصقلیہ لشیخ محمد بن طیب القادری الحسنی کتب خانہ قسطنطنیہ مین ہے، یہ ابن القطاع، اصفہانی اور ابن سعید سے ماخوذ ہے، اور غالبًا کوئی حدیث العہد تصنیف ہے، حاجی خلیفہ تک نے تذکرہ نہین کیا ہے،
۵	۱۸	فرانسیسی اور جرمن وغیرہ مین،	فرانسیسی اور جرمن وغیرہ مین سے موخر الذکر دونون زبانون مین ذیل کی بعض قابل ذکر کتابین ہین، Histoire de la domination normande en Italie et en Sicilia by F. Chalandon 2 vols Paris 1907 Poesie und Kunst der Araber in Spanien und Sicilian, by von Schack, 2 vols "Islamstudien" by Becker لیکن افسوس ہے کہ ان اوراق کی تالیف کے وقت تک ان سے استفادہ کا موقع نہ مل سکا، اور باقی رہی انگریزی زبان تو اس مین،

Marfat.com